دیومالائی جہان

اے ڈی چودھری

دیو مالائی جہاں

یونانی و رومی دیو مالا

آرزو چوہدری
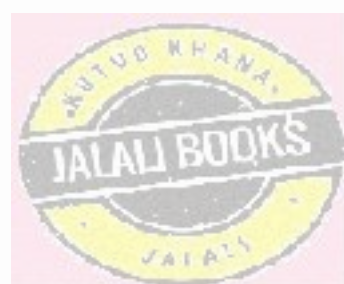
دیو مالائی جہاں

(یونانی و رومی دیو مالا)

اقوامِ عالم کی دیو مالا کے تناظر میں ایک بھرپور تاریخی، تخلیقی اور تنقیدی جائزہ
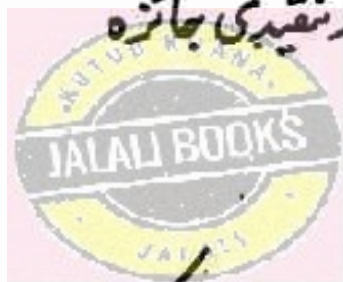
آرزو چودھری

عظیم اکیڈمی۔ اردو بازار، لاہور۔ فون: ۳۱۱۴۸۴

بار اوّل	۱۹۸۹ء
تعداد	پانچ سو۔
پبلشرز	منیر احمد ایم اے
پرنٹر	
قیمت	۱۲۵/- روپے
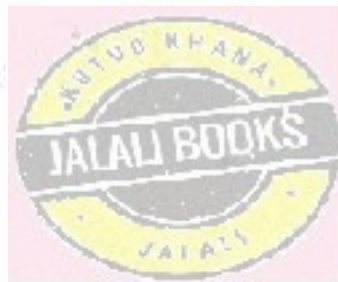
اسلو کے نام

میں چلا آیا۔
لیکن میری رُوح تو وہیں رہ گئی۔ وہیں
جہاں لالہ و گُل کی حسین سنگت ہے۔
جہاں چمپا، چنبیلی، سیوتی اور بیلے کی دل
آویز اور سجل کلیاں ہاتھ باندھے کھڑی
ہیں۔ جہاں ساون کے مدھ بھرے
مشک اندھیروں اور پیہم کوکتی کوئل کی
رسیلی تانوں کے کوندے میں سُبک رو
اور خوش خرام ندی تموّج کی رنگین چُنری
آبی گردن میں اُلجھائے کسی الھڑ دوشیزہ
کی مانند نغمہ ریزیاں کرتی بہے چلی جا رہی
ہے۔
اور جہاں میرا بچپن کھڑا گم گشتہ جوانی
کو ندا دے رہا ہے۔

مالا کے پھول

حمدِ باری تعالیٰ

دُور کسی گہرے ساگر سے
میگھا بھر بھر پانی لائے
چاندی سونا چندن عنبر
رُوپ کہیں امرت برسائے

ابر گھٹا جل، امبر چھایا
پالن ہار تری سب مایا
بیٹھ پون کے ہنڈولے میں
برکھا جھم جھم چھم چھم آئے

جل کی ننھی سی اک بوندی
موتی بوئے، رنگ اگائے
بوند سمندر، سیپی موتی
اللہ تیرے تیری جوتی

سُورج دیکھے بن اگنی رے
تیل نہ باتی، چاند جلے ہے
سانجھ سہیلی، بھور گلابی
دھیرے دھیرے رین ڈھلے ہے

تیرے کام نیارے داتا
سارے جگ سے تیرا ناتا

مَن جب پیار میں جلنا سیکھے
چھائے بدریا دو نینن میں
جل میں پھیلے کاجل کورا
کتنا رس ہے پیار ملن میں

ناز و غمزہ، تیری ادا ہے
ہار کسی کو پیار ملا ہے

کھول کتابیں اپنی اپنی
ہر گُل "اللہ تُو" پڑھتا ہے
میٹھے کوئل ڈالی ڈالی
غنچہ غنچہ سر دھنتا ہے

کونپل اوس، شگوفہ نکہت
ہر لے، دھن نغمہ تیری گت

ہر پل سوچے تو اس جگ کی
جاری ہر سُو تیرا عمل ہے
کہیں سکوں ہے تیرے ہاتھوں
اور کہیں پر ردّ و بدل ہے

باد و باراں، ساگر، طوفاں
تابع تیرے تو ہی نگراں

بہت کٹھن تھی منزل میری
داتا تُو نے ڈھیر بندھائی
آن پڑی جب الجھن کوئی
تُو نے سجھ کو راہ دکھائی

مالک تُو ہی سب کا رب ہے
ہاتھ لکھاری تیری چھب ہے

---

* سہارے

نعتِ رسولِ مقبولؐ

تیرگی

جہت جہت جہان میں
حیات بے مہار تھی
سسک رہی تھی زندگی
کڑی ستم کی دھار تھی

چمن میں تھی نہ روشنی
تھی پھول کانٹے میں ٹھنی

ہر ایک دن ڈرا ڈرا
ہر ایک شب جلی جلی
سویرا تھا لہو لہو
تو شام تھی بجھی بجھی

کرن کرن تھی سرنگوں
فلک پہ چاند بھی زبوں

بے آب تھی بہار رُت
گلوں میں رس نہ رنگ تھا
لطافتیں نہ نکہتیں
ہر ایک پھول سنگ تھا

نسیم تھی صبا بھی تھی
پہ گل سے کھیلتی نہ تھی

تھی نفرتیں، کدورتیں
قدم قدم ہراس تھا
فسردگی نگر نگر
بشر بشر اداس تھا

عداوتوں کا ڈھیر تھا
ستم، غضب، اندھیر تھا

عناد، بغض، دشمنی
جہاں کی یہ ریت تھی
سکون تھا، نہ چین تھا
وفا کہیں، نہ پیت تھی

جوان تھی درندگی
بہک گئی تھی زندگی

ادا تھی عشوے غمزے تھے
جنون بھرا شباب تھا
نشہ، خمار، بے خودی
حیا گسل حجاب تھا

تھے مہوشوں کے جمگھٹے
پری وشوں کے رت جگے

کہیں مہان دیویاں
خدا تھے دیوتا کہیں
نذر، نیاز، بھینٹ یا
بلی تھی جان کی کہیں

فلک نشیں حیات گر
تھے دیوتا ہی سربسر

تھا آدمی تو ایک ہی
مگر تھے ان گنت خدا
گلی گلی، جگہ جگہ
ترا الگ، مرا جدا

خداؤں سے زمیں بھری
آتم تھی بس صنم گری

---

۱ بلی - قربانی ۲ نہایت مکمل

اجالا

ظہور آپؐ کا ہوا
کہ باب مہر وا ہوا
دیا سبق حضورؐ نے
خدائے لاشریک کا

درود آپؐ کا ہوا
عناد بغض مٹ گیا

یہ دنیا سب سنور گئی
محبتوں سے بھر گئی
خلوص، پریت، پیار کی
جہت جہت لہر گئی

درود آپؐ کا ہوا
دلوں کا پیار بڑھ گیا

عسل سی شب چمک اٹھی
گلابی صبح ہو گئی
بڑھی دلوں کی روشنی
رنگوں میں شام کھو گئی

درود آپؐ کا ہوا
جہان کا بھلا ہوا

گالوں پہ رنگ چڑھ گیا
گل میں روپ بھر گیا
صبا مہک مہک اٹھی
چمن چمن سنور گیا

درود آپؐ کا ہوا
ارم جہان بن گیا

سکون، امن، شانتی
جہاں میں عام ہو گئی
عداوتیں، کدورتیں
برائی رام ہو گئی

درود آپؐ کا ہوا
عذابِ جاں ہوا ہوا

ادائیں، عشوے، غمزے سب
وفا، حیا میں ڈھل گئے
روایتیں، رواج سب
زمانے کے بدل گئے

درود آپؐ کا ہوا
ہر ایک زخم بھر گیا

عنایتوں سے آپؐ کی
دلوں سے خوف ڈر گیا
جہان کو اماں ملی
آزارِ جاں ٹھہر گیا

درود آپؐ کا ہوا
ستم کا گل دیا ہوا

مہان دیوی دیوتا
سبھی بے رنگ ہو گئے
حضورؐ آئے سامنے
تھے سنگ، سنگ ہو گئے

درود آپؐ کا ہوا
بشر کو مل خدا گیا

اے خوش رو۔ ارورا!

اے خوش رو۔ ارورا!
تو ہی روشنی ہے۔
گل لالہ، سوسن۔ سیوتی
ترے پیارے مکھڑے کی جیوتی
فلک کی حسیں رفعتوں سے
بلند نیلگوں پر بتوں سے
حنائی لبوں پر
سجل عارضوں پر
تبسم کے نکھرے اجالے سجائے
چھڑکتی ہے پیاسی زمیں پر تو شبنم
یہ سبزہ، یہ اشجار، پودے
نئی کونپلیں
تجھی سے پاتی ہیں نمو
تو مدملتے مکھ پہ لے آنچل شفق کا
فسوں بار گل رنگ رتھ میں
سمندر کے نرمل[1] رواں پانیوں سے
نمودار ہوتی ہے۔
تجھے دیکھ ساگر، تہاں جل کے دھارے
گراں خواب چشمے، ندی سیمگوں کنڈ
مدھر گیت گا اٹھتے ہیں۔
کلی پھول کھل جاتے ہیں۔

فرازوں سے تجھکو
اترتے دیکھ گمبھیر تاریکیاں، اندھیرے
دراڑوں، گپھاؤں، بنوں میں
محبت سے، اسکے شانتی سے تہی نردئی دلوں میں
لرزکر، سہم کر، دبک جاتے ہیں۔
ڈیانا[2] بھی تجھ سے نگاہیں چرا کر
افق سے پرے، پچھمی گھاٹیوں میں اتر جاتی ہے
ہزاروں برس سے
ہیں صدیوں، یگوں سے
تری کھوج میں تھا
ترا منتظر تھا۔
تجھے ڈھونڈتا تھا
اپلّو[3] اٹھا
نبل[4] میری جاں
گھنی تیرگی میں گھری ہے۔
دکھوں کی اگستی[5]، ابھی
سیہ دلدلوں میں پھنسی ہے۔
دیا رکھ کے ماتھے پہ اپنی کلائی
مری کپکپاتی، لرزتی، ہتھیلی پہ سوگیا ہے۔
مگر میں بیاکل سی جاں میں
لیے تھر تھری سی

۱۔ شفاف ۲: چاند کی حسین جمیل دیوی ۳: بے حس و حرکت
۴: نربل۔ کمزور ۵:۔ گلی سڑتی

تری دید کو
تھکی ہاری آنکھوں میں اشکوں کی شمعیں جلائے،
ابھی تک اندھیروں کی سیما پہ تنہا کھڑا ہوں
اے خوش رو! اے چنچل اے اچپل[4] آرعنا!
میں تشنہ ترے پیار کا
میں پیاسا تری دید کا
نکل اپنے رنگیں بھَون[5] سے
مری زندگی کے فسردہ چمن میں
بشاشت کی کلیاں کھلا دے
مری جاں کے افسانے دیپک کو
نئی جوت دے
کہ تو منبع روشنی ہے۔

(ایک پجاری)
(مصنف کا اس عقیدہ سے کوئی ناتا نہیں)

---

[4] : چنچل، شوخ [5] : گھر [6] : مرجھانا، ماند پڑ جانا۔

پیش داستان

حقیقتاً دیوی دیوتاؤں نے انسان کو نہیں بلکہ اس فانی انسان نے لافانی دیوی دیوتاؤں کو جنم دیا ہے۔ اموات، امراض، آسمان، چاند، سورج، سمندر، دریاؤں، ندیوں، بنوں، جنگلوں پربتوں، رُتوں، طوفانوں اور باد و باراں وغیرہ کے بارے میں اپنے ذہن میں ایک تصور قائم کر لیا۔ اور یہ جان لیا کہ جس طرح سردار اور آقا انسان پر حکمرانی کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ موجودات عالم بھی کسی نہ کسی ان دیکھی قوت یا جلیل القدر ہستی کے تابع و محکوم ہیں۔ یہی نہیں انسان نے تو اس جہانِ رنگ و روپ کی ہر شے کو کسی غیر مرئی قوت کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ اور پھر قوت کے اعتبار سے اِن کی درجہ بندی بھی کر دی۔

یہ عظیم اور لافانی قوتیں جب کسی بات پر انسان سے ناراض اور خفا ہوتی ہیں تو اُسے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا یا تباہ کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اس مفروضے کے تحت ان غیر مرئی اور ان دیکھی قوتوں سے سراسیمہ، مرعوب اور خوفزدہ رہنے لگا۔ اور اُنہیں رِجھانے اور خوش کرنے کے جتن کرنے لگا۔ پھر اس نے اِن کی خیالی صورتیں اور مورتیں اخذ کر لیں۔ اور اُنہیں کائنات اور موجودات عالم کا خالق و صانع سمجھنے لگا۔ اِس کے خیال میں یہی جابر و قہار اور مہان قوتیں انسانی مرگ و حیات پر قادر اور یہی ارواح کا محاسبہ کرنے اور اُنہیں جزا و سزا دینے والی تھیں۔ اس ضمن میں اِن سے متعلق انسان نے طرح طرح کی کہانیاں اختراع کر لیں۔ اور وہ ان کی ملکوتی آن بان، بے مثل ٹھاٹھ باٹ اور بے پناہ قوتوں میں روز بروز اضافہ کرنے لگا۔

اب اس کے چاروں جہت جاہ و جلال کے مظہر دیوی دیوتاؤں کا ایک جم غفیر تھا۔ چنانچہ وُہ اِن سے ڈر کر، ہول کھا کر اُنہیں سجدے کرنے اور نذر و نیاز اور بھینٹ دینے لگا۔ یہاں تک کہ یہ باتیں اس کے عقیدے اور ایقان کا جزوِ لازم بن گئیں۔ اور وُہ جگہ جگہ اِن کے نو بہ نو اور رنگارنگ مجسموں اور اصنام سے آراستہ منادر، معابد اور خانقاہیں تعمیر کرنے لگا

اِنسان کا دِل بھی عجیب چیز ہے۔ اسی دِل نے ہمیشہ سے اسے لرزہ براندام اور سہم زدہ کر رکھا ہے۔ اور آغازِ آفرینش سے ہی اسی دل کے باعث چاروں جہت آہوں کی ہاہاکار مچی ہے۔

یہ دلِ نادان آج ہی کی طرح ہمیشہ سے فطرت کی کومل، سجل اور نرم و ملائم آغوش میں سہم

بے قرار و بے کل رہا ہے۔

انسان نے اپنے سینے کی تھرتھری اور روحانی ارتعاش سے وقتی نجات پانے اور محض چند عارضی خوشیوں کے حصول کے لئے کیا کچھ نہیں کیا؟ وہ کبھی سر برہنہ اور کبھی سرتاپا گرسنہ دل کے مرتعش چراغوں کو فروزاں کر کے ان دیکھی اور غیر مرئی قوتوں کو ندا دیتا۔ کبھی سینے میں سنسناتے وسوسوں اور توہمات کے دھندلکوں میں اپنی آتما کو سراسیمہ پاکر سنگِ خارا اور کھودری چٹانوں سے ہول خیز اور ڈراؤنے ایدان تراشتا۔ یا پھر عاج، مرمرِ اسود، زمرد اور سنگِ سرخ و سبز سے حسین صورتیں، سیمیں مدور کلائیاں، سڈول شانے اور دلنشیں اندام تخلیق کرتا۔ اور کبھی تاریک و نیم تاریک غاروں اور نم دار گپھاؤں کی کال کوٹھڑیوں میں یا پھول بھرے کنجوں، ہرے بھرے درختوں اور اونچے تاکستانوں، نیلگوں جھیلوں، نقرئی چشموں اور نیم گرم کنڈوں کے آس پاس نو بہ نو روشنیاں اور رنگ رنگ کی خوشبوئیں جلاتا اور پھر ... پھر نیند اور بھیگے بھیگے سپنوں سے بوجھل اپنی تھکی ہاری آنکھیں موند کر خود تراشیدہ، جلال و جمال کے مظہر خداؤں کے سامنے دو زانو ہو جاتا اور خوشیوں سے خالی جان کا کشکول اور دل کا کاسہ بار بار ان کی طرف بڑھاتا۔ تو اس کے شعور و لاشعور کی کسی سوختہ گہرائیوں یا چشمِ تپیدہ کی کسی پُرنم دریدہ درز میں خوشی کی کوئی مضمحل و مضطرب ریکھا، خوشیوں بھرا کوندہ بن کر اس کے سامنے لپکتی ا آتی۔ لیکن جب وہ اپنا مضبوط پٹھوں اور چوڑی کلائی والا ہاتھ آگے بڑھاتا اور آنکھیں کھولتا تو کچھ بھی نہ پاتا۔ وہاں گمبھیر سکوت، طویل سناٹوں اور اس کے اپنے گہرے سانسوں کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

آہ! سنگِ درِ دوراں سے اپنی عرق آلود پیشانی گلنار کرنے والا انسان کتنا نادان تھا۔ کچھ نہ پانے پر بھی اپنے مسلک سے نہ ہٹتا۔ اسی اپنی دیرینہ لگن اور بوسیدہ جذبوں کے ساتھ، پھر اپنے لہو زدہ پوروں سے نئے صنم تشکیل دیتا۔ اور پھر نئی آواز اور نئے لہجے کی لوچ لئے ان سے خوشیوں کا ملتجی ہوتا۔ وہ روح کی آسودگی اور جان کی طمانیت کی خاطر ان کے پیچھے والہانہ اور مجنونانہ لپکتا۔ لیکن اس کے دل کے فسردہ چمن اور آتما کے پژمردہ اور اُداس خیابان میں سکون اور بشاشت کے لالہ و گلاب کبھی نہ کھلتے —— اور پھر ایک دن یہی دلِ نادان مسرت و انبساط کی خالی خولی آس لئے سب کچھ چھوڑ کر وقت کے بے کنار و کراں ریگزاروں میں شبنم کی ایک ننھی سی بوندی کی صورت جذب ہو جاتا۔

کچھ بھی سہی، حصولِ راحت و شادمانی کی خاطر، ماضی کے ایک انسان کا جذبہ دروں، اُس کی پیہم لگن، اُس کی اصنام تراشی و اجسام پرستی، مستقبل میں آنے والے دوسرے اِنسان کے لئے جذب و کشش کی حامل رہی ہے۔

دیومالائی قصّے اور اساطیر فقط قصّے کہانیاں ہی نہیں کسی ملک و قوم کی تاریخ فلسفہ مذہب، تہذیب، ادب اور جغرافیہ بھی ہیں۔ ایک طرف یہ اساطیر[1] دُور افتادہ اور گم گشتہ بعید ماضی کی عکس و نقش بندی کرتی ہیں۔ تو دوسری سمت ازمنۂ قدیم کے انسانی عقائد و ایقان، ذہنی میلان و عرفان، فکر و افکار، کردار و آگہی، رہن سہن، ولادت، تدفین رسم و رواج، معاشی و معاشرتی حالت، رزم و بزم، پیار و محبت، حسد و رقابت، یہاں تک کہ اِس عہد کی طرزِ حکومت کی غمّاز بھی ہیں۔

دورِ رفتہ ماضی کے انسان کے یہ بیل و بہاز مضحکہ خیز اور تحیّر انگیز ہی سہی، قربانی تمثیل نگاری، مذہب پرستی، اصنام تراشی، فنِ تعمیر، شعر و نغمہ اور کھیل تماشوں کی تاریخ مرتب کرنے میں یہ ہماری اعانت کرتے ہیں۔ صنمیات ایک دلآویز، دلنواز اور اثر آفریں علم ہے۔ جس کے باعث آج کا مہذب متمدن اور تعلیم یافتہ انسان نہ صرف دورِ قدیم اور عہدِ پارینہ کی رنگا رنگی اور تحیّر زا اشیاء سے آگاہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ بھولے بسرے ایام میں، اِن ایام میں جب یہ جہانِ رنگ و نکہت نوتراشیدہ اور نوزائیدہ تھا۔ اِس ایسے ہی ایک فانی انسان نے اپنے ذہن، اپنے دل اور اپنی روح کے ساتھ کیا کیا سوچا۔ اور اپنی جان کی بالیدگی و لطافت اور قلب و نگاہ کی آسودگیوں کی خاطر کیا کیا جتن کیا۔

کائنات کی تجسیم کس طرح عمل میں آئی؟
یہ کائنات اپنی تکمیل تک کن مراحل سے گذری؟

---

[1] : اسطور، یا متھ، یونانی زبان کے لفظ مائی تھس -- Mythos سے ماخوذ ہے۔ جس کے معانی ہیں وُہ بات جو زبان سے کہی جائے آغازِ کار میں اسطور، یا متھ کا یہی مفہوم تھا۔ پھر اِس سے کہانی مراد لی جانے لگی۔ وہ کہانی جس میں کسی دیوی دیوتا کا اذکار ہو یا پھر اِن ہستیوں کا تذکرہ

جوارضِ [illegible]

نظامِ کائنات کے محرک کون تھے ؟
انسان کا جنم کیسے ہوا ؟
صنمیات میں اِن کا جواب ڈھونڈا جا سکتا ہے۔

قریب قریب ہر ملک میں آفرینشِ کائنات اور تجسیمِ جہاں سے متعلق کوئی نہ کوئی اسطور ضرور موجود رہی ہے۔ کائنات کے خلق سے متعلق زمانے بھر کی اساطیر بڑی حد تک مماثل ہیں۔ ہر اسطور یا دیومالائی قصے کے متعدد حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابتدائی بے نظمی و بے ہیئتی کے بارے میں ہے۔ دوسرے میں تخلیقِ کائنات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر تخلیقِ انسان، ازاں بعد طوفانِ عظیم کے تذکرے ہیں اور پھر تباہ گشتہ کائنات کی از سرِ نو تعمیر و تشکیل کا بیان ہے۔

تعمیر و تجسیمِ کائنات سے قبل کی حالت کے سلسلے میں اقوامِ عالم کی اساطیر تقریباً متفق و متحد ہیں۔

سومیری[1] نظریۂ تکوین کے مطابق کائنات کے بنیادی عناصر چار تھے۔ آسمان، زمین ہوا اور سمندر (پانی) وہ انہیں چار مملکت تصور کرتے تھے۔ ہر مملکت کا ایک دیوتا یا دیوی تھی۔ اَن یا اَنو (آسمان کا دیوتا، اَن لِل (فضا اور ہوا کا دیوتا) اَن کی (پانی کا دیوتا)

---

[1]: ۔ سومیری کوئی مخصوص قوم نہ تھی۔ سومیری زبان بولنے والوں کو سومیری کہا جاتا تھا تا حال دنیا کا قدیم ترین ادب سومیریوں کا دریافت و دستیاب شدہ ادب ہے متنوع اور رنگا رنگ ادب ... جسے عالمی تہذیبی تاریخ میں منفرد یکتا اور ارفع مقام حاصل ہے۔ علاوہ بریں انہوں نے مذہبی روحانی تخیلات و عقائد کو جنم دیا۔ جو قدیم یونانیوں اور اسرائیلیوں سمیت مشرق و مغرب کے تمام لوگوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئے۔ سومیریوں کے ادب کا بہت بڑا حصہ آج سے چار ساڑھے چار ہزار برس قبل تخلیق اور فروغ پذیر ہونے لگا تھا۔ ان کا ادب مصریوں کے ادب سے بھی قدیم ہے۔ تھوڑا سا مصری لٹریچر جو چھ فرعونوں اور تین بیگمات کے مقبروں پر کندہ ملتا ہے۔ سومیریوں کے قدیم کلاسیکی دور (۲۶۰۰ - ۲۴۰۰ ق م) کا ہم عصر ہے۔ لیکن یہ مذہبی نوعیت کا ہے۔ ماہرین نے اسے "ہرمی ادب" کا نام دیا ہے۔

دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

کی دزمین کی دیوی)

ایک سومیری رزمیہ "گلگامش، ان کیدو اور ظلمات" کے ابتدائی حصے کو پڑھ کر تخلیق کائنات سے متعلق سومیریوں کے تصور کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ سومیریوں کے خیال میں ابتدا میں زمین و آسمان باہم پیوستہ تھے۔ پھر دونوں کو الگ الگ کیا گیا۔ اَنُو دیوتا... آسمان کو ہاتھوں پر اُٹھاکر دُور لے گیا اور اَن لِل دیوتا زمین کو.... سومیری نظریے کے مطابق باہم پیوستہ زمین و آسمان ایک پہاڑ کی صورت تھے جس کی بنیاد زمین کی تہہ اور چوٹی آسمان کا سرا تھی۔ اَن لِل نے نباتات پیدا کی۔ اَن لِل دیوتا اور نِن لِل دیوی کی مباشرت سے چاند خلق ہوا۔ بعد کی سومیری حمدوں اور اساطیری کہانیوں کی رُو سے اَن لِل نے

(گذشتہ صفحہ سے)

..۳۴۰۰ ق م یعنی آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے عراق میں جن متمدن تہذیب اور سیاست میں مقتدر اقوام کا عمل دخل رہا ہے۔ اِن میں سے مشہور یہ ہیں۔

سومیری (۳۴۰۰ - ۲۰۰۰ ق م) اکادی (۲۳۳۴ - ۲۱۵۴ ق م)

بابلی (۱۸۹۴ - ۱۵۹۵ ق م) اشوری (۲۰۰۰ - ۶۱۲ ق م)

کسدی (۱۵۹۵ - ۱۱۵۷ ق م) کلدانی (۶۲۵ - ۵۳۹ ق م)

حری اور آرامی :- یہ اقوام باہر سے عراق میں وارد ہوئیں اور پھر وہیں کی ہو رہیں۔

قدیم عراقی تہذیب کو سومیری کہیں چاہے اکادی بابلی اشوری یا کلدانی کا نام دیں یا پھر میسوپوٹیمیائی کلچر پکاریں بات ایک ہی ہے۔ یعنی یہ سب ایک ہی تہذیب کے مختلف نام ہیں۔

۵ :- مادرِ کائنات یا مادرِ عظیم نِن ہُر سگ

اب تک سومیریوں کے تین ہزار دیوی دیوتاؤں کے نام مِل چکے ہیں۔ اَن (انُو) اَن لِل اَن کی اور نِن ہُرسگ کے علاوہ سومیریوں کے تین اور اہم معبود تھے۔ یہ بھی آسمانی دیوی دیوتا تھے۔ ان میں چاند دیوتا ننا (سِن) سورج دیوتا اُتو اور رافزائش تعشق و محبت غیض و غضب اور جنگ کی دیوی اننا شامل ہیں۔ گویا یہ سات دیوی دیوتا سومیریوں کے سب سے بڑے اور اہم معبود تھے۔

کائنات کے تمام فیض رساں عناصر اور حاصل خیز اشیاء کو جنم دیا اور دن بنایا۔ سومیریوں کی کل کائنات زمین و آسمان تک محدود تھی۔

سومیریوں کے خیال میں انسانی تخلیق چکنی مٹی سے ہوئی۔ اس چکنی مٹی سے جو زمین کے نیچے مگر سمندری تہہ کے اوپر تھی۔ انسانی تخلیق کا یہ نظریہ سب سے قدیم ہے۔ اور یہی نظریہ ڈیڑھ دو ہزار برس بعد اسرائیلیوں کی مقدس بائیبل (عہدنامہ عتیق) میں ملتا ہے۔

اپنی روزی کمانے اور اپنی بقا کے لئے سومیری دیوتاؤں کو خود کام کرنا پڑتا تھا۔ وہ اپنی محنت ومشقت کی اس زندگی سے خوش نہ تھے۔ عقل ودانش کا دیوتا "اَن کی" اُن کی اس مشکل کو آسان بنا سکتا تھا۔ چنانچہ اولین سمندر کی دیوی نمو (جس نے تمام دیوتاؤں کو جنم دیا تھا) نے اپنے خوابیدہ بیٹے "اَن کی" کو دیوتاؤں کی اس پریشانی اور تکلیف سے آگاہ کیا۔ اور اُسے دیوتاؤں کے لئے خادم پیدا کرنے کو کہا۔ "اَن کی" جاگ اُٹھا اور اُس نے اپنی ماں نمو سے کہا۔

"میری ماں، جس مخلوق کا تُو نے نام لیا موجود ہے؛
اس پر دیوتاؤں کا عکس ڈال
اب[1] زو کے اُوپر کی مٹی کے دل کو گوندھ
اچھے اور پسندیدہ صُورت گر چکنی مٹی کو موٹا کریں گے۔
تُو (انسان کے) اعضا بنا۔
نن مخ[2] تیرے اوپر کام کرے[3] گی۔
بناتے وقت زچگی کی دیویاں تیرے قریب ہوں گی۔
میری ماں! اس (نومولود) کا نصیبہ مقرر کر۔
نن مخ اس کے اُوپر دیوتاؤں کا عکس ڈالے گی۔[4]
یہ[5] انسان ہوگا۔

---

[1]:۔ سمندری تہہ۔ [2]:۔ اس کہانی میں نن ہر سگ کا وصفی نام نن مخ آیا ہے۔
[3]:۔ مطلب یہ کہ نمو دیوی کو چکنی مٹی جننا تھی اور اس مقصد کیلئے نن مخ دیوی کو دایہ گری کرنا تھی۔
[4]:۔ یہ انسان دیوتاؤں کی صورت کا ہوگا۔
[5]:۔ دُنیا کا قدیم ترین ادب از ابنِ حنیف ص ۲۲۹

"اَن کی" کی ہدایت پر نمو نے چکنی مٹی پیدا کی۔ زچگی کے وقت مادرِ عظیم نن ہر سنگ (نن منخ) نے دایہ کے فرائض ادا کئے۔ اس کا ہاتھ بٹانے کو زچگی کی آٹھ دیویاں بھی حاضر تھیں اس طرح "آب زو" یعنی سمندر کی تہہ کے اوپر کی مٹی پیدا ہوئی جس سے انسان خلق کیا گیا۔ سومیریوں کے خیال میں دیوی دیوتاؤں کو مشقت سے نجات اور حصولِ معاش کی مصیبتوں سے رستگاری دلانے کو انسان کی تخلیق ہوئی تھی۔

بابلیوں کے نزدیک اوّلین عنصر پانی تھا۔ ہر جہت پانی، ہر سُو پانی، جس پر ظلمتیں ہی ظلمتیں تھیں۔ اوپر آسمان نہ نیچے زمین، میدان نہ دلدلیں، ٹیلے پربت نہ وادیاں جزیرے اور نہ ٹاپو۔ الغرض کچھ نہ تھا۔ دیوتا تو سرے سے تھے ہی نہیں۔ ہر طرف زراج، انتشار اور بے ہیئتی تھی ان کی نگاہ میں کائنات کے اوّلین اجداد پانی تھے۔ یعنی شیریں اور کھاری پانی اور وہ ملا جلا پانی تین دیوتاؤں یعنی اپسو، تیامت اور ممو پر مشتمل تھا۔[1]

ان سب کا خالق اپسو (اوّلین گہرائیوں کا باپ اور خالق کل) اور ماں تیامت (روحِ انتشار کیاس کی روح) تھی۔ اپسو شیریں پانیوں کا مظہر اور تیامت نمکین (کھاری) پانیوں کا سمندر تھی۔ ممو ان دونوں کا بیٹا . . . دونوں قسم کے پانیوں سے سلسلہ آفرینش چلا۔

ہوا یوں کہ پانیوں میں ارتعاش پیدا ہوا۔ ایک خلل سا مچا اور پھر پانیوں میں سے لچمو دیوتا اور ازاں بعد لچیمو دیوی پیدا ہوئی۔ پھر ایک طویل وقفہ گذرنے پر عشر اور کشر کی تجسیم عمل میں آئی۔ اس کے بعد آسمانی دیوتا انو اور سب سے زیرک اور بلوان دیوتا ایا خلق ہوئے۔ گہرائیوں کا دیوتا ایا۔ ان کی (زمین کا آقا) بھی تھا۔ ایا کی بیوی دمکینا خاتونِ ارض تھی۔

بال، ایا اور دمکینا کا بیٹا اور خالق انسان تھا۔ بال کی آمد کے بعد کائنات میں عظیم دیوی دیوتا پھلتے پھولتے چلے گئے۔ اب اپسو اور تیامت کی کوئی اہمیت اور وجاہت نہ تھی۔ اور دونوں گہرائی کی تیرگیوں اور انتشار میں اپنی اولاد کے ہاتھوں نالاں اور پریشان تھے۔

۱ہ : ابزو کے معانی سمندر ہیں۔

۲ہ : بابلی عشتار کو مادرِ کل یا منبعِ حیات سمجھتے تھے۔ ان کے مطابق اوّلین معبود ایک دیوی تھی جس کا تصور انہوں نے زمین (مادرِ عظیم) سے اخذ کیا تھا۔ کیونکہ آغوش اور گہوارہ حیات

ایک دن دیوی دیوتاؤں نے اپنے ایک اجلاس میں مردوک کو شاہی عصا، راج سنگھاسن اور برق لامعہ (ہتھیار) سونپ کر اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ عنان حکومت سنبھالتے ہی مردوک نے آیا کو گہرائیوں، انُو کو آسمانوں اور بال کو فضا کی حکومت تفویض کی۔ دوسرے دیوی دیوتاؤں کو بھی منصب اور عہدے عطا ہوئے۔ اس کے بعد آیا کے دل میں تخلیق انسان کا خیال آیا۔ اسی کے اپنے الفاظ میں:۔

"میں انسان کو جنم دوں گا۔ تاکہ وہ دیوی دیوتاؤں کی تعظیم میں مندر تعمیر کرے اور معابد بنائے"

مردوک بابلیوں کا محبوب ترین دیوتا تھا۔ جو زیوس کی طرح بعد میں خلق ہوا۔ اسی مردوک نے اجرام فلکی کو جنم دے کر دنیا میں نظم و ضبط پیدا کیا۔ اور گنگو دیوتا کی ہڈیوں اور خون سے انسان تخلیق[1] کیا گنگو ایک ذی مرتبت بادشاہ تھا۔ مردوک نے اسے آسمان کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی پاداش میں قتل کرا دیا تھا اور پھر اس کے لہو اور ہڈیوں سے پتلا بنا کر اسے انسانی روپ بخش دیا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مردوک نے اپنا سر تن سے جدا کیا اور جب اس کے جسم سے خون کا فوارہ چھوٹا تو دیوتاؤں نے اس خون سے مٹی گوندھ کر کائنات کا اولین انسان پیدا کیا۔ اور پھر دوسرے حیوانات بنائے۔ ایک اور روایت کے مطابق مردوک نے ایک نرسل پانی کی سطح پر رکھا۔ اس کے آس پاس مٹی ڈالی اور اس طرح حسب خواہش انسان کو جنم دیا۔ زاں بعد مویشی اور پھر دجلہ و فرات تخلیق کئے۔

سومیریوں کے یہاں قیامت کا اہم پلہ "باؤ" ہے۔ اور یہی پہلے انسانوں کی ماں ہے۔ بابل اور آشوریہ میں آگ جادوئی امور میں کام آتی۔

اور روحوں کو بھگاتی کنعانی آگ کی تطہیر اور تقدس کے لئے بچے آگ میں جلاتے۔ آشوری مملکت کے وسطی دور میں اشوری حکمران کی بابلی (شہزادی) بیوی سمورمت (سیمیرامس) کو بڑی تشہیر ملی اور ملکہ ماں کے نام سے اشور میں اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی گئی۔[2]

(گذشتہ صفحہ سے)

تھی اور وہ اس سے بہت کچھ حاصل کرتے تھے۔ بابلی عہد (بابل۔ آشوریہ) میں لوگ تین عظیم دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ انُو (رب سموات) بال (رب ارض) اور آیا (رب الآب)

[1]: تخلیق انسان کا تعلق مردوک سے بھی رہا ہے چاہے یہ آیا کے کہنے پر ہوا۔

آشور کے سب سے ابتدائی دیوی دیوتا پردار بھینسوں اور عقاب صورت انسانوں کے روپ میں تھے۔ بعد میں آشور دیوتا کو قومی دیوتا اور آشور شہر کا محافظ تسلیم کر لیا گیا۔ ان ایام میں تمام مملکت میں بڑے تزک و احتشام سے آشور کی پرستش کی جاتی تھی۔ بابل شہر کا محافظ مردوک تھا۔ اور وہاں اس کی اسی شان اور اسی دھوم دھام سے پوجا کی جاتی تھی۔ قصر شاہی کی طرح مردوک کے مندر کے گرد بھی سنگین و محکم حصار تھا اس کا بت ٹھوس سونے کا تھا۔

بابل میں خواتین کی شادی کا عجیب دستور تھا۔ ہیروڈوٹس لکھتا ہے کہ " ہر سال گاؤں میں نوجوان خواتین کا میلہ لگتا تھا۔ جہاں ان کا نیلام شروع ہوتا۔ سب سے پہلے خوبرو اور خوش رنگ دوشیزہ کی بولی دی جاتی اور پھر اس سے کم خوبصورت کا نمبر آتا۔ بولی میں ہر آدمی حصہ لے سکتا تھا۔ کوئی آدمی اپنی بیٹی کی شادی اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا تھا۔

بابلیوں کے عقیدے کے مطابق اگر مُردے کو صحیح طور پر دفن نہ کیا جاتا تو اس کی رُوح زمین کی کسی درز میں سے نکل کر باہر آ جاتی۔ اور خوراک کی تلاش میں گلیوں میں جگہ جگہ بھٹکتی۔ روایتی تدفین سے پہلے بابلی اپنے مُردوں کو گھروں میں دفن کرتے۔ اسی طرح غاروں اور گپھاؤں کے باسی یورپی اپنے مُردوں کی تدفین غاروں اور گپھاؤں میں کرتے اور اشیائے خورد و نوش

گزشتہ صفحہ سے

۲ :- بابلی سلطنت کی تقسیم ۶۶۸ ق م میں عمل میں آئی۔ نتیجتاً آشوریہ کی حکومت آشور بنی پال کو اور بابل کی بادشاہت اس کے بھائی شمس شم اولین کو ملی۔ ۵۳۹ ق م میں ایرانی شہنشاہ کوروش اعظم (زائرس ۵۵۹ ق م - ۵۳۰ ق م) کے جنرل گوبریاس نے آشوریہ اور بابل پر قبضہ کر لیا۔ اس شب آشوریہ کے تاجدار بیل شزار نے ہزارہا ارکان سلطنت شہزادوں شہزادیوں اور دیگر افراد دودمانِ شاہی کے ساتھ قصر شاہی میں ضیافت اُڑائی اور پھر سونے چاندی تانبے لوہے، پتھر اور لکڑی کے بنے دیوتاؤں سے اپنی جیت کی دُعا مانگی لیکن اسے کوئی نہ بچا سکا اور قتل ہوا۔

۳ :- آسمانی دیوتا انُو کی بیٹی عشتار (عظیم دیوی ماں) کا بھی بڑا مرتبہ تھا۔ یہی دیوی پہلی دیوی نینا تھی جس کے نام پر سومیری شہر ننیا اور آشوری شہر نینوا تعمیر ہوئے۔

اس کے ساتھ رکھ دیتے۔ علاوہ بریں وُہ چھلّے گلو بند اور بازو بند وغیرہ پہنا کر اپنے مُردے کو سپردِ خاک کرتے تھے۔

سومیری بعض اوقات مُردے کو نہلانے کے ٹب کی شکل کے مٹی کے ٹب میں رکھ کر دفن کرتے تھے۔ سومیر (جنوبی عراق) میں مصر کی طرح مضبوط، محکم اور سنگین مقبرے نہیں بنائے جاتے تھے۔ سومیری گھروں اور مندروں کے نیچے یا فصیل کے سائے میں اینٹوں کی تہہ خانہ نما قبور بناتے اور ان میں ہتھیار وغیرہ رکھ دیتے تاکہ مرنے والا دشمنوں سے اپنا تحفظ کر سکے۔ بعض مرتبہ مچھلی پکڑنے والے کانٹے بھی رکھ دیتے تھے۔

فارس

بابل اور آشوریہ کے مشرق میں سلطنت فارس تھی جس کی سرحدیں ایرانی سطح مرتفع پر دریائے دجلہ سے لے کر دریائے سندھ تک پھیلی تھیں۔ فارسیوں کا مذہب ابراہیم زرتشت کی تحریر کردہ ژند[1] (کتاب مقدس) تک محدود تھا۔ زرتشت کے مطابق اس کائنات میں تخلیق کائنات ہی کے وقت سے نور و ظلمت (نیکی و بدی) کے مابین کش مکش جاری تھی۔ اور بالآخر نور کو فتح یاب ہونا تھا۔ اسی نور کی اعانت انسانی فریضہ تھا۔ ارمزد خالق اچھائی تھا۔ جسے دُوسرے دیوتاؤں (جن میں مقدس بہت مقبول ہوا) کی اعانت حاصل تھی۔ اہرمن (بدی کی تباہ کن قوت) اُرمزد کا مدمقابل اور مخالف تھا۔ زرتشتی آتش پرست تھے۔ آگ اچھائی کی مظہر تھی۔ اور اس کے لئے مندروں کی احتیاج نہ تھی۔ ایران میں قربان گاہ کی قسم کے چبوتروں پر مقدس آگ ہر وقت فروزاں رہتی۔ بُت پرستی کی اجازت نہ تھی۔ گو آگ اہل فارس کی نگاہ میں مقدس اور متبرک تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہندوؤں کی طرح آگ میں مُردے نہیں جلاتے تھے۔ بلکہ ان کی

---

[1]:- گشتاسپ کے عہد میں یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ ژند چقماق کے اس جزو کو کہتے ہیں جو آگ نکالتا ہے۔ کتاب مذکورہ بھی نورِ الٰہی کا جلوہ دکھاتی ہے۔ ژند سخت مشکل تھی اس لئے شرح لکھنی پڑی۔ اور اس کا نام پاژند رکھا۔ پاژند چقماق کے دوسرے حصے کو کہتے ہیں۔ جب ژند پاژند سے ٹکرائے تو جلوہ حق روشن نظر آئے۔ یہ شرح متن سے مشکل ہو گئی اس لئے اسکی بھی شرح لکھنی پڑی اس کا نام استا (اوستا) رکھا۔

(سخندانِ فارس :۔ از محمد حسین آزاد ص ۲۴، ۲۵)

تدفین کرتے تھے۔

مصر

سرزمین مصر میں جس کا قدیم نام کیمی یا ارض سیاہ تھا۔ ان گنت مقامی دیوتاؤں کی ریل پیل تھی۔ بادشاہ اور دیوتا کے مابین بھی کوئی خاص امتیاز نہیں تھا۔ بادشاہ، بادشاہ بھی تھا اور دیوتا کا پجاری بھی۔ اور کبھی دیوتا سمان یا خود دیوتا ہوتا۔

مصر میں دیوی دیوتاؤں کی اکثر تین تین کی ٹولیاں تھیں۔ امّن[1] (سورج دیوتا) مُت[2] (اس کی بیوی اور مادرِ کُل) اور خنسُ[3] (ان کا بیٹا اور چاند دیوتا) پر مشتمل ٹولی کا تعلق تھیبس سے تھا۔ پتہہ[4] (خالق)، سیخط[5] (اگنی دیوی) اور آئی ام حیلب[6] (ادویہ کا دیوتا) اہل میمفس[7] کی تریموتی تشکیل دیتے تھے۔ دوسرے دیوی دیوتاؤں میں عظیم دیوتا اوسیرس[8] (مردوں کا دیوتا) آئی سس[9] (اوسیرس کی بہن اور بیوی، فطرت کی دیوی) حورس[10] (طلوع ہوتے سورج کا دیوتا) ہاتھر[11] (پریم دیوی) سیٹ[12] (بدی کا دہشت ناک دیوتا) اور سیراپس[13] (بھینسے ایسے سر والا) شامل تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دیوی دیوتا تھے جو تعداد میں دو ہزار سے بھی زائد تھے۔
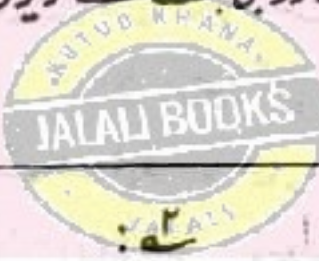
---

1 : Ammon   2 : Mut

3 : Patah   4 : Khons

5 : Sekhet   6 :

7 : Memphis   مصر کی قدیم ترین مملکت (۴۴۰۰ ق م - ۲۲۶۶ ق م) کا اولین بادشاہ مینیز تھا۔ جس نے مصر میں میمفس کی اساس رکھی۔ میمفس نئی سلطنت بننے تک دارالسلطنت رہا۔ نئی سلطنت (۱۶۰۰ ق م - ۳۳۲ ق م) کی بنیاد عماسس اول نے ڈالی تھی۔ جو سکندر اعظم کے جنرل ٹیولیمی کے عہد سے قبل تک قائم رہی

8 : Osiris   9 : isis

10 : Horus   11 : Hathor

12 : set   13 : serapis

اوسیرس نے بحیثیت شاہ مصر لوگوں کو تہذیب سکھائی اور تعلیم سے روشناس کیا۔ وہ اپنی بیوی آئی سس کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور سپرد کر کے دوسرے لوگوں کو تہذیب سکھانے چلا گیا۔ جب مصر واپس آیا تو بدی کا دیوتا سیٹ جو اوسیرس کا بھائی اور ازلی دشمن تھا۔ اس نے سازش سے اوسیرس کو ہلاک کر دیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے۔ آئی سس نے اپنے بیٹے حورس کی مدد سے اپنے خاوند کا بدلہ لینے کے لئے سیٹ اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی اور انہیں شکست دی۔ سیٹ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا کہیں ذکر نہیں۔ البتہ یہ ضرور آیا ہے کہ اس کی ہڈیاں زمین میں لوہا بن گئیں۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ انسان دوران حیات حالت مرگ میں رہتا ہے۔ اور مرگ ابدی زیست کا پیش خیمہ ہے۔ ان کے نزدیک گھر عارضی قیام گاہ اور جبکہ مقبرہ ابدی گھر تھا۔ اور اسی لئے وہ اپنے مردوں کا تحفظ کرتے۔ اور ان کے لئے عظیم اور محکم مقابر تعمیر کرتے۔ تشکیل و تخلیق کائنات سے متعلق مصریوں کا ایک الگ نظریہ رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ دیوتا پتاہ نے تین انڈے دئیے۔ جب مٹی کے ظروف بنانے کا چاک[1] ایجاد ہوا تو دیوتا نے اس پر ایک انڈہ رکھ کر گھمایا اور یوں دنیا خلق کی۔ اسی طرح باقیماندہ دو انڈوں سے چاند اور سورج پیدا کئے۔ اس سے پہلے مصریوں کا خیال تھا کہ پتاہ ایک دیوی تھی جس نے بطخ کے روپ میں یہ تینوں انڈے دئیے تھے۔ مصر میں یہ تصور بھی عام تھا کہ آسمان کی قوس نما چھت کو ان دو کوہساروں نے جن میں

---

[1]: مٹی کے برتن بنانے کا چاک کئی ہزار برس قبل مصر کے قدیم دارالحکومت میمفس میں سب سے پہلے ایجاد ہوا تھا جس طرح سکاٹ لینڈ میں کانسی کے اوزار ہتھیار اور آلات موسیقی کو ربربی کا عطیہ تصور کیا گیا تھا۔ اسی طرح چاک کو دیوتا کا تحفہ سمجھا گیا چاک پر دیوتا پتاہ نے انڈہ رکھ کر گھمایا تو دنیا پیدا ہوئی اس طرح چاک کا مذہب سے تعلق قائم ہو گیا ظروف سازی کا یہ آلہ پہلے کریٹ پھر مغربی یورپ بابل ایران برصغیر اور چین میں متعارف ہوا اور بعد میں کہیں اور۔ یہ چاک بے حد مقدس تھا۔ مصریوں کی طرح اہل چین کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ ظروف ساز خالق تھا جس نے دنیا چاند سورج اور ذکور واناث چاک پر تخلیق کئے جس طرح ظروف ساز چاک کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ اسی طرح شہنشاہ (چین) قوم کا نگران ہوتا ہے۔

سے ایک میں سے سورج طلوع ہوتا اور دوسرے میں غروب ہوتا ہے سہارا دے رکھا ہے۔
ان کے خیال میں کائنات کی تخلیق سے قبل بیکراں اندھیرا اور بے ہیئتی کی فضا مسلط تھی۔
ساتویں صدی ق م کے شام میں یہ کہانی عام تھی نہ اوپر آسمان تھا نہ نیچے زمین چاروں
طرف گہرائی تھی اور پھیلا چنگھاڑتا سمندر۔

جزیرہ کریٹ

جزیرہ کریٹ ۱۶۰ میل طویل اور ۳۵ میل عریض ہے اور بحیرۂ روم کے بڑے جزائر میں
سے ایک ہے۔ اس کا جنوبی ساحل کٹا پھٹا اور چٹانوں پر مشتمل ہے۔ مشرق سے مغرب کو پہاڑوں
کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ قدیم کوہ ایڈا جنگلات سے ڈھکا ہے اور اس کی بلندی ۸۱۵۵ فٹ ہے۔
جنوب مغرب میں پہاڑ ساحلی جھالر بن جاتے ہیں۔ اس کا قدیم دارالحکومت شمال میں تھا۔ قدیم زمانے
میں مصر سے یہاں تک جہازرانی میں چار دن لگتے تھے۔ کریٹ کے تاجروں کے فراعنہ مصر سے
تعلقات تھے۔ بعد میں یہ غائب ہو گئے اور ان کی جگہ فینقی تاجروں نے لے لی۔ کریٹ کے قدیم
باشندے یورپی تہذیب کے نقیب تھے۔
قدیم یونانی شعراء اور مورخین نے کریٹ کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے۔ کریٹ کے
بادشاہ شاہ مینس جس نے کریٹ کو قوانین دئے ان کا مرعوب کردار ہے۔ مینس کے قوانین
سے بعد میں یونانیوں نے فیض اٹھایا۔ مینس کو دیوتا زمیس کا بیٹا کہا گیا ہے۔ مرنے کے بعد
اسے ہیڈیز میں منصف کے فرائض تفویض کئے گئے ۔ اوڈیسی میں یولی سس (جس نے
ہیڈیز یاترا کی) اس کی گواہی دیتا ہے
یورپ کی مثال جزیرہ کریٹ میں عظیم ماں[1] (مادر ارض) کی پرستش کی جاتی تھی۔ یہ عظیم

---

[1] : قدیم دور میں دیوی ماں یا عظیم ماں کا سلسلہ مصر کے ذریعے برصغیر سے آئرلینڈ
تک پھیلا ہوا تھا۔ جنوبی ایران، مصر اور یورپ کے علاوہ خوف و ہراس پھیلانے
والی یہ دیوی سومیریوں اور آریاؤں میں بھی موجود تھی۔ پتھروں، ستونوں، اشجار،
جنگلی جانوروں، کنوؤں، دریاؤں، ٹیلوں اور پربتوں سے اس کی پوجا کا تعلق رہا
ہے۔ قدیم یورپی دیوی ماں بچوں کو ہڑپ کر جاتی تھی۔ یہی دیوی ماں انگریزی
قصے کہانیوں میں "بلیک انس" کی صورت ایک خشمناک اور ہوا، اور بلا بن کر

ماں سانپ کی صورت میں پاتال کی دیوی اور حکمران تھی۔ خاتون فاختہ اور شجر کی حیثیت میں زرخیزی اور ولادت کی دیوی تھی۔ وہ دھرتی ماں اور غلہ ماں کی صورت میں غلہ اور ریوڑوں کی نگہبان بھی تھی۔ اہل کریٹ دیوی ماں کو بلیغ کی قربانی دیتے۔ بعد میں گائے اور بھینسے کی بھینٹ بھی دی جانے لگی۔ جزیرہ میں منادر نہ تھے، درختوں اور ستونوں کی پرستش کی جاتی۔ ان کے خیال میں غار عظیم ماں کی رہائش گاہ تھے۔ اس کے علاوہ یہ پاتال (عالم سفلی) کے دروازے بھی تھے۔ اسی لئے وہ اپنے مُردے غاروں میں دفن کرتے اور نذرانے بھی وہیں رکھ دیتے۔ کوہ ڈکٹے اور کوہ ایڈا کے غار بے حد مقدس سمجھے جاتے تھے۔

کریٹ میں عظیم ماں کی تین صورتیں تھیں۔ یعنی سانپ دیوی فاختہ دیوی اور جنگلی مخلوق کی خاتون، عظیم ماں کو ایک لمبے چوغہ میں خوش نما اور قیمتی جھالر کے ساتھ جو زمین پر پڑی ہوتی دکھایا جاتا۔ نازک کمر کے گرد پٹکا ہوتا اوپر کا حصہ عریاں ہوتا جس کی بہت سی چھاتیاں دکھائی جاتیں۔ بعض اوقات وہ کلاہ کوہ پر ایستادہ ہوتی۔ دو شیر اس کی حفاظت کرتے بعض اوقات کسی درخت کے قریب بیٹھی ہوتی۔ شیروں کے علاوہ سؤر، سینگ دار بھیڑ، بھینسا، سُرخ ہرن، سانپ اور فاختہ بھی اس کے پرندوں اور جانوروں میں شامل ہوتی۔ اس کی علامتوں میں بھینسے کے سینگ، دوہرے کلہاڑے، مقدس ستون، ہلال اور عصا شامل تھے۔ جزیرہ میں ایک مقامی زینٹس کی بھی پرستش کی جاتی تھی جو ہر سال مرتا اور زندہ ہو جاتا۔ یہ کریٹی دیوتا عظیم ماں کا بیٹا اور خاوند بھی تھا۔ اہل کریٹ اپنا سالانہ تہوار مناتے ایک بھینسے کو پکڑ کر اس کی قربانی دی جاتی اس وقت وہ آگ کے شعلوں پر شراب انڈیلتے اور انصاف کرنے کی قسمیں کھاتے۔

(گزشتہ صفحہ سے) دوبارہ ظاہر ہوئی ۔ "بلیک انس" ہندوؤں کی کالی ماتا ہی کا ایک روپ ہے۔ یہ انگریزوں کی بدنما دیوی تھی جسے بچوں کی قربانی دی جاتی۔ لیبیا کی دیوی سبز چہرہ تھی۔ اسی طرح مصری دیوی سیخط (سیخمت) شیر کا چہرہ رکھتی اور تباہ کار تھی۔ سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں کلیچ نامی چڑیل تھی جو فانیوں اور لافانیوں کے خلاف جنگ کرنے والے عفریتوں کی ماں تھی۔

لہ :۔ انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ وغیرہ کی دیوی مائیں بھی غاروں میں قیام پذیر تھیں۔

جزائر برطانیہ

کیلٹس[1] جزائر برطانیہ کے قدیم باشندے تھے۔ جنہیں یونانی اور رومیوں نے شمالی میدانوں اور بنوں کے وحشیوں کا نام دیا تھا۔ ان نام نہاد وحشیوں میں سے بہت سے (آریہ) شمالی ہند و ایران چلے گئے اور سیکھیائی[2] قوم کے افراد نے بحیرہ اسود کے سواحل کے ساتھ ساتھ جنوبی رُوس میں اپنی سلطنت سنبھالی۔ کیلٹس سپین سے ایشیائے کوچک تک بکھر گئے۔ اور قریباً ۵۰۰ ق م میں وسطی یورپ میں داخل ہوئے۔

برِیتھنز[3] اور گیلز[4] کیلٹس کی دو مشہور شاخیں تھیں۔ آئرلینڈ، سکاٹ لینڈ اور جزیرہ مین میں گیلز کا زور تھا۔ جبکہ انگلینڈ اور ویلز کے باشندے برِیتھنز تھے۔ جزائر برطانیہ میں تین صدیوں تک کیلٹس کا طوطی بولتا رہا۔

اِس کے بعد رومیوں نے جزائر برطانیہ پر قبضہ کر لیا۔ یہاں رُومی ۴۳ ق م سے ۴۰۰ع تک حکومت کرتے رہے۔ رومیوں کے قبضہ کے بعد کیلٹس انگلینڈ اور ویلز سے غائب ہو گئے۔ لیکن آئرلینڈ اور شمالی برطانیہ میں انہوں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھی۔ کیلٹس آج بھی انگریزی بولنے والے تمام علاقوں میں موجود ہیں۔ دوسری اقوام عالم کی طرح کیلٹس کا ابتدائی ادبی سرمایہ اساطیری ادب سے تہی نہیں۔ برِیتھنز کے مقابلے میں گیلز کی دیومالا قدیم تر ہے۔

گیلی (گیلک) دیومالا میں دیوتاؤں کو ڈانو[5] کا قبیلہ کہا گیا ہے۔ آئرلینڈ وغیرہ میں دیوی دیوتاؤں کو " ٹوتھا ڈی ڈانن[6] " کا اجتماعی نام بھی دیا گیا ہے۔ دیوتاؤں کے مقابلے میں تمام عفریت[7] یعنی فومرز اپنے سردار ڈومنو[8] کے گرد جمع تھے۔ یہ کیاس اور قدیم شب کی اولاد تھے۔ کسی کا ایک ہاتھ ایک پاؤں تھا اور کوئی بکری بھیڑ گھوڑے یا بھینسے کے سر کا تھا۔ اِن عفریتوں میں سب سے زیادہ خطرناک بیلر[9]، برِیش اور الاتھن تھے۔ بیلر کی دو آنکھوں میں سے

---

[1]: Celts بعض ان کا تلفظ سیلٹس کرتے ہیں۔

[2]: ہیرو ڈوٹس نے اس قوم کا تذکرہ پانچویں صدی ق م کے حوالہ سے کیا ہے یہ ۱۰۰ء میں محو ہو گئے تھے۔ [3]: Brythons ویلش نام، انگریزی میں برِیتھنز [4]: Gaels

[5]: Danu [6]: Tuatha De Danann [7]: Fomors

گیلی دیومالا میں سمندر کی تیرہ و تار اور خنک گہرائیوں کی مخلوق [8]: Domnu

ایک انتہائی جان لیوا اور دہشتناک تھی۔ یہ آنکھ اکثر بند رہتی اور جب کھلتی تو تباہی مچا دیتی جس پر پڑتی وہ فوراً نابود ہو جاتا۔ ایک دفعہ جنگ میں بیلر کو سامنے لایا گیا۔ اور ایک بڑے ہک سے اُس کی آنکھ کھولی گئی تو دشمن کا ستھراؤ ہو گیا۔ بیلر کی یہ ہولناک اور جان آشام آنکھ آج بھی آئرلینڈ کے باسیوں کو یاد ہے۔

جس طرح دوسری اقوام کی اساطیر میں دیوتاؤں اور عفریتوں (نیکی بدی) کی قوتوں کے مابین جنگیں لڑی گئیں۔ اسی طرح گیلز کے ہاں بھی شب و روز، روشنی، زیست زرخیزی فرزانگی اور اچھائی کے دیوتاؤں اور تیرگی شب، خوف و ہراس اور بُرائی کے عفریتوں کے درمیان معرکہ جدال و قتال اور کارزار حرب و ضرب گرم ہوا۔

کرم کروئیش[۱۱] دلیر اور جنگ جو گیلز کا سب سے عظیم اور امیر دیوتا تھا۔ ہیلینی زئیں کی مثال اس دیوتا کی بھی اونچی جگہ پر عبادت کی جاتی تھی۔ یہ دراصل ایرن[۱۲] کا بادشاہ بت تھا۔ جس کے گرد دوسرے بارہ[۱۳] دیوتاؤں کا ہجوم رہتا تھا۔ اس دیوتا کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کی جاتی۔ اس کی شان میں تقاریب منعقد ہوتیں۔ اور انسانی جانوں کی قربانی پیش کی جاتی۔

لوگس[۱۴] (کیلٹس کا اپالو) جنگ کا دیوتا تھا۔ اس کی شان میں اگست کے آغاز میں ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا جاتا۔ غال اسے لوگس، گیلز لف[۱۵] اور برٹنز لیو کہتے۔ ڈانو قدیم ترین دیوی تھی جسے انو[۱۶] یا انا بھی پکارا جاتا۔ اس کے خاوند کا نام کہیں نہیں آیا۔ اسے محض پاتال (ہیڈیز) کا دیوتا کہا گیا ہے۔ اور اسی سے اولین انسان نمودار ہوئے۔ ڈانو سے زمین اور اس کی زرخیزی مراد ہے۔ یونانی ڈیمیٹر سے ان کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے تمام

(گذشتہ صفحہ سے)

۹ Balor فومرز کا سردار جس کی خوفناک آنکھ مائی ٹورا کی جنگ میں سورج دیوتا لف نے نکال ڈالی تھی اور یہ ہلاک ہو گیا تھا۔ ۱۰: Bress

۱۱: Elathan

۱۲ Cromm Cruich کے معنی کا بت۔ تہا ۱۳: آئرلینڈ کا قدیم نام

۱۳: یہ بارہ دیوتا بے ڈول، ناتراشیدہ، بے ہنگم بڑے پتھر تھے۔

۱۴: Lugus ۱۵: Lug ۱۶: Anu

۱۷: Ana

دیوتا ڈانو کی اولاد ہیں جن میں سب سے مہان نوادا[1] ہے جسے ارگیٹلام بھی کہا گیا ہے۔
اس کا ایک ہاتھ نقرئی تھا یہ گیلی زیئس یا رومی جوپیٹر تھا۔ یہ جنگی دیوتا عفریتوں کے مقابلے میں کھیت رہا[2]۔ اس کے بعد دگدا[3] عظیم دیوتا بنا۔ دگدا کے ہاتھ میں ایک بربط ہوتا وہ جب اس کے تاروں کو چھیڑتا تو چاروں رُتیں ترتیب میں آجاتیں۔
بوان[4] دگدا کی بیوی ہے۔ بریجیٹ، انگس، مائی ڈر، اوگما اور بوڈلے اس کے مشہور بیٹے ہیں۔ کیمولیس[5] (غال قوم کا دیوتا) افلاک اور جنگ کا دیوتا تھا۔ یعنی رومی مارز کا ہم پلہ اور ہم مرتبہ، اسے بھی قربانی دی جاتی۔ اس کا شہرہ تمام جزائر برطانیہ میں تھا۔ کیلٹس نے اپنی تمام فتوحات اسی کے سائے میں حاصل کیں۔ مائی ڈر[6] پاتال کا دیوتا تھا (گریک پلاٹو) اس کے دروازے کے سامنے تین کلنگ کھڑے رہتے تھے۔ انگس[7] سب سے حسین اور خوبصورت دیوتا تھا۔ کیلٹس کی صنمیات میں سب سے پُرکشش ہستی، یہ محبت اور خوبصورتی کا دیوتا تھا۔ اس کے پاس سونے کا ایک بربط تھا۔
لیر سمندر کا دیوتا تھا اور اس کا بیٹا مننن[8] ملاحوں کا مربی اور راس دیوتا ہے۔ بو[9] کو دیوتاؤں کا بادشاہ کہا گیا ہے۔ اس کا تعلق جنوبی آئرلینڈ سے تھا۔ لُو[10] اپالو کی مثال سورج

---
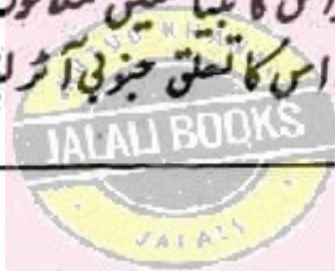
[1] : Nuada

[2] : جزائر برطانیہ میں دیوتا فانی ہیں۔ وگرنہ دوسروں کے ہاں یہ لافانی اور ناقابل تسخیر ہیں۔

[3] : Dagda

[4] : Boan

[5] : Camulus

[6] : Myder

[7] : Angus

[8] : Mananan

[9] : Bodh تلفظ BOVE

[10] : Lugh تلفظ Loo

دیوتا ہے۔ کہکشاں اس کی زنجیر کہلاتی ہے۔ اس کے ہتھیار دھنک کی صورت میں اپنا جلوہ دکھاتے۔ یہ گیلک پینتھیئن کے عظیم دیوتا تھے۔ ان دیوتاؤں کا مسکن خوبصورت پہاڑ ٹونیٔق میں تھا۔ بعد میں ہر خوبصورت ٹیلا کسی نہ کسی دیوتا کا مسکن یعنی "شی"[2] کہلانے لگا۔

موریگو[3] عظیم گیلی جنگی دیوی تھی خشمناک ہیبتی ہیرا سے ملتی جلتی جسے پوری طرح مسلح دکھایا جاتا۔ دو برچھیاں ہاتھوں میں۔ یہ عظمت والی دیوی ہر میدانِ جنگ میں در آتی۔ بعض مرتبہ چار لور جنگی دیویاں اس کے جلو میں ہوتیں جنہیں "بے وو" کہا جاتا۔

ان عظیم دیوی دیوتاؤں کی جزائر برطانیہ اور گیلی اقوام میں والہانہ پرستش کی جاتی۔ ان کے علاوہ بھی قبائل کے چھوٹے موٹے دیوی دیوتا تھے۔ صنمیاتی نام، افکار اور عقائد، غال، گیلز اور برٹینز کا مشترکہ اثاثہ ہے۔ گیلی اساطیری ادب میں دیوی دیوتاؤں کی صورت انسان بھی دوسری دنیا سے آئے۔

سرزمین آئرلینڈ حجم کے اعتبار سے کس طرح پھولی پھلی، یہ بھی ایک تحیرزا اور دلچسپ مطالعہ ہے۔ گیلی روایت کے مطابق آئرلینڈ کا دو ملکوتی مملکتوں سے تعلق رہا ہے۔ پہلی حکومت پرتھولان[4] نامی قوم کے زیر نگیں برسراقتدار آئی۔

اس قوم کی آمد کے وقت ایران بے گیاہ و ثمر میدان تھا۔ جہاں فقط تین جھیلیں اور نو دریا تھے۔ پرتھولان کی نسل میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا۔ ایران کی سرزمین بھی کشادہ اور عریض ہوتی چلی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ معجزانہ طور پر اور بعض کہتے ہیں کہ پرتھولان کی محنت و مشقت کے سبب بہرحال تین صدیوں کے دوران ایک میدان کے چار میدان اور تین جھیلوں کی سات جھیلیں بن گئیں اس قدر پرتھولان کے مرد و زن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ پرتھولان کو عفریتوں کے ساتھ جنگ لڑنا پڑی۔ زاں بعد تمام قوم ایک وبا کا شکار ہو گئی۔ ڈبلن کے قریب ان کی اجتماعی قبر ایک ٹیلے کی شکل میں موجود ہے۔

---

[1]: Brugh-na-boyne

[2]: Sidh

[3]: Morrigue

[4]: Partholon

بیمیڈ[1] قوم پر حقواڑ کے بعد آئی۔ اب آئرلینڈ اور پھیل گیا۔ یعنی بارہ میدان اور چار نئی جھیلیں پیدا ہوگئیں۔ تہذیب کے بادشاہ ٹی گرن مس کے عہد میں مزید نو جھیلیں اور تین دریا آئرلینڈ کی سرزمین کی سیرابی کے لئے زمین کی تہوں سے پھوٹ بہے۔ نیمڈ قوم نے حفر توں سے چار مسلسل جنگیں لڑیں۔ یہ قوم بھی اپنے دو ہزار افراد سمیت ایک وبا کی نذر ہوگئی۔ جب کیلٹس یا سیلٹ قوم کی گیلز شاخ آئرلینڈ میں داخل ہوئی تو یہاں پر نیمڈ قابض تھے۔

گیلز خود کو روشنی اور نیمڈ قوم کو تیرگی کی اولاد خیال کرتے تھے۔ سیلٹی مذہب میں سب سے اہم طبقہ ڈرونڈز[2] کا تھا۔ یہ لمبی لمبی داڑھیوں اور لمبے لمبے چغے والے کاہن اور پجاری تھے۔ شاہ بلوط کے گھرے کنجوں اور تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر عبادت کرتے اور نذر و نیاز کی اشیا پانی میں پھینکتے جلتے۔ ان ہی کے ایما پر قربانیاں دی جاتیں۔ انسانوں کی بہتری کے لئے انسان کی، اور مویشیوں کی بھلائی کے لئے مویشیوں کی۔ بادشاہ کے بعد ان کا مرتبہ تھا۔ ان کا فیصلہ حرفِ آخر ہوتا۔

جب جولیس سیزر جزائر برطانیہ میں داخل ہوا تو رومی سینیٹ نے انسانی قربانیوں کی ممانعت کر دی۔ رومیوں نے ڈرونڈز کے سب سے بڑے مرکز جزیرہ مونا پر حملہ کر کے ان کی قربان گاہیں مسمار کر دیں۔ بلوط کے کنجوں کو اکھاڑ پھینکا۔ ان گنت ڈرونڈز موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔

سیلٹس میں اگر کوئی مر جاتا تو اس کے ہمراہ قبر میں اشیائے خورد و نوش، ہتھیار، جواہرات اور قیمتی ساز و سامان رکھ دیا جاتا۔ سرداروں کو ان کے رتھوں سمیت دفن کر دیا جاتا۔ گھوڑا اور اس کا ساز بھی مرنے والے کے ساتھ زمین میں دبا دیا جاتا۔

مسئلہ آواگون، بیواؤں کو زندہ جلانے اور ہلاک کرنے کا عقیدہ نمالوں کی وساطت سے آئرلینڈ میں پروان چڑھا۔ سیلٹس اپنے دریاؤں کی پرستش کرتے تھے۔

برینٹنز

گیلز کی طرح برٹینز کے بھی دیوی دیوتا تھے جو بعض اوقات تین تین کی ٹولیوں میں بٹ جاتے

---

1. Nemed

2. Druids یہ سلاد گرد معلم بھی تھے۔ نب داں، عالم، سائنسدان اور مورخ بھی یہی تھے۔

ہیں۔ یعنی ڈان[1] کی اولاد، نُوڈ[2] کا خاندان اور لیر[3] کا کنبہ۔ ڈان دراصل ڈانو ہی کا ایک روپ ہے۔جس کی اولاد آسمانی دیوتا کہلائی۔

دیوتا لُوڈ[4] یا نُوڈ زمین کا عظیم دیوتا تھا۔ لوڈ کا بیٹا گوینن جنگ اور مردوں کا دیوتا تھا۔ دیوتا لیر کا بیٹا بران[5] پاتال کا دیوتا تھا۔ بران کی بہن، بران وین[6] اپنی حسین و دلکش سینے کے باعث برٹش افروڈائیٹ تھی۔ برٹش علم الاصنام میں ہیڈیز کا ویلش نام "این نن[7]" ہے۔ پوئل[8] اس کا سربراہ تھا۔ یہاں وُہ اپنی بیوی "رہیانن[9]" اور اپنے بیٹے "پری ڈیری[10]" کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ یہ ہستیاں ڈان کے بچوں کی دشمن اور لیر کے خاندان کی ہمدرد تھیں۔ پوئل کی موت یا اس کے غائب ہوجانے کے بعد اس کی بیوہ "رہیانن" من آڈان[11] کے ساتھ شادی کر لیتی ہے۔ ٹیلی ایسن[12] کی ایک نظم میں مَن آڈان اور پری ڈیری کو ہیڈیز کا حکمران دکھایا گیا ہے۔ بران وین محبت کی دیوی ہے۔ ویلز کے برٹینز کے نزدیک الیزیم کا آقا گوینن تھا۔ کارنوال کے برٹینز کے مطابق میلوس اور صمرسٹ کے برٹینز کے خیال میں آیوَیلن تھا۔ افلاک اور جنگ کا دیوتا لوڈ، دوسرے اسے مرڈیان کہتے تھے۔ انسانوں کا ہمدرد ایک دیوتا بھی تھا۔ یہ گوئیڈیئن یا آرتھر تھا۔ آرتھر کو پاتال کے حکمران کا بیٹا بھی کہا گیا ہے۔ آرتھر آرائش محفل کا حاتم طائی دکھائی دیتا ہے جو کیل ہیخ اور آلون نامی کہانی میں عفریت سردار کی شرائط پوری کر کے آلون کے ساتھ کیل ہیخ کی شادی کراتا ہے۔

برٹینز کے یہ مقامی دیوی دیوتا تھے۔ باقی برآمد کردہ ہیں۔جن میں رومی دیوتاؤں کی اکثریت

۱: Don　۲: Nudd

۳: Llyr　۴: Lludd

۵: Bran　۶: Branwen

۷: Annwn　۸: Pwyll

۹: Rhiannon　۱۰: Pryderi

۱۱: Mananyddan　۱۲: Taliesin

ہے۔ برٹینز کی دیومالا میں۔ تیرہ طلسمی اشیاء کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔
ویلز اور برٹینز کے مابین مسلسل جنگوں کی صورت میں دریا ہاتف غیبی کا کردار ادا کرتے۔ اگر اس کا پانی ویلز یا انگلینڈ کی سمت میں بڑھ جاتا تو کبھی ایک اور کبھی دوسرے کو فتح نصیب ہوتی۔ ان دریاؤں کو انسانی بھینٹ بھی دی جاتی۔ دریاؤں کے علاوہ کنویں بھی مقدس تھے جن سے مریضوں کو شفا ملتی۔ موسم کی تبدیلی اور خوش بختی پر بھی یہ اثر انداز ہوتے۔

شمالی یورپ

عیسائیت سے تین چار صدی قبل ٹیوٹنز[1] سکنڈے نیویائی جزیرہ نما کے جنوب، بحیرہ بالٹک کے جزائر اور دریائے رھائن اور وسٹولا[2] کے بیچ، شمالی جرمنی کے وسیع عریض میدانی علاقوں میں بڑے بڑے قبائل کی صورت پھیلے ہوتے تھے یہ سیاسی طور پر متحد نہ تھے، بلکہ اکثر و بیشتر باہم دست و گریباں رہتے تھے ان سب کی زبان بھی ایک نہیں تھی، البتہ ایک ہی قسم کے مذہبی عقاید میں سب حصہ دار تھے۔ ان میں سے بعض مذہبی عقاید انہیں اپنے انڈویورپین آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملے تھے، ٹیوٹنز ایک طویل عرصے سے، انڈین یورپین لوگوں سے الگ تھلگ رہتے چلے آئے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے لئے ایک الگ مذہب اختراع کر لیا تھا۔ تحریری شواہد اور عمارتی نقوش کی کمی کے باعث ان دنوں کم و بیش تمام جرمنوں میں رائج و ساری ہونے والے مذہب کے حقیقی خدوخال سے کلیتہً آشنائی ممکن نہیں۔

تاریخی عہد میں ٹیوٹنز تین بڑے گروہوں میں منقسم تھے، یعنی مشرقی ٹیوٹنز، شمالی ٹیوٹنز اور مغربی جرمن مشرقی ٹیوٹنز یا گوتھس ابتدا میں اوڈر اور وسٹولا کے درمیان رہائش پذیر ہوئے پھر دو صدی قبل مسیح کے اواخر میں بڑی تعداد میں ترک وطن کر کے بحیرہ اسود کی جانب نکل گئے جبکہ شمالی ٹیوٹنز نے سکنڈے نیویائی ممالک پر قبضہ کر لیا مغربی جرمن (آج کے جرمنوں کے آباؤ اجداد) اور اینگلو سیکسنز پہلے پہل جنوبی جرمنی تک محدود رہے زاں بعد آہستہ آہستہ دریائے رھائن اور ڈینیوب کی اور پھیل گئے، جہاں انہیں رومیوں کے ساتھ ٹکرانا تھا۔ اسی اثنا میں بعض قبائل سمندر کو عبور کر کے برطانیہ میں داخل ہو گئے۔

ٹیوٹانک صنمیات کا پتہ صرف شمالی اور مغربی جرمنوں کی ادبی نگارشات یا بعض لاطینی اور یونانی تحریروں سے ملتا ہے مذہبی عقاید کی یادوں کو محفوظ رکھنے کا سہرا سکنڈے نیویا کے لوگوں کے سر ہے عیسائیت قبول کرنے کے باوجود انہوں نے اپنے دیوتاؤں کی اساطیر محفوظ رکھیں ان کی گمنام نظموں کے مجموعہ کا نام ایڈا[3] ہے جس کا

۱۔ Vistula ۲ tutons

۳۔ Eddas

ایک حصہ سکنڈے نیویا میں عیسائیت کی آمد سے قبل کب ایڈا کا یہ حصہ بھاٹ، بھانڈوں حکا کے گیتوں ہاتھ کی لکھی نظموں اور تاریخی دستاویز پر مبنی ہے، جو ازمنۂ وسطیٰ کے آئس لینڈ، ناروے، ڈنمارک اور سویڈن سے آج کے انسان کے لئے چھوڑا ہے یہ سکنڈے نیویائی ادب ہی کا فیضان ہے کہ موجودہ انسان و و ڈ ن۔ ملوڈن اور ڈونر تھور کی اساطیر تک رسائی حاصل کرتا ہے یہ دیوتا محض سکنڈے نیویا ممالک کے لئے مخصوص نہ تھے بلکہ مختلف ناموں کے تحت انہیں ہمعصر ٹیوٹنز کی بھاری اکثریت نے اپنا رکھا تھا بہر حال ٹیوٹنز کی دیو مالا کی پیشکش میں سکنڈے نیویا کے باسیوں کا زیادہ حصہ ہے۔

کائنات کی تعمیر و تشکیل اور دیوتاؤں اور انسانوں کی تجسیم و آفرینش کے بارے میں ان کے یہاں تحیر زا اور دلچسپ کہانیاں ملتی ہیں آئس لینڈ کے قدیم بھاٹ اور شعرا کہتے ہیں کہ وقت کے طلوع ہونے کے سمے یہاں ریت تھا نہ خنک موجیں۔ دھرتی کا وجود تک نہ تھا نہ ہی آج کی زمین کو ڈھانپنے والا یہ آسمان تھا، اور نہ کہیں گھاس اگی تھی فضائے بسیط میں محض انگڑائیاں لیتی ہوئی بے کنار گہرائی تھی لیکن سمندر کی تخلیق سے بہت پہلے بے کنار گہرائی کے شمالی خطوں میں بادلوں اور سایوں کی دنیا نفل ہائم[1] تشکیل پا چکی تھی جس کے وسط میں ایک چشمہ[2] ابل رہا تھا۔ اور یہی وہ چشمہ تھا جس سے بارہ دریاؤں کا برفانی پانی معرض وجود میں آیا تھا، جنوب میں مسپل ہائم[3] نام کا آتش خطہ تھا، یہاں سے جو تپا ہے ان پانیوں کا تیز رفتار مادہ آہستہ آہستہ ٹھوس صورت اختیار کرتا چلا گیا، پھر شمال کی سمت سے بہہ کر آنے والے برفانی پانی کے طلاطم سے اس مادہ یا ٹھوس برپارے کی ایک[4] سفید تہہ چڑھتی چلی گئی جس نے بے کنار گہرائی کے کچھ حصے کو بھر دیا، اب جنوب کی طرف سے آنے والی گرم ہوا کے جھونکوں سے یہ برف کی صورت منجمد یہ مادہ پگھلنے لگا اور اس طرح بننے والے شیر گرم قطروں سے انسانی جسم کا دیوتا ایمیر[5] پیدا ہوا، زندہ ہستیوں میں یہی اولین ترین تھا۔

یہی ایمیر جب نیند کی حالت میں پسینے میں شرابور ہو جاتا ہے تو اس کے بائیں بازو کے نیچے سے ایک مرد اور ایک خاتون پیدا ہوتی ہے، یہ دونوں بھی دیو تھے اسی آن پگھلی ہوئے برف سے ادھ ملا نامی گائے جنم لیتی ہے یہ گائے جب برف چاٹتی ہے تو اس میں سے بوری نام کا مرد برآمد ہوتا ہے بوری کا بیٹا بور عفریتوں کی بیٹیوں میں سے بیسٹلا کے ساتھ شادی کر لیتا ہے جس سے اوڈن، ولی اور وی نام کے تین دیوتا پیدا ہوتے ہیں اور پھر یہ تینوں دیوتا ایمر کو ہلاک کر کے اس کے خون سے سمندر، ہڈیوں سے پہاڑ، گوشت سے زمین،

1۔ Niflheim
2۔ Hvergelmir
3۔ Muspellsheim
4۔ rhal frost
5۔ Yamir

بالوں سے اشجار پیدا کرتے ہیں اور کھوپڑی سے آسمان بناتے ہیں، یہ دیوتا آگ کی سرزمین کی بچی کچی چنگاریوں سے
چاند سورج اور ان گنت ستاروں کی تخلیق کرتے ہیں۔ سورج کی حدت سے زمین پر گھاس کی پتیاں نمودار ہوتی ہیں
دیوتاؤں نے زمین کو مڈگرڈ کا نام دیا تھا دیوتاؤں کا مسکن آسمان پر تھا اور اس کا نام اسگرڈ تھا دوسری دنیا
مڈگرڈ (زمین) کے نیچے تھی، سکنڈے نیویا کے باشندے اسے نفل ہائم (برآو دنیا) یا نفل ہیل کہتے تھے اوڈن
(وو ڈن) مہان دیوتا تھا۔ تھور گرج کا دیوتا تھا، جسے جرمن ڈونر کہتے تھے یعنی ناروے میں یہ تھور تھا اور جرمن
میں ڈونر۔ اسی طرح ٹائر دیوتا کو۔ جنوب کے جرمن زائیو، شمالی جرمن ٹائی آز۔ اور سکنڈے نیویا کے باشندے
ٹائر کے نام سے یاد کرتے تھے، اینگلوسیکسنز ٹیوڈ کہہ کر پکارتے تھے، ٹیوڈ کو جرمن اساطیر میں بہت کم جگہ ملی ہے
البتہ نارس (سکنڈے نیویا کی قدیم زبان) شاعری میں ٹائر کا تذکرہ عام ہے۔

سکنڈے نیویا (ڈنمارک، ناروے اور سویڈن) میں دیوی دیوتاؤں کا اجتماعی نام ای سیرز[1] تھا۔ دراصل یہاں دیوی دیوتاؤں کی دو نسلیں یا شاخیں تھیں ای شیرا اور وینیر[2]۔ یہ دونوں شاخیں ایک مرکز میں جمع ہو گئی تھیں۔ عظیم دیوتا اوڈن[3] (انگریزی میں وڈن[4]) اس کی بیوی فریجا[5] اس کے بیٹے بالڈر[6]، ہوڈر[7]، وڈر[8]، ولی[9]، بریجی[10]، ہرمڈ[11] وغیرہ۔ لوکی[12] بھی ای سیر نسل سے تھا۔ لیکن اس کا تعلق بدلیوں سے ہے۔ تھر[13] بھی اسی گروہ سے ہے۔

وینیر ای سیر سے ذرا مختلف تھے اور فضا کے دیوی دیوتا تھے۔ ان میں نیورڈ[14] فریجا (فری یا) فرے[15] اور ہیم ڈل[16] وغیرہ شامل ہیں۔ شمالی یورپ کا خالق دیوتا اوڈن، بور[17] کا بیٹا فریجا کا خاوند اور تھر بالڈر اور ہوڈر وغیرہ کا باپ ہے۔ تمام اشراف اوڈن کی اولاد سمجھے جاتے تھے۔ اوڈن فضا، دوزخ کے علاقوں فرزانگی اور فصاحت کا دیوتا تھا۔ اس نے اپنی آنکھ کی

Midgard Asgard Niflhel Tyr ziu Tuiz Tin

---

[1] : Aesir — [2] : Vanir

[3] : Odin — [4] : Wooden

[5] : Freyia Frigga — [6] : Balder

[7] : Hodur — [8] : Vider

[9] : Vali — [10] : Bragi

[11] : Hermod — [12] : Loki

[13] : Thor — [14] : Niord

[15] : Frey — [16] : Heimdal

[17] : Bor

قربانی دے کر مائی مر[1] کے کنویں کا پانی پیا اور فرزانگی حاصل کی تھی۔ اس کے گھوڑے کا نام سلیپ نیر[2] تھا۔ اوڈن کے پاس ڈروپنیر نامی ایک جادوئی انگوٹھی بھی تھی۔ گلیڈ شیم[3] میں اس کی رہائش تھی۔ جہاں ہوگن[4] اور مونن[5] نامی دو پہاڑی کوتے اس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سکنڈے نیویائی دیوی فریجا اوڈن کی بیوی اور پانیوں کے دیوتا نیورڈ کی بیٹی تھی۔ جو لمبے، بیاہ شادی اور محبت کی دیوی۔ یہ دیویوں میں سب سے زیادہ خوش جمال تھی۔ رومیوں کی وینس کی ہم پلہ۔ اسے اودھیر[6] کی بیوی بھی بتلایا گیا ہے۔ بہرحال اسے اودھیر سے الگ کر کے اوڈن سے مستقلاً وابستہ کر دیا گیا۔

بالڈر اور ہوڈر اوڈن کے جڑواں بیٹے تھے۔ بالڈر گرمیوں کے سورج کا دیوتا اور سب کا لاڈلا تھا۔ اس کی ماں فریجا نے کائنات کی سب اشیائے سے اسے گھائل نہ کرنے کی قسم لے لی تھی۔ لیکن امربیل (آکاس بیل) سے کہنا سننا بھول گئی تھی۔ بالڈر کے اندھے بھائی ہوڈر نے لوکی کے بھرے میں آکر امربیل پھینک کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔ ایک اور نارش[7] (سکنڈے نیویا کی قدیم زبان) روایت کے مطابق اندھا ہوڈر خوبصورت ننا[8] (بالڈر کی بیوی) کے معاملہ میں بالڈر کا رقیب تھا۔ اس لئے اس نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ ننا کو بالڈر سے عشق تھا وہ بالڈر کے مرنے پر اس کی چتا میں زندہ جل مری تھی۔ ایک کہانی کے مطابق دیوتا اور بدی کی قوتوں کے مابین لڑی جانے والی جنگ کے رن جسے رگنا راک[9] کہا گیا ہے بالڈر دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔

ایم آرنلڈ نے بالڈر کی میت[10] کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی جو ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئی اس نظم میں تمام دیوی دیوتا بالڈر کی مرگ ناگہانی پر سوگوار ہوتے ہیں۔ اور اس کی جدائی میں آہ وزاری کرتے ہیں۔ دیوتا ہرمڈ بالڈر کی لاش واپس لانے کو سایوں کی سرزمین (مردوں کی دنیا)

---

[1]: Mimer مائی مر:- اگراسل کی جڑوں پر رہتا تھا اور فرزانگی کے کنوؤں کے پانیوں کی رکھوالی کرتا تھا۔ یہ دیوتا آبی بھوت تھا۔

[2]: Sleipnir [3]: Gladsheim [4]: Hugin

[5]: Munin [6]: Odhir [7]: Norse

[8]: Nanna [9]: Ragnarok [10]: Balder Dead

کا سفر کرتا ہے۔ اور وہاں کی حکمران ہیلا[1] سے بالڈر کی واپسی کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہیلا اس شرط پر آمادہ ہوتی ہے کہ اگر کائنات کی کل اشیا اس کے لئے آنسو بہائیں گی تو وہ اسے واپس کر دے گی۔ دنیا بھر کی اشیاء روتی ہیں۔ لیکن لوکی (ایک کہنہ چڑیل کے روپ میں) کی آنکھیں بھیگتی تک نہیں چنانچہ ہرمڈ ناکام لوٹتا ہے۔ اور بالڈر سے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔ بالڈر اپنی قسمت سے مصالحت کر لیتا ہے اور دیوتاؤں کی تباہی کے بعد ایک "پُرمسرت دنیا" کی توقع کرتا ہے۔ وڈر دیوتا اوڈن کا بیٹا اور جنگل کا خاموش دیوتا ہے۔ یہ لوکی کے بیٹے فرنس نامی بھیڑیئے[2] کو ہلاک کرتا ہے۔ وڈر بھی "رگنا راک" نامی دن کو دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ولی، اوڈن کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے یہ ہوڈر کو قتل کر کے بالڈر کا بدلہ لیتا ہے۔ یہ بھی "رگنا راک" کو نئی زندگی پاتا ہے ہرمڈ دیوتا بھی اوڈن کا بیٹا ہے۔ یہ دوزخ کا سفر کرتا ہے۔ اور بالڈر کو بالائی زمین پر لاتا ہے۔

لوکی بدی کا دیوتا ہے یہ ہوڈر کو اُکسا کر بالڈر کے قتل پر آمادہ کرتا ہے۔ ہیل، جامر منگینڈر[3] اور فرنس وولف اس کی اولاد ہیں۔ ہیم ڈل اور لوکی ایک دوسرے کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ زرخیزی کا دیوتا اور بارش کا نگہبان ہے، فریجا کا بھائی اور گرڈا[4] (منجمد زمین) کا خاوند ہے۔ ہیم ڈل، جنگ کا دیوتا اور رومیوں کے مارز کا ہم پلہ ہے۔ دیوتاؤں کا داروغہ اور بف رَوسٹ[5] (دھنک) نامی پُل کا محافظ ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نو ماؤں کا بیٹا تھا۔ تھر[6] دیوتا جنگ کا دیوتا اور رومیوں کے مارز کا ہم پلہ ہے۔ ٹیو[7] اور ٹائر بھی اسی کے نام ہیں۔ یہ اپنے ہتھوڑے کی توس نما ضربوں سے بادلوں میں گھن گرج پیدا کرتا ہے یہ دیوتا فرنس وولف کو گلیپنیر نامی زنجیر میں جکڑتا ہے۔

---

[1]: Hel or Hela لوکی کی بیٹی، دیوتاؤں کے باپ نے اس کی بدی کے اثرات سے ڈر کر اسے اتھاہ گہرائیوں (نیفلہیم) میں پھینک دیا تھا اور مردوں کے ٹھکانوں کا حکمران بنا دیا تھا۔ Hell کا لفظ سکنڈے نیویا کے اسی قدیم لفظ Hel سے اخذ کیا گیا ہے

[2]: Fernis-wolf

[3]: Jormunganden [4]: Gerda [5]: Bifrost

[6]: Thor [7]: Tiw, Tiu, Tyr.

ایک فارس کہانی کے مطابق ٹائر عفریت جمیر کا بیٹا ہے۔

شمالی یورپ کے یہ دیوی دیوتا آج بھی ہفتے کے دنوں کی صورت ہم میں موجود ہیں۔ وڈن زڈے، تھرس ڈے (تھر)، فری یاس ڈے (فرائی ڈے) اسی طرح یٹوز ڈے اور سیٹر ڈے (موخرالذکر دونوں دن دیوتا سیٹر[1] اور دیوتا یٹو سے اخذ کردہ ہیں) باقیماندہ دو دن مون زڈے اور سن زڈے سے اپنائے گئے ہیں۔

دوسرے دیوی دیوتاؤں کی طرح سکنڈے نیویا کے دیوی دیوتاؤں کی رہائش گاہ کا نام اسگرڈ[2] ہے۔ یہ کائنات کے مرکز میں واقع ہے۔ گلیڈ شیئم[3] میں اوڈن کا قیام ہے۔ سومیری دیوی دیوتاؤں کے ہال کی طرح یہاں "ول ہالا[4]" نامی ہال ہے۔ جس میں اوڈن کی تین خواتین پیامبر ولکیریاں "سورماؤں کی پذیرائی کو موجود ہیں۔ یہ ولکیریاں دیوی دیوتاؤں کے ایما پر ان کی پسندیدہ ہستیوں کو میدان کارزار میں ہلاک کرتی ہیں۔ اور پھر خود ہی "ول ہیلا" میں میٹھی میٹھی مسکان کے ساتھ ان کا استقبال کرتی ہیں۔

ان دیوی دیوتاؤں کے پاس مخصوص اشیاء بھی ہیں۔ اوڈن کے گھوڑے کا نام "سلیپ نیر" اور جادوئی انگوٹھی ڈور پنیر ہے۔ ہیومن اور میومن نامی دو پہاڑی کوے اس کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ دیوتا تھر کے پاس ایک مخصوص ہتھوڑا ہے جس کی ضربوں سے وہ بادلوں میں گھن گرج پیدا کرتا ہے۔

پاتال میں "تنگ سیٹڈ" نامی جگہ عدالتِ انصاف ہے۔ جہاں دیوتا بیٹھتے ہیں مُردوں کو ان دیوتاؤں کے سامنے پیش ہونا پڑتا ہے۔ اوڈن انہیں جزا و سزا دیتا ہے۔ یہ دیوتا "بی فر لیسٹ" دھنک نامی پُل کے ذریعے یہاں پہنچتے ہیں۔ مرد اور خواتین کو یہاں تک پہنچنے کے لئے ایک طویل اور تھکا دینے والا راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ وہ خاردار وادی سے گذرتے ہیں اور انہیں تیز ہتھیاروں سے بھرے دریا کو عبور کرنا پڑتا ہے۔

نیک لوگوں کو خوش و خرم زندگی گذارنے کے لئے ہیلا کے روشن اور تابان میدانوں میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں ابدی خوشیاں ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ وہ یہاں اٹھکیلیاں کرتے ہیں۔ دوستوں اور قدیم آباو اجداد سے ان کی ملاقات ہوتی ہے یہ خوبصورت

1: Saetere یا پھر لاطینی سیٹرن سے لیا گیا ہے۔ 2: Asgard

3: Gladsheim 4: Val halla

راستوں پر سفر کرتے ہیں۔ اور حیران کن کہانیاں سُنتے ہیں۔ شبنم ملا شہداں کی خوراک ہوتا ہے۔

گناہگاروں اور سزا یافتگان کو "سیاہ بونے" نیفل ہیل کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ ان گناہگاروں کو رحمتوں کی سرزمین میں سے گذرتے وقت اولین سزا ملتی ہے۔ زاں بعد انہیں ہیلا کے گرد پھیلے ہوئے چار دریا عبور کرنا پڑتے ہیں۔ پھر نیفل ہیل کی جانب پہاڑوں پر انہیں چڑھنا پڑتا ہے۔ جب یہ سایہ دار وادی میں سے گذرتے ہیں تو ہیلا کی سرحد کی حفاظت کرنے والا بھیڑیا کتا (جس کی چھاتی خون میں شرابور رہتی ہے۔) ان پر بھونکتا ہے۔ اس کے بعد وہ اذیت دہ راستوں اور کھڑی چٹانوں کے چکرا دینے والے تنگ راستوں پر سے گذرتے ہیں۔ اس وقت انہیں نیفل ہیل کے دروازوں کے خوفناک محافظ کتوں کی دل ہلا دینے والی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ان محافظ کتوں کے آس پاس ہی خوفناک اژدہا "نی دھوگ" منڈلاتا رہتا ہے۔ جبکہ تند خو اور سفاک شکاری پرندے اِدھر اُدھر چٹانوں پر بیٹھے انہیں گھورتے رہتے ہیں۔ اب وہ نانام کے دروازوں میں داخل ہوتے ہیں۔ جہاں وہ دوسری دفعہ مرتے ہیں۔

اب "نو میدانوں" میں انہیں اپنے اعمال یا گناہوں کے مطابق سزا ملتی ہے۔ بعض کو اژدہا اپنے قابو میں کر لیتا ہے۔ بعض شکاری پرندوں کی خوراک بنتے ہیں۔ بعض کو عظیم بھیڑیا کتا ٹکڑے کر دیتا ہے۔ جھوٹی قسمیں کھانے والوں، قاتلوں اور بدکاروں کو زہر وادی میں واقع تیز نوکیلے خنجروں اور تلواروں سے بھرے دریا "سلڈ" میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور نئے نئے زخم اٹھانے پڑتے ہیں بہت سوں کو ایک بدبو دار ہال میں لوہے کے بنچوں پر اکٹھے بیٹھنا پڑتا ہے۔ ان پر زہر ٹپکتا رہتا ہے۔ غداروں کو درختوں سے لٹکایا جاتا ہے۔ اور بزدلوں کو غلاظت بھرے جوہڑ میں ڈبویا جاتا ہے۔ ان سب کے سروں پر ابدی سیاہ رات چھائی رہتی ہے۔

لے پل صراط کا تصور۔

گناہگاروں کو جلتے ہوئے زہر کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ یہ زہر انہیں عفریتوں میں بدل دیتا ہے۔ زہر کے باعث ان کی قوت گویائی سلب ہو جاتی ہے محض آہ و زاری کر سکتے ہیں۔ اور ندامت کے آنسو بہا سکتے ہیں۔

سکنڈے نیویا کی اساطیر میں فوق الفطرت جانداروں اور انوکھی مخلوق کے تذکرے بھی ہیں۔ یہاں فرنس وولف اور فرزانگی کے کنویں کا محافظ مائی مر[۵] نامی آبی آسیب ہے۔ رٹاٹاسک نامی گلہری اور نو ماؤں کا بیٹا ہمڈل[۶] ہے۔ یمیر کے گلتے سڑتے بدن سے جنم لینے اور زیر زمین رہنے والی دھاتوں کے کاموں کی ماہر ڈوارف[۷] نامی ننھی منی مخلوق ہے۔ اور پھر لوکی کا عفریت اژدہا بیٹا جارمنجینڈر ہے جسے عظیم دیوتا اوڈن اٹھا کر سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ جہاں وہ نشوونما پا کر کرۂ ارض کو اپنے کنڈل کے ہالے میں لے لیتا ہے۔ اور اپنی دُم چوستا رہتا ہے۔ سکنڈے نیویا میں بوری اولین انسان تھا۔ جسے اودھ علا گائے نے نمک کے پتھر چاٹ کر جنم دیا تھا۔

مشرقی یورپ اور روسی ایشیا

سلاوونیا یا بے دین سلاوو[۱] کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں، رومی مورخوں اور یونانی تاریخ دانوں کے مجمول پر زور یا عرب جغرافیہ دانوں کے مبہم اشارات اور سب سے زیادہ کلو قسم کے راہبوں کی واقع نگاری کی غلط سلط تفاصیل سے ان کی تاریخ اور عقاید کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

سلاوز مختلف ملکوں میں بکھرے ہوئے تھے۔

چھوٹے چھوٹے خاندانوں اور گروہوں میں رہنے کے باعث وہ الگ تھلگ تھے، اور فطری قوتوں کے سامنے بے بس اور بے یار و مددگار تھے۔ علاوہ بریں وہ آسمانی آفات اور فطری قوتوں کے مقابل جسمانی طور پر بھی کمزور تھے، چنانچہ وہ فطرت کی پر اسرار قوتوں کے سامنے سرنگوں ہو گئے، اور انہیں مجسم قوت سمجھ کر ان کے گن گانے لگے نتیجتہً سب سلاوونک قبائل کے لئے اجزء قسم کی صنمیات آہستہ آہستہ ترتیب پانے لگی، ابتدا میں دو متضاد قوتیں یعنی روشنی (تعمیری قوت) اور تاریکی (تخریبی قوت) سامنے آئیں، اس بے تابو مخالفت نے سلاوونیا کی مغربی شاخ کے درمیان دو فلکی صورتوں کو جنم دیا یعنی بائی لوبوگ[۲] (سفید دیوتا) اور چرنوبوگ[۳] (سیاہ دیوتا)، سفید دیوتا روشنی اور دن اچھائی

---

[۵]: Mimer

[۶]: Heimdal

[۷]: Dwarfs

[۱]: Slav

[۲]: Byelobog

[۳]: Cherobog

اور سیاہ دیوتا سیاہی اور رات (برائی) کا دیوتا تھا۔ یہ دونوں دیوتا ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

سفید فام روسی بائی لی[1] (بائی لی ماخذ، مراد سفید) پر یقین رکھتے تھے۔ مشہور قصہ کہانیوں میں یہ سفید ہستی سفید داڑھی والے بوڑھے کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے بد قسمت کسانوں اور گم گشتہ راہ لوگوں کی اعانت اس کا فریضہ تھا، یہ صرف دن میں نمودار ہوتا تھا۔ سلاوز میں سوارو گ[2] آسمان دیوتا تھا، آسمان یعنی سوارو گ کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے، سورج اور آگ۔

سلاو لوک روایات اور اساطیر کے مطابق سورج مشرق میں اپنے سنہری محل میں رہتا تھا اس کے روشن رتھ کو سفید گھوڑے کھینچتے تھے۔ جن کے منہ سے آگ نکلتی تھی، پولینڈ کی ایک مشہور کہانی میں وہ ہیروں کے بنے ہوئے دو پہیوں والے رتھ میں سفر کرتا جسے سنہری لگاموں والے بارہ گھوڑے کھینچتے، ایک اور کہانی کے مطابق اس کے رتھ میں سونے، چاندی اور ہیرے کے تین گھوڑے جتے ہوتے۔

ایک روسی لوک کہانی میں سورج کے زیر اقتدار بارہ سلطنتیں تھیں، جس سے بارہ مہینے مراد ہے ستارے سورج کے بچے ہیں، ایک یوکرینی گیت میں چاند خاوند اور سورج بیوی ہے اور ستارے ان دونوں کے بچے۔ چاند اپنی بیوی سورج اور بچوں (ستاروں) کے ساتھ ایک عظیم اور ذی شان محل میں رہتا ہے سلاو زمین کی پوجا بھی کرتے تھے، روسی نم دار دھرتی ماں کو متی سائرا زیملیا[3] کے نام سے پکارتے کسان خصوصاً اس کی پرستش کرتے اور اس سے مدد مانگتے۔ ان کے دوسرے دیوتا یہ تھے۔

ڈوموائی[4] (گھر کا دیوتا) لیشی[5] (یہ جنگل کی روح تھی) پولی وک[6] جس طرح ہر جنگل میں بستی تھا اسی طرح ہر کھیت میں پولی وک ہوتا تھا، اس کی دونوں آنکھیں مختلف رنگ کی تھیں، جسم زمین کی طرح سیاہ سر پر بالوں کی بجائے گھاس اگی تھی، شمالی روس میں اس کی بجائے پولڈ نستا[7] نامی خوبصورت دوشیزہ ہوتی لمبی سفید براق لباس میں ملبوس۔ اہل پولینڈ کے کھیتوں میں ڈاشن[8] تاولس[9] اور لاوکا پٹم[10] سے نامی دیوتا مددگار ہوتے۔ ان کے علاوہ آبی ارواح بھی تھیں، جب کوئی خاتون ڈوب جاتی تو وہ روزالکا[11] بن جاتی۔ ان کی کئی قسمیں تھیں، وہ راتوں میں جھولا جھولتیں، ناچتیں، کیف آور گیت گاتیں، جنوبی روزالکائیں اپنی میٹھی اور پرکشش آواز سے گزرنے والوں کو مسحور کر لیتی تھیں، بعض روزالکائیں رات کے وقت مرد یا عورت کو ڈبو بھی دیتیں،

جب سلاوز کا جرمن اور سکنڈے نیویا کے باشندوں کے ساتھ روابط بڑھے تو ان کی صنمیات نے اپنا ابتدائی انجر پن تیاگ کر ایک نئی کروٹ لی، بعض روسی عالم دونوں قسم کی صنمیات میں تفریق روا رکھتے ہیں، یعنی

---

[1] Byelun [2] Savarog [3] Mati-Syra-Zemlya [4] Domovoi [5] LESHY [6] Po Le viK [7] Poludnista [8] Datan [9] Tawlas [10] Lawka Patim [11] Rusalka

دو مذاہب کا حوالہ دیتے ہیں ایک مذہب کسانوں مچھیروں اور شکاریوں وغیرہ (زیریں طبقہ) کا مذہب تھا، اور دوسرا قصبوں اور قلعوں میں رہنے والے بالائی طبقہ کا مذہب تھا۔

بالشک ساحل کے رہنے والے سلاو ذ نیتا تینی اپنا دیو مالا رکھتے تھے۔ یہ سنتووٹ[1] نامی دیوتا کی پرستش کرتے تھے، جس کے چاروں سمتوں میں چار سر تھے، اس کے دائیں ہاتھ میں شراب سے بھرا ہوا ایک سینگ ہوتا، قریب تلوار کاٹھی اور لگام شکل ہوتی، مندر میں سفید گھوڑا بھی ہوتا تھا۔ مہا پجاری ہر سال سینگ کا معائنہ کرتا، اگر سینگ میں شراب ہوتا، تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا کہ یہ سال اچھا گزرے گا اور خوشحالی لائے گا دوسری صورت میں، انہیں مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔

والس ، مویشیوں کا دیوتا تھا۔ زوریا (اردوا) سورج دیوتا کے سنہری محل کے دروازہ کی نگہبان تھی اسی قوم کے دو دیوتاؤں کا ایک خوبصورت جوڑا بھی تھا۔ یریلو اور کپالا ان کے نام تھے یہ خوشی اور مسرت کے دیوتا تھے، سفید تام روس میں انیسویں صدی عیسوی میں موسم بہار میں پہلی بواتی کے وقت روسی عورتیں گاؤں میں جمع ہو جاتیں، اور خوبصورت ترین خاتون کا انتخاب کر کے اسے یریلو کا سفید لباس پہناتیں، سر پر پھولوں کا خوبصورت تاج رکھ کر اسے سفید گھوڑے پر بٹھاتیں، اس کے بعد تازہ پھولوں کے تاج سر پر سجائے دوشیزائیں اس کے گرد رقص کرتیں، اور گیت گاتیں۔

فنو اگریائی ممالک[1]۔

فنو اگریائی نسل بہت سے قبائل اور لوگوں میں بٹی ہے، الگ الگ گروہوں میں رہنے والے ان لوگوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ۱۔ اگریائی[2] مغربی سائبریا کے باشندے ہیں۔

۲۔ پرمینئن گروہ[3]۔ یہ روس کے صوبے ویانکا اور پرم کے باسی ہیں۔

۳۔ کیریمس۔ مارڈون[4] کیری میس بالائی وانگا کے بائیں کنارے اور مارڈون زوانگا کے وسطی حصہ میں قیام پذیر ہیں۔ ۴۔ مغربی شاخ فن لینڈ، سویڈن، کیریلیا اور لیپ لینڈ کے ساکنان ہیں۔

فنو اگریائی پینتھیئن (دیوتاؤں کا مشترکہ معبد) کا سربراہ دیوتا جمیلا[5] تھا جس کے معنی ہیں جمیلا یہ مہان دیوتا خالق بھی تھا، اور شاہ بلوط اس کا مقدس درخت تھا بعد میں اس کی جگہ عظیم دیوتا اکو[6] نے لے لی، اکو قدیم باپ تھا، جس کی آسمان پر حکمرانی تھی، اس نے دنیا کو سہارا دیا ہوا تھا آسمان اور فضا کے اس عظیم دیوتا کی بیوی کا نام اکا[7] تھا۔ آہتو پانی کا سب سے بڑا دیوتا تھا، پیوا[8] (سورج)، کو (چاند)[9]، اوتاوا[10] (عظیم ریچھ)، اور ایلما[11]

1	Finno-ugric	2	the Ugrian		the Permina group		
4	Cheremis-Mordvin	5	Lonnart				
6	Jumala	8	Ukko	9	Akka		
10	Poiva	11	Kuu	12	Otava	13	Ilma

فضا کی دیوی، (جس کی بیٹی لونوٹر کلے ولا، کے ہیرو ویناماؤی نن، کی ماں تھی) دوسری آسمانی قوتیں تھیں۔
ان کے علاوہ زمین اور پانیوں، جنگلات وغیرہ کی دیوی دیوتا تھے۔ فن لینڈ کے فنز کے نزدیک ہر جاندار اور ہر چیز کے ساتھ کوئی نہ کوئی روح وابستہ تھی، چونکہ انسان روحوں میں گھرا تھا اس لئے انہیں خوش رکھنا اس کا فرض تھا چنانچہ وہ ان کے حضور قربانیاں دیتا اور چڑھاوے چڑھاتا تھا مغربی سائبیریا کے باشندوں کے عقیدے کے مطابق دل اور پھیپھڑے روح کا مسکن تھے

لیپس کی ایک متھ میں ملکوتی جوڑا یعنی میڈر اٹکا اور میڈر اکا مل کر انسان کی تخلیق کرتے ہیں.

فنو اگریائی صنمیات میں موت کے بعد کی سرزمین کا تذکرہ نہیں، البتہ رزمیہ نظم کلے والا میں مردوں کی مملکت کا ذکر ہے، جو دوسرے خطوں کی نسبت زیادہ تاریک ہے دیوتا ٹونی یہاں کا حکمران ہے'

منظوم رزمیہ 'کلے ولا' میں تخلیق کائنات کا بھی مذکور ہے اور یوں بیان ہوا ہے کہ جب لونوٹر (دختر فطرت) ملکوتی خطوں میں رہتے رہتے اپنے بنجر کنوارپن اور تنہائیوں سے اکتا گئی تو اس نے خود کو سمندر میں گرا دیا۔ وہ موجوں کی سفید جھاگ میں بہتی رہی، یہاں تک کہ موج کے باعث ہوا کے جھونکوں نے اس کی چھاتی کو چھو لیا تھا، اور سمندر نے اسے زرخیز کیا۔ وہ کسی جگہ آرام کئے بغیر سات صدیوں تک یونہی بہتی رہی اور آہ و زاری کرتی رہی اور پھر ایک دن ایک عقاب یا ایک بطخ پانی کے اوپر نمودار ہوئی، وہ بھی اس عریض و وسیع سمندر میں اپنے گھونسلے کے لئے جگہ ڈھونڈ رہی تھی، وہ پانی پر اڑ رہی تھی کہ اس نے پانی کی سطح سے نکلا ہوا لونوٹر کا گھٹنا دیکھا اور پھر اس نے اس گھٹنے پر اپنا گھونسلا بنایا اور انڈے دئے۔ ان انڈوں پر وہ تین دن بیٹھی رہی اس دوران ایا کی بیٹی نے اپنے جسم پر جھلسا دینے والی حدت محسوس کی اور اس نے اپنے گھٹنے کو ایک طرف جھکایا، نتیجتہً انڈے لڑھک کر پانی کی اتھاہ گہرائی میں چلے گئے تاہم وہ کیچڑ میں گم نہیں ہوئے بلکہ خوبصورت اور عمدہ اشیاء میں بدل گئے، انڈوں کے نچلے حصوں سے زمین بنی، وہ زمین جو تمام مخلوقات کی ماں ہے، انڈوں کے اوپر کے حصے روشن آسمان میں بدل گئے۔ انڈوں کی زردی زردا اور چمکدار سورج بنی اور سفیدی تاباں اور منور چاند، دانہ دار ٹکڑے ستاروں میں اور سیاہ ٹکڑے فضا کے بادلوں میں منتقل ہو گئے، پایان کار لونوٹر نے اس کو پھیلا کر دنیا کی تخلیق کے عمل کو پورا کیا۔ جزائر پہلے ہی موجوں میں نمایاں ہو چکے تھے جن کی بنیادوں پر فضا کے ستون اٹھے اور زمین نے اپنا وجود سنبھال کر خود کو ایک کرہ کی صورت اجاگر کر دیا۔

Luonnotar — Vainamoinan — LAPS — Mader-Atcha

Mader-Akko — KALEVALA — Tuoni

آسٹریلیا

آفرینش کائنات کے بارے میں آسٹریلیائی باشندوں کا عجیب نظریہ رہا ہے۔ ان کے عقائد کے مطابق ہر سو جامد تیرگیاں اور خاموش ظلمتیں تھیں جن میں منجمد اور بے جان زمین لیٹی تھی۔ زمین کی سطح پر اونچے اونچے پربت وادیاں درّے اور غار تو موجود تھے۔ اور زندگی کے آثار بھی ان میں نہفتہ و خفتہ تھے۔ لیکن سب اپنے گرد و پیش کے ماحول سے بے خبر اور ناآشنا تھے۔ ہوا نام کی کوئی چیز یہاں نہ تھی۔ اور جب طویل عرصے کے بعد ایک خوفناک اور مرگ آسا انجماد ہر شے میں سرایت کرنے لگا، اس وقت زمین کی تیرگیوں اور جمود میں ایک خوش جمال اور حسین پیکر دیوی[1] محو خواب تھی۔ ایک روز عظیم باپ کی رُوح نے اِس کے کان میں کہا۔

"تم میری خواہش پر خوابیدہ رہی ہو۔ اب اٹھو جاؤ اور کائنات میں زندگی پھونک کر اس کی آغوش مختلف اور گوناگوں اشیاء سے بھر دو۔"

عظیم باپ کی رُوح نے اس حسین و دلپذیر دیوی کو گھاس، پودے، درخت، اثمار پیدا کرنے اور کیڑے مکوڑے، مچھلیوں، رینگنے والے جانوروں، گرگٹوں، افعیوں، پنچھی پرندوں اور مویشیوں کی تخلیق کے لئے بھی کہا۔ ساتھ ہی تاکید کی کہ ان کی تخلیق کے بعد اس وقت تک آرام کرنا جب تک کہ ان جانداروں کی آفرینش کا مقصد پورا نہ ہو جائے۔

عظیم باپ کی رُوح کی آواز کان میں پڑتے ہی خوبرو اور پُر شباب دیوی نے ایک لمبا سانس لیا جس سے منجمد اور بے حِس ماحول میں ایک ارتعاش پیدا ہو گیا۔ دیوی نے جونہی اپنی خوبصورت آنکھیں کھولیں۔ تمام جاندار نُور کے ایک سیلاب میں سامنے آ گئے۔ اس کے بعد وُہ آسودہ خاطر زمین پر اُتری اور ایک میدان میں گھر بنا کر رہنے لگی۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے عزم سفر کیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور مغربی راستے کا انتخاب کیا۔ وہ سیدھی چلتی رہی اور پھر مشرق میں سے ہوتی ہوئی واپس اپنی جگہ پر آ گئی۔ جہاں جہاں وُہ چلی تھی وُہ جگہ سبز پودوں اور اشجار سے بھر گئی پھر

---

[1] اس قدیم دیومالائی کہانی کے مطابق سورج مؤنث ہے جس کے بہت سے نام ہیں یعنی سورج دیوی، نوجوان دیوی، ماں، سورج ماں، زندگی اور روشنی کی دیوی وغیرہ۔ چاند بھی مؤنث تھا جسے خاتون شب کہا گیا تھا۔ چاند اور ستارۂ صبح سے نسلِ انسان چلی۔ انسان مرتا ہے تو اِن کے خیال میں آسمان کا تارا بن جاتا ہے۔

اس نے اپنا رُخ شمال کی جہت کیا اور جنوب میں سے اس جگہ آنکلی جہاں سے عازم سفر ہوئی تھی ان راہوں میں بھی وہ دلکش اور دلآویز دیوی نقوش پا کی بجائے سبزہ نہال اور درخت پیچھے چھوڑتی چلی گئی۔ قصہ مختصر اس نے اپنا یہ سفری سلسلہ جاری رکھا اور زمین کی تمام سطح کو نباتات اور ہریالی سے بھر دیا۔ اور پھر اس نے اپنا گھر بنایا۔ اور یہ سورج ماں اس میں اطمینان اور سکون سے رہنے لگی۔

نباتات کی روئیدگی کے بعد ایک آواز نے اسی سورج ماں کو غاروں میں جانے اور زندگی کی تخلیق کرنے کو کہا۔ پھر وہ حدت اور روشنی لے کر دُنیا کے سرد اور تاریک غاروں میں اُتر گئی۔ اس کا غاروں میں پہنچنا تھا کہ زیرِ زمین ارواح چیخ اُٹھیں۔

"ماں ہم تو لاکھوں برس سے یہاں حکمران ہیں۔ تم نے ہمارے سکون میں کیوں تلاطم بپا کر دیا؟"

آسٹریلیائی کہتے ہیں کہ وسطی آسٹریلیا میں انسان کا نشان بھی نہ تھا، حض رینگنے والے جانور حشرات الارض، گرگٹ اور پرندے تھے۔ آج کے قبائل کے قصہ گو فقط کنگرو، ایمو، ایگل ہاک گوٹنا اور کارپٹ سنیک ایسی مخلوق کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ جاندار انسان کی طرح ذہین اور ذی شعور تھے۔ باہم تبادلہ خیال کرتے اور اپنے اپنے قبیلے کی راہنمائی کرتے۔ پھر ایک دن یہ جاندار باہم لڑنے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگے۔ تب سُورج دیوی کو ان پر رحم آ گیا اور اس نے "پدرِ ارواح" سے امن و آشتی کی التجا کی۔ اور ساتھ ہی جانداروں کو تسلی دی۔

"گھبراؤ نہیں تمہارا آقا یعنی انسانیت کا باپ آنے ہی والا ہے۔"

پھر "پدرِ ارواح" کے ایما پر چاروں جہت کی ہوائیں تیز تیز چلنے لگیں۔ اور ایک دوسری میں ادغام کی خاطر برق آسا زنّاٹے بھرنے لگیں۔ جب تمام جاندار خوفزدہ اور سہمے ہوئے ایک جگہ جمع ہو گئے تو ان چاروں ہواؤں نے یکجا ہو کر سانپ کی چھتری کا روپ دھار لیا۔ ایک گھنٹہ یہ

چھتری فضا میں بے حس و حرکت معلق رہی۔ پھر سمٹ کر دھیرے دھیرے ایک پہاڑ کی چوٹی پر اُتر گئی اور پھر اس میں سے ایک فوارہ چھوٹا اسی آن شفاف آسمان پہ ایک بجلی کوندی اور فوارہ پر گری۔ نتیجتاً ایک شعلۂ آتشیں اُبھرا اور پھر اس شعلۂ آتشیں میں سے آج کے انسان کی صورت کا ایک انسان نمودار ہوا۔ سورج دیوی نے ایک سجیلی اور خوش نما مسکان کے ساتھ "پدرِ ارواح"

کے اس کارنامے پر اُسے مبارکباد دی۔

آسٹریلیائی دیومالائی اساطیر میں دیوی دیوتاؤں کی بجائے عجیب الخلقت مخلوق اور فوق فطرت عناصر کا زیادہ اذکار اور چرچا رہا ہے۔ جن میں شرارتی کوّا، یارا، ما، یاہو[1]، چیروونیئر[2]، تھرڈ جمبو[3] اور کین کینگ نمایاں اور پیش پیش رہے ہیں۔

کین کینگ ایک قسم کا غیر معمولی قد کا آدمی ہے۔ جو آسمانوں میں اُڑتا اور انسانوں کو کھاتا ہے۔ مغربی آسٹریلیا میں، مگی، رِل، اگلی کے درمیان غار میں رہنے والی یہ مخلوق کسی دیوی دیوتا سے ہراساں نہیں۔ صرف آتش و شعلہ کے دیوتا سے ہراساں رہتی ہے۔ کین کینگ قبیلے کے تمام افراد اس کی پوجا کرتے اور انسان کی قربانی دیتے۔ آتش و شعلہ آتش کا دیوتا، آتش فروزاں کی صورت ہر لمحے غار کے مرکز میں موجود رہتا۔ جب مذکورہ دیوتا اہل قبیلہ سے خوش ہوتا تو آتش فروزاں زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں جذب ہو جاتی۔ دیوتا اگر ناراض ہوتا تو اس کے شعلے سمندری موجوں کی طرح بپھر کر غار کی چھت سے ٹکرانے لگتے۔ ایسی صورت میں دیوتا کو انسانی قربانی پیش کی جاتی۔ قربانی کے وقت تمام کین کینگ الاؤ کے گرد اکٹھے ہو جاتے۔ مرد گاتے ڈھول بجاتے اور خواتین رقص پیش کرتیں۔ اس کے بعد ایک کاہن اور اس کی بیوی مل کر انسان کو دیوتا کے نام پر قربان کر دیتے۔ جڑی بوٹیوں کے دلدادہ دو بھائیوں نے دھوکے سے کین کینگ کے تمام قبیلے کو آگ میں جلا ڈالا تھا۔

---

[1]: Yara-ma-Yha-who چار فٹے سانپ نما آدمی، دانتوں سے محروم چیزیں کھاتے نہیں نگلتے تھے۔

[2]: Cheervonear چیروونیئر اس کی بیوی اور کتے ایک جنگل میں رہتے اُنہیں کسی انسان نے نہیں دیکھا تھا یہ چھپ کر مرد خواتین اور بچوں پر حملہ کرتے۔ بڑی آسانی سے پہاڑوں پر چڑھ جاتے چیروونیئر کی بیوی کو مار کر جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس میں سے بارہ سالہ زندہ لڑکا نکلا۔

[3]: مضبوط ٹانگوں اور بازوؤں والا سات فٹ قد کا عفریت، انسان کا ازلی دشمن، جو گرگٹ تک کھا جاتا، دانت مار کر انسان کی گردن الگ کر دیتا۔ تھرڈ جمبو انسانی جسم کو آگ میں بھون کر رغبت سے کھاتا تھا۔

امریکا

قدیم زرد ریڈ انڈینز کا عقیدہ تھا کہ زندگی دیوی ماں کی رہین احسان ہے۔ ان کے بقول دھرتی ماں (مادر کائنات) ایک مشک اٹھائے رکھتی ہے جس میں پانی ڈال کر وہ انگلیوں سے اسے بلوتی ہے اور یوں جو جھاگ تیار ہو کر زمین پر گرتا ہے اس کے دیوتا بن جاتے ہیں۔ وہ دیوتا جو دھرتی ماں کے غار (بطن) میں انسانوں کی خدمت پر مامور تھے۔

ریڈ انڈینز کے ایک اور قبیلے کے خیال میں قدیم انسانی نسل کو ایک بھیڑیئے نے زمین کھرچ کر پاتال کی گہرائیوں سے آزاد کیا تھا۔ دریائے مسوری کے آس پاس رہنے والے قبائل کے نزدیک ان کے اب وجد اس دنیا میں آنے سے قبل پاتال میں محبتوں اور خوشیوں بھری زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور اسی لئے مرنے پر انسانی ارواح اپنے بزرگوں کی سرزمین میں لیٹی کوہساروں دریاؤں اور سمندروں کے نیچے چلی جاتی ہیں۔ اہل کریٹ اور جاپانیوں کی طرح ان کا نظریہ بھی یہ تھا کہ غاروں اور دراڑوں میں سے پاتال کو راستہ جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے مُردے غاروں اور دراڑوں میں دفن کرتے یا دریاؤں اور سمندروں کی تہہ میں اُتار دیتے تاکہ دھرتی ماں کے رحمتوں بھرے جزائر میں پہنچ جائیں۔ چین جاپان پولی نیشیا انڈونیشیا اور جزائر برطانیہ میں بھی یہی خیال کارفرما تھا۔

اہل میکسیکو کی دھرتی ماں کے بہت سے مُنہ تھے۔ وہی انسان کو جنم دیتی اور مرنے پر ہڑپ کر جاتی۔ میکسیکو کے باسیوں کی دیوی ماں مایوئل[1] کے چار سو پستان تھے۔ وہ دودھ مہیا کرنے اور زیست کو سہارا دینے والی تھی۔ یہ دیوی الیفی سیئس (یونان) کی چار سو پستانوں والی دیوی ارتیمس کی یاد دلاتی ہے جسے رومی ڈائنا کہتے ہیں۔ ارتیمس انسانوں اور جانوروں کو دودھ مہیا کرتی تھی۔ مایوئل کی بہت زیادہ بار آوری پر دیوتاؤں نے اُسے انگور کی بیل بنا دیا تھا۔ بعض

---

[1]: Mayauel امریکی ارتیمس

جگہ یہ بیاہ شادی کی دیوی بھی تھی۔

ازٹیک[1] قبیلے کی محبت کی دیوی، کے کئی نام تھے۔ محبت کی دیوی شوچیکا ای[2] کوائٹزل نویں فلک پر رہتی تھی۔ اس کا تموچن (فردوس مغرب) نامی ایک خوبصورت باغ تھا۔ چینیوں کی مغرب کی دیوی کے باغ میں زندگی دہندہ آڑو کا درخت تھا جبکہ امریکیوں کے اس باغ میں پھولوں بھرا ایک شجر تھا۔ جس کے پھول انسان کو اسیر محبت بنا دیتے تھے یعنی ان پھولوں کو جو چھوتا مرض عشق میں مبتلا ہو جاتا۔ اسی طرح ان کی ایک اور دیوی سٹ[3] لالی نک وٹے تیرھویں بہشت میں رہتی تھی۔ انسان کے اس دُنیا میں آنے سے بہت پہلے اس دیوی نے پتھر کے ایک چاقو کو جنم دیا تھا۔ جسے اس کے بچوں نے اُٹھا کر زمین پر پھینک دیا تھا۔ جس جگہ چاقو گرا وہاں سولہ سو دیوتا پیدا ہو گئے۔ اپنی آفرینش پران دیوتاؤں نے دیوی کو ہیڈیز سے ہڈی لانے کے لئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس کام کے لئے دیوتا شال۔ اوٹ۔ ل[4] کا نام پیش کر دیا۔ دیوی نے رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ شال۔ اوٹ۔ ل ہیڈیز سے ہڈی لے آیا۔ پھر دیوتاؤں نے اسے توڑ کر ایک برتن میں ڈالا اس پر اپنا خون چھڑکا۔ چار دنوں کے بعد اس برتن میں سے ایک لڑکا نکلا۔ دیوتاؤں نے اپنا عمل پھر دہرایا۔ اس بار ایک لڑکی برآمد ہوئی۔ بعد میں ان دونوں سے نسل انسانی خلق ہوئی۔

ٹلے لک[5] گرج اور بارش کی دیوی تھی۔ میکسیکو کی جھیلوں اور پربتوں پر اسے نذرانے پیش کئے جاتے۔ اس کے نام پر بچوں کی قربانی دی جاتی۔ جن میں سے بعض کو ذبح کر دیا جاتا اور بعض کو جھیلوں میں زندہ ڈبو دیا جاتا۔ اس دیوی کا تلے لوکین[6] نامی بہشت مشرق میں تھا۔ زمین کو سیراب کرنے والے تمام دریا یہیں سے نکلتے۔ یہ بہشت ان لوگوں کے لئے مخصوص

---

[1]: Aztecs وادی میکسیکو کے باشندے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں ان کی فتوحات میں اضافہ ہوا۔ اور شہرت ملی۔ مانٹے زوما ان کا مشہور سردار تھا۔ انہیں سولھویں صدی کی ابتدا میں سپینیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی۔

[2]: Xochiquetzal

[3]: Citlalinicue

[4]: امریکیوں کے بہت سے بہشت تھے

[5]: Xolotl

[6]: Tlaloc

[7]: Thalocan

تھا۔ جن پر آسمانی بجلی گرتی یا جو ڈوب مرتے۔ دیوی کے نام پر قربان ہونے والے بچے بھی اس بہشت میں کھیلا کرتے۔

ازٹیک قبیلے کے بارش اور گرج کے دیوتا کا نام بھی ٹلے لک تھا۔ جو زیئس، تھور اور اندرے مماثل تھا۔ یہ دیوتا آغازِ کار میں ایک کلہاڑا یا ہتھوڑا استعمال کرتا تھا۔ یہ چین کے سبز اژدہا سے بھی مماثل تھا۔ جب یہ دیوتا پربتوں اور افلاک پر اپنا ہتھوڑا چلاتا تو گھن گرج پیدا ہوتی۔ سب سے پہلے زمین پر اسی نے آسمانی بجلی گرائی تھی۔

قدیم امریکیوں میں ٹلے لک کے بعد جتنی دھوم دھام اور شہرت دو عظیم دیوتاؤں یعنی وچٹ زل۔ و پوچ ٹلی[1] اور تزکیٹ لی پوکا کو ملی وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔ ان دونوں دیوتاؤں نے پاتال کا سفر اکٹھے کیا تھا۔ تزکیٹ لی پوکا نے پاتال کا راستہ سب سے پہلے دریافت کیا اس دیوتا کو آگ کا خالق بھی دکھایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہ برقِ آسمانی اور سورج کا دیوتا بھی ہے۔ یہ عظیم دیوتا مکڑی کے جالے کے ذریعے آسمان سے اترا تھا۔ ازٹیک قبیلے کا یہ مہان دیوتا نمی، بادِ شب اور انصاف کا اندھا دیوتا تھا اور باران آور تھا۔ یہی مرگ کا سیاہ دیوتا بھی تھا۔ اس کی شمالی سرد ہوائیں مکئی کے سٹوں کو بیخ کر سکتی تھیں۔ آگ دیوتا کی حیثیت میں اس کا جنگ کے دیوتا کے ساتھ بھی تعلق تھا۔ یہ کائنات کی روح خالقِ ارض و سما اور ہر شے کا آقا اپنے پجاریوں کے لئے باعثِ رحمت تھا۔ باشندگان میکسیکو اس کی بڑی توقیر کرتے اور اس کی تعظیم و تکریم میں، مندروں میں روشنی اور آگ کا ہر وقت اہتمام کرتے۔ لوگوں کے والہانہ عشق کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اس دیوتا کی خاطر گلیوں کے سروں اور ناکوں پر سنگین نشستیں بنا رکھی تھیں۔ تاکہ وہ اپنی گشت کے دوران ان پر سستا سکے۔ وہ اسے ہمیشہ نوجوان دکھاتے۔ کیوں کہ وقت اس کے قویٰ مضمحل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی تقاریب بڑے جذبے لگن اور شان و شکوہ سے منائی جاتی تھیں۔ اس کی حمد و ثنا کے گیت گائے جاتے اور انسانی

لہ: اس دیوتا کا مجسمہ میکسیکو کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ یہاں اسے انسانی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ ہاتھ میں پانی کا برتن ہے قریب ہی ایک سانپ لیٹا ہے۔

[1]: Huitzilopochtli

[2]: Te Catlip

قربانی پیش کی جاتی۔ اس کے ایک مندر سے انسانوں کی ان گنت کھوپڑیاں برآمد ہوئی تھیں۔

میکسیکو میں دیوتا کے ہاتھ اور منہ کالا ہوتا۔ ٹانگوں پر سرخ و سپید دھاریاں ہوتیں۔ زیریں لب میں سے بلور کی ایک ٹیوب گذاری جاتی جس میں سبز یا نیلا ایک پر ہوتا۔ باقیماندہ بدن کو مختلف رنگوں کے پروں اور زیوروں سے سجایا جاتا۔ دونوں ہاتھوں میں زریں کنگن اور بائیں ہاتھ میں ایک آئینہ ہوتا۔

تزکیٹ لی پوکا اُن دیوتاؤں میں سے ایک تھا جنہوں نے سورج کو اوّلین بار دنیا کے سامنے لانے کی خاطر قربانیاں دی تھیں۔ پھر بھی وہ ٹلے لک کا مقام اور مرتبہ حاصل نہ کر سکا۔

ازٹیک کا دوسرا عظیم دیوتا وِٹ۔ زل۔ و۔ پوچ ٹلی تھا۔ یہ دیوتا تزکیٹ لی پوکا اور بارش کے دیوتا ٹلے لک دونوں کا شریک کار تھا۔ اس کا مشہور مندر میکسیکو میں تھا اس دیوتا کا دوسرا نام میکسٹلی[1] تھا۔ اور غالباً اسی کے نام پر میکسیکو کا نام رکھا گیا ہے۔ جنگ کا یہ دیوتا خون کا پیاسا تھا۔ اور ان گنت انسان اس کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ میکسیکو میں بیج اور خوردنی پودوں کو آٹے میں گوندھ کر یا مکئی اور شہد اور خون میں ملا کر اس کے بُت بنائے جاتے تھے۔ یہ بُت سال میں دوبار یعنی دسمبر میں سردیوں کے آغاز میں اور مئی میں گرمیوں کے شروع میں بنائے جاتے تھے۔ اور کھائے جاتے تھے۔

کُواٹ۔ لک۔ وئے[2] زمین اور جنگ کی دیوی تھی۔ ایک سالانہ تقریب میں اسے سال کے نئے پھول پیش کئے جاتے۔ کیونکہ اسے جنگی دیوتا کی ماں بھی سمجھا جاتا رہا تھا۔

چل چ۔ اوٹ۔ لک۔ وئے[3] کنواری دیوی ماں تھی جس کا تعلق پانی اور بیش بہا پتھروں سے تھا۔ شادی بیاہ جھرنوں اور چشموں کی دیوی بھی یہی تھی۔ اسے خاتون جھیل بھی کہا جاتا قدیم امریکہ میں اور بھی دیوی دیوتا تھے۔ جو مختلف امور سرانجام دیتے۔ ان میں سے ایک اگنی دیوتا تھا جسے تمام دیوتاؤں کا باپ سمجھا جاتا تھا۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو اگنی (آگ) جلائی جاتی

---

[1]: Mexitli

[2]: Couatlicue

[3]: Chalchiuhticue

جو مسلسل چار دن جلتی رہتی۔

کولمبیائی امریکہ سے قبل قدیم امریکی دھات، پتھر اور قیمتی جھاڑیوں کو مقدس سمجھتے تھے۔ انسانوں کے ساتھ ساتھ سیم وزر موتی، قیمتی پتھر اور جڑی بوٹیاں دیوتاؤں کو بھینٹ دی جاتی تھیں۔ یہ اشیا مندروں میں نہیں بلکہ مندروں کی بنیادوں میں ڈالی جاتی تھیں جب میکسیکو سٹی تعمیر ہوا تو اس کی بنیادوں میں سونا چاندی بیش بہا جواہر اور ریڈ انڈین جنگی قیدیوں کا خون ڈالا گیا۔

وسطی امریکہ کی مایا تہذیب میں ہاتھی کے سونڈ کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ مایا قوم کا بارش کا دیوتا چیک جو دیوتا ٹلے لک کا معاون بھی تھا۔ گنیش کی طرح ہاتھی کے سر والا دیوتا تھا۔ امریکی بت تراشوں نے جس قسم کے ہاتھی تراشے ان کے نمونے ہندوستان سری لنکا بورنیو اور سماٹرا وغیرہ میں بھی ملتے ہیں۔ ہاتھی ایک مذہبی علامت تھا ممکن ہے یہ تصور ہندوستان سے کسی نہ کسی طرح امریکہ میں پہنچا ہو۔

دنیا کے بیشتر اساطیری ادب میں جس جہاں آشام طوفان (سیلاب عظیم) کا تذکرہ چلا ہے۔ اس کی کچھ جھلک۔ امریکہ میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ میکسیکو کے ابتدائی دور میں پانی نے دنیا کو تباہ کر دیا تھا۔ دوسری اساطیری کہانیوں کے برعکس یہاں آدمی مچھلیوں میں تبدیل ہو گئے تھے۔ اس طوفان میں بھی ایک جوڑا یعنی ایک مرد اور ایک خاتون صنوبر کے ایک درخت کے ذریعے بچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بعض کے خیال میں سات آدمیوں نے ایک غار میں چھپ کر اپنی جانیں بچائی تھیں۔ بہر حال ان بچنے والوں کے طفیل یہ دنیا پھر سے آباد ہوئی۔ پیرو کی ایک کہانی کے مطابق انسانی جنم کی نشانہ ہی

لے : ویدک (ویدی) دور میں ہاتھی کا تعلق اندر دیوتا سے رہا ہے۔ اس پر اندر سواری کرتا اور بعد میں ہندوستانی اندر کی حیثیت ہاتھی کے سر والے گنیش کو حاصل ہو گئی جو شیو اور پاربتی کا بیٹا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زحل (سیٹرن) نے گنیش کا سر قلم کر دیا تو وشنو دیوتا گنیش کی مدد کو آیا اور اس نے اندر کے ہاتھی کا سر کاٹ کر گنیش کو ایک نیا سر (ہاتھی کا سر) عطا کر دیا۔

سے : کولمبیائی امریکیوں کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ وہ ان دس گم گشتہ اسرائیلی

یوں کی گئی ہے کہ آسمان سے طلائی، نقرئی اور تانبے کے تین انڈے گرے۔ طلائی انڈے میں سے سردار، چاندی کے بیضہ میں سے شرفا اور تانبے کے انڈے میں سے عوام پیدا ہوئے۔

شمالی امریکہ کے ریڈ انڈینز میں مردوں سے بٹنے کا ایک عجیب طریقہ تھا۔ وہ مُردے کا منہ سپید کرتے اور پتھر باندھ کر اُسے چشمے یا بہتے پانی میں اُتار دیتے بعض اوقات سمندر میں پھینک دیتے یا بہا دیتے۔ ''گریٹ سالٹ لیک'' وادی کے ریڈ انڈینز تدفین کے قائل تھے۔ وہ مُردے کو چشمے کے پانی میں دفن کرتے اس طرح مرنے والے کا جسم ایک ڈونگی کے ذریعے بہشت میں پہنچ جاتا۔ قدیم امریکہ میں آبی تدفین عام تھی۔ بعد میں یہ عقیدہ پروان چڑھنے لگا کہ زمین میں دفن ہونے والے فردوس اور سمندر میں اُتارے جانے والے دوزخ میں جاتے ہیں۔ بیمار اور جنونیوں کی آماجگاہ دریاؤں اور ندیوں کی آغوش تھی۔ بعض قبائل میں مردے کو کھڑی حالت (ایستادہ) میں دفنایا جاتا تھا۔ بعض مُردہ جسم کو جلا دیتے اور سر کو مومیا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔

جب کوئی ازٹیک بادشاہ مر جاتا تو وہ (شاہان سومیر اور فراعنہ مصر کی طرح) اپنے شاہ کا تمام قیمتی اثاثہ اور ہتھیار (متبرک اور دیوتا کی اشیا سمجھ کر) ایک کمرے میں بند کر دیتے زیر زمین ایک گڑھا کھودتے اس میں سنگین دیواریں بناتے اور بادشاہ کو کرسی پر بٹھا کر اس

گزشتہ صفحہ سے:۔

قبائل کی اولاد ہیں جو آشوریہ سے مشرق میں ہوتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔

لہ: ہندوستان میں ذات پات کا تعلق دھاتوں سے رہا ہے۔ ہندوستان اور یونان میں دھاتوں کے چار ادوار کا تذکرہ ہے یعنی سنہری دور نقرئی دور تانبے کا دور اور لوہے کا دور۔

ہندوستان میں یہ عقیدہ بھی عام رہا کہ کائنات کے اولین انسان منو کے سر میں سے برہمن ہاتھوں سے راجہ مہاراجہ اور سورماران میں سے دستکار اور پاؤں میں سے شودر وغیرہ پیدا ہوئے۔ ٹہ: وادی میکسیکو کے باشندے پندرہویں صدی عیسوی میں انہیں بڑی شہرت ملی اور ان کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ مونٹے زوما ۱۴۴۰ء۔ ۱۴۶۹ ان کا کامیاب سرفرار تھا سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں کورٹیز کے تحت حملہ آور ہسپینوں نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔

میں اُتار دیتے اور پھر اس کے قیمتی جواہر، ڈھال اور شمشیر وغیرہ بھی اس کے قریب رکھ دیتے۔
آبی تدفین کا رواج افریقہ میں بھی رہا ہے۔ وہ ندی کا رُخ موڑ کر اپنے مُردے کو دفناتے اور پھر ندی کو اپنی اصل جگہ پر لے آتے یعنی اِس طرح مُردے کو زیرِ آب دفن کرتے۔
میکسیکو میں دیوی دیوتاؤں کے منادر کی سونے چاندی اور رنگین پروں سے خوب آرائش کی جاتی۔ ہر قصبہ اور ہر شہر کے باشندے بے دریغ سیم و زر خراج کے طور پر ان مندروں کو پیش کرتے۔

برصغیر

اہلِ مصر بابل و نینوا اور سمیریوں وغیرہ کی مثال ہندوؤں کے ہاں بھی تخلیقِ کائنات سے قبل کی فضا کا تصور اسی قسم کا ہے۔ ویدی ادب کے مطابق:-

"ابتداً موجود اور ناموجود دونوں ہی نہ تھے۔ ایک تاریک خلا تھا جس میں ایک سانس لیتا تھا۔ پانی ہی پانی تھا جس پر انڈہ تیر رہا تھا۔ ایک' اس انڈے میں داخل ہوا اور پھر برہما کی صورت میں اس انڈے سے برآمد ہوا۔"

دریائے سندھ کے کناروں اور پانچ دریاؤں کی سرزمین میں ڈیرے ڈالنے والے آریائی آباد کاروں میں قدیم سنسکرت میں رقم کردہ لیے بھجن عام تھے جن میں مظاہر و مناظر قدرت کی مختلف قوتوں سے خطاب اور ان کی شان میں جذبہ دروں کا باج پیش کیا گیا تھا۔ یہ بھجن اپنے آبائی گھر یعنی مغرب سے لے کر آئے تھے۔ بہت سے بھجن اس ہی سرزمین برصغیر (خصوصاً موجودہ پاکستان) میں بھی تحریر و تسطیر ہوئے۔ یہ قدیم بھجن ۵۰۰ اتم تک پھیلے ہیں۔ اور رگ وید سنہتیا[1] پر مشتمل ہیں۔ دوسرے وید بعد کی پیداوار ہیں۔ ان قدیم ویدی بھجنوں میں دیو مالائی اساطیر اپنی ابتدائی صورت میں ہیں۔ اوّلین وید[2] (رگ وید) دراصل آریائی قبائل کی بھوگونی ہے۔

---

[1] Rig-ved-sanhita رگ وید کا وہ حصہ جو بھجنوں پر مشتمل ہے۔

[2] : ہندومت کی بنیادی پوتر کتب چار وید ہیں۔ یعنی رگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھروید، سناتن دھرمیوں کی رُو سے ان چاروں کتابوں کا ظہور آفرینش کائنات کے

آریائی آبادکار دیہی زندگی کے رسیا اور زراعت پیشہ تھے۔ وہ اپنے ریوڑوں اور فصلوں پر سردی گرمی بارش، خشک سالی وغیرہ کے اثرات سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے سازگار اور مخالف موسموں کے اثرات کے پس منظر میں ان موسموں کی محرک فطری قوتوں سے وابستہ موہوم ہستیوں کو دیکھا۔ اور زیادہ برکات کے حصول کی خاطر ان کی پرستش شروع کر دی۔ اور دیوتا وضع کر لئے۔ آریاؤں کا کوئی مخصوص دیوتا نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی ایسا دیوتا تھا جو دوسرے دیوتاؤں کو ہدایات دیتا۔ یا ان کی راہنمائی کرتا۔ آریہ محض اسی دیوتا کو مناتے اور رجھاتے جس کی برکت کے فیضان سے وہ خوشیاں اور مسرتیں پاتے۔ یا ابدانی صحت اور آرام کے لئے جس کی ہمدردیوں کی چاہت کرتے۔ انہوں نے اذہان و قلوب کو گوناگوں بھجنوں اور تبسا شتوں سے معمور کر دینے والے فطری مظاہر و مناظر اور آتش شعر و سخن کو بھڑکانے اور روشن کر دینے والی فطری رنگینیوں کی تجسیم کی آبدار افکار اور تابناک زبان میں تعریف و ستائش کی۔ نتیجتہً ہر دیوتا نے جو اپنے طور پر قوی اور مہان تھا۔ ان سے اپنی ستائش اور عظمتوں کا جی بھر کے باج وصول کیا۔ فطری نظاروں اور موسموں سے وابستہ ہر دیوتا کی جداگانہ صلاحیتیں تھیں۔ اور ہر دیوتا اپنے پجاریوں اور پرستاروں کی خواہشات کی تکمیل اور امید و بیم کے جذبات کو مشتعل کر دینے پر قادر تھا۔ اور اسی لئے ان میں کبھی ایک کو اور کبھی دوسرے کو ترجیح دینے کا رجحان مسلسل عمل پیرا رہا۔ انہوں نے ان دیوتاؤں کی صفات و کرداروں تک کو گڈمڈ کر کے رکھ دیا۔ پھر امتدادِ زمانہ کے ساتھ اگنی (آگ) سوریہ (سورج) اور وایو (ہوا) یا اندر (آسمان کا دیوتا) پر مبنی ترمورتی (تثلیث) کو ترجیح دی جانے لگی۔ یہاں تک کہ رگ وید سنہیتا کے اختتام تک، بھجن کے بھجنوں میں ایک مہان ہستی (ہستی اعلیٰ) کے تصور نے ایک واضح صورت اختیار کر لی۔ اور جب ویدی بھجن کہنہ و فرسودہ ہوتے تو فطرت کے تناظر میں جنم لینے والے ان دیوتاؤں کے ان پرستاروں میں مختلف مذہبی رسوم اور دینی عقائد کے بارے میں تحقیق و تجسس کی لگن پیدا ہونے لگی اور یوں وید کا براہمن[1] نامی حصہ وجود میں آیا۔ اور ویدی دور

(گذشتہ صفحہ سے) وقت برہماجی کے توسط سے ہوا اسی لئے برہما کے چار سر دکھائے جاتے ہیں۔ آریہ سماجیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ چاروں مقدس کتابیں بیک وقت چار رشیوں یعنی اگنی وایو آرت اور انگرا پر نازل ہوئیں۔

[1] Brahmana انہیں برہمنوں نے

کی اساطیر کی سادگی و سلاست رفتہ رفتہ پیچیدگی اور گمبھیرتا کی پہنائیوں میں ڈوبتی چلی گئی دُنیا اور دنیا کی موجودات سے متعلق نئی نئی باتیں اور نئے نئے افکار سامنے آنے لگے چنانچہ آرن یک اور اُپنشد تخلیق ہوئے اور فلسفیانہ نوعیت کے خیالات میں مزید پیش رفت ہوئی۔ نتیجۃً رگ وید اور سنہیتا اور براہمن ادوار کے دوران پروان چڑھنے والی مہان ہستی کائناتی رُوح میں مبدل ہو گئی۔ اور پھر کائنات کی تشکیل اور انسانی تجسیم کے امور فلسفیانہ توہمات و ترجیحات کے ساتھ اس سے وابستہ کر دئے گئے۔ ازاں بعد سورمائی دور کی راماین اور مہابھارت نامی نظموں کا ظہور ہوا جن میں ویدی دور کی قدیم تریمورتی کو کنج عافیت اور گوشہ گمنامی میں سجا بٹھا کر برہما، وشنو اور شیو پر مشتمل ایک نوخیز اور نوخلق تریموری کو تعظیم و تکریم دی جانے لگی۔ اور تو اور ان نو آمدہ تینوں دیوتاؤں میں بھی برہما کی قدر و منزلت گھٹا دی گئی۔ اور وشنو کی آن بان، شان و شکوہ اور عظمتوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ اور اب وہ تحفظ و پاسبانی کا عظیم ترین دیوتا تھا۔ اسی طرح شیو کو تخریب و تعمیر کے دیوتا کی حیثیت دے دی گئی۔ موخر الذکر دونوں دیوتاؤں میں کبھی ایک مہتر اور مہان ہے اور کبھی دوسرا۔

رزمیہ نظموں یعنی راماین اور مہابھارت میں وشنو اور شیو کی رفعتوں اور عظمتوں کے ساتھ

(گذشتہ صفحہ سے)

برہمنوں کے لئے لکھا۔ یہ ویدوں سے بعد کی پیداوار ہیں۔ ان میں منتروں بھجنوں وغیرہ کے استعمال سے متعلق براہمنوں کو ہدایات دی گئی ہیں۔ علاوہ بریں ویدی رسوم کی تفاصیل ان کی اصلیت اور مفہوم وغیرہ بھی ان میں مندرج ہیں۔ ہر سنہیتا یا بھجنوں کا مجموعہ اپنا الگ براہمن رکھتا ہے۔ اس طرح ایک وید کے کئی براہمن ہیں۔ مثلاً سام وید سے متعلق آٹھ براہمن ہیں۔ جبکہ اتھر وید محض ایک براہمن رکھتا ہے۔

ے: Aranyaka ان میں مذہبی نوعیت کی فلسفیانہ نگارشات ہیں۔ اور خدا کی فطرت سے بحث کی گئی ہے۔ دُنیا تج کر جنگلوں میں بیٹھ جانے والے اُنہیں پڑھتے ہیں۔ آرن یکوں کا اپنشدوں سے قریبی تعلق ہے۔

ے: Upanishad ویدوں کی تیسری تقسیم۔ یہ ویدوں کے براہمن نامی حصوں سے متعلق ہیں عموماً نثر میں لکھے گئے ہیں۔ سنہیتا اور براہمنوں سے بعد کی تصنیف ہیں ان میں کائنات کی ماہیت، دیوتا کی فطرت، آتما کی اصلیت وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ساتھ اوتار (وشنو کی تجسیم) اوج و عروج پر دکھائی دیتے ہیں۔ بلکہ پورانوں[1] میں تو ان سے بھی سوا۔ پورانوں کی آمد پر تو ویدی اساطیر کا مفہوم ہی غائب گُلا ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے اساطیر نام بے نام ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ترقی یافتہ تہذیب کے پروردہ افکار کی تیز رو میں بہ جاتے ہیں بالآخر من پسند اور چہیتے خداؤں کے گرد دلکش اور دلپذیر قصے کہانیوں کے متنوع چراغ اور رنگا رنگ قندیلیں ایک جھلملاتی اور جھل جھلاتی کہکشاں کی صورت میں سجادی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک طرف وشنو جی کی نوجوان صورت (تجسیم) کرشن ہے۔ حیاتی اور کیف بار پرستش کا محور بنا ہے۔ تو دوسری طرف شیو کی تاریک، اور یاس انگیز عبادت اپنی خوفناک صورتوں میں ارتقاء پذیر ہوئی ہے۔ مزید برآں شیو کی سکتی (دیوی) کی پرستش کا رواج بھی عام ہو چلا ہے۔ فحش اور خونیں رسُوم کی داغ بیل ڈال دی گئی ہے جو پانچ بڑے تنتروں میں اور بھی اچھلنے لگی ہے۔ آج جدید ہندومت میں وید محض ایک نام، ارفع اور مقدس نام ہے جس کی مشکل زبان کے باوجود انتہائی تکریم کی جاتی ہے۔ ان کے دیوتا اور ان سے متعلقہ رسوم ایک پارینہ روایت بن گئی ہیں۔ آج پوران اور ان کے بعد کی نگارشات ہندومت کی اہم اسناد ہیں۔ جن میں دیومالائی روایات اور قصص کا ظہور دسرور ہے۔ علاوہ بریں راماین اور مہابھارت کی تحیرآمیز اور استعجاب انگیز کہانیاں دلوں کو گرماتی اور بہت بھاتی ہیں۔ ان دونوں رزمیہ نظموں کی بلوان ہستیاں اور سورما یعنی رام، کرشن، ہنومان اور پانڈو وغیرہ ہنود کے مرغوب اور پسندیدہ سورما ہیں۔ ان کی مہمات اور کارنامے دھوم دھڑکوں کے ساتھ آج بھی نظم و نثر کا موضوع بنے ہیں اور بار بار بیان ہو رہے ہیں۔ اور ان سورماؤں کے قصے بڑی رغبت کے ساتھ سُنے اور سنائے جاتے ہیں۔ کرشن تو ہندو نوجوانوں اور ناریوں کا محبوب ہیرو ہے۔ جس کے گرد کہانیوں کا ایک میلہ لگا ہے۔ اِس کے پرستار پنگھوڑے سے چتا تک اس کے حضور باقاعدہ حاضری دیتے ہیں۔ یہی صورت نرم خو اور حلیم الطبع اور ایک بیوی کے خاوند رام کی ہے۔ باوفا اور پُرخلوص سیتا کے ساتھ اس کی بصد احترام شب و روز پرستش کی جاتی ہے۔ ان دونوں اوتاروں...

---

[1]: قدیم یا قدیم زمانے کی کہانی: رزمیہ نظموں میں فانیوں پورانو جیسی لافانیوں کے کارنامے بیان ہوتے ہیں۔ تخلیق کائنات اس کی تباہی و تعمیر، دیوتاؤں کا شجرہ نسب منووں کا عہدِ حکومت اور چندر بنسی اور سورج بنسی راجاؤں کی تاریخ ان کا خصوصی موضوع ہے۔

(اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

درام، کرشن) کی پرستش نے ہندو عبادت کی بہت کچھ صورتوں کی قدر گھٹا دی ہے۔

برہما (خالق) وشنو (محافظ) اور شیو (تباہ کار) پر مبنی ترمورتی کے علاوہ ہندوؤں کی دوسری ترمورتی، یا اہم تثلیث، پاربتی (پاروتی) لکشمی (لچھمی) اور سرسوتی نامی دیویوں پر مشتمل ہے۔ دونوں ترمورتیوں کے یہ اہم اور عظیم چھ دیوی دیوتا برصغیر میں سب سے زیادہ محبوب و مقبول ہیں۔

سرسوتی

کنول ایسی گوری چٹی ہے۔ تخلیقی علوم و فنون کی دیوی اور موسیقی اور شعر و نغمہ کی سرپرست اور نگران ہے۔ اسے فن موسیقی کے نکات، سنسکرت اور دیوناگری رسم الخط کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ برہما کی بیوی ہے اسے کبھی دُنیا ہاتھ میں تھامے، کبھی کنول میں ایستادہ اور کبھی میور (مور) پر سوار دکھایا جاتا ہے۔ بھارتی، برہمی، ساردا اور واگیسوری وغیرہ اس کے نام ہیں۔

ویدوں میں سرسوتی محض ایک مقدس دریا ہے۔ البتہ بھجنوں میں دریا اور دیوی کے طور پر اُس کی ستائش کی گئی ہے۔ تقریر وغیرہ کی دیوی کی صورت میں یہ براہمنوں اور مہابھارت میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ بت بعد میں جاکر اسے برہما کی بیوی بننا نصیب ہوا۔

لکشمی

لکشمی لالہ گوں ہے۔ وہ لوک ماتا (جگت ماں)، لافانی اور حاضر و ناظر ہے۔ خوش بختی حسن و جمال، عز و جاہ اور تموّل کی دیوی ہے۔ محبت کا دیوتا • کام دیو • اسی کا جایا ہے۔ وشنو کی شریک حیات ہے۔ ہندو فن میں اسے عموماً چار بازوؤں والی سنہری خاتون کے رُوپ میں کنول کی کومل اور نرم و ملائم پتیوں کے بیچ ایستادہ دکھایا جاتا ہے۔ لچھمی، سری، پدما، کملا، ہیرا اور اندرا وغیرہ ناموں سے بھی پکاری جاتی ہے۔ لکشمی کے بدن میں اُس کے بدن کی خوشبو آٹھ سو میلوں میں پھیلی رہتی ہے۔

اس کی آفرینش مختلف صورتوں میں ہوئی۔ رامائن کے مطابق جب دیوتاؤں اور اسوروں نے دودھ بھرے سمندر کو بلویا تو وہ افروڈائٹی کی صورت کنول کا پھول ہاتھ میں لئے اپنے

رزمیہ نظموں کے بعد یہ ظہور میں آئے تعداد میں اٹھارہ ہیں۔ پھر اٹھارہ ہی • اپ پوران ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کسی خاص دیوتا سے مخصوص نہیں البتہ وشنو اور اس کی تجسیم نے زیادہ جگہ گھیری ہے۔

بھرپُر حسن و شباب کے ساتھ سمندر میں سے جلوہ گر ہوئی۔ دوسری روایت کی رُو سے وہ تخلیق کے وقت کنول کے پھول پر بہتی ہوئی نمودار ہوئی۔ کنول کے پھول کی مناسبت سے ہی اسے پدما یا کملا کہا جاتا ہے۔ وشنو پران میں اس کا جنم بار بار ہوا ہے۔ اپنی اوّلین ولادت میں وہ بھرگو اور خیاتی کی بیٹی ہے۔ جب ہری (وشنو) نے پست قامت ہستی کے روپ میں جنم لیا تو وہ سمندر کے پانیوں میں سے کنول کے پھول پر نمودار ہوئی۔ اسی طرح جب بھرگو نسل کے پرس رام[1] (اوتار) کے روپ میں وشنو کی آفرینش ہوئی تو وہ دھرانی بنی۔ اور جب وشنو نے رام چندر کی صورت میں اس دھرتی کو تزئین بخشی تو وہ راجا جنک کی بیٹی سیتا کے روپ میں سامنے آئی۔ رامائن کی ایک دوسری روایت کے مطابق وہ اپنی خواہش پر آپ پیدا ہوئی۔

پاربتی

پاربتی یا پاروتی دیوی ماں (مادرِ عظیم) اور شیو کی بیوی ہے۔ جس کے دو پہلو ہیں وہ مونس و شفیق بھی ہے اور ستم گر و جاں گسل بھی۔ وہ اوّلین ماں ہے جس کی کوکھ سے کائنات کی ہر شے نے جنم لیا۔ درگا اور کالی اسی کی مہیب اور دہشتناک صورتیں ہیں۔ درگا جنگ اور بدھ کی حسین ترین اور روپ وان دیوی ہے۔ جبکہ کالی لہو کی تشنہ خون آشام اور ڈراؤنی ہے جس کے چار ہاتھ ہیں۔ ایک میں ہتھیار دوسرے میں دیو کا سر اور باقیماندہ دو ہاتھ اپنے پجاریوں کی خیر و برکت کے لیے اُٹھے ہیں۔

ویدی ایام میں کالی کا تعلق اگنی دیوتا سے تھا۔ جس کی سات آتشیں زبانیں تھیں۔ جن سے وہ نذرانے میں پیش کیا جانے والا مکھن چاٹا کرتی۔ لیکن اب کالی کا مفہوم بدل گیا۔ اور یہ کالی ماتا بن گئی۔

ان دیویوں کی آمد سے قبل ہندو دیو مالا پھیکی پھیکی اور بے رس تھی۔ اس کے چاروں کھونٹ سونے اور بے رنگ و آب تھے۔ لیکن اب ان خوش جمال اور خوش رنگ دیویوں نے ہند کے دیو مالائی جہان کو اپنے تاباں وجود کی گہما گہمیوں اور روپ سروپ کی رنگ بار اور

---

[1]: رام کلہاڑے کے ساتھ . . . وشنو کی چھٹی تجسیم، وشنو پرسرام کی صورت میں کھشتریاں کا قلع قمع کرنے کو دنیا میں آیا تھا۔ اس صورت میں اس نے برہمنوں کی برتری قائم کی۔

[2]: دھرتی، پرس رام کی بیوی۔

دھنک رنگ بوندیوں کی روشنیوں سے بھر دیا ہے۔ یونانی دیویوں نے جس طرح یونان کی کہساروں اور جزائر بھری سرزمین کو اپنے حور نما پیکر کے راحت بار اور فرحت آفریں دھاروں سے نغمگی اور شعریت میں ڈبو دیا تھا۔ اسی طرح ان ہندی دیویوں نے اپنے نسائی وجود اور کیف انگیز حسن وجمال کی موجودگی کے احساس سے اپنے پرستاروں اور رنگکاروں کے سینوں میں والہانہ چاہتوں اور تیز تیز الفتوں کا ایک غیر مرئی ارتعاش بھر دیا ہے۔ یونانی رنگین وبعض دیویاں فانیوں کے عشق میں مبتلا دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن ہنود کی یہ بہار آسا اور پھول رنگ دیویاں فانیوں کے عشق میں اپنی آغوش وا نہیں کرتیں۔ ان کی چاہتوں اور جنون کے غرفے اور جھروکے فانیوں پر ہمیشہ سے بند ہیں۔ یہ اپنے شوہروں کی وفادار بیویاں ہیں۔

دیگر ممالک کی مثال ہند و دیو مالا بھی فوق فطرت عناصر اور عجیب الخلقت مخلوق سے بھری پڑی ہے۔ بلکہ ان سے بھی کہیں آگے ہے۔

جہاں تک آفرینش کے عمل یعنی تشکیل جہاں، تجسیم انسان اور دیگر اشیا کی تخلیق کا تعلق ہے ویدوں سے لیکر پورانوں تک ہندوؤں کے ہاں مختلف روایات ملتی ہیں۔ مثلاً رگ وید کے ایک قدیم بھجن کے مطابق اس دنیا میں کچھ نہ تھا۔ نہ ہوا نہ آسمان نہ مرگ نہ زیست نہ ابدیت اور نہ شب و روز کا تغیر و تبدل۔ تاریکی میں تاریکی سرایت کئے ہوئے تھی۔ ہر سو محض پانی ہی پانی تھا یعنی ایک بے کنار سمندر۔[1] کون جانتا ہے کہ دنیا کس طرح وجود میں آئی۔ کیونکہ اس وقت کسی دیوتا کا ظہور نہ تھا۔ ایسی صورت میں سچائی پر سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے؟ "دنیا کہاں سے پیدا ہوئی۔ الوہی ہاتھوں سے بنی یا نہیں بنی۔ آسمانوں میں رہنے والا آقا ہی بتا سکتا ہے۔ اگر وہ بتانا چاہے۔"

تخلیق سے متعلق یہ بھجن ہندوؤں کے ابتدائی افکار وخیالات پر مبنی ہے جس سے نقطۂ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صرف خدا ہی جانتا ہے کہ یہ دنیا کیسے خلق ہوئی۔ کہنے کو تو یہ باتیں کہی گئیں۔ لیکن جہالت کے اس اعتراف سے انسانی ذہن وشعور مطمئن نہ ہوا۔ اسی دور کے پرش سکت[2] نامی بھجن میں تخلیق کے ایک عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

---

[1]: یونان، بابل، نینوا مصر اور یہود وغیرہ کے ہاں بھی یہی تصور کارفرما ہے۔
[2]: Purush sukta

یہ بھجن زبان اور فکر و افکار کے اعتبار سے پہلے بھجن سے بہت بعد کی تخلیق خیال کیا جاتا ہے۔ اس بھجن میں پرش[1] نامی ایک عجیب الخلقت ہستی کا تذکرہ ہے جس کے ہزار سر ہزار آنکھیں اور ہزار بازو ہیں۔ یہ پرش بذات خود کل کائنات ہے جس نے چاروں طرف سے زمین کو ڈھانپ رکھا ہے۔ لکھا ہے کہ پرش سے ویراج[2] اور ویراج سے پرش پیدا ہوا دیوتاؤں نے پہلے تو اندر اس کے طور پر پرش کی خدمت میں قربانی پیش کی اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ نتیجتہً اس کے منہ سے برہمن بازوؤں سے کھشتری رانوں سے ولیش اور پاؤں سے شودر نے جنم لیا اس کی آتما چمج اور آنکھ سورج بنی۔ اندر اور اگنی بھی اسی کے منہ کا فیضان ہیں۔ ہوا کا دیوتا وایو اس کے سانسوں کا ردِ عمل ہے۔ اسی طرح پرش کی ناف سے ہوا کھوپڑی سے آسمان پاؤں سے زمین اور کانوں سے چاروں سمتیں آشکارہ ہوئیں۔ اور یوں ان دیوتاؤں نے یہ دنیا تشکیل دی۔

ساتپتھ براہمن[1] میں تخلیق چند الفاظ کی مرہون احسان ہے۔

"بھجوہ[2] کہا گیا تو پرجاپتی (مخلوق کا آقا) نے دھرتی پیدا کر دی۔ بھواہ کہنے پر اس نے ہوا کو جنم دیا۔ سواہ کی آواز آئی تو پرجاپتی نے فلک کی بنا ڈالی اسی طرح بھوہ کے الفاظ پر براہمن بھواہ کہنے پر کھشتری اور سواہ بولنے پر ولیش کا جنم ہوا۔ بھواہ پر پرجاپتی نے اپنے آپ کو بھواہ کہنے پر اولاد کو اور سواہ کا لفظ ادا ہونے پر جانداروں کو پیدا کیا۔ بس یہی دنیا ہے یعنی خود اولاد اور جاندار۔"

اسی ساتپتھ براہمن میں یہ بھی مندرج ہے کہ ابتدا میں پرجاپتی ہی کائنات تھا۔ پھر اس نے اپنے سانسوں سے جاندار، آتما سے مرد، آنکھ سے گھوڑا، سانس سے بھینسا کان سے بھیڑ اور آواز سے بکری کو جنم دیا ساتپتھ براہمن میں ایک اور جگہ پر تخلیق کا عمل قطعاً مختلف

---

[1] : آدمی، مہان ہستی اور کائنات کی آتما۔ یونانی دیومالا میں سو سو ہاتھ اور پچاس پچاس سروں والے عفریت ہیں۔

[2] : چینیوں نے پی این کو قتل کر کے یہ دنیا بنائی اور سجائی تھی۔
رگ وید میں لکھا ہے کہ اس (برہما) سے ویراج پیدا ہوا اور ویراج سے پرش۔
(اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

انداز میں ہوا ہے یعنی :-

• پرش روح کائنات تنہا تھا۔ اور اس تنہائی کے سبب بے حد افسردہ ملول چنانچہ اس نے کسی دوسرے کی خواہش کی اور پھر اپنے آپ کو دو پارہ کر لیا ایک ٹکڑا خاوند بن گیا اور دوسرا بیوی جن سے نسل انسانی چلی۔ زاں بعد یہی مرد اور خاتون دوسرے جانداروں کے روپ میں نر اور مادہ بنے۔ اور دنیا کے تمام جانوروں کی آفرینش کا سبب بنے۔ دیوتاؤں کی تخلیق بھی پرجا پتی ہی کی مرہون منت ہے :

تیتیریا براہمن[۸] میں آیا ہے کہ یہ کل کائنات برہما نے پیدا کی۔ اسوروں[۹] آبا اور دیوی دیوتاؤں کا جنم اسی کے طفیل ہوا۔ اس نے پہلے انسان اور پھر دیوتا پیدا کئے۔

منو کے حوالے سے تخلیق یوں عمل میں آئی۔

• جب منو کے دل میں مختلف جانداروں کی تجسیم و تخلیق کی خواہش بیدار ہوئی تو اس نے سب سے پہلے پانیوں کو جنم دیا۔ پھر پانی میں ایک بیج ڈالا جو روشن

ویراج: برہما کا نصف (مذکر) وجود

۳: satapatha Bramana

۴: قرآن حکیم میں بھی کائنات کی تشکیل کے سلسلے میں کن فیکون کے الفاظ آئے ہیں۔ مقدس بائیبل میں بھی خدا اپنے حکم سے کائنات وجود میں لاتا ہے۔ وہاں کائنات کی تشکیل چھ دن میں تکمیل کو پہنچتی ہے۔

۵: bhuh

۶: bhuvah

۷: svah

۸: Taittiriya Bramana

۹: سور دیوتا اور اسور جو دیوتا نہیں ۔۔۔ رگ وید کے قدیم حصوں میں اسور مہان آتما کو کہا گیا ہے۔ دیوتا کے طور پر۔ اندرا، اگنی اور ورن کے لئے آیا ہے۔ زاں بعد اس لفظ کا مفہوم بدل گیا اسوروں اور دیوتاؤں کے مابین کئی جنگیں بھی لڑی گئیں۔ اسور پرجا پتی کی سانسوں سے پیدا ہوئے۔ یہ لفظ دیوتاؤں کے دشمن کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔

سورج کی مثال ایک زریں انڈے میں منتقل ہوگیا۔ اس کے بعد منو نے اس سنہری انڈے میں برہما (کل دنیا کا باپ) کی صورت میں جنم لیا۔ اس انڈے میں ایک سال قیام کرنے کے بعد اس مہان ہستی نے اپنے دو ٹکڑے کئے۔ اور یوں کل کے آقا نے ایک ٹکڑے سے اپنے آپ کو مرد (ویراج) بنایا اور دوسرے کو ایک خاتون؛

پورانوں میں بھی تخلیق کے عمل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور وشنو پوران تو تخلیق کی تفاصیل سے بھرا پڑا ہے۔ زریں انڈے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بلبلے کی صورت پانی پر پھیلتا چلا گیا۔ پانی پر تیرتے ہوئے اس انڈے میں وشنو دیوتا برہما کی صورت میں پہلے ہی موجود تھا۔ انڈے میں وشنو یعنی دنیا کے آقا نے قابلِ ادراک صورت اختیار کر لی تھی۔ انڈے کی گہرائی (رحم) کوہ میرو اتنی وسیع و عریض تھی جس میں براعظم، سمندر، کوہسار، کرے کائنات کی قسمتیں (ڈویژن) دیوتا عفریت اور انسان سبھی موجود تھے۔ وشنو نے اپنی بے پناہ قوت اور نیکی کی خصوصیات کے ساتھ برہما بن میں یعنی اس زمانے کی آمد تک جو کلپ[2] کہلاتا ہے۔ کائنات کی گوناگوں اشیا خلق کیں پھر اس عظیم دیوتا نے تاریکی کی صفات اپنا کر رودر[3] کے

---

[1]: بعض چینیوں کے نزدیک پی ان کو (جسے دنیا کا عفریت بھی کہا گیا ہے) انڈے سے پیدا ہوا اس کی نسل نے قبل از تاریخ مملکت کے نو حصوں پر عرصہ دراز تک حکمرانی کی مصریوں کے مطابق کائنات سورج اور چاند کے انڈوں کا جنم داتا "پتاہ" تھا۔ رع یا ہورس (مصر) اور اسی طرح پولی نیشیا کا ایک خالق دیوتا بھی برہما (بھارت) کی طرح انڈے ہی سے پیدا ہوا تھا۔ حقیقت چاہے کچھ ہو لیکن ان باتوں سے ایک اہم مسئلہ ضرور حل ہوگیا اور وہ یہ کہ انڈہ پہلے پیدا ہوا یا مرغی۔

[2]: Kalpa برہما کا ایک دن اور ایک رات جو .... ۴۳۲ سالوں پر مشتمل ہیں۔

[3]: Rudra خوفناک، چنگھاڑنے والا۔ ویدوں میں رودر کے بہت سے نام اور بہت سی خصوصیات بیان ہوئی ہیں یہ دھاڑنے والا طوفانوں کا خوفناک ترین دیوتا ہے اور رودروں کا باپ ہے۔ بعض جگہ اسے آگ کا دیوتا اور تباہ کار دیوتا بھی کہا گیا ہے۔ یجروید (سفید) میں اسے مہادیوتا کا خطاب ملا ہے۔ وشنو پوران میں یہ برہما کی پیشانی سے نمودار ہوا

خوفناک صورت اختیار کی۔ اور کائنات اور اس کی موجودات کو نگل لیا۔ اور یوں دنیا ایک وسیع سمندر بن کر رہ گئی۔ اس عمل کے بعد یہ مہان دیوتا اس کی گہرائیوں میں اپنے عظیم افعی شیش ناگ کے بستر پر محو استراحت ہو گیا۔ اور جب ایک عرصے بعد بیدار ہوا تو برہما کے روپ میں اس نے تخلیق کے عمل کا از سر نو آغاز کیا۔

پوران میں موجود کلپ کی تخلیق کو ثانوی تخلیق کہا گیا ہے۔ چونکہ زمین اور پانی پہلے ہی موجود تھے۔ اس لئے اسے صحیح معنوں میں تخلیق نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تو محض پہلے سے موجود گوناگوں مواد کی، موجودہ صورتوں میں منتقلی تھی۔ وشنو کو معلوم تھا کہ زمین پانیوں میں چھپی ہے۔ چنانچہ اس نے سؤر بن کر اپنے دانتوں کی اعانت سے اسے پانیوں میں سے نکالا۔ زاں بعد برہما نے مختلف صورتوں کے بدن میں اسور، دیوتا، انسان دوسری مخلوق، دن رات شام کا جھٹ پٹا اور صبح وغیرہ پیدا کیں۔ اس کے سر کے بال گر کر رینگنے والے جانور اور بدن کے بال جھاڑیاں جڑیں اور پھل بن گئے۔ اس کی جاندار سانسوں سے پرندے، دل سے بھیڑیں منہ سے بکریاں پیٹ سے گائیں پہلوؤں سے گھوڑے ہاتھی ہرن بارہ سنگھے اونٹ خچر اور دیگر جاندار خلق ہوئے۔ اسی طرح کائنات کی باقیماندہ مخلوق اس کے وجود سے پھوٹیں۔ چونکہ یہ سب جاندار اور اشیاء سنہرے انڈے میں پہلے ہی سے موجود تھیں اس لئے تخلیق کی بجائے یہ ایک ارتقائی عمل ہے۔ اسی طرح اس کے دماغ سے انسانوں کے جدِ امجد یعنی نو بیٹے پیدا ہوئے۔ یہاں ان کے نو بیٹوں کے جانشینوں کی پوری تفصیل درج ہے۔ اور پھر بتلایا گیا ہے کہ دیوتا کس طرح مندرا پہاڑ کو رئی (مدھانی) اور واسو سانپ کو رسا بناتے ہیں۔ (ہری خود کچھوا بن کر مندرا پہاڑ کو پانی میں اپنی پیٹھ پر اٹھائے رکھتا ہے) اور دودھ کے ساگر کو بلو کر امرت حاصل کرتے اور ابدی زندگی پاتے ہیں۔ اور اس دور کی تخلیق کا کام پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

برہما اور ست روپا کے ملاپ سے جنم لینے والا اوّلین انسان منو ہے جسے سویمبو اور کو یراج بھی کہتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں تری لوک (تین دُنیائیں) ہیں یعنی آسمان زمین اور دوزخ (پاتال) ایک اور جگہ ان کی تعداد سات بتائی گئی ہے۔ دوسری اقوام کی صورت ہنود بھی سورگ (فردوس) اور نرک (دوزخ) کے قائل ہیں۔ سورگ (اندر کا عالم بالا) ادنیٰ دیوتاؤں اور دیوتاؤں کی پسندیدہ ہستیوں کی قیام گاہ ہے۔ اور کوہ میرو پر واقع ہے۔

پاتال یعنی عالم زیریں کا حکمران یم دیوتا ہے۔ ویدوں کے مطابق وہ ارواح کا دیوتا اور مردوں کا منصف ہے۔ روح کو پاتال میں لے جانے کا فریضہ یم کے یم دوت نامی پیامبر ادا کرتے ہیں۔ لبعض اوقات یم دیوتا بذاتِ خود یہ کام سرانجام دیتا ہے۔ جب روح اپنے جسم کو چھوڑ کر پاتال میں پہنچتی ہے تو اعمال کا لکھاری "چترگیت" اور "اگر سندھ مانی" نام کے رجسٹر سے اس کے اعمال پڑھ کر سناتا ہے۔ جن کے مطابق اسے سزا یا جزا ملتی ہے۔ گناہ کی صورت میں روح کو اکیس (یہ تعداد بھی دی گئی ہے) دوزخوں میں سے کسی ایک میں بھیج دیا جاتا ہے۔ یا پھر یہ کسی اور صورت میں زمین پر دوبارہ جنم لیتی ہے۔ (مسئلہ آواگون) نیک اور اچھی روحوں کو روشن اور تاباں گھر عطا ہوتے ہیں۔

یم کی کئی بیویاں ہیں۔ اور وہ پاتال میں "یم پورہ" نامی شہر میں اپنے راج محل میں رہتا ہے۔ جس کا نام کالیچی ہے۔ وہ انصاف کے "وچار بھو" نامی سنگھاسن "(تخت شاہی) پر بیٹھتا ہے۔ جہاں اس کے دو مصاحب ہر وقت دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ یم کے پاس لمبے نتھنوں اور چار آنکھوں والے دو خوفناک اور لالچی[1] کتے ہیں جو منور اور درخشندہ راج محل کو جانے والے راستے پر پہرہ دیتے ہیں۔ یہ کتے اس کے پیامبر بھی ہیں اور انسانوں کے بیچ گھومتے پھرتے ہیں۔

وشنو پوران میں نرکوں کے نام دئیے گئے ہیں۔ پدم پوران میں سات دوزخوں کے الگ الگ نام ہیں۔ جن کے سات باقاعدہ حکمران ہیں۔ ان دوزخوں میں ارواح آگ اور گوناگوں اذیتوں سے دوچار ہوتی ہیں۔

شیو پوران میں آٹھ پاتال ہیں۔ نارد[2] نے بذاتِ خود ان کی زیارت کی وہ انہیں اندر کے سورگ سے زیادہ دلکش اور خوبصورت بتلاتا ہے۔ اس کے بقول یہاں خوشیاں ہی خوشیاں ہیں۔ سدا بہار عشرتوں پر شباب بجتوں اور شہوانی تسکین کا باقاعدہ اہتمام و انصرام ہے۔

---

[1]: یونانی دیو مالا میں باب ہیڈیز (پاتال) پر کتے ایسی دُم کے تین سروں والے "سی بیرس" نامی اژدہا کا پہرہ رہتا ہے۔

[2]: ایک رشی جس سے رگ وید کے چند بھجن منسوب ہیں وہ پرجاپتی بھی ہے جس نے برہما کی پیشانی سے جنم لیا بعض کہانی میں اسے کرشن سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔

ہندوؤں میں، پاپیوں اور گناہگاروں کے نرک ہیں۔ لیکن وشنو (دیوتا) اپنی شکتی اور قوت سے اپنے پجاریوں کو دوزخ کی اذیتوں سے بچا کر انہیں اپنی مسرتوں اور شادمانیوں بھری رہائش گاہ میں جگہ دیتا ہے۔ پاتال میں کسی بھی گناہگار کو کسی ہستی کے بدلے اذیتوں سے نجات مل سکتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص کی پیشکش پر یم دیوتا اپنی خوش دامن کو نرک کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ سومیریوں کی طرح یم کو بھی مُردہ یا رُوح کو واپس کرنے کا اختیار ہے۔ مہا بھارت کی ایک کہانی میں راجکماری ساوتری "یم" کا تعاقب کر کے اپنے خاوند "ستیاوان" کی رُوح کو واپس لاتی ہے۔ یم اس کے خلوص اور جذبہ خاوند پرستی سے متاثر ہو کر اس کے خاوند کی آتما کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس طرح ستیاوان دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ پاتال کے سات دوزخوں کو شیش ناگ (جس کے ہزار سر ہیں) سہارا دئیے ہوئے ہے۔ شیش ناگ جب انگڑائی لیتا ہے تو دُنیا میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ یہی ناگ ہر کلپ کے اختتام پر زہریلی آگ اُگلتا ہے جس سے سب مخلوق بھسم ہو جاتی ہے۔ اس ناگ کا محل "منی منڈپ" (جواہرات کی چار دیواری والا) کہلاتا ہے۔

یہ بات بڑی تعجب خیز اور تحیر انگیز ہے کہ یم کے کردار اور سلطنت کے بارے میں ہندوؤں کے افکار و خیالات یکسر بدل جاتے ہیں۔ ویدوں میں لکھا ہے کہ پاکیزہ اور نیک لوگ یم کی تاباں مملکت میں خوشی خوشی جاتے ہیں جبکہ اس وقت پرانوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ گناہگاروں کو سزا پانے کے لئے اس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔

چین

چینیوں کے خیال میں ابتدا میں دو سمندر تھے ایک جنوب میں اور دوسرا شمال میں۔ ان دونوں سمندروں کے عین مرکز میں زمین تھی۔ جنوبی سمندر کا حکمران شُو اور شمالی بحر کا حکمران ہُو تھا۔ زمین کی سلطنت "ہوان تُن" کے حصے میں آئی تھی۔

چینی فلاسفر یہ بھی تعلیم دیتے تھے کہ تعمیر و تشکیل کائنات سے قبل "کچھ" نہ تھا پھر "کچھ" وجود میں آیا۔ اور پھر صدیاں بیت جانے پر کچھ "نر اور مادہ" میں تقسیم ہو گیا۔ اور پھر پی این کو خلق ہوا۔ پی ان کو عظیم الجثہ، بے پناہ جری اور طاقتور تھا۔ اس مادی دنیا کو وجود میں لانے کی خاطر اسے قتل کرنا پڑا۔ چنانچہ اس کے گوشت پوست سے زمین بنی۔ ہڈیوں سے پتھر اور چٹانیں اور شریانوں میں گردش کرنے والے خون سے دریا وجود میں آئے۔ اس کے

بالوں نے نباتات اور دم والسپیں نے ہوا کا روپ دھارا۔ اس کی آخری چیخ گرج بن گئی اسی طرح اس کے پسینے سے برکھا اور آنسوؤں سے شبنم معرض وجود میں آئی۔ اس کی بائیں آنکھ سے سورج اور دائیں آنکھ سے چاند بنا۔ فلک اس کی کھوپڑی کا مرہون احسان ہے۔[1] پی آن کو کا تمام بدن ننھے منے کیڑوں سے ڈھکا تھا۔ بعد میں یہ سب انسانی نسلوں میں منتقل ہو گئے اور یوں چینی ایقان کے مطابق یہ کائنات اپنی تمامتر سج دھج، گہما گہمی رنگینیوں اور دلکشیوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔

نئے زمانے سے متعلق بھی چینیوں کا ایک نظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نئے زمانے کا آغاز فوہسیا یا "فیوہی"[2] سے ہوا جو چینیوں کی صنمیاتی مملکت کا اولین تاجدار تھا۔ اس نے ۲۹۵۲ ق م سے ۲۸۳۸ ق م تک حکومت کی۔ اسی فیوہی نے چینیوں کو ارواح پرستی کا درس دیا۔ اور قربانی دینا سکھایا۔ تی آئی آن چین کا عظیم دیوتا تھا۔ جو آسمانوں میں رہتا تھا۔

تبت

اہل تبت کہا کرتے ہیں کہ یہاں آفرینش کائنات کے وقت فقط ایک مرد تھا جس کا گھر تھا نہ در۔ اس دور میں نہ سردیاں تھیں اور نہ گرمیاں، ہواؤں کے جھکڑ تھے اور نہ بارشیں اور برفباری۔ چاشے خود بخود کوہساروں پہ آگ آئی تھی۔ اس وقت ریوڑ تو تھے لیکن درندے نہ تھے بعد میں اس مرد سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ طویل عرصے کے بعد ان کا باپ وفات پا گیا۔ تینوں بیٹوں میں سے ایک اُسے دفن کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا جلانا اور تیسرا باپ کی نعش کو پہاڑ کی اونچی چوٹی پر رکھنا چاہتا تھا۔ جب تینوں میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو انہوں نے نعش کے تین ٹکڑے کئے۔ بڑے بیٹے کے حصے میں (جو بعد میں چینی خانوادہ کا جدِ امجد ٹھہرا۔) دھڑ اور بازو آئے۔

---

[1] : یہ عقیدہ شاید مصر سے اخذ کیا گیا ہے۔ سیٹ نے سازش سے اوسیرس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے تھے۔ بعد میں سیٹ مارا گیا تو اس کی ہڈیاں زمین میں لوہا بن گئیں تھیں اسی طرح سکنڈے نیویا کے یمیر کا خون سمندر بن گیا تھا۔ اوسیرس کے بدن سے دریائے نیل کے سیاہ مٹی والے کنارے ترتیب پائے تھے جہاں سبزیاں اُگتی تھیں۔ ہندوؤں کے ہاں پُرش کے بدن سے کائنات بنی۔

[2] Fu-Hee or Fu-Hsia چینیوں کا باوا آدم

اسی وجہ سے اُس کی نسل فنون اور صنعتوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اور اپنے داؤ پیچ کے سبب سب میں ممتاز ہے۔ دوسرے بیٹے کے حصے میں سینہ آیا وہ تبتی خاندان کا سربراہ بنا جن کا قلب و حوصلہ میں جواب نہیں۔ اور جو موت سے خائف نہیں ہوتے۔ تیسرے بیٹے کے حصے میں باپ کے مُردہ جسم کے ادنیٰ اعضا آئے۔ اسی تیسرے کی نسل سے تاتاری ہوئے جو سادہ لوح اور ڈرپوک ہیں ان کے پاس دل ہے نہ دماغ۔ محض گھوڑوں کی پیٹھ پر جم کر بیٹھنا جانتے ہیں۔

جاپان

جاپانیوں کے ہاں تخلیق آدم کا کوئی واضح تصور نہیں۔ وُہ فقط ازاناگی[1] اور ازانامی[2] کا ذکر کرتے ہیں۔ جو ایک بہتے ہوئے پل[3] پر کھڑے تھے۔ ہیروں کا ایک آسمانی نیزہ ان کے ہاتھ میں آگیا جس کی مدد سے وہ پانی کی گہرائیوں میں کچھ ٹٹولنے لگے حتیٰ کہ اُنہیں ایک سمندر مل گیا۔ اب اُنہوں نے اس نیزے سے سمندر کے پانی کو ہلانا شروع کر دیا۔ ابتدا میں بلونے کی آواز آئی۔ پھر دہی سا جمنے لگا۔ (ابتدائی پانی تیل کی طرح گاڑھا ہونے لگا) پھر دونوں نے نیزہ کھینچ لیا۔ جب نیزہ اُوپر اُٹھایا تو اس کی آنی (پھل) سے نمکا مناتی دلیہ گرنے لگا۔ جس سے ایک جزیرہ بن گیا۔ تب وُہ پل سے نیچے اُترے اور جزیرہ میں ایک مکان بنا کر اس میں رہنے لگے۔ اس مکان کے درمیان ایک ستون تھا جس کے گرد دونوں نے ہم آغوش ہو کر چکر لگانے کی ایک رسم ادا کی۔ اور یُوں دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ نتیجتاً ان کے ہاں ہیرو کو[4] نامی بچہ پیدا ہوا۔ یہ بچہ تین سال تک اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکا۔ اس پر اُنہوں نے نرسلوں کی ایک کشتی بنائی اور بچے کو اس میں لٹا کر سمندر میں چھوڑ دیا[5] اس وقت تک چاند سورج جلوہ گر نہیں ہوئے تھے۔

---

[1]: Izanagi جاپانیوں کا خالق دیوتا۔

[2]: Izanami دیوی، یہ دونوں بہن بھائی تھے۔

[3]: جاپانی علماء سے آسمانی زینے کا نام بھی دیتے ہیں کہ : Tama bok o

[4]: Hiruko جسے بعد میں مچھیروں کے دیوتا کا خطاب ملا۔

[5]: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہندوؤں کے سوریہ (سورج دیوتا) کے بیٹے کرن کو بھی اسی طرح پانی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ مصری سورج دیوتا رع ایک نرسل پر بیٹھ کر آسمانوں میں گیا تھا۔ اوسیرس کو مرنے پر سمندر میں بہایا گیا تھا۔ بابل کا اُپا بھی ایک کشتی ہی میں

اس واقعہ کے بعد ان کے ہاں آٹھ جزیرے[۵] پیدا ہوئے (دوسرے جزائر وقت گذرنے پر خلق ہوئے۔) اب وہ بہت تھک گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے دوسری زمینوں (جزائر) کی تخلیق کا کام بند کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ تازہ دم ہو گئے تو انہوں نے پربتوں، دروں، وادیوں، سمندروں جھاگوں اور ہواؤں وغیرہ کی صورت دوسری دیوی دیوتاؤں (کیمی) کی تجسیم و تخلیق کا کام پھر سے شروع کر دیا۔ آگ دیوتا کاگو تسوبی کی پیدائش کے وقت ازانامی مرگئی۔ بیوی کی موت پر ازاناگی افسردہ ہو گیا۔ اور اس نے اپنے بیٹے آگ دیوتا کا سر قلم کر دیا۔[۶] اس کے لہو کی بوندوں سے جو تلوار سے چھٹی رہیں یا چھینٹوں سے چٹان پر گرے دوسرے دیوی دیوتا پیدا ہوئے۔

ازاناگی نے جب تاریک لوی (ہیڈیز) کی آلائشیں دور کرنے کو پانی میں غوطہ لگایا اور بائیں چشم دھوئی تو سورج دیوی خلق ہوئی۔ اور جب دائیں چشم ملی تو چاند دیوتا کا جنم ہوا۔

جاپانی ویسے تو گام گام پر چین اور کسی حد تک کوریا کے محتاج رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی۔ پہلے، بہت ہی پہلے تخلیق کائنات اور ارباب جہان کے بارے میں ان کا اپنا ایک الگ تصور تھا۔ ان کا خیال تھا کہ دنیا میں صرف وہی رہتے ہیں۔ دنیا میں ملک بھی ایک ہی تھا۔ یعنی ان کا

(گذشتہ صفحہ سے) آیا تھا۔ مصری ہورس کو بھی بعد از ولادت ایک کشتی کے ذریعے ایک جزیرے میں لیجا کر چھپا دیا گیا تھا۔ رومی اساطیر میں رومیولس اور اس کے بھائی کو بھی دریائے ٹائبر کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ یونان میں بھی ایسے واقعات مل جاتے ہیں۔ کسی کو بھی ایک صندوق میں پانی کے سپرد کیا گیا تھا۔

[۵]: آٹھ کا ہندسہ جاپانیوں میں مقدس سمجھا جاتا ہے۔

[۶]: بعض جگہ مرقوم ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کے تین ٹکڑے کر دیئے جن میں سے ہر ایک دیوتا بن گیا۔

[۷]: تلوار سے جو بوندیں زمین پر گریں ان سے

Kura Okami, Kura-Yama-tsumi and Kura-Mistu-ha

عالم وجود میں آئے۔ اوکیمی کا مطلب ہے بارش یا اژدہا۔ کورا اکیمی ایک اژدہا دیوتا تھا جس کی تمام جاپان میں پرستش کی جاتی تھی۔ کورا۔ یاما تسومی کے معانی ہیں تاریک پہاڑوں کا آقا اور کوہستانی سانپ۔ کورو۔ مستو۔ ہا تاریک پانی یا وادی کے پانی کا سانپ کو کہتے ہیں۔

اپنا ملک۔ اپنے آٹھ ہزار جزائر کی سرزمین ہی کو وہ کل کائنات تصور کرتے تھے۔ ان کا آسمان اس قدر قریب تھا۔ کہ بہت بہت عرصہ قبل جب اس کی طرف نیزہ پھینکا گیا تو اس میں روزن ہوگیا اور پھر اس روزن سے دنیا کی ہر شے یعنی جھاڑیاں، ٹہنیاں، پودے، اشجار اور دوسری مخلوق زمین پر گرنے لگی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا بھر کی گہما گہمی اور زمانے بھر کے ہنگامے اور شور بیدار ہوتے چلے گئے۔

طرفہ تماشہ یہ کہ ان کے نزدیک آسمانوں میں بھی اسی طرح زندگی رواں دواں تھی جس طرح ان کے اپنے جاپان میں۔ البتہ آسمانی زندگی قدرے بہتر تھی۔ پاتال میں بھی لوگ رہتے تھے۔ لیکن وہ جاپانیوں سے کمتر تھے۔ جاپانی ایک گمنام راستے کے ذریعے پاتال میں آتے جاتے تھے۔ ایک دن اس قدر شدید بھونچال آیا کہ پاتال کو جانے والا راستہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ ایک عظیم چٹان کوہ گراں کی صورت اس کے دہانے پر آ ٹکی تھی

اہل جاپان ایک پل کے ذریعے افلاک پر بھی آتے جاتے تھے۔ ایک روز ان کی اپنی بدبختی سے یہ پل ٹوٹ گیا۔ چینیوں کی طرح جاپانی بھی ہر شے کو کسی نہ کسی روح کے تابع سمجھتے بارش کی احتیاج ہوتی تو دریا سے مانگ لیتے۔ سیلاب سے بچنا چاہتے تو سورج سے کہہ سن لیتے جینی عقیدہ کی رُو سے ہر انسان کی دو روحیں تھیں[1]۔ ایک کوئی اور دوسری شن۔ کوئی کا تعلق ین نامی مادہ سے تھا اور شن کا ینگ نامی عنصر سے۔ جب شن بدن میں ہوتی تو چی (سانس) نام ہوتا پس از مرگ، یہ تاباں حالت میں رہتی اور منگ کہلاتی۔ کوئی کو دوران حیات "پواوہ" کہتے۔ مرنے پر وہ مُردہ کے ساتھ قبر میں رہتی۔ مردہ جسم کو قیمتی پتھر، سونے موتیوں یا کسی خول کے ذریعے تحفظ دیا جاتا۔

شن کبھی جھینگر کے روپ میں قبر یا سنگ قبر میں رہتی اور پھر پروں کے ذریعے فردوس آسمانی میں پرواز کر جاتی یا مغربی بہشت یا مشرقی جزائر رحمت میں چلی جاتی۔ زندہ لوگ مرنے والے کی رسوم ادا کرتے اور پجاری بھجن گاتا۔

"اے کائنات کے تین خطوں (اعلیٰ وسطی ادنیٰ) کے ملکوتی منصفین! میں تمہیں سلام کہتا ہوں۔ اے ارض و آب کے شاہان، سرداران اور دنیائی انسانو

---

[1] :۔ مصری بھی جسم میں دو رُوحیں رکھتے تھے۔ ایک روح "کا" کہلاتی اور دوسری "با"

کے میزبان! آنجہانی کی روح کو یاد رکھنا۔ اور اسے مغربی ارم میں بھیجنے کا اہتمام کرنا۔"

دورانِ خواب یا اچانک بیہوشی کے عالم میں روح تھوڑی بہت دیر کو جسم چھوڑ سکتی تھی۔ جس طرح سکاٹ لینڈ میں روح شہد کی مکھی یا پرندے کی صورت میں نظر آتی تھی۔ ناروے وغیرہ میں کیڑے مکوڑے یا چوہے کی شکل میں دکھائی دیتی تھی۔ انڈونیشیا میں سانپ تتلی کیڑے مکوڑے یا چوہے کے روپ میں سامنے آجاتی تھی۔ اسی طرح چینی اپنے مردے کی آتما کو جھینگر یا تتلی کی شبیہہ میں دیکھ سکتے تھے۔

چینی بزرگان کی جو ارواح دوسری دنیا میں چلی جاتیں انہیں دیوتا سمان سمجھا جاتا۔ وہ گھروں کا تحفظ کرتیں۔ شہنشاہ پس از مرگ افلاک پر بھی شہنشاہ ہوتے۔ اور ان کی ارواح دنیاوی سلطنت کی نگرانی کرتیں۔ اسی طرح قبائلی سرداران کی ارواح اپنے اپنے قبیلے کو تحفظ دیتیں۔ خاندان کے موسس کی آتما خاندان کی نگران ہوتی اور نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا۔ اور یوں چینیوں کے ان گنت دیوتا تھے۔ دیوتا اور جدِ امجد میں پہچان مشکل تھی۔

کوریا

اہلِ کوریا ایک قدم اور آگے تھے۔ ان کے خیال میں انسان کی تین روحیں تھیں۔ بعد از موت ایک روح لوحِ مزار میں رہتی دوسری قبر پر اور تیسری نامعلوم جگہ پر۔ روح کی پرواز کے وقت بلا کی خاموشی ہوتی۔ آنجہانی کے کپڑے ایک ملازم باہر لے جاتا انہیں ہوا میں لہراتا اور مرنے والے کا نام لے کر اسے پکارتا۔ اس دوران عزیز واقارب اور یار دوست بلند آواز میں بین کرتے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کپڑے چھت پر ڈال دیے جاتے مرنے کے بعد ایک روح پکڑی جاتی اسے انجانی جگہ لے جایا جاتا۔ جہاں اعمال کی چھان بین کو اسے دس[1] منصفین کے سامنے پیش کیا جاتا جو اسے جزا یا سزا دیتے۔ (اعمال کے مطابق)

لہ: سومیریوں کی روح کو سات منصفین کے سامنے پیش ہونا پڑتا۔

اوقیانوسی ممالک۔

اگرچہ دیوی دیوتا، فوق فطرت قوتوں کی حیثیت میں انسانی روح کی طرح نرنکاری اور غیر مجسم ہیں لیکن حسوں کے ذریعے قابل ادراک ہیں، خصوصاً مرئی صورت میں۔ بعض اوقات وہ مادی شکل اپنا لیتے ہیں اور اپنی ہیئت بدل سکتے ہیں جیسا کہ انڈونیشیا، پولی نیشیا اور میلی نیشیا میں مستعار شدہ وضع قطع کے علاوہ ان کی ذاتی صورتیں بھی ہیں، علاوہ بریں بہت سے دیوی دیوتا انسان یعنی مرد، عورت کی صورت میں بھی سامنے آتے ہیں جیسا کہ پولی نیشیا کے عظیم دیوتا یا ڈوری (نیوگینیا) کی محافظ ارواح، دوسرے دیوتا ہر قسم اور ہر سائز کے جانوروں یعنی شارک (فیجی، ناہتی)، سمندری سانپ، مکڑے، کیکڑے، مچھلی بام، مگرمچھ، سانپ، برقی بام مچھلی (نیوزی لینڈ)، گرگٹ، (سموآ میں تنگوروآ کی تجسیم)، چوہیا، مینڈک مکھیوں، تتلیوں، ٹڈے پرندوں (خصوصاً محیط سرطان یا جدی کے طیور) کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

نیوزی لینڈ کی محافظ روح (شہزادہ ٹینی رُو اور اس کی اولاد) وھیل مچھلی کے روپ میں تھی۔ ٹوکیلو ڈونیا اور کابو مینڈالٹ میں مادہ بد روح (جو خبیل پا ہوتی ہے) ایک بہت بڑے گوشہ نشین کیکڑے کی شکل کی ہے، جس کی ناڈراتی لمبی ٹانگیں ہیں اور وہ ایک بہت بڑے خول میں رہتی ہے۔

روح کے بارے میں ان کے نظریات عجیب ہیں روح نیند کے دوران وقتی طور پر جدا ہوتی ہے لیکن موت کے وقت کلی طور پر ساتھ چھوڑ جاتی ہے جسم مرتا ہے لیکن روح (بعض آبادیوں کے عقیدہ کے مطابق) سب انسانوں خصوصاً بڑے آدمیوں کی بہتری کے لئے زندہ رہتی ہے۔

دوسری دنیا کے متعلق مختلف تصورات ہیں اکثر مغرب میں اور بعض اوقات اسے زیر زمین بتلایا جاتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ زمین پر واقع ہے یا سمندر کے نیچے۔ اور بعض اوقات آسمان میں۔ دوسری دنیا کا باقاعدہ حکمران تھا، پولی نیشیا کے مردوں کی دنیا کا سربراہ میرو تھا، لیکن ہوائی میں وہ ھیکیا کا شریک کار ہے، جزائر فیجی میں لوتھیا یا ایک دانت کا مالک رتی۔ مباتی ندوا حکمران تھا، نیوزی لینڈ میں گرج کا دیوتا تاوہکی کے حصہ میں مردوں کی دنیا کی بادشاہت آئی تھی، بعض اوقات اس سلسلہ میں سالوں کی عظیم خاتون کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

زمین، آسمان، چاند سورج اور ستاروں کی تشکیل و تخلیق کے بارے میں مختلف نظریات ہیں منہاسا۔ جزائر ہلاڈ، کیتھم جزائر، مغربی کیرولائنز، ملی نیشیا اور نیوزی لینڈ کی بعض اساطیر میں کرۂ ارض اور

Miru — Tinirau — Tangaroa
Tawhaki — Lotma — Hakea
Hine-nui-te-po

آسمانی دنیا کو ہمیشہ سے موجود دکھایا گیا ہے گلبرٹ جزائر میں ارض و سما نروآ لے اور اس کی بیٹی کو باتش نے تشکیل دیئے تھے۔ سوسائٹی جزائر کی اسطور کے مطابق فلک دیوتا تاؤآلے نے ایک بیضان (تمام چیزوں کی بنیاد) سے کر زمین اور آسمان کی اساس ڈالی سمندر کی طرح آسمان کو بھی اولین حقیقت سمجھا جاتا نیوزی لینڈ میں ایک اسطور شاعرانہ انداز میں ملتی ہے۔ رنگی آسمان) کو پیپا (زمین) سے محبت تھی، ابتدائی تاریکی اور بے حسی کے زمانے میں رنگی، پپا کے پاس آیا اور اس سے ہم آغوش ہو گیا۔ اور پھر ان کے بچوں نے جو دیوتا تھے انہیں ایک دوسرے سے جدا کرنے کا تہیہ کیا، تمام ہستیاں اور جاندار ان دونوں کے درمیان میں آ گئے تھے اس لئے ایک روایت کے مطابق آسمان نے خود اپنے بچوں (دیوتاؤں) کو اس ہم آغوشی کو ختم کرنے کے لئے کہا تھا، جب دیوتا زمین آسمان کو الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کرۂ ارض پر روشنی پھیل گئی۔

مذکورہ ممالک میں انسان کی آفرینش سے متعلق بھی بہت سی روایات اور اساطیر ہیں سنڈا ناؤ کے اماً قبیلے کے مطابق اولین انسان گھاس سے بنائے گئے تھے جن میں منتر پھونک کر جان ڈالی گئی۔ (سماٹرا، ایڈمیریلٹی جزائر) بعض اوقات سانپوں کے ذریعے (ربنو ہیبرائیڈز۔ ہوائی، نیوزی لینڈ ملبورن کے گرد و نواح میں آسٹریلیائی قبائل) یا ہوا (رنماس) یا اس سیال شے کے ذریعے جسے دیو آسمان میں سے لایا تھا۔ مغرب مشرقی یورنیو، ہیبر استنڈاناؤ کے ایک قبیلہ کے خیال میں دیوتا نے ان مدھتوں کا یا پھر کوڑے مارے۔ جنوبی آسٹریلیا میں خالق انسان نے اسے گدگدایا بعض اساطیر میں انسانوں کے خالق مدیوی دیوتا تھے، جو آسمان سے زمین پر اترے (کی جزائر۔ ہوائی شمالی آسٹریلیا)

بہت سی اساطیر میں انسان نے انڈوں سے جنم لیا۔ (ایڈمیریلٹی جزائر مشرقی جزائر فیجی) سمندری کچھوے سے (ایڈمیریلٹی جزائر) اولین انسان کے منجمد قطرہ خون (کلاٹ) سے (میلی نیشیا سنڈاناؤ مارشل جزائر نمواآ۔ کیتھم جزائر) میں زمین سے پیدا ہوئے، آسٹریلیا میں انسان بعض اوقات جانوروں اور بعض اوقات انسانی صورت میں پیدا ہوئے۔

آگ کے بارہ میں بھی کتنی ہی روایات اور اساطیر بکھری پڑی ہیں۔ بعض کہانیوں میں آگ کا مالک، جس سے آگ انسانوں کے لیے مستعار لی گئی اسے تیار کرتا اور اپنے جسم میں رکھتا تھا۔ (نوبا، نوگینیا) دنیا میں آگ ایک دیوتا لایا (نیوزی لینڈ کیتھم جزائر۔ مارکوئی سس)۔ ایک سانپ لایا (ایڈمیریلٹی جزائر۔ کوئینز لینڈ) کنگرو کی قسم کا ایک جانور لایا۔ (ارنٹا) وکٹوریہ کے ایک قبیلہ کے نزدیک آگ کو انسان آسمان پر سے لایا، یہ پاتال سے لائی گئی (نیو برٹین۔ نیوگینیا۔ پولی نیشیا

ا؎ Naruau

۲؎ Kobine

۳؎

۴؎ Papa ۵؎ Rangi ۶؎ Taatoa

کالا افریقہ

کالے افریقہ میں ہر جگہ مظاہر فطرت یعنی سورج، چاند، آسمان، پہاڑ اور دریاؤں کی پرستش کی جاتی ہے۔ نیگرو اس عظیم دیوتا کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ جس نے پہلے مرد و پہلی عورت کو تخلیق کیا جبکہ دوسرے یہ سمجھتے ہیں کہ اس دیوتا نے ہر مرئی اور غیر مرئی شے کو پیدا کیا ہے۔ افریقیوں کے درمیان تعویز گنڈوں کا عمل عام ہے اور ساحری پران کا ایمان ہے ان کے خیال میں دنیا اور دنیا کی ہر چیز جادوگر اور سحر کی مطیع ہوتی ہے ساحر ارواح کو بلا سکتے اور جادو کے زور سے اپنی قوت واستعداد میں اضافہ کر سکتے ہیں، مردوں کی ارواح اکثر جانداروں کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہیں یا درختوں کی ہو کر رہ جاتی ہیں، ہر خانوادہ کے جد داب نیم دیوتا یا سورماؤں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جنوب مشرقی افریقہ۔

مدغاسکر کے نیگرو ایک مہان دیوتا کی پرستش کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بزرگوں کی ارواح اور بدروحوں کے بھی قائل ہیں، بزرگوں کی ارواح دیوتاؤں اور زندہ انسانوں کے مابین رابطہ کا کام دیتی ہیں، سرداروں کی روحیں مگرمچھ اور عام آدمی کی روح جنگلی بلاؤ کے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے یہ نیگر وارواح کے حضور قربانی پیش کرتے ہیں۔

موزنبیق

موزنبیق کے باشندے ارواح اور تعویز گنڈوں پر یقین رکھتے ہیں، وہ بعض دیوتاؤں کو بھی مانتے ہیں، جن میں بارش اور گرج کا دیوتا ملولے[1] بہت اہم ہے، بعد از مرگ زندگی پران کا یقین ہے۔ اسی لئے وہ قبروں میں خوراک رکھتے ہیں۔ سردار مر جاتے تو تین زندہ غلاموں کو اس کے ساتھ دفن کر دیتے ہیں تاکہ دوسری دنیا میں اس کے کام آئیں، بہت سے مقامی لوگ چاند اور سورج کی پرستش کرتے ہیں بعض قبائل ایک فوق فطرت ہستی مولوکو[2] کو مانتے ہیں اور ایک غیر معمولی ذہین شیطانی قوت مائنی پاکے[3] کے قائل ہیں۔ ابتداً میں مولوکو نے زمین میں دو سوراخ کئے ایک میں سے مرد اور دوسرے میں سے خاتون برآمد ہوئی۔ دیوتا مساقی یقین رکھتے ہیں کہ ایک محافظ فرشتہ مرنے والے کی روح کو دوسرے جہان میں لے جاتا ہے مساقی مستقل کی زندگی اور موت کے بعد جزا و سزا کے بھی قائل ہیں گنہگاروں کو سزا کے طور پر ہمیشہ کے لئے بے آب و سحاب اور بنجر ریگستانوں میں بھیج دیا جاتا ہے جبکہ نیک لوگ ایک وسیع و عریض سرسبز چراگاہ میں ابدی امن سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں ان کی تحویل میں ان گنت مویشی ہوتے ہیں

Minepa [3] Muluku [2] Tilo [1]

جنوبی گروہ:

بش مین[1] اپنے صحیاتی اور مذہبی عقاید رکھتے ہیں رنگس سے ان کا قریبی تعلق ہے۔ تعویذ گنڈے اس بات کی علامت ہیں کہ وہ فوق فطرت قوتوں اور ارواح میں یقین رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں دنیا میں رہنے والی غیر مرئی ہستیوں کو صرف جادو کے ذریعہ ہی قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ وہ تمام اشیاء کے خالق دیوتا کین[2] کی پوجا کرتے ہیں۔ اگدراسیل (درخت) کی طرح ان کے یہاں بھی اومبو۔ رومبونگا[3] نامی درخت ہے جس سے انسان اور مویشی نے جنم لیا۔ خالق دیوتا کی بیوی کا نام کوٹی[4] ہے۔

کانگو

کانگو کے باشندے بتوں کے پجاری اور جادو ٹونے کے قائل ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بدنما چوبی مورتیاں انہیں جادو سحر سے بچاتی اور ان کی خوشیوں کی ضامن ہیں۔ رات کے وقت مرغ کا بانگ دینا اور کتے کا بھونکنا موت کی علامت ہیں۔ انگولا کے قبائل مہان دیوتا زمبو[5] کی پرستش کرتے ہیں۔ زمبو آسمان میں رہتا ہے اور موت کے بعد سب سے بڑا منصف ہے

نیاٹلنگ گروہ

مقامی لوگ تناسخ کے قائل ہیں اور ساتویں کی تعظیم کرتے ہیں سفید نیل کے شلک[6] کے درمیان ایک اسطور ملتی ہے جس میں انسانی نسل کے مختلف رنگ بتائے گئے ہیں۔ اور اس کی وجہ وہ مٹی ہے جس سے انہیں بنایا گیا ہے۔ جوک[7] دیوتا وہ دیوتا تھا جس نے روئے زمین کے انسانوں کی تشکیل و تخلیق کیا تھا۔ سفید فام لوگوں کی سرزمین میں اسے سفید مٹی یا ریت ملی۔ چنانچہ اس مٹی سے انسان بنا دیا۔ پھر وہ مصر میں آیا اور نیل کی گارا سے بادامی رنگ کا آدمی بنا دیا۔ پھر وہ شلک کے پاس آیا، وہاں کالی مٹی تھی لہٰذا اس نے اسی مٹی سے انسان تشکیل دیا

سوڈان اور والٹا کے قبائل:

سوڈان میں اکثریت مسلمان ہو گئی ہے، لیکن میڈنگا قبیلے کے بہت سے لوگ مادہ پرستی کے عقیدے پر قائم ہیں۔ وہ بہت سی بدروحوں پر یقین رکھتے ہیں اور انہیں قربانی پیش کرتے ہیں

گینی آ اور سینی گمبیا۔

یہاں زمین کی دیوی بھی ہے اور فصلوں کا دیوتا بھی۔ آسمان، بارش، طوفان اور برق وغیرہ کے دیوتاؤں کا تصور بھی موجود ہے۔ بھینسے سردار دیوتا۔ ارواح کو مہان دیوتا نیامیا[8] کے سامنے پیش کرتا ہے

---

[1] Bushmen [2] Cagn [3] Omumborombonga [4] Coti [5] ... [6] ... [7] ... [8] Nyamia

عرب :

اسلام قبول کرنے سے قبل عرب خلیج فارس، بحر ہند اور بحیرۂ احمر کے درمیان ایک وسیع و عریض جزیرہ نما میں بکھرے ہوئے تھے ان کا مذہب فطرت و مادہ پرستی تھا یعنی درختوں اور پتھروں کی پرستش کرتے تھے ان کے خیال میں یہ کائنات بد ارواح، فیض رساں اور کینہ جو جنوں اور خوفناک عفریتوں سے اٹی پڑی تھی جو مختلف صورتیں اختیار کر کے انسانوں کو ضرر پہنچاتے اور خوش ہوتے تھے پتھروں میں عقیدے کے باعث بت گری کو تحریک ملی یہ بت پتھروں کے ٹکڑوں کے سوا اور کچھ نہ تھے۔ مثلاً منات نامی دیویاں جن کی کو دیر میں تعظیم و تکریم کی جاتی تھی ال۔ لات[1] کی پرستش طائف میں کی جاتی تھی۔ ہیرو ڈوٹس نے ال لات[2] کے نام دیا ہے۔ عرب بھی بہت سے دیوی دیوتا تھے ہوبت[3] نے اپنی تصنیف تاریخ عرب، میں ان میں سے پچاس نام گنوائے ہیں جنوب کے عربوں کے درمیاں وہ تفریق قائم کرتا ہے۔ ان کے مابین الطہر[4] (سورج دیوی) الکریتہ[5]، حوبس[6]، المقہ[7]، خول[8]، اور سین[9] (چاند دیوتا) جس کا تصور آشوریہ اور بابل سے لیا گیا تھا، دیوی دیوتاؤں کی دھوم دھام تھی، شمال کے عربوں میں الات (زہرہ سیارہ) رودا[10] (شام کا ستارہ) لات[11] رحم[12] اور کاہی ال کوم[13]۔ (زنا اور صلہ دینے والا دیوتا، جو شراب نہیں پیتا تھا)، کے نام لئے جاتے تھے۔ قرآن حکیم میں بھی چند دیوتاؤں کا تذکرہ ہوا ہے دوسرے پانچ بت یعنی ود[14]، سواع[15]، یاغوث[16] (شیر کی شکل میں) یمن کے شمال میں اس کی پوجا کی جاتی تھی یا اس سے دو جور وکتا اور رکھتا ہے، اور نسر[17] (گدھ) شامل تھے۔

اہل قریش میں یل عزا نامی دیوی کی بھی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی، خیال ہے کہ اس کے حضور انسانی قربانی پیش کی جاتی تھی، کوزاہ[18]، طوفان اور بادل کا دیوتا تھا وہ ایستادہ پتھر مکہ میں اب بھی اسف اور نیلا کی نامزدگی کرتے ہیں، اسلام سے قبل مشہور کعبہ مکہ میں عربوں کا مقدس حرم تھا، اور یہیں سنگ اسود تھا جس کا تعلق ایک عام عقیدہ سے تھا۔ یہاں پر عرب علاقے سے زائرین آتے تھے جب ایبے سینیا کے جنرل ابرہہ نے کعبہ کو گرانے کی قسم کھائی اور اپنے لشکر کے ساتھ مکہ کے سامنے پہنچا تو اس کے ہاتھی نے شہر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، ادھر ابابیلوں کا ایک لشکر چونچ میں مسور اتنے بڑے کنکر لئے نمودار ہوا یہ کنکر سپاہیوں کے جسموں میں سے پار ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ابرہہ کا لشکر بھاگ اٹھا۔

---

۲ El-Lat ۳ alilat ۴ AnKarih ۵ Haubs

۶ elmaKun ۹ Khol ۱۰ Sin ۱۱ ruda ۱۲ Kahnam

۱۳ haialkam Caign Wadd SUWA ۱۶ yaghot

۱۹ Sar ۲۰ El-ozz ۲۱ Kozam

محیّر العقول مخلوق

جس طرح اقوامِ عالم کی دیو مالائی کہانیوں میں دیوی دیوتا دلکش اور حسین وجود اپنانے سے قبل، محیّر العقول اور عجیب و غریب تراش خراش کے مالک تھے۔ اسی طرح چین جاپان اور کوریا وغیرہا کے دیوی دیوتا اژدہا کے گوناگوں روپ میں پربت پربت وادی وادی اور بن بن بھٹکتے پرواز کرتے اور بل کھاتے لہراتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے کہیں پر و شہپر اور کہیں نوکیلے کٹیلے سینگ میسر ہیں۔ چینی اژدہا کئی جانوروں کا آمیزہ تھا۔ قدیم مصنف وِنگ فو[1] لکھتا ہے۔

"اس کا سر اونٹ کا، سینگ بارہ سنگا کے، آنکھیں عفریت کی، کان گائے کے پنجے عقاب اور تلوا شیر کا ہے۔ اس کے سر پہ ایک گولا سا ہے جس کی اعانت سے وہ فضا میں پرواز کرتا ہے۔ اس اژدہا کے تین نمایاں حصے ہیں۔ پہلا سر سے کاندھوں تک، دوسرا شانوں سے چھاتی اور تیسرا چھاتی سے دم تک۔ یہ اژدہا محافظ بھی ہے۔ اور تباہ کار بھی۔ اس کا ہر پاؤں کے پانچ پنجے ہیں۔ نر اژدہا گل مچھے رکھتا ہے اور گلے میں یا ٹھوڑی کے عین نیچے ایک تاباں موتی ہوتا ہے۔ مادہ اژدہا کے سر پر لہراتے سینگ ہیں اور ناک سیدھی۔"

چین جاپان اور کوریا میں گھوڑے نما اژدہا تھے۔ گائے اور مچھلی نما مینڈک تھے۔ سب پردار، جلد مچھلی صفت، چیتا اژدہا کا دشمن ہے۔ لیکن ان جگہوں پر چیتے نما اژدہا بھی اکثر دکھائی دیتے ہیں۔

اژدہا آب و باراں کا دیوتا تھا اور چیتا بنوں اور پربتوں کا۔ دوسری اقوام کے دیوی دیوتاؤں کی مثال، چینی جاپانی اور کوریائی اژدہا دیوتا بھی مختلف روپ میں نمایاں اور ہویدا ہوتے رہے ہیں۔ کبھی جوان، کبھی پیر اور کبھی جمیل و شکیل دوشیزہ یا ڈراونی چڑیل کے پیکر میں، صورت چاہے جو ہو لیکن اس کا تعلق پانی سے رہا ہے۔ وہ بارش کا آقا اور گھن گرج کا دیوتا ہے اور یوں ہندوستانی اندر، ہیلینی زیئس، بابلی مردوک، ایشیائے کوچک کے ترکو اور شمالی یورپ کے تھور اور امریکیوں کی "ٹلےلک" سے اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

چین میں اژدہا دیوتا کا تصور اب بھی موجود ہے۔ وہ اوّلین ماہ کی پندرہ تاریخ کو بانس لینن اور رنگین کاغذوں سے بنے ہوئے اژدہا کی معیت اور رفاقت میں جلوس کی صورت گلیوں بازاروں میں سے گذرتے ہیں۔

---

[1] Wang Fu

چین میں مشہور تھا کہ ایک آبی افعی پانچ سو سال میں کیاؤ[1] ایک کیاؤ ہزار سال میں لنگ[2]۔ ایک لنگ پانچ سو برس بعد کیو لنگ[3] اور اسی طرح کیو لنگ ہزار سال بعد ینگ لنگ[4] میں مبدل ہو جاتا ہے۔

اہل ملیشیا تفاخر سے کہتے کہ تمام کائناتی اشیا کی خالق ایک خاتون ہے اور اسی نے تمام زمینیں پیدا کی ہیں۔ شمالی ہند میں ناگ اور عقاب دونوں ہی دیوتائی صف میں شامل تھے یورپی اور عربی کہانیوں میں ہیرو اژدہا کا دل چبانے کے بعد سارے جانوروں کی بولیاں سمجھنے لگتا ہے۔

چین میں نودم کی ایک لومڑی کا ذکر ہے۔ اسی طرح ایک چینی کہانی "نیلا لڑکا" میں ونگ شو ایک فٹ کے نیلے رنگ کے لڑکے کو جس کے ہاتھ میں ایک آبی پودا ہے۔ سرخ مچھلی پر سوار آبشار کے شفاف پانی میں سے نکلتے اور مشرق میں پرواز کرتے دیکھتا ہے۔

چین اور جاپان کے بدھ مندروں اور معبدوں میں ایستادہ صنوبر اور چیڑ کے اشجار، سمندر کے پانیوں میں سے نمودار ہونے والی نوق فطرت روشنیوں میں جگمگا اٹھتے ہیں جب کوئی روشن قندیل سمندر کی جانب سے بڑھتی ہوئی آتی۔ اس وقت درخت کی سب سے اونچی شاخ پر ایک ننھا سا بچہ (آسمانی) بیٹھا نظر آتا۔ جو ایک بدھ راہبہ واژدہا خاتون کو دیکھتا جس کے ناخنوں سے پنج رنگی روشنیاں پھوٹتی ہیں۔ اسی طرح ایک کہانی میں ایک ہیرو دیوتا ایک بڑھیا کے پاس جاتا ہے جس کا ناخن تیزی سے لمبا ہوتا اور اس سے آتشیں دھارا نکلتی۔

روس میں ہیی اوری[5] نامی بھوت نما مخلوق ہے جو جھاڑ جھنکار کو پھلانگتی پھرتی ہے انتہائی خطرناک ان کا ایک پاؤں ایک بازو اور ایک پہلو ہے (یعنی نصف آدمی) روسی کسان

---

[1]: Kiao

[2]: lung قرص دار اژدہا

[3]: kiao lung سینگ دار اژدہا۔

[4]: Ying lung پر دار اژدہا

[5]: Hai Uri

کوہستانی گپھاؤں میں رہنے والی خوبصورت جنگلی خواتین کو بھی جانتے ہیں۔ چوکور سروں والی ان خواتین کے حسین ابدان بالوں میں مستور ہیں۔ وہ ٹولیوں میں پھرتی ہیں۔ اور جب دوڑتی ہیں تو اپنی چھاتیاں شانوں پر لٹکا لیتی ہیں۔

ڈائی ڈشکا وڈیانائے[1] روسی پانیوں کا جد امجد بہت شاطر ہے اور صورتیں بدلتا رہتا ہے۔ آدھی رات کے وقت پانی میں تیرنے والوں کو ڈبو دیتا ہے۔ غرقاب اور لاوارث لڑکیوں سے شادیاں کرتا ہے۔ چاندنی راتوں میں رقص کرنے کا شائق ہے۔ یہ دیوتا پانی میں عظیم ہے۔ اور خشکی پر کچھ بھی نہیں دن کے وقت یہ جھیلوں سمندروں اور دریاؤں کی تہوں میں چھپا رہتا ہے۔ اور راتوں میں مویشی چرانے کو نکلتا ہے۔ روسی اس کے پانی میں شرابور اور کیچڑ آلود کپڑوں اور لمبے نرسلوں کی ٹوپی کے سبب اسے پہچان لیتے ہیں۔

اسکیموؤں کا دھوکہ باز ہیرو ریوّن[2] وہیل مچھلی کے معدہ میں چلا جاتا ہے اور ایک خوبصورت کمرہ کے سامنے جاکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس کے ایک کونے میں دیا جل رہا ہے۔ اور دوسرے کونے میں ایک خوبرو دوشیزہ بیٹھی ہے۔ مچھلی کی ریڑھ نے اس کمرے کی چھت کا سہارا دیا تھا۔ یہ ہیرو اس کمرے میں چار دن رہتا ہے۔ اسی طرح جنوبی افریقہ کے زولو قبیلے کی ایک کہانی ہے۔ جس میں دو بچوں کی ماں کو ایک ہاتھی ہڑپ کر جاتا ہے۔ بچوں کی ماں ہاتھی کے معدہ میں گھنے جنگلات، طویل دریا، پہاڑیاں اور جھونپڑوں میں آباد لوگوں کی بستیاں دیکھتی ہے۔

برٹینز کی دیومالا میں تیرہ محیر العقول اور طلسمی اشیا بہت مشہور ہیں۔ پاتال کی ملکہ ریہیانون کے پاس تین پرندے ہیں۔ جب وہ گاتے ہیں تو مردوں کو زندہ اور زندوں کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ عمرو عیار کی زنبیل کی طرح ایک جرمیں تھیلا بھی دکھائی دیتا ہے جو کسی صورت میں نہیں بھرتا۔ لیئر دیوتا کا بیٹا مینن شاہ آرتھر[3] کو ایک نقرئی شاخ دیتا ہے۔ جس میں زرّیں سیب لگے ہیں اس شاخ کو ہلانے پر ایک سحر آفریں موسیقی پیدا ہوتی ہے جس سے زخمی بیمار اور افسردہ انسان اپنی تکالیف بھول کر خوابِ شیریں کے مزے لینے

---

[1]: Dyedushka Vodyanoy

[2]: Raven

[3]: Carmac

لگتا ہے۔

پاتال دیوتا بران آئرلینڈ پر حملہ کرتا ہے۔ وہ سمندر میں سے گذرتا ہے اور اس طرح دکھائی دیتا ہے کہ جیسے جنگلات سے ڈھکا ہوا کوئی پہاڑ بڑھا چلا آرہا ہے۔

ارض و سما کے بیچ ایک پُل ہے جس سے زمین و آسمان پر آنا جانا لگا ہے۔ یہ پل جاپان میں بھی ہے۔ اور شمالی یورپ یعنی سکنڈے نیویا وغیرہ میں بھی۔ سکنڈے نیویا میں تو اس پل کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا ہے۔ بائی فرسٹ (دھنک) نامی اس پل کی چوٹی پر ارڈ[1] ورڈینڈی[2] اور سکلڈ[3] نام کی تین نارنز[4] (قسمتیں) رہتی ہیں۔ اس پل کی حفاظت کا باقاعدہ انتظام ہے۔ یہاں دیوی دیوتاؤں کے دارو غا اور نو عدد ماؤں کے بیٹے ہیمڈل کا پہرہ ہے۔ جو ہر آن ہر گھڑی چوکنا رہتا ہے۔ دیوی دیوتا اسی پُل کے راستے زمین و آسمان پر آتے جاتے ہیں۔ ہیمڈل کے پاس ایک[5] بگل بھی ہے۔ جب کوئی اجنبی اس پل پر پہنچتا ہے تو ہیمڈل بگل بجا کر دیوتاؤں کو چوکنا کر دیتا ہے۔

داستان امیر حمزہ (طلسم ہوشربا) میں اس سے بھی زیادہ اہتمام ہے۔ وہاں دریائے خون پر پُل پریزاداں ہے جس کی کئی منزلیں ہیں۔[6]

یوں تو ہر قوم اور ہر ملک کی صنمیات عجوبوں سے بھری ہے لیکن سکنڈے نیویا کے اصنام پرستوں کے ہاں عجوبوں کا عجوبہ ایک کائناتی درخت ایش[7] ہے۔ جس کا نام اگدراسل[8] ہے۔ اس درخت کے ذریعے تینوں دنیاؤں یعنی زمین آسمان اور دوزخ کے ساتھ ان کا رابطہ ہے۔ اس درخت

1: Urd

2: Verdandi

3: Skuld

4: Norns

5: Gjaller

6: داستان امیر حمزہ میں طلسم ہوشربا اور دوسرے طلسمات کے گرد اس سے بھی کڑے پہرے ہیں پل پریزاداں اس کی بہترین مثال ہے

7: ash-tree

8: Ygdrasil

کی جڑیں سرد اور تیرہ و تار خطے نفلہیم (مردوں کی دُنیا) میں ہیں جن پر ندھوگر نامی عفریت اژدہا بیٹھا منہ چلاتا رہتا ہے۔ اس کی پھنگ پر ایک شاہین کا بسیرا ہے۔ اس کی شاخوں تلے نارنز مبیٹھتی ہیں، "رٹاٹاسک" نام کی گلہری اس درخت پر اوپر نیچے دوڑتی رہتی ہے۔ اور چوٹی اور جڑوں کے بیچ جھگڑے اور فساد کے بیج بوتی رہتی ہے۔

خوفناک اور عجیب الخلقت مخلوق کے سلسلے میں بھی دیو مالائی داستانیں اور کہانیاں ہم آواز اور ہم لے ہیں۔

سومیریوں کے گلّا اور ہوا وا نامی عفریت، بابلیوں کا ھمبابا، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی چڑیلیں[1]، فرانس کے "ڈریکو" آئرلینڈ کے کنوؤں میں سے نکل نکل کر پرواز کرنے والے اژدہا فومز سردار بیلر، دیو پیکروں کا سردار ہا بھرن، آسٹریلیائی تھرڈڈ جمبو، کین کینگ، بابل کے آبی عفریت، چین جاپان اور کوریا کے اژدہا دیوتا، کریٹ کا بھینسے ایسے سر کا مینا ٹور، یونان کی میڈوسہ، سر بیرس اور پا ئتھن اژدہا، آرائش محفل کی حاتم اور ہندو دیو مالا کا گرڑ، گنیش دیوتا اور ہنومان وغیرہ عجیب الخلقت حیران کن اور ہولناک تو ضرور ہیں۔ لیکن قدم قدم پر دامنِ دل کھینچتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اردو کی بیشتر داستانوں کا دیو مالا سے کوئی ناتا نہیں۔ لیکن پھر بھی اساطیری کہانیوں کا ہر ذائقہ ان میں موجود ہے۔

مردوں کی دنیا

قریباً قریباً ہر قوم اور ملک کی صنمیات میں دوزخ اور فردوس یا جزائر رحمت کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ انسانی ذہن ازمنہ قدیم سے ہی حیات و ممات، خیر و شر، نیکی بدی اور جزا و سزا کا قائل رہا ہے۔

---

[1]: سیاہ فام انس کا جنگلہ ڈین نامی پہاڑی کا ایک غار تھا جو اب مٹی سے پُر ہو گیا ہے۔ اس غار پر شاہ بلوط کا ایک درخت تھا جس کی گھنی شاخوں میں یہ چڑیل چھپی رہتی انسان خصوصاً بچوں پر خوب جھپٹتی اور انہیں ہڑپ کر جاتی۔ ایک مقامی ادیب کے بقول جو بچے پہاڑی پر کھیلنے آتے وہ انہیں پکڑ کر اپنے جنگلہ میں لے جاتی۔ قدیم دور میں جزائر برطانیہ میں یہ، درخت اور غار کی عفریت دیوی تھی۔ جسے بچوں کی بھینٹ دی جاتی۔

سومیریوں کے ہاں عالمِ ظلمات (پاتال) تھا۔ جس کے تین دیوتا تھے۔ ننا (چاند دیوتا) کے بھائی اور ان لِل (دیوتا)، اور ننلِل (دیوتا) کے بیٹے مس لم تیا (نرگل)، اور ننازو (ان کے نام تھے (تیسرے دیوتا کا نام برآمد شدہ لوح پر مٹ گیا ہے) آننا (جنسی محبت، حسن جنگ، غیض، تولید اور زرخیزی کی حسین وجمیل دیوی بابلیوں کی عشتار) کی بڑی بہن اُرشکی گل ملکہ ظلمات اور مس لم تیا کی بیوی تھی۔ ارشکی گل کا لاجوردی محل تھا جس کے مقفل پھاٹکوں پر ہمہ وقت نگران موجود رہتے۔ جن کا انچارج نیتی تھا۔

یونانیوں کے ہاں تو محض ارواح ہی کیرن نامی ملاح کی کشتی میں بیٹھ کر دریائے سٹائکس کو عبور کرتیں اور پاتال میں پہنچتی تھیں۔ لیکن یہاں رُوح کے ساتھ جسم بھی کشتی کے ذریعے عالمِ ظلمات میں پہنچتے تھے۔ جن کا محاسبہ ہوتا۔ اُتو (سورج دیوتا) اعمال کی جانچ پڑتال کرتا۔ کبھی یہ فرائض ننا (چاند دیوتا) بھی سرانجام دیتا تھا۔ یہاں سات منصفین بھی تھے۔ نیک ارواح خوشیوں اور انبساط سے ہمکنار ہوتے۔ اور اُن کی ہر خواہش پوری کی جاتی یہاں نیک وبد سبھی پہنچتے۔ یہاں پہنچنے والوں کو ان کے مرتبے اور منصب کے مطابق جگہ دی جاتی۔ اعلیٰ ترین مقام شاہان اور دیوتاؤں کے لئے مخصوص تھا۔ سومیریوں کے ایقان و عقائد کے مطابق عالمِ ظلمات میں پہنچنے والے عالمِ بالا میں واپس بھی جا سکتے تھے بشرطیکہ وہ کسی اور کو اپنی جگہ بھیجنے کا اہتمام کرتے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اننا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ خطہ ظلمات کے کچھ ضابطے اور قوانین بھی تھے۔ مثلاً یہاں کے باسیوں کو عریاں رہنا پڑتا اس ضابطہ پر سختی سے عمل کرایا جاتا۔ چنانچہ جب آننا عالمِ ظلمات میں پہنچی تو احتجاج کے

---

۱ : اُرشکی گل کو کُر زبردستی اغوا کر کے پاتال میں لے گیا تھا۔ یہ واقعہ یونانیوں کی اس کہانی کا پرتو ہے جس میں دیوتا ہیڈیز نے ڈیمیٹر کی حسین اور خوبرو بیٹی پرسیفونی کو اتا کی خوبصورت وادی میں سے اُڑا لے جاتا ہے۔

۲ : بعد کے زمانے میں یہ سومیری عقیدہ پورے مشرقِ قریب اور بحیرہ رُوم کے ممالک میں پھیل گیا تھا۔ یونانیوں کے ہاں بھی یہ عقیدہ موجود تھا۔

۳ : بابلی دور کی ایک نظم "عشتار کا سفر ظلمات" میں عشتار اپنے عاشق تموز کو لینے پاتال میں پہنچی ہے۔ بائبل میں بھی اسے تموز ہی کہا گیا ہے۔

باوجود ہر دروازہ پر اس کے کپڑے اور زیورات اُتروا لیے گئے۔ یہاں تک کہ ساتویں دروازے پر وہ پوری طرح برہنہ ہو چکی تھی۔ اسے سات خوفناک ججوں "اَنوناکی" کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو اُنہوں نے "موت کی آنکھ" اس پر گاڑ دی چنانچہ وہ مر گئی پھر اس کی لاش ایک میخ سے آویزاں کر دی گئی۔ دُوموزی (چرواہا دیوتا) کے عوض اننا کو یہاں سے نجات ملی۔

عالم ظلمات میں دن کے وقت خوفناک تاریکی چھائی رہتی۔ لیکن رات میں سورج کی واپسی پر یہ خطہ روشنیوں سے جگمگا اُٹھتا۔ مہینے کی اٹھائیسویں کو چاند بھی یہاں آ نکلتا۔ بعض دیوتاؤں کو بھی سزا کے سلسلہ میں یہاں بھیج دیا جاتا۔ عالم ظلمات میں پولس کی قسم کے افسر بھی تھے جنہیں گلاّ کہا جاتا۔ سومیریوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اَروک (اروگ، بابل، اریخ) شہر میں کہیں ایسا روزن ہے جس کے ذریعے دوسری دنیا (مُردوں کی دنیا) میں آیا جایا جا سکتا ہے۔ بعد کے یونانیوں بلکہ جاپانیوں کے ہاں بھی یہ تصور ملتا ہے۔ قدیم مشرقِ وسطیٰ اور دیگر اقوام مثلاً اکادی بابلی، اشوری (عراق) ایلامی (ایران) اناطولیہ (ترکی) کے حطّی حرّی، اسرائیلی کنعانی، شام اور فلسطین کے باشندے بھی سومیری اساطیر سے متاثر ہوئے۔

جزیرہ کریٹ میں عظیم ماں خاتون اژدہا کی صورت میں پاتال کی دیوی تھی۔ کریٹ کے باشندوں کا بھی یہی خیال تھا کہ پاتال کا راستہ غاروں میں سے ہو کر جاتا ہے۔ کریٹ کے حکمران می ناس[1] نے کریٹ کو قوانین دئیے تھے اسے مرنے پر اُسے ہیڈیز میں جج بنا دیا گیا تھا۔ اوڈیسی میں یولی سس اس کی گواہی دیتا ہے جس نے پاتال میں اسے دیکھا۔ یونان میں پاتال کا حکمران ہیڈیز ہے جو اپنے سیاہ گھوڑوں والے رتھ میں پاتال سے اچانک نمودار ہوتا ہے ایلیڈ کے مطابق ہیڈیز کی سلطنت زیرِ زمین یعنی پاتال میں گمنام جگہوں پر ہے۔ اوڈیسی کی رُو سے اس کا راستہ دُنیا کے آخری سرے سے شروع ہو کر سمندر کے پار جاتا ہے شعرائے متاخرین کے خیال میں اس مملکت میں داخل ہونے کے بہت سے راستے ہیں۔ جو غاروں گپھاؤں اور مختلف گہری جھیلوں میں سے گذرتے ہیں۔

ورجل کی رائے ہے کہ یہ جگہ تین ناقابل عبور فصیلوں اور دریائے فلیجی تھن کے کھولتے پانیوں میں گھری ہے۔ شعرائے متاخرین کا کہنا ہے کہ یہاں نیک و بد کو سزائیں ملتی ہیں مرنے

---

[1]: Minos

والوں کی ارواح کیرَن[1] کی کشتی میں بیٹھ کر دریائے ایکیرآن[2] عبور کرتی ہیں ۔ اور پھر پاتال (ہیڈیز) میں داخل ہوتی ہیں ۔ وہ لوگ جن کی تدفین نہیں ہوتی ۔ یا رسم و رواج کے مطابق جن کی صحیح طور پر تدفین نہیں کی جاتی ۔ ان کی بدنصیب روحوں کو دریائے ایکیرن کے دونوں جانب ہمیشہ بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ اور وہ دریا کے کناروں پر اُگے ہوئے نرسلوں کو نوچتی رہتی ہیں ۔

باب ہیڈیز پر تین سر کے اژدہا سربیرس کا پہرہ ہے ۔ وہ ارواح کو اندر تو آنے دیتا ہے لیکن باہر نہیں نکلنے دیتا ۔ یہاں روح کو تین منصفین کے سامنے پیش ہونا پڑتا ہے ۔ وہ بدوں کو بدی کی سزا دیتے ہیں اور نیک ارواح کو جائے رحمت یعنی الیزیئم میں بھیج دیتے ہیں ۔ ہیڈیز اپنی حسین ملکہ پرسیفونی کی سنگت میں مُردوں اور دوسری قوتوں پر حکمرانی کرتا ہے ۔

شمالی یورپ یا سکنڈے نیویا کے قدیم باشندے بھی مُردوں کی دُنیا کے تصور سے بیگانہ نہ تھے وہ جزا و سزا کے قائل تھے ۔ اور انہوں نے اقوامِ عالم کی طرح اپنے آپ سے دور ۔ ۔ ۔ بہت دور تاریک سرد اور گمنام خطوں میں مُردوں کی دنیا آباد کر رکھی تھی ۔ ان کی اس زیرِ زمین دُنیا کا نام نیفل ہائم[3] تھا ۔ نفلہیم نو خطوں پر مشتمل زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں ایک سرد ترین اور تیرگیوں بھرا خطہ تھا ۔ سومیریوں کے عالمِ ظلمات کی ملکہ ارشکی گل (۔۔ دیوی کی بڑی بہن) کی طرح یہاں کی حکمران بھی ایک خاتون یعنی لوکی کی بیٹی ہیل تھی ۔ سومیریوں کی اننا دیوی بن سنور کر اور ہیرے جواہرات کو جزوِ بدن بنا کر عالمِ ظلمات کا سفر کرتی ہے ۔ اور وہاں ماری جاتی ہے اُسے دوموزی (چرواہا دیوتا) کے عوض مُردوں کی تاریک دُنیا سے زندوں کی روشن دنیا میں لایا جاتا ہے ۔ اسی طرح مہا دیوتا اوڈن کا بیٹا بالڈر دیوتا کے مُردہ جسم کو نیفل ہائم سے لے کر اِس دُنیا میں آتا ہے ۔ سومیریوں کے ہاں انسان کے بدلے انسان یا مُردہ کے بدلے مُردہ کی شرط ہے ۔ لیکن یہاں ایسی کوئی

ا : Charon   ۲ : Acheron

۳ : Niflheim   مُردوں کی دنیا یا عالمِ ظلمات کی عموماً کوئی نہ کوئی ملکہ ضرور ہوتی ہے یونانیوں کے ہاں یہ سعادت پرسیفونی کو مِلی ہے جبکہ رومیوں نے یہ اعزاز پروسرپین کو بخشا ہے ۔

بات نہیں۔ نیفل ہائم کے نرخطے مردوں کے لئے مخصوص تھے۔ اور انہیں ان کے کردار اور افعال کے مطابق یہاں رکھا جاتا تھا۔

سکنڈے نیویا کی دیومالا میں نفلہیم کے علاوہ زیرِ زمین ایک اور خطہ بھی تھا جس کا نام مسپل ہائم[1] ہے اور یہ مسپل یا بے قابو آگ کا گھر تھا۔ جہاں آگ دیوتا سرٹر[2] کی حکمرانی تھی۔ اسی سرٹر کے بیٹوں نے رگینا نامی دن کو اس دنیا کو جلا کر خاکستر کیا تھا۔ نفلہیم اور مسپلہیم خطوں کو جنگ گیپ نامی ایک خوفناک تنگنائے یا خلا ایک دوسرے سے جدا کرتا تھا۔

سومیریوں کے ہاں فردوس کا تصور بھی تھا۔ سومیری روایت کے مطابق دلمون[3] ایک ایسا ارضی فردوس تھا۔ جہاں برکتوں اور رحمتوں کا ظہور و سرور تھا۔ دیوتاؤں نے دلمون کو شیریں اور صاف پانیوں، روئیدگی، صحت و تندرستی، ابدی و سرمدی شباب سے سجایا تھا۔ کائنات کی آفرینش کے آغاز میں سومیری دیوی دیوتا اپنا بیشتر وقت یہیں آکر گذارا کرتے۔ سومیریوں کا یہ ارم طلوعِ آفتاب کی سرزمین یعنی مشرق میں واقع تھا۔ جہاں فنا کا گذر نہ تھا۔ مقدس بائبل کی جنت 'باغ عدن' بھی مشرق میں تھی۔ جب انکی[4] دیوتا نے سومیر کی ایک پسندیدہ و برگزیدہ شخصیت زیوسدرا کو طوفانِ عظیم کی ہلاکت خیزیوں سے بچا لیا۔ تو ان لل[5] دیوتا نے اسے ابدی زندگی عطا کر کے بابرکت اور رحمت بار دلمون میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ دنیا کا قدیم ترین ہیرو گلگامش بھی حیاتِ ابدی کا راز معلوم کرنے کو اس سے ملنے دلمون آیا تھا۔

مختلف ممالک کی اساطیر میں رحمتوں کے جزائر بھی ہیں۔ لیکن ان تک کسی کی رسائی نہیں محض وہی خوش نصیب انسان وہاں پہنچتے جنہیں دیوی دیوتاؤں کی اعانت حاصل ہوتی یا پھر وہ کسی انعام کے مستحق ہوتے۔ سومیریوں کی ایک قدیم ترین کہانی "قصہ فردوس" میں شجر ممنوعہ بلکہ شجرہائے ممنوعہ کا تصور بھی موجود ہے۔ اس منظوم کہانی کے بموجب انکی

---

1 : Muspellheim

2 : Surtur

3 : اکادی اور بابلی اسے تلمون یا تلمن کہتے تھے۔

4 : میٹھے پانیوں اور عقل و دانش کا دیوتا۔

5 : سومیریوں کا دوسرا بڑا دیوتا اور طوفان کا آقا۔

دیوتا نے مادر کائنات ننِ ہُرسگ کی رضا اور آگاہی کے بغیر آٹھ پودے (شجرہائے ممنوعہ) کھا لیے تھے۔ جس کی پاداش میں اس پر عذاب نازل ہوا۔ اور وہ مرض الموت میں مبتلا ہوگیا۔ مقدس بائبل (کتاب پیدائش) کی رو سے خداوند نے بھی اسی قسم کی غلطی پر (نیک و بد کی پہچان کا پھل کھانے پر) آدم کو باغِ عدن یعنی جنّت سے نکال دیا تھا۔ سومیریوں کی جنّت اور بائیبل کی جنّت (باغِ عدن) دونوں مشرق میں تھیں۔ عین ممکن ہے کہ بائیبل مقدس کی کتاب پیدائش کے دوسرے باب کی آٹھ تا پندرہ آیات میں جس باغ عدن کا تذکرہ ہے۔ اس سے مراد یہی سومیری جنت یعنی سرزمین دلمون یا دلمن ہو۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیلی سومیری عقائد و افکار سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ بقول ابنِ حنیف

"اس کہانی (سومیریوں کی قدیم ترین کہانی قصہ فردوس) میں متعدد مقامات ایسے ہیں جن سے بائیبل کی کتاب پیدائش میں بیان کردہ فردوسی کہانی کے عقائد و نظریات مشابہت رکھتے ہیں۔ اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں کہ سومیریوں کے مذاہب اور لٹریچر سے عبرانی بہ الفاظ دیگر اسرائیلی متاثر ہوئے تھے[1]۔"

جاپانیوں[2] کے ہاں باغ فردوس (بحری اژدہا) شاہی ارم اور تیرہ و تاریوی (ہیڈیز) تھا ان کے عقائد کے مطابق جنت و جہنم دونوں پاتال میں تھے۔ چینی جاپانی قصص میں نیک ارواح کو اپنی پر سے خصوصاً کلنگ، اور بگلے بہشت میں لے جاتے تھے۔

رحمت کے جزائر

مصر، برصغیر اور دیگر ممالک کی طرح چین اور جاپان میں بھی رواں اور غیر مرئی جزائر تھے مشرقی سمندر میں رحمت کے ان جزائر کی تعداد پانچ تھی۔ یعنی تائیو، یوان چیاؤ، فنگ ہو، ینگ چو اور پی ینگ۔ لائی۔ کہیں ان کی تعداد تین اور کہیں دس بھی ہے۔ رحمتوں کے ایک جزیرہ کا تو چینی اساطیر میں خصوصی تذکرہ ہے۔ جس کا راستہ زرد دریا میں سے ہو کر جاتا ہے۔ اس زرد دریا کا نام ہوانگ ہو ہے۔ اور اس کا منبع آسمانوں میں ہے۔ برصغیر کی گنگا بھی گگن

---

[1]: دنیا کا قدیم ترین ادب ص ۲۶۲

[2]: جدید جاپان کا سرکاری مذہب شنتو ہے بدھ مت عوامی مذہب ہے لیکن یہ بھی شنتو دیومالائی اثرات سے بھرا پڑا ہے۔

سے گری تھی۔ اور مصر کے دریائے نیل کا سرچشمہ بھی افلاک میں تھا۔ چین کے رحمتوں بھرے جزائر میں لافانیت حاصل کرنے والا انسان ہی پہنچ سکتا تھا۔ یا پھر وہ شخص جسے فردوس میں منتقل کیا گیا ہو۔ ایک شخص کو وہاں زمین پر اپنا دوسرا جنم لینے ۔۔ رہنا پڑتا تھا۔ جزیرہ فردوس کو فقط چند سورماؤں (ہیروز) نے دُور سے دیکھا تھا۔ ان کے بقول:۔

• بادلوں میں ملفوف اس خوبصورت جزیرے میں سونے چاندی کے محل ہیں۔ مرد و زن گورے چٹے اور درندے اور پرندے سپید براق ہیں جو زندگی دہندہ پودے کھاتے اور آبِ حیات پیتے ہیں۔ اس جزیرہ میں سیپ کی چٹانوں میں ایک صاف و شفاف ندی پھوٹتی ہے۔ جس کا شیریں پانی بادۂ ناب کی مثال ہے جو اسے پیتا ہے طویل عرصہ زندہ رہتا ہے۔"

چینی کہانیوں میں رحمتوں بھرے جزائر کی صرف ایک جھلک دیکھنے والے ملاح اور ماہی گیر بھی ملتے ہیں۔ ان کا جہاز جب ان جزائر کے قریب پہنچتا ہے تو یہ جزائر چشم زدن میں پانیوں میں نہاں ہو جاتے ہیں۔ چینی شہنشاہ ووتی[1] کا ایک درباری تو دریائے زرد کے راستے ملکوتی جزیرے میں ہو بھی آیا تھا۔ اس نے چاند میں نہ صرف خرگوش (کچھوا[2]) بلکہ اس معمر ترین شخص کو بھی دیکھا جسے چینی ووکینگ[3] اور جاپانی گکاوو" کہتے ہیں۔ محبت

---

[1]: Wu-ti

[2]: ہندو دیومالا میں راجا اندر نے جب بندر، لومڑ اور کچھوے سے کھانے کو کچھ مانگا تو کچھوا آگ جلا کر اس میں کود پڑا۔ تاکہ دیوتا اس کا گوشت کھا سکے۔ دیوتا کچھوے کے اس جذبے سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے اسے اٹھا کر چاند میں چھوڑ دیا۔

[3]: Wu-Kang Gikkawo

چینی قصوں میں یہ معمر ترین انسان عمر جاودانی عطا کرنے والے درخت کی شاخیں توڑتا رہتا ہے جن کی جگہ نئی شاخیں فوراً نکل آتی ہیں۔ یہ کام اسے سزا کے طور پر تفویض ہوا ہے۔ ایک بدھی کہانی میں اندر کو معمر ترین انسان کہا گیا ہے۔ یورپی قصوں میں معمر ترین انسان ایک چور ہے جو لکڑیوں کا گٹھا چراتا ہے۔

اورشادی بیاہ کا یہ دیوتا وو کینگ پریمیوں کے پاؤں ایک غیر مرئی سُرخ ریشمی ڈوری سے باندھ دیتا ہے۔ چینیوں میں دیوی کے شجر پر ثمرِ حیات لٹکتا ہے۔

سومیریوں، بابلیوں اور مصریوں کے ہاں بھی رحمتوں بھرے جزائر ہیں جب سات فصیلوں والے اروک[1] کا سورما گلگامش حیات و ممات کا لاینحل مسئلہ سُلجھانے اور حیاتِ جاوداں کی کھوج میں کوہ ماشو[2] کی چھبیس میل طویل تیرہ و تار سرنگ اور بحرِ مرگ کو عبور کر کے دیوتاؤں کے مسرتوں بھرے باغ میں پہنچتا ہے۔ وہ وہاں شگفتہ و شاداب اشجار کے دلکش اور جاں فریب گھنیرے کنج دیکھ کر اپنی تمام صعوبتیں بھول جاتا ہے۔ یہاں پیڑوں پر اثمار کی جگہ انمول ہیرے، بیلوں پر عقیق کے انگور، گوناگوں جھاڑیوں میں لاجوردی برگ اور کانٹوں کی بجائے لعل، یاقوت، گوہر، یشب اور سمندری موتی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ تالابوں کے بیچ دیوتاؤں کے مقدس درخت کی لاجوردی روشن شاخوں پر سونا منڈھا تھا۔ اور خوش ذائقہ اور عطر فشاں پھل جھول رہے تھے۔ چوٹی کے پھلوں میں خورشید کی سی آب و تاب اور تابانی تھی۔ اور ان سے کچھ نیچے ہیرے جواہرات کی چکاچوند آنکھوں کو وا نہیں ہونے دیتی تھی۔ یہیں کہیں چشمہ صحت اور شجرِ شباب بھی تھا۔

ہندوستانی سورگ، اُتر کورو، کوہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں میں واقع ہے جبکہ آسمانی فردوس کا راج پتا (حکمران) اندر دیوتا ہے۔ راجہ اندر کے سورگ میں "پاری جات" نامی ایک حسین اور دلکش درخت ہے جس کے خوبصورت اور مہکتے پھول گیسوؤں میں سجانے سے محبوب کو جیتا جا سکتا ہے۔ جو اس درخت کا پھل کھا لیتا ہے۔ اس پر گذشتہ زندگی کے واقعات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے ممالک کی طرح ہندوؤں کے ہاں بالکشں کے حکمران کوبیر کا کیلاش پربت پر ایک باغ ہے۔ جہاں انسان کو ابدی راحتیں ملتی ہیں وہاں

---

[1] : عراق میں بابلی عروج سے قبل سومیریوں کا یہ انتہائی اہم شہر تھا۔

[2] : سورج اس پہاڑ میں طلوع و غروب ہوتا تھا۔ یہ پہاڑ زندوں کی دُنیا اور مُردوں کی مملکت (پاتال) کے درمیان حدِ فاصل تھا کوہ ماشو کی سرنگ کے دہانے پر فلک اتنے اونچے دو بھیانک پہریدار کھڑے رہتے تھے جن کے بدن نصف انسانی اور نصف بچھو کے تھے۔ صبح شام سُورج کی حفاظت بھی ان کے ذمہ تھی۔

ہے نہ خوف، مایوسی نہ مرگ، لوگ یہاں دس بارہ ہزار برس پوری پوری صحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (راماشن) ہندو دیومالا میں جس امرت[2] بار بار بیان ہوا ہے وہ بہشت ہی کے ایک درخت کا عرق ہے۔ جو ارواح سوم رس پی لیتی ہیں۔ امر ہو جاتی ہیں۔

قدیم امریکہ میں جگہ جگہ ارم کے نظارے ہیں تعداد میں یہ تیرہ ہیں۔ "ٹلے لک" دیوتا کا مشرق میں واقع بہشت آسمانی برق سے مرنے یا ڈوبنے والوں کے لئے مخصوص تھا۔ ایک اور فردوس خانۂ شمس، جنگ میں کام آنے والے فوجیوں کے لئے وقف تھا۔ یا پھر زچگی کے ایام میں وفات پاجانے والی خواتین اس سے فیضیاب ہوتیں۔ تیسرا بہشت "مکٹ لینڈ" بابلی فردوس کی صورت پاتال کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا۔ شمال میں واقع یہ بہشت ارواح کی قیام گاہ تھا۔

برٹینز کے ہاں بھی خوشبیوں اور محبتوں بھرے خطے کا تصور ملتا ہے۔ یہ خطہ دوسری دنیا لینی "این نن" میں ہے جو سمندروں کی نیلگوں زنجیروں میں گھری ہے۔ یہاں "روشن شراب" کی کثرت ہے۔ یہ شراب ایک کنوئیں میں محفوظ ہے۔ یہاں بھی دُکھ درد نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس خطے کے مکین عمر کی قید سے آزاد اور موت کے خوف سے مبرا ہیں۔ "مگ میل" سیلٹ قوم کا الیزیم ہے جو خوشیوں اور شباب سے بھرا ہے۔ اسی طرح گیلز کا خطہ شباب ہے۔ جہاں سورج دیوتا منین کی سنہری بالوں والی حسین بیٹی "نی آد"[1] اپنے عاشق آئرش ہیرو اوشین کو لے کر آتی ہے۔ اور تین سو سال اپنے پاس رکھتی ہے۔ خطہ شباب "پھولوں پھلوں، شہد اور شراب سے بھرا ہے۔ یہاں کے مکین شباب کے سدا مزے لوٹتے ہیں۔ یہاں برف ہے نہ بارشیں اور نہ کوئی طوفانِ بادوباراں۔

آسٹریلیا میں بھی رحمتوں کی سرزمین ہے جس کے گرداگرد یکے بعد دیگرے پانچ سو فٹ بلند چار فصیلیں ہیں۔ ہر فصیل پر گنبد اور کلس ہیں۔ فصیل کی چاردیواری پر باہر کی جانب سنگِ مرمر اور اندر کی طرف نیلگوں پتھر لگا ہے۔ فصیلوں کے اندر کا وسیع و عریض رقبہ مخروطی کوہساروں پر مشتمل ہے۔ ایک سرسبز و شاداب، کوہسار کے سینے سے ذخیرہ آب، چوٹی کی ایک درز سے نکل نکل کر اس خوبصورت وادی میں بہہ رہا ہے جہاں دیدہ زیب پھولوں

---

[1]: Niamh تلفظ "نی آد"

شگوفوں اور غنچوں کلیوں سے مزین حسین پودے اور خوش نما درخت اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔
ان جوان نہالوں اور درختوں کے قدموں میں دُور دُور تک مخملیں دُوب کے دھانی اور سنہری دبیز قالین بچھے ہیں۔

اس سرزمین کے باسی یعنی پنچھی پرندے کیڑے مکوڑے اور آبی مچھلیاں جھگڑے فساد سے آزاد پُرسکون زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جسم کی محرک انسانی رُوح ابدی سکون چاہتی ہے۔ درماندہ آتما کو اس سرزمین میں داخل ہونے سے قبل چٹانوں کی کگر میں دروازہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ کگر کے دوسری طرف ہزار فٹ اونچی دیوار ہے جس کی بلندیوں تک پہنچنا کسی ذی رُوح کے اختیار میں نہیں۔

یونان میں ایلزیئم[1] ہے۔ جہاں نیک۔ ارواح حیات جاودانی سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ یہاں کوئی غم اور کسی قسم کا دُکھ نہیں۔ ہر دم خوشی کی برکھا رہتی ہے۔ ہومر کے خیال میں۔ • زمین کی انتہائی مغربی حدوں کے اس خوبصورت خطے میں زندگی آسان تر ہے۔ جہاں برف ہے نہ بارشیں اور نہ طوفان بادوباراں۔

دیوی دیوتاؤں کے ابدان اور عمل تخلیق

دیوی دیوتاؤں اور عفریتوں کے اجسادو ابدان کی نمی اور لس احیائے زندگی اور بقائے حیات کے ساتھ ساتھ مختلف جانداروں اور اشیاء کی آفرینش کا باعث بنی۔ قدیم مصریوں کے خیال میں روشنی کے دیوتا حورس[2] کی آنکھ سے تمام انسان پیدا ہوئے۔ ان میں حبشی شامل نہیں کیونکہ وُہ جسم کے دُوسرے اعضاء سے خلق ہوئے۔ دیوتا را[3] کے اشک، شعاعوں کی صورت زمین پر گرے۔ تو ان سے دیوتا اور انسان پیدا ہوئے۔ مصر کا عظیم دیوتا اوسیرس[4] اور اس کی ملکہ دیوی آئی سس

---

[1] Elysium

[2] : دیوتا اوسیرس اور دیوی آئی سس کا بیٹا۔

[3] : را۔ مصریوں کا شاہین نما قدیم سُورج دیوتا جسے عموماً حورس کے حوالے سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ پانچویں خاندان (۲۷۵۰ ق م) کے وقت سے شاہان مصر کو اس کی اولاد خیال کیا جاتا رہا ہے۔ فرعون آمن نے اس دیوتا کی پرستش پر پابندی لگا دی تھی۔ آمن ہوتپ (اخناتون) کے بعد یہ پرستش عارضی طور پر دوبارہ بحال ہو گئی تھی۔

[4] : Osiris شاہ مصر کی حیثیت میں یہ دوسرے ملکوں کے لوگوں کو مہذب اور

نے اشک بہا بہا کر اس کی بہت سی اشیا کو جنم دیا تھا۔ آئی سس کا ایک آنسو نیل میں گرا تو سیلاب آگیا۔ بھارتی خالق پرجا پتی ابتدا میں رویا تو اس کے آنسو جل میں گر کر فضا بن گئے۔ پھر اس نے اوپر کی طرف دیکھ کر آنسو پونچھے تو آسمان تن گیا۔ رگ وید کے پرش سکت نامی بھجن میں جب دیوتا ہزار سر، ہزار آنکھ اور ہزار پاؤں والی عجیب الخلقت مخلوق کے ٹکڑے کرتے ہیں تو ان سے برہمن کھشتری ویش اور شودر پیدا ہوتے ہیں۔ اس عجیب الخلقت مخلوق کی آتما سویرا بن جاتی ہے۔ آنکھ سے سورج ناک سے ہوا کھوپڑی سے آسمان پاؤں سے دھرتی اور کانوں سے چاروں اطراف جنم لیتی ہیں۔ اسی طرح اس کے منہ اور سانسوں سے تین دیوتا اندر اگنی اور وایو جنم لیتے ہیں۔ نیوزی لینڈ میں ماؤرس کی ایک کہانی میں ایک پرندے نے ابتدائی دور کے سمندر میں انڈا گرایا۔ تو اس میں سے ایک مرد ایک عورت ایک لڑکا، ایک لڑکی ایک سؤر ایک کتا اور ایک ڈونگا برآمد ہوا وہ سب اس ڈونگے (کشتی) میں بیٹھ کر نیوزی لینڈ پہنچے۔

نیو بریٹین کا میلے نیزین ایک پیچیدہ ہستی کے بارے میں بتاتا ہے۔ جس نے زمین پر دو تصویریں بنائیں۔ اور ان پر اپنا خون چھڑکا۔ اس کے بعد اس نے دو بڑے پتے توڑ کر ان سے یہ تصاویر ڈھانپ دیں۔ جو بعد میں آدمی بن گئیں۔ ٹو کبینا اور ٹو کروو وو ان کے نام تھے اول الذکر ایک طرف تنہا چل دیا۔ ایک جگہ اس نے ایک ناریل پر چڑھ کر دو ناریل توڑے اور انہیں زمین

گذشتہ صفحہ سے :۔

تعلیم یافتہ بنانے کے لئے گیا۔ جب واپس آیا تو اس کے بھائی سیٹ کے ہاتھوں رعایا تنگ آئی ہوئی تھی سیٹ نے اوسیرس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے ملکہ آئی سس نے اپنے بیٹے حورس کی مدد سے سیٹ اور اس کے حواریوں کو شکست دی۔ اور اس طرح اپنے خاوند کے خون کا بدلہ لے لیا۔

ھ : Isis مصر کی قدیم دیوی اوسیرس کی بہن اور بیوی۔ مصری دیومالا میں بعض اوقات اوسیرس سے سورج اور آئی سس سے چاند مراد لی جاتی رہی۔ یونانی اوسیرس کو ڈائنی سس اور سیٹ کو ٹائی فن کے روپ میں دیکھتے ہیں۔

لہ : Maoris

(دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

پر پھینک دیا۔ ناریل ٹوٹ گئے اور ان میں سے چپٹی ناک والی دو خواتین برآمد ہوئیں۔
سائبیریا کے سیاہ رنگ تاتار کہتے ہیں کہ جب پیجانا نام نیم خدا نے اولین انسانوں کے مجسمے بنائے تو اس میں روح نہ پیدا کر سکا۔ چنانچہ وہ کدائی نامی بلند و بالا خدا سے روح مانگنے کے لئے آسمانوں پر گیا۔ وہ اپنے تیار کردہ بتوں (شبیہوں) کی حفاظت کے لئے ایک کتے کو (جس کے جسم پر بال نہ تھے۔) وہاں چھوڑ گیا اس کی عدم موجودگی میں ارلک نامی شیطان وہاں پہنچا اور کتے سے کہنے لگا کہ اگر تم مجھے یہ بے جان لوگ (بت) دے دو تو میں تمہیں سنہری بال عطا کروں گا۔ کتے نے خوش ہو کر وہ سب مجسمے اس کے حوالے کر دیئے۔ شیطان انہیں کینہ جوئی کا درس دے رہا تھا۔ کہ اس نے خدا کو آتے دیکھا۔ اور وہاں سے بھاگ اٹھا۔ خدا نے ان میں روح ڈال دی۔

فن لینڈ کی قومی منظوم رزمیہ میں ایک دیوی کا مذکور ہے۔ وہ فضا کی کنواری بیٹی ہے۔
فضا کی یہ کنواری بیٹی آسمان سے ابتدائی سمندر میں اترتی ہے اور صدیوں تک اس سمندر میں بہتی پھرتی ہے۔ اس دیوی کو جل ماتا کہا گیا ہے۔ چنانچہ وہ اکو نامی عظیم دیوتا سے التجا کرتی ہے اس پر دیوتا ایک چھوٹی سی بطخ کو اس کے پاس بھیجتا ہے۔ یہ بطخ جل ماتا کے گھٹنوں میں گھونسلہ

۲ے: The melanesians of New Britain
۳ے: To Kabinana
۴ے: To Karvuvu
۱ے: Pjana
۲ے: Kudai
۳ے: Erlik ۴ے Kalevala رزمیہ کا نام
جس کے معانی ہیں سورماؤں کی سرزمین یہ نظم ۲۲۰۰۰ سطور پر مشتمل ہے۔
UKKO

بناتی ہے اور انڈے دیتی ہے۔ یہ انڈے گھونسلے سے گر کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور ٹوٹے انڈوں کے ٹکڑوں سے زمین آسمان سورج چاند اور بادل بن جاتے ہیں۔

جل ماتا بہتی رہتی ہے۔ اور دنیا کی تشکیل کے فرائض انجام دیتی رہتی ہے۔ بچہ بدستور اس کے بطن میں ہوتا ہے۔ اور اندر ہی اندر پرورش پاتا رہتا ہے۔ اور بالآخر درمیانی عمر کا ہونے پر ماں کے پیٹ سے برآمد ہوتا ہے۔ اس کا نام " ونیا مائی نن[1] تھا۔

سکنڈے نیویا کی جنوبی شرربار ہوا اور شمال کی منجمد تیرگی نے آبی بخارات کو جنم دے کر دنیا کی اولین مخلوق یعنی ایمریا ہیمر[2] نامی عفریت کو پیدا کیا تھا۔ یہ عفریت سویا تو اس کا جسم پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ ایسے میں اس کا پاؤں دوسرے پاؤں سے چھوا تو ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جبکہ اس کے بائیں ہاتھ کے نیچے سے ایک مرد اور ایک خاتون خلق ہوئے۔ اودھملا[3] گائے (جس کے تھنوں سے دودھ کی چار ندیاں یعنی چاروں جنت میں بہنے والے چار دریا وجود میں آئے) نے ایمر کی پرورش کی۔ اور ملا گائے برفانی نمکین تودوں کو چاٹ چاٹ کر اپنی خوراک حاصل کرتی رہی۔ تودہ چاٹتے ہوئے جب پہلی شام ہوئی۔ تو برفانی تودے میں سے بال نمودار ہوئے۔ دوسرے دن آدمی کا سر اور تیسرے دن پورا آدمی نمودار ہوا۔ جس کا نام بوری تھا اس بوری کے ہاں بور نامی ایک بیٹا (جس کی ماں کا کوئی اذکار نہیں) پیدا ہوا۔ جس نے ایمر کے بائیں ہاتھ کے نیچے سے نمودار ہونے والی خاتون سے شادی کی۔ جس کے نتیجہ میں اودھن ویلی اور وی نامی تین بیٹے پیدا ہوئے۔ جنہوں نے خوابیدہ ایمر کو ذبح کر دیا۔ ایمر کے جسم سے بہنے والا خون سمندر میں منتقل ہو گیا۔ زیر زمین رہنے والی سکنڈے نیویا کی ننھی منی ڈوارف[4] نام کی مخلوق نے ایمر کے گلتے سڑتے بدن سے جنم لیا۔ دھات کے کاموں کی ماہر اس قوم نے جب فرزانہ انسان کے وسیر[5] کو ہلاک کیا تو اس کے لہو سے اودھیریر[6] کی تخلیق ہوئی اسی طرح

1: Vainamoinen　　2: Hymir, Yamir

3: Audhmula　　4: Dwarfs

5: Kavasir

6: Odhaerir　ایک سنہری سبزہ زار جس سے شاعری مراد ہے۔ یہ اوڈون کی طرف سے دیوتا اور انسانوں کے لئے ایک تحفہ تھا۔

چین کے پی این کو کے لہو سے دریا پیدا ہوئے۔ شیطان صفت دیوی دیوتاؤں کے آنسوؤں سے زہریلے جانور افعی بچھو اور زہریلے پودوں نے آنکھیں کھولیں۔ یونانی صنمیات میں اوریئن[1] نامی شکاری عفریت دیوتاؤں کے پسینے کی پیداوار ہے یونانی دیومالا ہی میں میڈوسہ کے سر کے خون سے لیبیا کے جنگلوں میں سانپ رینگنے لگے تھے۔ پیگاسس نامی پردار گھوڑا بھی میڈوسہ ہی کے خون کا شاخسانہ تھا۔ اس گھوڑے نے پیدا ہوتے ہی اپنی ٹاپوں سے کوہ ہیلکن[2] پر ہیپوکرینی[3] چشمہ کو جاری کر دیا تھا۔ فصلوں کی زرخیزی اور بارآوری بھی دیوی دیوتاؤں کے آنسوؤں کا فیضان تھا۔

آسٹریلیا کی حسین وجمیل دیوی (سورج دیوی) آنکھیں موند کر لمبا سانس لیتی ہے۔ تو ماحول میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنی خوبصورت آنکھیں وا کرتی ہے۔ تو تمام جانور نور کے سیلاب میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد یہ اپنے گلابی پاؤں کی لمس سے ننگی زمین کو سبزے، پودوں اور ہرے بھرے اشجار سے بھر دیتی ہے۔ امریکہ کے ٹیز کیٹ لی پو نامی جنگجو ہیرو نے جب اژدہا بادشاہ، کوائزل کو۔اٹ۔ل کے شہر ٹولن کو منہدم کر دیا۔ تو اژدہا بادشاہ (جس نے جادو سے ازٹیک[4] قبیلے کو پیدا کیا تھا) نے دل برداشتہ ہو کر ساحل سمندر پر خود کو جلا ڈالا۔ جل مرنے پر اس کی روح تارہ بن گئی۔ اور راکھ سے رنگ برنگے پروں والے پرندے پیدا ہو کر اُڑ گئے۔

چینی بدھ کہا کرتے کہ دیوتا کے آنسوؤں کی ایک بوند بارش کی صورت دو مملکتوں کو سیراب

---

۱ : Orion یوریشیا کا یہ شکاری عفریت بہت سی کہانیوں میں آیا ہے اس نے زمین کو جنگلی درندوں سے خالی کر دینے کا دعویٰ کیا تھا۔ اسپر ڈائنی سس نے اسے بینائی سے محروم کر دیا تھا۔ بعض جگہ آیا ہے کہ یہ ارٹیمس کے ہاتھوں مارا گیا۔ یا پھر بچھو کے ڈسنے سے اس کی موت واقع ہوئی۔ مرنے پر اسے ستاروں کے جھمگٹ میں شامل کر دیا گیا تھا۔

۲ : Helicon یہاں میوزز کا مندر تھا۔

۳ : Hippocrene شاعری میں ہپوکرین تلفظ ہے۔

۴ : ازٹیک میکسیکو کے اصل باشندے تھے۔ سولہویں صدی میں۔

کر سکتی ہے۔ اور سمندر کو خشک ہونے سے بچا سکتی ہے۔ جاپانیوں کے اگنی دیوتا، کاگو تسوچی کی ولادت کے وقت ازا نامی (بچے کی ماں) مر گئی تو اُس کے خاوند ازا ناگی (جاپانیوں کا خالق دیوتا) نے اپنے نومولود بچے کا سر تلوار سے اڑا دیا۔ تلوار سے جو خون ٹپکا تو اسے کورا اوکامی (اژدہا دیوتا) کو رایاما تسومی (پہاڑوں کا آقا) اور کورا مستوہا (تاریک یانی یا وادی کا اژدہا) خلق ہوئے۔ اسی طرح چٹان پر گرنے والے خون کے چھینٹوں سے دوسرے دیوی دیوتاؤں کا جنم ہوا۔

یونانی دیو مالا میں جب باغی کرونس (اولمپسی دیوی دیوتاؤں کا باپ) نے اپنے باپ یورے نس کو زخمی کیا تو اُس کے خون سے تین منتقم فیوریز (دیویاں) پیدا ہوئیں اسی طرح زیئس کی محبوبہ اینٹوپ کے دونوں بیٹے جب تھیبیز کے غاصب بادشاہ لائی کس کو قتل کر کے اس کی ملکہ ڈرسی کو بھینسے کے سینگوں سے بندھوا کرا سے قتل کرتے ہیں تو اس کے خون سے تھیبیز کے نواح میں ایک چشمہ جاری ہو جاتا ہے اور اسی کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

دیوی افروڈائٹی کے محبوب قبرص کے حسین شہزادے اڈونس کو جب جنگل میں ایک وحشی سؤر زخمی کر دیتا ہے۔ تو اسے نم اوزنی[1] نامی سفید پھول کھلتے ہیں۔ ادھر خوش اندام افروڈائٹی اپنے محبوب کے جان لیوا زخموں کا سُن کر دوڑی تو اس کے حسین اور نازک پاؤں میں ایک تیز کانٹا چبھ گیا۔ اس طرح اس کا جو لہو زمین پر گرا وہ گلاب کی سرخی بن گیا۔

دریا کے دیوتا سنگاریس[2] کی بیٹی نانا[3] نے اپنے خوبرو بیٹے عطیس[4] (فریجین دیوتا) کو اگڈسٹس[5] (فریجین دیوی فطرت کی۔ سیبلی ثانی) کے خون سے پیدا ہونے والے بادام کے پیڑ کے بادام کھا کر جنم دیا تھا۔ اگڈسٹس دیوی اپنے اسی بیٹے عطیس پر عاشق ہو گئی تھی۔ ادھر عطیس شاہ پیسی نس[6] کی بیٹی پر ریجھ رہا تھا۔ چنانچہ دیوی نے جلال میں آکر اسے

---

۱ : anemone — شقائق النعمان

۲ : sangarius

۳ : Nana

۴ :

۵ : Agdistis

۶ : Pessinus

مرض جنون میں مبتلا کر دیا۔ نتیجتاً عطیس نے اپنے آپ کو کاٹ کر پھینک دیا۔ مرنے پر اس کی آتما صنوبر میں جذب ہو گئی اور خون سے بنفشہ کے پھول کھل اُٹھے۔

جزیرہ سلامس کے بادشاہ ٹیلے من کا بیٹا اجیکس ٹرائے کی مہم میں شریک یونانی سورماؤں میں اکیلیز کے بعد سب سے زیادہ دلیر اور جری تھا۔ لیکن جب اس کے مقابلے میں لولی سسس (اوڈیسیس) کو اکیلیز کے ہتھیاروں اور زرہ کا حقدار ٹھہرایا گیا تو وہ غم سے پاگل ہو گیا اور اس نے بھیڑوں کے پورے ایک ریوڑ کو اٹریس (اگامیمنن اور مینی لاس کا باپ) کے بیٹے سمجھ کر ہلاک کر دیا۔ اور پھر اپنے سینے میں خنجر بھونک لیا۔

اجیکس کے جوان خون میں شہابی پھولوں نے اپنی آنکھیں کھولیں (شاید آئیرس یا سنبل کے پھول)

جنگ کی خشمناک گیلک دیوی مورّیگو اپنے بچے کو جنم دیتی ہے تو کسی خطرہ کے پیشِ نظر بچہ کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور جب اس کا دل چیرا جاتا ہے تو اس میں سے تین سانپ نکلتے ہیں۔ جنہیں مار کر جلا دیا جاتا ہے۔ اور جب ان سوختہ سانپوں کی راکھ دریا میں پھنکوائی جاتی ہے تو زہر کے سبب دریا کا پانی اُبلنے لگتا ہے۔ اور پانی کے تمام جاندار مر جاتے ہیں

ہیروز اور سورما

اساطیر چاہے کسی ملک و قوم کی ہوں۔ ہیروز اور سورما ہی حقیقتاً ان کے محرک اور خالق بلکہ ان کی جان ہیں۔ قصوں میں کے سورماؤں کی جنگی بھیرتوں اور چال ڈھال، تحیر زا اور استعجاب خیز کارناموں، فن ہائے حربی کے اظہار و عشق و جنوں کی جوان بہاروں میں کوئی تفریق نہیں۔ گلگامش، ہرکولیز، اکیلیز، پرسیئس، انیئس کوہولین، اوشیئن، بران، آرتھر، سگمنڈ، سسوبا، جاذران، سنڈباد، سنڈ، ارجن، بھیم، وکرم، رستم، امیر حمزہ، حاتم طائی، عنترہ عبسی وغیرہ کی اپنی اپنی شان ہے۔ ان کے بغیر قصہ، قصہ نہیں اور داستان، داستان نہیں۔ دیومالائی سورماؤں کی تو چھب ہی نرالی ہے۔ دیومالائی جہان کی تمام تر رونقیں، آن بان، گہما گہمی، چہل پہل اور روپ سروپ ان ہی بانکے سجیلے، رنگین مزاج اور دلیر جنگجوؤں کے طفیل ہے۔ ان میں سے بعض دیوتاؤں کے سپوت ہیں بعض نیم دیوتا اور بعض دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کے

ا: Ajax ۲: Atreus ۳: Morrigu

سکھے جیتے اور لاڈلے ہیں۔ سچ پوچھو تو سورما روایتی اور رواجی بن گئے ہیں۔

یہ سورما اور ہیروز ابتدا ہی سے غیر معمولی انوکھے اور عجیب وغریب ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی ولادت بھی ایک عجوبہ اور حیران کن عمل ہے۔ ہریکلیز (ہرکولیز) پرسیئس اور بران وغیرہ تور (تاؤں) کی اولاد ہیں۔ اس لئے ناقابل تسخیر ہیں۔ ہرکلیز یونانی مہان دیوتا زیئس کا بیٹا ہے۔ اس کی ماں شہزادی الکمینے مائی سینے کے بادشاہ الیکٹریان کی بیٹی تھی۔ شہزادی الکمنے کی منگنی تھیبن شہزادہ ایمفٹریان سے طے پائی تھی۔ اس دوران زیئس شہزادی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس کے منگیتر ایمفٹریان کا روپ دھار کر شہزادی سے ملا۔ اور یوں ہرکلیز کا باپ بنا۔ زیئس کی بیوی ہیرا (مہادیوی) الکمینے سے حسد کرتی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے بچے ہرکلیز) کے مارنے کو دو سانپ بھیجتی ہے جنہیں ہرکلیز ہاتھوں سے مسل دیتا ہے۔

شہزادہ اڈونس قبرص کے بادشاہ سائنی رس اور شہزادی مرا کا بیٹا تھا۔ اس کی پیدائش بھی ایک حیران کن عمل ہے۔ کریٹ کی شہزادی مرا نے اپنے باپ کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر لئے تھے۔ جس کی پاداش میں اسے ایک درخت بنا دیا گیا۔ نو ماہ گذرنے کے بعد ایڈونس اسی درخت کی چھال میں سے پیدا ہوا۔ جسے محبت اور حسن کی دیوی افروڈائٹی نے اٹھا لیا۔ اور ملکہ پاتال پرسیفونی کے حوالے کر دیا۔ افروڈائٹی اس پر عاشق تھی۔ ایڈونس کی اصل کہانی شام میں تخلیق ہوئی۔ جہاں وہ تموز کہلاتا تھا۔

اسی طرح شراب کے دیوتا ڈائنی سس کی پیدائش بھی ایک عجوبہ تھی۔ ڈائنی سس دیوتا زیئس اور تھیبہ کی شہزادی سیملی کا بیٹا تھا۔ جن دنوں سیملی حاملہ تھی اس نے فتنہ زمن یعنی دیوی ہیرا کے اکسانے پر زیئس سے پوری آب و تاب کے ساتھ اپنا جلوہ دکھانے کی استدعا کی۔ جب زیئس اپنی پوری تجلیوں کے ساتھ اس کے سامنے جلوہ گر ہوا تو وہ ان تجلیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ اس وقت اس کے پیٹ میں اس کا ادھورا بچہ تھا۔ زیئس نے اس بچے کو اپنی ران چیر کر اس میں محفوظ کر لیا۔ دن پورے ہونے پر وہ اس کی ران میں سے پیدا ہوا۔ اسی طرح جب زیئس میٹس کو مکھی بنا کر نگل جاتا ہے تو میٹس کے پیٹ میں پرورش پانے والی اس کی بچی اتھینا عین عالم شباب میں ہتھیاروں سے مسلح زیئس کے سر میں سے برآمد ہوتی ہے۔ اور تو اور رب الارباب زیئس کے پانچ بہن بھائی بھی کئی سال اپنے باپ کرونس کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ جنہیں وہ ان کی پیدائش

کے وقت ہڑپ کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے پتھر کو بھی زیئس سمجھ کر نگل جاتا ہے۔ آخر میں جب زیئس اپنے باپ کرونس کو بچے اُگلنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو اس کے بہن بھائی (مع پتھر) زندہ سلامت اس کے پیٹ میں سے برآمد ہوتے ہیں۔

پرسیئس بھی مہا دیوتا زیئس اور شہزادی ڈانے کا سپوت ہے۔ شہزادی ڈانے اکری سیئس[1] شاہ ارگس کی بیٹی تھی۔ شاہ ارگس کو پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے نواسے کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ چنانچہ وہ اپنی بیٹی یعنی شہزادی ڈانے کو پیتل کے برج میں قید کر دیتا ہے جہاں زیئس سنہری پھوار کی صورت میں شہزادی سے ملتا ہے اور پرسیئس کا باپ بنتا ہے۔

اکیلیز تھسلی کے شہزادے پی لیئس اور سمندری دیوی تھیٹس[2] کی اولاد تھا۔ بچپن میں اس کی ماں تھی ٹس اکیلیز کو ایڑیوں سے پکڑ کر دریائے سٹائکس[3] میں غوطہ دیتی ہے اور اس طرح وہ روئیں تن بن جاتا ہے۔ یعنی اس کے جسم پر کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہوتا۔

اینیئس لاطینی شاعر ورجل کی تخلیق "اینیڈ" کا ہیرو ہے۔ ٹراجن شہزادے انکی سیز[4] اور حسن و محبت کی دیوی افروڈائٹی کا بیٹا ٹرائے کے بادشاہ "پرائی ام" کا داماد ہے۔

کوہولین، السٹر کے ایک سردار کا بیٹا ہے اس کی ماں کا نام ڈیکٹائر[5] ہے جو اپنی شادی کے موقع پر شراب میں شہد کی مکھی پی جاتی ہے۔ یہ مکھی سورج دیوتا لُو ہوتا ہے اس کے بعد دیوتا کے حکم سے ڈیکٹائر اور اس کی پچاس کنیزیں خوبصورت پرندوں کا ایک غول بن کر اُڑتی ہیں اور دیوتاؤں کے علاقے میں اُترتی ہیں۔ یہیں ایک عالیشان محل میں کوہولین کی ولادت ہوتی ہے۔

---

[1]:
[2]: Thetis
[3]: Styx
[4]: Anchises
[5]: Dachtire

برٹش ہیرو آرتھر کی پیدائش کے وقت پریاں موجود ہوتی ہیں جو اسے طویل عمری اور خوش بختی کا مژدہ سناتی ہیں۔ آرتھر پندرہ سال کی عمر میں برطانیہ کا تاجدار بن جاتا ہے آرتھر کیلی برن نامی تلوار سے لشکر کے لشکر اُلٹ دیتا ہے۔

مہابھارت میں راجا پانڈو کی بیوی کُنتی ایک منتر کے ذریعے دیوتاؤں سے ملاپ کرتی ہے اور یدھشٹر بھیم اور ارجن[1] کی ماں بنتی ہے۔ اسی طرح پانڈو کی دوسری بیوی سے نکل اور سہدیو (جڑواں) پیدا ہوتے ہیں۔ بھیم جس دن پیدا ہوتا ہے جنگل میں سے ایک شیر دھاڑتا ہوا نمودار ہوتا ہے۔ بھیم کی ماں کنتی خوفزدہ ہوکر اُٹھتی ہے۔ تو بچہ (بھیم) اس کے ہاتھوں میں سے نکل کر پتھر پر گرتا ہے جس سے پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

بتیال پچیسی اور سنگھاسن بتیسی کے ہیرو بکرماجیت (وکرم) کی پیدائش بھی عجیب طریقے سے ہوتی ہے۔ جب راجا اندر دیوتا کا بیٹا گندھرپ سین اپنی بیوی کو چھوڑ کر عالم بالا میں چلا جاتا ہے۔ اس وقت اس کی بیوی حاملہ ہوتی ہے۔ ادھر راجا اس ڈر سے کہ کہیں اس کا پیدا ہونے والا نواسہ اس کی سلطنت نہ چھین لے بچے کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ گندھرپ سین کی بیوی پہلے ہی مایوس ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے پیٹ میں چھرا گھونپ لیتی ہے۔ بچہ باہر آپڑتا ہے بچہ تو بچ جاتا ہے وہ خود مر جاتی ہے۔

سڈ[2] سپین کا محبوب ہیرو ہے بارہویں صدی عیسوی کی ایک مشہور رزمیہ نظم پوئما دل سڈ[3] میں اس کے کارنامے بیان ہوئے ہیں۔ رستم کے مشہور گھوڑے رخش کی طرح اس کا "ببیکا" نامی گھوڑا بھی بڑا وفادار ہے۔

ایرانی سورما رستم کی پیدائش بھی غیر معمولی حالات میں ہوتی ہے۔ رستم کی پیدائش کے وقت رستم کی ماں رودابہ مرنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ آخر سی مرغ کے مشورہ پر رودابہ کا پہلو چیر کر بچے کو نکالا جاتا ہے۔ اور گھاس پیس کر زخم پر لگائی جاتی ہے سات دائیاں رستم کو دودھ پلاتی ہیں جب دودھ بڑھایا جاتا ہے تو وہ پانچ دنبوں کا گوشت

---

[1]: ارجن راجا اندر کی اولاد ہے اس لئے اسے اندری بھی کہتے ہیں مہابھارت کا اصل ہیرو ارجن ہی ہے۔

[2]: Cid

[3]: Poema del Cid

اسے چھپاتی ہیں۔

یہ انوکھے اور بیباک سورما اساطیر میں ہمارے لئے دلچسپیوں کا اہتمام کرتے ہیں ہمیں غیر مرئی اور ان دیکھے جہان میں لے جاتے ہیں۔ ان کی بدولت ہم دیوی دیوتاؤں کے خلوت کدوں اور جلوت گاہوں میں بھی جھانکتے ہیں۔ یہ طلسمات اور جزائر رحمت میں ہمیں اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ عجیب عجیب ڈراؤنی بلاؤں خوفناک عفریتوں اور بلاخیز مخلوق کو ہلاک کر کے ہمارے دلوں سے ان کا خوف زائل کرتے ہیں اور کبھی حسن و جمال کے جلوؤں اور سورج مکھی ہستیوں کا نظارہ کراتے ہیں۔

انسانی دلوں کو رجھانے میں قصہ کہانیوں کی ڈگر ایک ہے اور نہج ایک، ماحول اور فضا ایک، کردار اور واقعات قریباً قریباً ایک ہی نوعیت کے۔ سورماؤں کے راستوں کی دشواریاں آلام کلفتیں صعوبتیں اور رزم و بزم ایک۔ یہاں تک کہ بازوؤں کا بل اور ابدان کی شکتی ایک یوں لگتا ہے کہ جیسے کوئی ان دیکھی اور غیر مرئی قوت ہاتھ میں ڈوریاں تھامے کٹھ پتلیوں کی صورت ان سورماؤں کو نچا رہی ہے۔ وقت کے گوناگوں جھمیلوں میں شعوری اور لاشعوری طور پر ان سے ایک ہی قسم کے کارنامے سرانجام دلا رہی ہے۔

یہ ہیرو زرا اور سورما سواری اور ہتھیاروں کے معاملہ میں بھی کہیں آگے ہیں گلگامش اتانا می عقاب پر سواری کرتا ہے جس طرح وشنو، گرڈ (نصف دیو نصف عقاب[1]) پر گلگامش جس کا تعلق نمرود اور سنڈن سے بھی رہا ہے ایک دلیر شہ زور اور جیوٹ سورما ہے۔ بدن پر لمبے لمبے بال۔ ایابنی[2] (سومیریوں کا ان کیدو) اس کا دوست ہے گلگامش آفاقی بیل کو ہلاک کرتا اور اپنے دوست ایابنی کی موت پر ظلمتوں بھری سرنگ عبور کرتا ہے۔ وہ ات ناپشتم کے ملاح[3] یور شنابی کی اعانت سے موت کا سمندر طے کر کے کائناتی سمندر کا پودا (شجر شباب)

---

[1]: اردو داستانوں کا پسندیدہ پرندہ سیمرغ ہے داستان امیر حمزہ خصوصاً طلسم ہوشربا میں ساحر اور ساحرزادیاں عقاب پر بھی اکثر دکھائی دے جاتی ہیں۔

[2]: عراقی گولائمتھ جسے اُرور اُرو دیوی نے دو بڑے دیوتا بعل اور شمس کے تعاون سے چکنی مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اس کی رگ رگ میں قوتیں گردش کرتی تھیں۔

[3]: ات ناپشتم: اس کی بیوی اور ملاح یور شنابی امر ہیں۔

حاصل کرتا ہے۔ انسانی فکر و ذہن نے جتنے بھی سورما تخلیق کئے ہیں۔ گلگا مش ان سب کا پیش رو ہے۔

فن (فنجل[1]) کو ہولین[2] اور ایزن[3] اور اسکاٹ لینڈ اور کا گیلیوں (گیلز) کے عظیم ہیرو اور سورما ہیں۔ فن جنوبی یورپ کا عظیم ہیرو ہے جو بعد میں سیلٹس اور آئر لینڈ کی منظوم رزمیہ کہانیوں کے فینین[4] یا ارشیانک سلسلے کا ہیرو بن کر سامنے آیا۔ فن کومل[5] نامی عفریت کا بیٹا اور کیلی ڈونبینز کی شمالی مغربی سرزمین یعنی ماروں[6] کا حکمران تھا۔ فن کو بعض تاریخی اور بعض دیو مالائی ہیرو بتاتے ہیں۔ اس کے بارے میں خیال ہے کہ یہ تیسری صدی ق م میں ہوا۔ آئر لینڈ کے بادشاہ کارمیک[7] نے اسے نارس حملے روکنے کو غیر معمولی قوت کے حامل نوجوانوں پر مشتمل فینین[8] یا فی نینئنز نامی فوجی دستے کا سالار مقرر کیا تھا۔ فن کے سورمائی کارناموں کا ایک لامتناہی سلسلہ پھیلا ہے۔ فن فی نینئنز کے ایک بلوے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ رستم کے خاندان کی صورت، اس خاندان میں بھی پیڑھی در پیڑھی سورما پیدا ہوئے ہیں۔

جنگی حربوں اور کارناموں میں یکتا اور بے مثال ہونے کے باوجود یہ ہیرو عشق و محبت کے معاملے میں بہت ہی بد نصیب واقع ہوا ہے۔ فن شاہ آئر لینڈ کی بیٹی گرینی[9] کا عاشق

---

[1]: Finn or Fingal میکفرسن نے اپنی رزمیہ داستانوں میں فن کو فنجل کا نام عطا کیا ہے۔

[2]: Cuthullin or Cochulainn

[3]: Oisin or Ossian

[4]: Fenian or Ossianic

[5]: Comhal or Cumal

[6]: Morven

[7]: Carmac اس کے نابالغی کے ایام میں کوہولین آئر لینڈ کی افواج کا سالار تھا۔

[8]: Fiann or Fenians

[9]: Grannie

اور شادی کا خواہاں تھا۔ لیکن گرینی کی چچازاد بہن ڈیار میٹ کے حسن وجمال کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اسے لے بھاگا۔ فن کی طویل کہانی میں فن اپنی لاحاصل تگ ودو سے مفاہمت کر لیتا ہے اور پھر ڈیار میٹ کی موت کا سبب بنتا ہے۔

فن کا بیٹا ایزن یا اوسیئن آئر لینڈ کی دیو مالائی کہانیوں کا ایک اور ہیرو ہے۔ آئرش اساطیر کے سمندری دیوتا میننن[2] کی بیٹی نائی[3] اسے اپنا دل دے بیٹھتی ہے۔ اور پھر سمندروں کے پار تین سو سال اسے اپنے پہلو میں رکھتی ہے اور پھر اس شرط پر کہ وہ زمین پر قدم نہیں رکھے گا۔ اسے جادوئی جنگی گھوڑے پر جانے کی اجازت دیتی ہے۔ اوسیئن اپنا وعدہ بھول جاتا ہے۔ نتیجتہً بینائی اور شباب کھو کر اسے بڑھاپے کی خستہ حالی اور نابینائی کا شکار بننا پڑتا ہے۔

سلیٹس ہیرو کو ہولین کو آئر لینڈ کا اکیلیز یا ہرکولیز کہا گیا ہے۔ اس کی مہمات ایلیڈ سے لگا کھاتی ہیں۔ آئر لینڈ کے اس ہیرو کو فنجل یا فن کا ہمعصر بنا دیا گیا ہے۔ جہاز کے مستول کی طرح قد آور یہ سورما ہاتھ پاؤں کی سات سات انگلیوں اور روشن آنکھوں کی سات سات پتلیوں والا حیران کن نوجوان ہے۔ پانی میں غوطہ لگاتا ہے تو بدن کندن کی طرح دمکنے لگتا ہے۔ خشمناکی کی صورت میں اس کی چندیا سے سیاہی مائل خون کا فوارا چھوٹتا ہے جو فضا میں بلند ہو کر چاروں طرف بکھر جاتا اور اسے چھپا لیتا ہے۔ یہ نڈر اور بیباک سورما بدبختی کے اس میدان کو طے کرتا ہے جہاں انسانی پاؤں جکڑے جاتے ہیں۔ اور تیز نوکیلی گھاس اُگ کر انہیں کاٹ ڈالتی ہے۔ وہ اس چٹانی پُل کو بھی عبور کرتا ہے۔ جو انسانی قدموں کے لمس پر مستول کی طرح سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس ہیرو کی سیہ بختی کا آغاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب ایک جنگ میں اُس کا بیٹا کونار اس کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔ کو ہولین کے ہاتھوں بیٹے کا مارا جانا رستم اور سہراب کے واقعہ سے قطعاً مماثل ہے۔ رستم کے رخش کی طرح کو ہولین

---

[1]: Diarmait or O.Duibhne

[2]: Manannan گالیوں کا مشہور و مقبول دیوتا سمندری دیوتا لیر کا بیٹا بہت سی کہانیوں میں اس کا تذکرہ ہوا ہے بعد میں یہ تین ٹانگوں کا ایک روایتی عفریت بن گیا تھا۔

[3]: Niamh

[4]: عام خیال ہے کہ یہ پہلی صدی عیسوی میں ہوا۔

کا گھوڑا بھی غیر معمولی اور وفادار ہے۔ وہ، مالک کے گھائل ہوتے پر دشمن کے پچاس آدمیوں کو دانتوں اور تیس کو ٹاپوں سے نابود کر دیتا ہے۔

کوہولین کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوتی ہے۔ رستم اور ہرکولیز کی مانند یہ ہیرو بھی اپنے بچپن میں بے حد طاقتور تھا۔ داستانوں کے دیگر سورماؤں کی مثال اُس کی بہادری کے کارناموں کا سن کر بہت سی خواتین اس پر عاشق ہو جاتی ہیں۔ کناٹ کی ملکہ میڈب یا میو[1] کے مقابلے میں السٹر[2] کی تنہا مدافعت کوہولین کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کناٹ کی ملکہ کولی[3] کے بھورے بھینسے کو لینے آئی تھی۔

کوہولین عین عالم شباب یعنی ۲۷ سال کی عمر میں السٹر کے بادشاہ زادہ لوگیڈ[4] اور کلیٹن[5] کی جادوگر بیٹیوں کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔ ان سورماؤں کے کارنامے میکفرسن کی اوسیانک نظموں میں بیان ہوئے ہیں۔ ان منظوم رزمیہ داستانوں میں فنجل اور ٹیمورا[6] بہت مشہور اور ممتاز ہیں۔

فنجل نامی رزمیہ داستان میں خالقِ داستان نے فن کو فنجل کے نام سے نوازا ہے۔ شاہ آئرلینڈ کارمک کی نابالغی کے ایام میں لوچن[7] کا سکنڈے نیویائی حکمران سویرن[8] حملہ آور ہوتا ہے۔ آئرش افواج کا سپہ سالار کوہولین آگے بڑھ کر شاہ لوچن کے خلاف برسرپیکار ہوتا ہے۔ اس داستان میں فن سمندر کے پانیوں کو عبور کر کے کوہولین کی اعانت کو مملکت آئرلینڈ میں داخل ہوتا ہے۔ سویرن کو شکست ہوتی ہے اور وہ فنجل کے ہاتھوں گرفتار ہوتا ہے۔

1: Medb or maeve

2: Ulster

3: cuailgne

4: Lugaid

5: Clatin اسے کوہولین نے ہلاک کر دیا تھا۔

6: Temora

7: Lochin

8: Swaran

علاوہ بریں وُہ نا انصافیوں اور غلط کاریوں کے خلاف سینہ سپر ہوتا ہے۔ اور دوسری اوسیانک نظموں میں مظلوم اور دست نگر لوگوں کی پشت پناہی کرتا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ میکفرسن کوہولین اور فنجل کو جو داستان کے مطابق کئی سو سال ایک دوسرے سے جُدا رہتے ہیں، یہاں یکجا کر دیتا ہے۔ اور آئرش فن کو سکاٹش بنا دیتا ہے۔ فنجل چھ جلدوں میں ہے اور ۱۷۶۲ء میں تصنیف ہوئی۔

ٹیمورا میکفرسن کی دوسری رزمیہ ہے۔ ۸ جلدوں میں ہے اور سن تصنیف ۱۷۶۳ء ہے۔ یہ منظوم رزمیہ اوسیانک نظموں میں ایک ممتاز اور نمایاں مقام رکھتی ہے۔ ٹیمورا السٹر کے شاہان ڈا آئر لینڈا کے قصر شاہی کا نام ہے۔ کناٹ[1] کا لارڈ کیربر[2] آئرلینڈ کے نوجوان حکمران کارمک کے خلاف بغاوت کر کے اِسے موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔ اور آئرلینڈ کے تاج و تخت پر غاصبانہ قبضہ کر لیتا ہے۔ (جیسا کہ مرگ کیتھولین کوہولین میں بیان ہوا ہے) فنجل سلطنت کی بحالی کو آئرلینڈ میں داخل ہوتا ہے۔ ایک لڑائی میں آسکن[3] (فنجل کا پوتا اور اوشیئن کا بیٹا) اور کیربر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔ فنجل کا فیلن[4] نامی ایک بیٹا بھی جنگ میں کام آتا ہے۔ آخرکار فنجل کیربر کے بھائی اور باغیوں کے سرغنہ کیتھمر[5] کو موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

یونان میں سورماؤں کی نوج ظفر موج ہے۔ ان سُورماؤں نے یونانی دیو مالا میں دلکشی اور دلپذیری کی جگہ جگہ کہکشاں سجا دی ہے۔ اکیلیز، ہرکلیز، یولی سیس، پرسئیس، اجیکس اور دوسرے لاتعداد سورما جگہ جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ ہومر کی ایلیڈ اور اوڈیسی ان سورماؤں کی مہمات سے بھری پڑی ہیں۔ رومی دیو مالا کے آئینہ میں اِن ہی سورماؤں کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

۱: Connaught

۲: Cairbar

۳: Oscan

۴: Fillan

۵: Cathmor

بارہ مہمات سر کرنے والے ہیلینی ہیرو ہرکلیز کا حرب و ضرب میں کوئی رقیب نہیں۔ یہ تو پاتال تک میں پہنچ جاتا ہے۔ آخر میں وہ کوہ اِیٹا پر چتا تیار کر کے اس میں جل مرتا ہے۔ اور پھر گرج چمک کے دوران کوہ اولمپس پر دوبارہ جنم لیتا ہے۔

سگمنڈ[1] سکنڈے نیویا کا ہیرو ہے۔ اور سیگفرڈ[2] جرمنی ہیرو ہے۔ آرتھر فرانس اور خصوصاً برطانیہ کا رومانی ہیرو ہے۔ جہاں اس کے گرد دلیر جنگجو اور رزم آرا نائٹوں کا ہجوم ہے۔ آرتھر کی تلوار کا نام کیلی برن ہے زخمی آرتھر جب جزیرہ ایولین میں اس تلوار کو دریا میں پھنکواتا ہے تو ایک ہاتھ پانی میں سے نمودار ہوتا ہے۔ اور تلوار تھام کر غائب ہو جاتا ہے۔ آرتھر انسان دوست ہے۔ آرائش محفل میں حاتم طائی سات سوال پورے کر کے منیر شامی اور حسن بانو کی شادی کراتا ہے۔ اور آرتھر ویلیو ہیروں کے سردار ہاتھرن کی شرائط پوری کر کے کیل ہنخ[3] اور اولوین کی شادی میں مدد دیتا ہے۔

فرانس میں شاہ شارلیمان اور اس کے پیلے ڈنز[4] ہیروز کے روپ میں نمودار ہوتے ہیں۔ شاہ آرتھر کے گرد گول میز کے جری اور جانباز نائٹوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اور شارلیمان کے جلو میں بارہ جیالے اور تیغ زن نواب (سردار) ہوتے ہیں۔ جن میں رانلڈ نمایاں ہے۔ آئس لینڈ کا ہیرو فری تھیوف[5] ہے۔

سپین کا ہیرو سڈ ایک جری نائٹ، پاکیزہ عیسائی اور محب وطن کے طور پر نمایاں ہوا ہے۔ سڈ کے بھی مخصوص ہتھیار ہیں۔ رستم کے گھوڑے رخش، سیگواڈ کے سمند گرے فل اور پرسیئس کے اسپ پیگاسس کی طرح سڈ کے پاس بھی ببکا نامی گھوڑا ہے۔

سسوما[6] چاؤ ان چین کا ہیرو دوٹس ہے، سنتارو[7] جاپانی گلگامش ہے جاپان ہی کا

---

[1]: Sigmund — [3] Kulhwch

[2]: Siegfried — Olwen

[4]: Paladins

[5]: Frithiof چودہویں صدی عیسوی میں آئس لینڈی ساگا کا ایک ہیرو

[6]: Sisu-ma-Chien

[7]: sentaro

ایک اور ہیرو یاماٹوٹیکے[1]، سورج دیوتا کی اولاد میں سے ہے۔ جو وحشی دیوی دیوتاؤں کو ہلاک کرتا ہے۔ اور کوہ ابوکی کے بھینسے ایسی جسامت کے جنگلی سوٴر سے لڑتا ہے۔ جینیاتی سورماؤں کی طرح اس کے پاس بھی مشہورِ "کوساناگی" شمشیر اور آتش گیر مادہ پر مبنی ایک تھیلا ہے۔ مرنے پر یہ جنگجو سورما ایک سپید پرندہ بن کر آسمانوں میں پرواز کر جاتا ہے۔ کرشن ارجن اور بھیم وغیرہ بھارتی ہیرو ہیں۔ مہابھارت میں بھیم ہاتھیوں اور گھوڑوں کو سواروں سمیت ہاتھوں پر اٹھا اٹھا پھینکتا ہے۔ بڑے بڑے گھیردار اور تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ ڈالتا ہے۔ فن کشتی گیری میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔ ارجن تیر اندازی میں بے عدیل و مثال ہے۔ مہابھارت کی عظیم جنگ میں وہ اپنے تیروں سے دشمن کو زچ کر دیتا ہے۔ اور آسمان کو اپنے تیروں سے ڈھانپ دیتا ہے۔

گیلک سورماؤں کی طرح فردوسی کے شاہنامہ میں بھی دلیروں اور جانبازوں کے انبوہ دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں رستم کا بدل نہیں۔ یہ ایرانی ہیرو اس قدر گرانڈیل اور شہ زور ہے کہ چلتے وقت اس کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں۔ رستم بڑے کارنامے سرانجام دیتا اور ہفت خواں کی راہ طے کرتا ہے۔

الغرض عالمی دیوی دیوتاؤں کے وسیع جھرمٹ میں کوئی نہ کوئی ہیرو یا سورما اپنے حربی کارناموں اور زور آزمائی اور مہمات کی اثر آفرینی سے قلب و ذہن کو متاثر کئے دے رہا ہے۔

زندگی دہندہ اشیاٴ

علم الاصنام جہاں ہمیں بہت سی معلومات فراہم کرتا ہے۔ وہاں ہمیں نئی نئی باتوں اور نِرالی نوکھاتوں سے بھی آشنا کراتا ہے۔ یہاں ایسی ایسی چیزیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

قدیم دیومالا میں ایسی بہت سی چیزوں کا تصور موجود تھا۔ جو زندگی کو طول دیتی اور مسیحائی کرتی تھیں۔ چنانچہ غذائے صحت، آبِ حیات، امرت، عسل، شبنم، پودوں، اشجار، اثمار، پھولوں، سوٴر کی کھال اور دیگر اشیاء کا چرچا عام رہا ہے۔

سومیری اساطیر میں غذائے حیات اور آبِ زلیست کا اذکار ہے۔ اَنَنا کا سفر ظلمات

---

[1]: Yama-to-Taka

میں ملکہ پاتال اَرِشکی کی چھوٹی بہن آننا (محبت، جنس، جنگ، غیض اور تولید کی دیوی) جب عالم ظلمات میں ماری جاتی ہے تو اُنکی دیوتا کُرگُرّا اور کالاتُر نامی دو انسانوں کو جن کی کوئی جنس نہ تھی۔ نانِ حیات اور آبِ زیست دے کر پاتال میں بھیجتا اور آننا دیوی کو زندہ کرتا ہے۔

سومیریوں اور بابلیوں کا ہیرو گلگامش جب شجرِ جوانی کے ساتھ اُرُوک کو واپس ہوتا ہے تو راستے میں ایک جگہ نہانے لگتا ہے تب یہ شجرِ جوانی ایک سانپ کھا لیتا ہے۔ اور از سرِ نو شباب پاکر کینچلی اُتارتا اور پانی میں گھس جاتا ہے۔ چونکہ اس سانپ نے شجرِ جوانی کھایا تھا۔ اس لئے اس کی نسل میں یعنی کوئی بھی سانپ بوڑھا نہیں ہوتا۔ اور ہر سال اپنا پرانا جسم (کینچلی) تیاگ کر پھر سے جوان اور چونچال ہو جاتا ہے۔

ہندوستان: دیومالا میں سوم رس بھی ہے اور امرت بھی

رگ ویدی مذہب میں سوم رس کو بڑی اہمیت حاصل ہے جسے ویدی رشیوں نے بڑی جان کاہی اور جگر کاوی کے بعد بعض پودوں سے حاصل کیا تھا۔ یہ سوم رس ایک پیالے میں جسے تو تشتری نامی صناع نے بنایا تھا محفوظ تھا کر دیوتا اسے پی کر ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے۔ خصوصاً برق و باراں کا دیوتا اندر مہابھارت میں دیوی دیوتا بہت کچھ کر گذرتے ہیں۔ سنسکرت کہانی بتیال پچیسی میں جگہ جگہ امرت کا چمکار[1] دکھایا گیا ہے۔ بتیال پچیسی کی تیسری کہانی میں بیر بر راجپوت راجا کی جان بچانے کو اپنے بیٹے کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ خود اور اس کی بیوی بھی بیٹے کی جدائی میں تلوار سے اپنی گردنیں کاٹ ڈالتے ہیں۔ اس وقت بھوانی دیوی[2] پاتال سے امرت لاکر ان پر چھڑکتی ہے تو تینوں زندہ ہو جاتے ہیں۔ ایک اور سنسکرت کہانی "سنگھاسن بتیسی" میں امرت کی مدد سے اس سے بڑا کارنامہ سرانجام دیا گیا ہے۔ بارہویں پتلی کیسروتی کی بیان کردہ کہانی میں ایک لاکھ روپے روزانہ دان کرنے والا راجا جب مندر کے سامنے گھی کے کھولتے کڑھاؤ میں جل کر کباب ہو جاتا ہے تو چونسٹھ جوگنیاں آتی ہیں اور راجا کا بھنا ہوا گوشت کھاتی ہیں۔ اور ہڈیوں پہ امرت چھڑک کر اسے زندہ کرتی ہیں۔ یہی نہیں وہ بکرم کو بھی جو سات بار کڑھاؤ میں جل مرتا ہے۔ کھاتی ہیں اور سات بار

---

[1] : معجزہ

[2] : شیو دیوتا کی بیوی

اس کی ہڈیوں پر امرت چھڑک کر اسے زندہ کرتی ہیں۔

بتیال پچیسی ہی کی پندرھویں کہانی میں گرڑ پاتال سے امرت لا کر سانپوں کی ہڈیوں پر چھڑکتا ہے۔ اور وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ قصہ کوتاہ ہندو صنمیات میں تو امرت کے چشمے گام گام پر بہہ رہے ہیں۔ جو پیا ہے گھونٹ بھر کر امر ہو سکتا ہے۔ چینیوں کے ہاں زندگی دہندہ موتی ہے۔ اس کے علاوہ چاند میں زندگی دہندہ پودے اور اشجار ہیں۔

وہاں چاند میں ایک مینڈک[1] بھی ہے۔ جو حقیقتاً ایک خاتون ہے۔ یہ خاتون اس تیر انداز کی بیوی ہے جس نے چاند کو بادلوں کی ملیغار سے نجات دلائی تھی۔ اور مغرب کی شاہی ماں[2] نے اس پر خوش ہو کر اسے پینے کو شبنم حیات عطا کی تھی۔ لیکن بُرا ہو اس بدبخت بیوی کا جو شبنم حیات کا پیالہ چرا کر پی گئی۔ شاہی ماں کو طیش آ گیا اور اس نے تیر انداز کی اس بیوی کو مینڈک بنا کر چاند کے روشن مگر بے آب و سحاب میدانوں میں چھوڑ دیا۔

آئر لینڈ ویلز اور انگلینڈ کے دیو مالائی جہاں میں حیر العقول، نیند آور گہرے گھاؤ مندمل کرنے اور شباب و زندگی عطا کرنے والی اشیاء میں دوسری اقوام کی طرح ان کے ہاں بھی ایسے خطے ہیں جہاں روشن شراب کے کنڈ ہیں اور جہاں جوانی دھوکہ دیتی ہے اور نہ زندگی دغا کرتی ہے۔ یعنی وہاں کے مکین سدا بہار شباب سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مرگ کا یہاں گذر نہیں۔

برٹینز کی دوسری دنیا کی حسین و خوبرو ملکہ ریہانن[3] کے پاس تین پرندے ہیں جن کی سحر آفریں آواز مُردوں میں جان ڈال دیتی ہے۔ اور زندوں کو ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دیتی ہے۔

ایک گیلک کہانی میں ایک سحر زدہ درخت ہے جس پر قرمزی رنگ کا پھل آتا ہے اِسے

---

[1]: ۔ مصر میں مینڈک کو احیائے زندگی اور تعلائے حیات کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے۔

[2]: مصر میں کہنہ سال ہیکیٹ عظیم ماں یا عظیم دلوی ہے۔ سومیریوں میں ننہر سگ بابل میں عشتار، مصر میں آئی سس، یونان میں افروڈائٹی اور روما میں سائبلا وغیرہ عظیم ماں ہیں۔

[3]: Rhiannon

کھا کر انسان امر ہو سکتا ہے۔ یہ غذائے ربانی (دیوتاؤں کی خوراک) ہے۔ اس پھل کی ایک گٹھلی کسی دیوتا کی غلطی سے زمین پر گر جاتی ہے جس سے ایک درخت بن جاتا ہے دیوتاؤں کو جب پتہ چلتا ہے کہ ایک دیوتا کی غلطی سے فانیوں (انسانوں) کو ملکوتی لافانی پھل کا عطیہ دے دیا گیا ہے تو وہ یک چشم فومر کا پہرہ اس پر بٹھا دیتے ہیں۔ تاکہ کوئی بھی فانی اس درخت کا قرمزی پھل نہ کھا سکے۔ یہ یک چشم فومر دن میں اس درخت کے نیچے بیٹھا رہتا ہے اور رات کو اُس کی شاخوں میں بسیرا کرتا ہے۔

آئرلینڈ کے بادشاہ کے پاس مردوں میں جان ڈال دینے والا ایک کڑھاؤ ہے۔ یہ جادوئی کڑھاؤ پاتال کا دیوتا بران اسے عطا کرتا ہے جب پاتال کا یہ برٹش دیوتا آئرلینڈ پر حملہ کرتا ہے تو آئرلینڈ کے باسی جنگ میں کام آنے والے اپنے سپاہیوں کو اس کڑھاؤ میں ڈال ڈال کر زندہ کرتے ہیں۔

برطانوی اساطیر میں ایک ماہ کے بچے کے سر اتنے بڑے زریں رنگ کے سیب بھی ہیں۔ یہ سیب دُنیا کے مشرق میں واقع ہیسپرِیڈیز کے باغ سے لائے گئے ہیں۔ ان سیب کو کھانے سے لاعلاج مریض تندرست ہو جاتا ہے اور گہرے گھاؤ مندمل ہو جاتے ہیں۔ یہ سیب کھانے سے ختم نہیں ہوتے۔ یہاں گدھے کی ایک کھال کا تذکرہ بھی ہے جس کی دو خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے لمس سے گہرے زخم مندمل اور قریب المرگ انسان جی اُٹھتا ہے۔ دوسرے اسے جس ندی میں سے گذارا جائے وہ نو دن کے لئے بادہ آتش رنگ بن جاتی ہے۔

ایک اور گیلک (آئرلینڈ) کہانی میں گہرے پانی میں ایک سالمن مچھلی ہے جس کے کھانے سے دنیا بھر کی ذہانت انسان میں بھر جاتی ہے۔ ایک بیئس گو سات سال تک اس مچھلی کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب کامیاب ہوتا ہے تو گیلک ہیرو فن اسے کھا لیتا ہے۔

السٹر کے بادشاہ کارمیک کو سمندر کا دیوتا مینن ایک طلسماتی نقرئی شاخ عطا کرتا ہے۔ جس میں زریں سیب لگے ہیں۔ اسے ہلانے پر وجد آفریں اور کیف بار موسیقی جنم لیتی ہے۔ جسے سُن کر دکھیارے روگی، گھائل اور غم جاناں و غم دوراں کے مارے انسان اپنی اپنی تکالیف بھول کر میٹھی نیند سو جاتے ہیں۔

اِن نایاب اور بے مثال اشیاء کا بیان کہاں تک چلے اِن سے تو دیوی دیوتاؤں کا جہاں بھرا پڑا ہے۔

زمین و آسمان کے ان گنت خالق و صانع تھے اور انسان کے لامحدود معبود و مسجود جن میں سے بعض باہم مربوط و مماثل اور بعض منفرد و یکتا تھے۔ ان ارباب کل و کائنات نے اپنے اپنے طور پر اپنی اپنی فہم اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق کائنات کی تشکیل اور انسان کی تجسیم کی تھی۔ اس وقت شائستہ و ناشائستہ مہذب و غیر مہذب اور عاقل و ناداں سب سنگ اور ہم رنگ تھے۔ پرُخلوص عاشق، سچے شیدائی یہاں تک کہ ان خالقین کے لئے جان دینے میں بھی اُنہیں کوئی باک نہ تھا۔

دیوی دیوتاؤں کی چاہت اور پیار کے وہ زرخیز و نو شگفتہ سدا بہار پھول جو ذہن و فکر کی بے کل ڈالیوں میں کھلتے مہکتے اور جھومتے تھے۔ آج مُرجھا گئے ہیں اور اشکوں کی شال اپنے روپ سروپ رنگوں اور نکہتوں سمیت ٹوٹ ٹوٹ کر چپ چاپ گر چکے ہیں۔ آج دل کی ننگی منگی شاخوں پر نہ کہیں ایک آدھ کلی چٹکتی ہے اور نہ تنہائی کی آگ میں جلنے کو کوئی پھول کھلتا ہے۔

گو آج نئی روشنی سے نم آلود دلوں کی لچکدار اور پھولدار قرمزی ٹہنیوں میں ان کہنہ اور فرسودہ کلیوں غنچوں، شگوفوں اور پھولوں کی بہار نہیں۔ لیکن پھر بھی دُنیا کی مختلف زبانوں اور جدید ادب میں اس گم گشتہ بہار کے بہار آفریں رنگ اور غنچہ ہائے تنگ کی مہک اور خوشبو بسی ہے۔ آج کا نوجوان اور برتر ادب اور اس کی آوردہ نظم و نثر ان مہان دیوی دیوتاؤں اور روحیہ اور شہ زور سورماؤں کی تنویر جلال اور جبارتوں کی ضیائے کمال، خوش آب و نوا دیویوں، لالہ فام و دلآرام سخریلی شہزادیوں کی خوشبوئے خم و کاکل، انفاس برنگِ نکہت گل، رنگ عارض و دہن، سودائے چشم و ذقن، نگارانِ شیریں لہجہ و لب، ابریشمی و حریری پیراہن، عشوہ و غمزۂ دُلہن، شباب فتیصرہ زمن (دیوی ہیرا) ہاتف کوہ و دمن، سنگینی و رنگینیٔ ہیلن، سوختہ و فسردہ دلوں کی لگن، عاشقان تازہ و کہن، تپیدہ جاں کے رنج و محن، وادی آنا کے گلاب و گلبن، بے مہر و وفا کنز ولی خناق بدن اور سازشی ملکاؤں کا شباب بے شکن، دیوتاؤں کے پربت پربت مسکن اور سحر زدہ مینائی گگن کی پھبن کی دھج سے سج رہی ہے۔

ماضی کے ان بھولے بسرے فسانوں کے رنگ ترنگ، عالمی ادب کے سنگ سنگ متبسم وارد ہو رہے ہیں۔ یہ رنگ بھری ترنگ۔ کہیں گھنی اور گمبھیر اور کہیں سبک اور

سنہری ہے۔ لیکن اردو زبان کا نرم و کشادہ جہان، ان صنمیاتی کرداروں کی کھکاریوں روایتی اساطیر کی کلکاریوں اور کلاسیکی قصوں کی بوقلمونیوں اور گوناگونیوں سے یکسر تہی ہے۔ اور اگر یہ دیو مالائی "نے" کسی نے اپنے مرطوب ہونٹوں سے لگا کر راگنی الاپنے کی کوشش کی بھی ہے تو تانیں ٹوٹ ٹوٹ گئی ہیں۔

عنایت ایزدی سے ان صنمیاتی طلسمات اور دیو مالائی فسونستان کی اعصاب شکن اور حوصلہ فگن مہمات میں نے تن تنہا سر کی ہیں۔ اور ازمنہ قدیم کے انسانی ہاتھوں کے تراشیدہ صنمستانوں اور چنیدہ نگار خانوں کی بند کھڑکیاں اور دروازے اردو ادب کے دالانوں میں بے آواز دستکوں سے وا کیے ہیں۔

میری بے لوث کاوش آپ کے فکر و ذہن پر کس قسم کے اثرات مرتب و مرتسم کرتی ہے یہ تو میں نہیں جانتا ہاں آپ اتنا ضرور جان لیں کہ اس دیو مالائی جہان کے خرابے کی کھوج اور جستجو میں، میں نے اپنی کتنی رنگین و لعلین راتیں سیاہ کر لی ہیں۔ اور کتنے چاندی ایسے تابان و فروزاں دن اپنے ہاتھوں بجھا لیے ہیں۔ والسلام

آرزو چودھری

ایف سی کالج لاہور
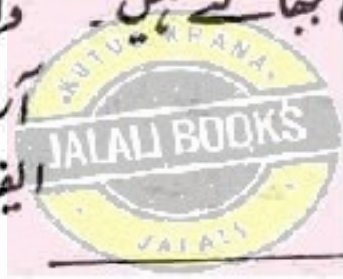
فنیقی

اولین مصری حکومت کے ایام میں ببلس[1] (بیروت کے شمال میں موجودہ جبیل[2]) ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ یہ قصبہ شہتیروں کی تجارت کے لیے مشہور تھا مصریوں کے میل ملاپ کے باعث ببلس اور مصر کی دیومالا ایک دوسرے سے بخوبی متاثر ہوئیں۔

ببلس کی سب سے عظیم دیوی بعلت[3] تھی۔ جسے فنیقی خاتون ببلس، بھی کہتے، مصر اور ببلس کے تعلقات بہت زیادہ استوار ہوئے تو خاتون ببلس، مصری دیوی ہیتھور (جس کی نیل کے کناروں پر بے حد تحریم و تکریم کی جاتی تھی) کی ہمسر اور ہم پلہ قرار پائی۔ ببلس میں ایک مہان دیوتا سورج کے مصری دیوتا را[4] سے مشابہت رکھتا تھا۔ اسے بھی وہ را کہتے۔ اس را کا بیٹا بھی ببلس کا دیوتا تھا جسے مصری دیوتا ریتی کا نام دیا گیا تھا ببلس کا چوتھا دیوتا ہے تاؤ[5]، تھا یہ دیوتا (ایڈونس کا مماثل) زراعت کا دیوتا تھا، شمالی لبنان اور بحیرہ روم کے مابین نہر ابراہیم (جبیل کے شمال میں پانچ میل کی دوری پر) کے علاقے میں اس کی بڑی تنظیم کی جاتی تھی۔ مصریوں نے اسے اپنا کر اپنے دیوتا دیرس کی شناخت عطا کی۔

فنیقیوں کا سربراہ عظیم دیوتا ایل[6] تھا جس کی قدیم زمانے ہی سے تمام سامیوں میں عزت کی جاتی تھی یہ دیوتا تمام کنعان کا حکمران تھا۔ تمام دریاؤں کو روانی عطا کرکے اسی نے سمندر کی گہرائیوں کو انہیں اتارا تھا ایل کو بہت سے خطابات سے نوازا گیا تھا۔ بینسا یا بینسا ایل کے نام سے بہت مقبول ہوا۔ موت[7] ایل کا ہر دلعزیز بیٹا تھا۔ ایل کے بعد عظیم دیوتا بعل تھا جو ایل کا دشمن تھا۔ بادلوں پر سواری کرنے والا ایلین[8] رسات رفقا اور آٹھ جنگلی سؤر ہر وقت اس کے ہمرکاب رہتے) بعل کا بیٹا اور پانی کا دیوتا تھا

سمندر کی دیوی عشارت دیوتاؤں کی ماں اور خالق تھی وہ دیوتا ایل کی مشیر اور بعل کی ماں اور بیوی تھی۔ بعل کے آسمان کی عشارت ملکوتی ہستیوں میں حسین ترین اور خوش جمال تھی۔ انات[9] بعل کی بیٹی اور ایلین کی بہن تھی۔ یہ روحی دیوی بارودا کی طرح زمین پر شبنم چھڑکتی تھی۔

افریقہ کے ساحلوں اور بحیرہ روم کے جزائر میں، فنیقیوں کے تجارتی مراکز اور نو آبادیوں میں کارتھیج سب سے مشہور تھی یہاں بعل حمن[10] کی بلائیں لی جاتی تھیں۔ یہ دیوتا آسمان اور زرخیزی کا دیوتا تھا۔ تینت[11] کارتھیج کی عظیم دیوی اور بعل حمن کی شریک کار تھی۔ فنیقیوں کا اساطیری ادب تفصیل سے سامنے نہیں آیا۔ بہرحال ان کے پنتھیون میں ہزارہا دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی۔

Hay-Tau   Ra   Ba'alat   Jabeil   Byblos

anat   Aleyin   mOt   El

Tanit   Ba'al Hammon

یونان

"ہم سب یونانی ہیں۔ (کیونکہ) ہمارے قوانین ہمارا ادب، ہمارا مذہب، ہمارا فن، سب سرزمینِ یونان میں پھوٹا ہے۔"

(شیلے)

یونانی ادوار

یونان کی قدیم ترین تاریخ چار ادوار پر مبنی ہے۔

اوّلین دور

یونان کا قدیم ترین دور مبہم اور غیر واضح ادوار پر مشتمل ہے جنہیں یونانی مینوآن[1] اور مائی سی نیئن[2] کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس زمانے سے متعلق کوئی تحریری ثبوت موجود نہیں۔ ان ایام کا تعلق خالصتاً آثارِ قدیمہ سے ہے۔ اور ان ہی آثار کو سامنے رکھ کر اس زمانے کے بارے میں قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں۔ یہ دور ۲۰۰۰ ق م سے ۱۲۸۰ ق م تک پھیلا ہے۔

دوسرا دور

۱۲۸۰ ق م سے ۱۲۰۰ ق م یعنی پورے اسّی سال پر مشتمل ہے۔ اس دور کو سورماؤں دلیروں (مبہم جودوں) کا عہد یا ہومری زمانہ کہتے ہیں۔ یہ زمانہ سورماؤں کے دور سے پیلو پونیسی[3] جنگوں تک پھیلا ہے۔ یونان میں لکھنے لکھانے کا رواج بہت بعد میں ہوا۔ اس لئے ان سورماؤں کی تاریخ کا ماخذ ہومر[4] کی وہ نظمیں ہیں جو صدیوں سے ایک نسل سے دوسری

---

[1]: Minoan

[2]: Mycenaen

[3]: یہ جنگیں ایتھنز اور سپارٹا اور ان کے حواریوں کے مابین لڑی گئیں اور سقوطِ ایتھنز پر اختتام پذیر ہوئیں۔ نتیجتہً زمامِ اقتدار ایتھنز کے ہاتھوں سے نکل کر سپارٹا کے پاس چلی گئی۔ پیلوپس شاہ یونان تھا۔ اسی کے نام پر جزیرہ نمائے یونان کو پیلو پونیز کہتے ہیں۔

[4]: یونانی اس سے قبل بھی ایک زندگی رکھتے تھے جس کا ہومر وغیرہ تصور بھی نہ کر سکے۔ یونانی آثارِ قدیمہ کی طرف کسی نے ایک عرصہ تک توجہ نہ دی۔ اور جب ان کی چھان پھٹک کی گئی تو بہت سی باتوں کا انکشاف ہوا۔ ۱۸۷۰ء میں ڈاکٹر شلیمن نے ہومر کی تصدیق میں ان آثار کی طرف رجوع کیا۔ ان تحقیقات نے جہاں ہومر کی تائید کی۔ وہاں اور بہت سے اسرار و رموز پر سے پردہ اٹھا۔ شلیمن نے ۱۸۹۰ء میں ایک

نسل، سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں اور صفحہ ہائے قرطاس کی زینت بنیں۔ ہومر کی ایلیڈ
میں حسین و خوبرو ہیلین کی بازیابی کے سلسلہ میں جسے ٹرائے کا پیرس (فرانسیسی میں پیری
بلکہ پیئی) نامی شہزادہ لے اُڑا تھا۔ یونانی سورماؤں کے ٹرائے کے محاصرہ کا بیان ہے اوڈیسی
میں جنگ ٹرائے سے واپسی یونانی سورماؤں میں سے ایک سورما یعنی یولی سس کی

(گذشتہ صفحہ سے) قدیم شہر کے آثار ڈھونڈ نکالے جن میں مقابر کی اچھی خاصی تعداد سامنے
آئی۔ ان مقابر میں بادشاہوں کی حنوط شدہ لاشیں ملیں۔ وہاں شاہی تاجوں کی آب و تاب میں
منبت کاری سے آراستہ سینے کی محافظ پلیٹیں، اور لفظی تصاویر سے مرصع ان کی
شمشیریں پڑی تھیں۔ حنوط شدہ تاجداروں کے چہرے زریں نقابوں میں مستور تھے مقبرے
کے فرش پر سنہری برادے کی ترچھی تھی ایک اور مقبرے کے فرش پر طلائی پتوں اور پھولوں
کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔ جن میں زریں چھلے بازو بند چھوٹے چھوٹے شاہی تاج (گویا بچوں
کے لئے) زیورات کی بجائے نفیس تتلیاں اور کیڑے اور نرم طلائی پھول دار نقرئی ڈنٹھل
پڑے تھے۔ اسی طرح ایک مقبرہ میں خواتین کی لاشیں ملیں، وہاں سے لاتعداد چھوٹے
زیوروں، ان گنت سنہری منکوں اور طلائی پتروں کے ساتھ ۷۰ زریں اشیا بھی برآمد
ہوئیں۔ اسی طرح ایک مقبرے سے پانچ لاشیں دستیاب ہوئیں جو لفظی صدرتوں
میں جواہرات سے ڈھکی تھیں۔ یہاں سے ملنے والے زیور انتہائی خوبصورت تھے۔
سان شدہ پتھر اور ہتھیار کافی تعداد میں ملے۔ شاندار اور منقش سنگِ مرمر اور
سنگ جراحت پر دیدہ زیب تصاویر کندہ تھیں۔ دروازے کے پاس چند لاشیں
رکھی تھیں جو شاید غلاموں اور جنگی قیدیوں کی تھیں جنہیں قربان کیا گیا تھا۔ یہ صحیح
ہے کہ یہ باقیات ہومر سے بہت پہلے کی ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہومر
کے زمانے میں بھی اس قسم کا معاشرہ یونانیوں میں ضرور موجود رہا ہوگا۔ ان معلومات
کے بعد ہومر کی نیلگوں شیشوں والی آبدار شاہی محلاتی تصاویر، طلائی ٹکڑیوں دار
تانبے کی چمکدار دیواریں، زریں اور طلائی باسنوں میں دعوتیں، اُڑنے والے
ہیرو سورما اور ان کے یہاں سنہری مجسموں سے مزین اور روشنیوں سے
منور ہال محض شاعرانہ مبالغہ آرائی نہیں۔

آوارہ گردی کا تذکرہ[1] ہے۔

ایرانیوں کے خلاف رزم آرائیوں کی تفاصیل ہیروڈوٹس[2] سے اخذ کردہ ہیں اور پیلو پونیسی محاربات کا عکس تھیوسی ڈیڈیز[3] سے لیا گیا۔ یہ انتہائی مشہور یونانی دور ہے ان دنوں یونانی سنگ وصنم تراشی پورے عروج پر تھی۔

گذشتہ صفحہ سے:۔

۱۸۷۰ء میں شلیمن نے ایک قصبے کی کھدائی کی یہاں ملبہ کی نو تہیں ملیں ہر تہہ میں سے ایک الگ نو آبادی کے آثار ملے جن میں قدیم تر ایک گاؤں کے وہ باقیات ہیں جو موجودہ زمینی سطح سے پچاس فٹ نیچے ملے۔ دوسری تہہ کے بارے میں ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ یہ ہومر کا ٹرائے ہے۔ اس تہہ میں مضبوط و مستحکم دیواریں ایک سوختہ بالا حصار، کانسی کے ہتھیار، زریں زیورات کی ایک تہذیب ملی ہے۔ اب یہ راز کھلا کہ یہ تہذیب ٹرائے کی تعمیر سے بہت پہلے یعنی ۲۵۰۰ ق م کی ہے۔ اس سے اوپر کی تہیں کمتر نو آبادیوں کی ہیں۔ سب سے نچلے حصے سے اوپر کی چھٹی تہہ میں ایک بڑے اور خوبصورت شہر (جو گیارہویں بارہویں صدی ق م میں تباہ ہوا) کے آثار برآمد ہوئے۔ ڈاکٹر شلیمن کی وفات کے بعد یہ ثابت ہوا کہ یہ شہر ہومر کا ٹرائے تھا۔ ان اشیا سے اگرچہ ہومر کی تصدیق نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ضرور عیاں ہے کہ یونانی اتنے پسماندہ نہیں تھے جتنا کہ پہلے خیال تھا۔

[1]: جنگوں اور مہم جوؤں کے حالات و واقعات قصہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن معاشرہ کی حکاسی ایک حقیقت ہو گی۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ وہ شاعر جو تاریخی طور پر ہمیں کچھ تبلاتا ہے۔ وہ برمحل اور خیالی ہوتا ہے۔ لیکن حادثاتی طور پر جن چیزوں کا وہ تذکرہ کرتا ہے وہ تاریخ ہوتی ہے۔

[2]: ہیروڈوٹس (۴۸۴ - ۴۲۴ ق م) ایک عظیم یونانی مؤرخ ہیلی کرناسس میں پیدا ہوا ان دنوں یہاں ایرانیوں کی حکومت تھی۔ ہیروڈوٹس کو تاریخ کا جدّامجد کہتے ہیں اس کی تاریخی نگارشات نو جلدوں میں ہیں۔ اور ہر ایک کا نام میوزز میں سے ایک کے نام پر ہے۔ ہیروڈوٹس نے یورپ افریقہ اور ایشیا کی سیاحت کی یورپ اور ایشیا

تیسرا دور (۴۰۰ ق م سے ۳۰۰ ق م)

اس صدی کا آغاز ایرانیوں اور اہل قرطاجنہ کے ہاتھوں میگنا گریشیا کے یونانیوں کو غلام بنانے سے ہوتا ہے یہ دور یونانی شہروں اور ریاستوں کی باہمی چپقلش اور ریشہ دوانیوں سے اٹا پڑا ہے۔ یا پھر ان کی انجمنیں بار بار بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اسی دور میں تھیبس کورنتھ، ایتھنز اور ارگس مل کر ایک انجمن کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ جبکہ فنیقی (قرطاجنہ) بیڑہ سپارٹا کی بحری قوت پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ اسی صدی میں ایرانیوں اور اہل سپارٹا کے مابین ایک معاہدہ ہوتا ہے کہ ایرانی یورپی یونانی ریاستوں کو منتشر اور کمزور کرنے میں اہل سپارٹا کی اعانت کریں گے۔ اور جواباً سپارٹا ایشیائی یونانیوں پر ایرانیوں کی دیرینہ عملداری بحال کرانے میں ایرانیوں کو مدد دے گا۔ ان ہی ایام میں تھسلی اور مقدونیہ تھیبہ کے زیر اقتدار آتے ہیں۔ اور مقدونیہ کا شہزادہ فیلقوس تھیبس میں یرغمال بن کر چند سال گذارتا ہے۔ ۳۶۲ ق م میں ہیلینز کی باہم سب سے بڑی جنگ سجتی ہے۔ جس میں یونان کی سبھی ریاستیں کسی نہ کسی صورت حصہ لیتی ہیں۔

چوتھا دور

یہ ہیلینی یعنی خالص یونانی دور ۳۰۰ سے ۵۰ ق م تک پھیلا ہے۔ یہ یونانیوں کے زوال و انتشار کا دور ہے۔ ۱۴۶ ق م میں یونانیوں پر رومی تسلط قائم ہو جاتا ہے۔

یونانِ قدیم

قدیم زمانے میں سومیریا (جنوبی عراق) سے کوئی خاص قوم مراد نہ تھی۔ سومیری زبان بولنے والوں کو سومیری کہتے تھے۔ اسی طرح یونان کوئی خاص خطہ یا مخصوص علاقہ نہ تھا۔ بلکہ ان تمام علاقوں کی جہاں یونانی زبان اور یونانی تہذیب رائج تھی یا یونانی نژاد آباد تھے۔ یونان کہہ

گذشتہ صفحہ سے:
کی دشمنی کو اس نے عام موضوع بنایا۔

۲ھ: Thucydides ایتھنز کا عظیم مورخ قریباً ۴۷۰ ق م میں پیدا ہوا اور چوتھی صدی ق م کے آغاز میں وفات پائی امیر البحر کے فرائض میں ناکامی پر جلاوطن ہوا۔ اپنے یہ بیس سال اس نے پیلوپونی سس میں گذارے اس کی تخلیق کردہ تاریخ میں ایتھنز

دیتے تھے۔ چنانچہ جزائر ایجیئن، ایشیائے کوچک، سسلی اور اطالیہ کی یونانی نوآبادیاں بھی اپنے آپ کو ہیلس (یونان) کہہ سکتی تھیں۔

یونان چھوٹے بڑے جزائر، جزیرہ نماؤں، پربتوں، وادیوں اور پانیوں میں بٹا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے یونانیوں کی کوئی واحد اور محکم قومی حکومت قائم نہ ہو سکی۔ جہاں کہیں ان کی خورد و کلاں نوآبادیاں قائم ہوئیں۔ وہیں انہوں نے اپنی خود مختار ریاستوں کی اساس رکھ لی ان ریاستوں میں ہمیشہ انقلابات اور تبدیلیاں آتی رہتی تھیں۔ ان میں باہمی اتحاد نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ بعض اوقات چند مختلف شہر کوئی مشترکہ انجمن بنا لیتے یا پھر کسی ایک دیوی دیوتا کی پرستش کرنے لگتے۔ ان ریاستوں میں رونما ہونے والی تبدیلیاں اندرونی کشمکش کا ردِ عمل ہوتیں۔ یا آس پاس کی کوئی ریاست بزورِ بازو ان پر قبضہ کر لیتی۔

حرب و ضرب کی کمی بیشی ان شہروں اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ہمیشہ گردش میں رکھتی تھی یا پھر کوئی مضبوط و محکم ریاست، دوسری ننھی منی ریاستوں کو اپنے آپ میں جذب کر لیتی تھی جیسا کہ سپارٹا نے لقونیہ اور میسینیا کو مغلوب کر کے اپنی جھولی میں ڈال لیا تھا۔ بعد میں ایتھنز عسکری اعتبار سے ابھرا تو اس نے تمام علاقوں کو اپنے استوار اور سنگین حصار میں سمیٹ لیا۔ بہر حال بحیرۂ روم کے سواحل اور ایشیائی نوآبادیوں کو چھوڑ کر اس زمانے میں بھی یونانِ خاص قریب قریب اسی علاقے پر مشتمل تھا۔ جو آج ملک یونان کہلاتا ہے مقدونیہ اور ایپیرس کو صحیح معنوں میں کبھی بھی یونان نہیں سمجھا گیا تھا۔ اگر انہیں الگ کر دیا جائے تو

گذشتہ صفحہ سے:

اور سپارٹا کی بڑی جنگ کا حال ہے۔ اس کے علاوہ ۱۱۴۹ ق م تک کے حالات اس میں مندرج ہیں۔

لہ: Hellas ہیلس دراصل ہیلینز کا مسکن تھا۔ رومی انہیں گریشیا کہتے تھے اور ہم یونانی کہتے ہیں۔ ہیلس اصلاً تھسلی کا ایک چھوٹا سا ضلع تھا، یہ نام ڈیوکلین اور پیرا کے بیٹے ہیلین سے جو یونانیوں کے صنمیاتی جدِ اعلیٰ میں سے تھا منسوب کیا جاتا تھا ایولین اور ڈورین اسی کی اولاد میں سے تھے۔ ارسطو نے تمام یونانیوں کی تاریخ مرتب کی تھی (جو اب نایاب ہے) اس نے یونانیوں کی ۱۵۰ خود مختار ریاستیں گنوائی تھیں۔

یونان قدیم کا رقبہ جبیس ہزار میل سے زائد نہیں تھا۔ اور اس میں بڑے بڑے سترہ ضلعے شامل تھے۔ جن میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ یونان کے درج ذیل سترہ ضلعے تھے۔

۱۔ شمالی یونان

اس میں محض ایک ضلع تھسلی تھا۔ بعض محققین ایپی رس کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔

۲۔ وسطی یونان

اس میں اکرنانیہ، اطولیہ، لوکرس، ڈورس، مگارس (میگارا)، فوکیس، اٹیکا اور بیوشیا شامل تھے

۳۔ جنوبی یونان

اسے پیلو پونی سس[1] یا پیلو پیہ کہتے ہیں۔ اب یہ جزیرہ نما موریہ کے نام سے مشہور ہے۔[2] اس میں کورنتھ سکیا نیا، اکائیہ، اے لس، ارگولس، آرکیڈیا، مسینیا اور لقونیہ شامل تھے۔

نوآبادیاں

یونان (سترہ اضلاع) کے علاوہ یونانیوں نے مندرجہ ذیل نوآبادیاں بھی قائم کر رکھی تھیں۔ مشرق میں بحیرہ اسود اور اس کی آبنائے پران کی ساٹھ نوآبادیاں تھیں۔ مغرب میں سسلی اور جنوبی اطالیہ قریباً سب کا سب یونان بنا تھا۔ اور انہوں نے اپنے لئے میگنا گریشیا کا مخزیہ نام تجویز کیا تھا۔ کیلوسس کے صرف ایک شہر نے تھریس میں تبیس نوآبادیاں آباد کر رکھی تھیں۔ ان ایام میں سب سے اہم لبسلائے جانے والے شہروں میں سسلی میں سیراکیوز، اطالیہ میں ٹرنٹم، اڈریاٹک میں کارسیرا، غال میں مسیلیا (مارسیلز) تھریس میں اولنتھس افریقہ میں سیرینی اور باسفورس کے کنارے بازنطیم کے شہر تھے۔ اس وقت کی یونانی دنیا تین حصوں میں منقسم تھی اور یہ تینوں اپنی اپنی مخصوص تہذیب اور قوت میں ممتاز اور نمایاں تھے۔

---

[1] ونس مینس ولیسٹ ان کی تعداد گیارہ تبلاتا ہے جو کورنتھ کی خاکنائے تک پھیلے تھے۔

[2] یہ جزیرہ نما جزیرہ نما یونان کی کلائی سے ملحق ہے اور اس کی مثال اس پنجہ کی سی ہے جس کی پانچوں انگلیاں گم ہوں۔ زیتون کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔

۱۔ یورپی جزیرہ نما (موجودہ یونان)

۲۔ سواحلی جزائر اور دیگر دیار و امصار پر مبنی ہیلاس۔

۳۔ میگنا گریشیا

یونان کی ان تینوں دنیاؤں میں شہر بکھرے ہوئے تھے یا تو یہ شہر بہت چھوٹے تھے یا پھر وہ اپنی مدافعتی جنگوں میں الجھے ہوئے تھے۔ ایشیائی یونانی پہلے ہی فارس کے محکوم تھے۔ اور باقیماندہ دو دنیائیں بھی اغیار کی رسائی سے دور نہ تھیں۔

یونانی گروہ اور ریاستیں

پہلا دور

عام خیال کے مطابق یورپ کے باسیوں کا آغاز وسط ایشیا سے ہوا۔ ٹیوٹانی لسانی اور اسلافی اقوام کے اجداد یہیں سے اٹھنے والی اولین رو کے ساتھ ادھر آئے۔ اس کے بعد دوسرا گروہ آیا اور تین شاخوں یعنی یونانی اطالوی اور قلطی میں بٹ کر جنوبی یورپ میں بکھر گیا جہاں تک ہیلاسی (ہیلینیز یعنی یونانی) قوم کا تعلق ہے یک وقت یہ یونان میں وارد نہیں ہوئی۔ بلکہ ایشیائے کوچک (فرجیہ لیڈیا وغیرہ) سے بتدریج مقدونیہ تھسلی اور پھر یونان خاص میں داخل ہوئی۔ اور قدیم باشندگان یونان کو جو پیلس جینز کہلاتے تھے زیر کر کے

لہ: Magna Graecia سسلی اور جنوبی اطالیہ کی یونانی نو آبادیوں کو یہ نام دیا گیا تھا۔ ان نو آبادیوں پر آمروں کی حکومت تھی سیراکیوز کے آمر حکمران گیلن کی سربراہی میں یہ سب نو آبادیاں قرطاجنہ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ میگنا گریشیا کا سب سے اہم شہر سیراکیوز تھا جسے قرطاجنہ حملے کی پسپائی (۴۸۰ ق م) کے بعد اگیلو اور اس کے جانشین بھائی ہیرو نے مغرب کا انتہائی طاقتور شہر بنا دیا تھا۔ ایک وقت قرطاجنہ نے سیراکیوز کے سوا تمام میگنا گریشیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ سیراکیوز کو قرطاجنہ کی گرفت میں جانے سے ڈایونی سس نے بچایا تھا۔ سیراکیوز یونانی تہذیب کا مرکز اور دنیا کا تابندہ شہر تھا چھوٹی موٹی جنگوں اور جتھہ بندیوں نے اس کے ابھرتے کلچر کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔ میگنا گریشیا ایک عرصے یونانیوں اور فنیقیوں کے مابین ایک انعام کی صورت

وہیں آباد ہو گئی۔ ان کے گروہ تعداد میں چار تھے۔ ایونینز[۱] (ایونیائی) لیکے اینٹی (اکیائی) ایولینز[۲] (ایولیائی) اور ڈورینز[۳] (ڈوریائی) تہذیب و تمدن میں ایونی گروہ ڈوریائی قوم سے کہیں آگے تھا۔ یونانی تہذیب کو ڈوریائی اور اکیائی خصوصیات کا آمیزہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایشیائے کوچک میں طویل عرصہ گزارنے کے سبب ان پر سامی اقوام خصوصاً کنعانیوں (فنیقی) کا بہت زیادہ اثر ہوا۔ کنعانی حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے دو ہزار برس

گذشتہ صفحہ سے:
آویزاں رہا یہاں تک کہ رومیوں نے لے جھپٹ لیا۔

۳ : Pelasgians تاریخ ادوار میں اُنہیں ایونینز کا نام دیا گیا۔

۱ : Ionians

جنوبی یونان ان کی عمل داری میں تھا۔ ۱۲۰۰ ق م سے قبل خوبصورت اکیائیوں نے اُنہیں وہاں سے نکال باہر کیا۔ ایونیائی اور اکیائی دونوں چودھویں صدی قبل مسیح کی مصری یادگاروں میں اُن بحری لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے ڈیلٹا پر حملہ کیا۔ آغازِ تاریخ میں ایونیائی اٹیکا اور ایجئین کے جزائر پر قابض تھے۔ پہاڑی پر آباد ایتھنز ان کا مشہور شہر تھا۔ اہل ایتھنز بحر پیمائی جمہوریت اور فنون کے شائق اور ترقی پسند تھے۔ ایونی نام کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اغلباً قدیم آئیونی نوآبادیوں سے اس لفظ کا تعلق تھا۔ تاریخی ادوار کی بجائے یہ نام (آئیونی) زمانے قدیم میں زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ عبرانیوں کے نزدیک یہ نام ساری یونانی قوم پر لاگو تھا۔ اہل فارس یونانیوں کو یونا[illegible] کہتے تھے۔ آئیونیا ایشیا میں واقع تھا۔ ہومر کے خیال میں آئیونی اٹیکا کے باشندے تھے جو جزیرہ یونان میں آئیونی تہذیب کا مرکز تھا۔

۲ : Achaens ہومر اُنہیں خوبصورت بالوں اور نیلی آنکھوں والا کہتا ہے۔ اس کے خیال میں یہ بیل خور جنگجو ۱۰۰۰ ق م اور ۸۰۰ ق م کے دوران شمال سے آئے تھے۔ حملہ آور ڈوریائیوں نے اُنہیں یونان سے نکال دیا تھا۔

۳ : Aeolians اُنہوں نے بہت بعد میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ ملی جلی قوم تھی۔

قبل اس علاقے میں آباد تھے جو آج کل فلسطین (موجودہ اسرائیل) اور لبنان کہلاتا ہے۔
تجارت پیشہ اور جہاز ران تھے ان کی نو آبادیاں ایک طرف ساحل افریقہ پر قرطاجنہ (تیونس)

۴: ڈوریائی' Dorians پیلو پونی سسس کے نصف جنوب میں برسر اقتدار تھے۔ فاتحین کی فوجی آبادی یعنی سپارٹا اِن کا مشہور شہر تھا۔ سپارٹا بنرواری میں تھا۔ دفاع اور کھیتی باڑی کرنے والے غلاموں کی نگہداشت کے سلسلہ میں تعمیر ہوا تھا۔ اہل سپارٹا جنگ جو صاحب ثروت، رجعت پسند اور باعمل تھے۔ ڈوریائیوں نے ہیلاس کے انتہائی ترقی یافتہ علاقے پیلو پونی سسس کی کہنہ و قدیم تہذیب کو متعدد حملوں میں تہس نہس کر ڈالا تھا انہیں اور یونان کے قدیم باشندگان یعنی ایلو نیائیوں کو تاریخ یونان کے سربرآوردہ لوگ بنتا تھا۔
ہومر نے ایک مختصر سی عبارت کا ایک ٹکڑا ڈوریائی قوم کی نذر کیا ہے یہ جزیرہ کریٹ کی اقوام میں سے تھے۔ تاریخ قدیم میں تمام پیلو پونی سسس (آرکیڈیا، ایلیس اور ایکیہ کے سوا) کو ڈوریائی کہا گیا ہے ڈوریائی قوم کو جنوب کے ایک قبیلہ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ ڈوریائی حملے ۱۰۰۰ق م سے ۸۰۰ق م تک سو سال پر مشتمل ہیں۔ بعض گیارھویں صدی ق م میں بھی کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ ایپیرس اور جنوب مغربی مقدونیہ سے آئے تھے۔ شمالی یونان میں، انہوں نے ڈورس کی چھوٹی سی ریاست پر غلبہ کر لیا تھا۔ اور بحیرۂ ایجین میں جزیرہ کریٹ جزیرہ رہوڈز اور دیگر ننھے منے جزائر میں اپنی نو آبادیاں قائم کر لی تھیں۔ سپارٹا اور پیلو پونی سسس پر خصوصاً ظفریاب ہوئے۔ سپارٹا اور کریٹ میں حکمران جماعت کی حیثیت میں رہے۔ جبکہ دوسری جگہوں پر فاتحین میں گھل مل گئے۔

۵: فینقی لوگ چھوٹے ساحل کی اس چھوٹی سی پٹی پر آباد تھے جو لبنانی کوہساروں کے سبب بڑا عظم سے جدا ہو گئی تھی۔ بہت سی بندرگاہوں کی موجودگی اور لبنانی صنوبروں کی بہتات نے اُنہیں سمندر مستولوں اور جہازوں کی طرف مائل کر دیا تھا۔ ۱۶۰۰ ق م میں جب تاریخ نے پہلی بار بحیرۂ رُوم کو اُجاگر کیا تھا۔ تو یہ سمندر ان کی مہماتی جہاز رانی سے معمور تھا۔ صدیوں تک فقط یہی جہاز ران رہے۔ نصف تاجر

سے پرے تک۔ بکھری بھی اور دوسری طرف جزائر یونان قبرص اور غالباً یونان خاص کے

لصف بحری قزاق، ان کے ملاح بہ اقتضائے ضرورت اپنے پڑوسیوں کے ساتھ تجارت یا اُنہیں غلام بنانے کی کوشش میں جزیرے کی ایک بندرگاہ سے دوسری بندرگاہ تک رینگتے رہتے تھے۔ اُنہوں نے دور دراز علاقوں میں دولت کی تلاش کی یہاں تک کر بحر اطلانتک میں ہرکولیز کے ستونوں کے قریب سے گذر لے۔ ہم اُنہیں گرم مصالحوں سونا اور ہندوستانی قیمتی پتھروں کے عوض برطانوی ٹین، بالٹکی بنر اور مغربی افریقہ کے ہاتھی دانت، اور ملازم حاصل کرتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں۔

فنیقیوں نے سب سے پہلے اپنی نوآبادیاں قائم کیں۔ اس سلسلہ میں وہ یونانیوں ڈچ اور انگریزوں کے پیش رو ہیں۔ اُنہوں نے بڑے بڑے جزائر اور بحیرہ روم کے سواحل پر تجارتی منڈیوں کی اساس رکھی جن میں بعض مرکز سلطنت اور گہوارہ تہذیب بنیں۔ مثلاً قرطاجنہ، اٹیکا اور گیڈز وغیرہ۔ فنیقی بڑے جفاکش تھے اُنہوں نے برطانیہ اور سپین کی کانوں میں کام کیا۔ اور اس طرح ایشیا اور مصر میں پتھر کے آلات۔ کی جگہ کانسی کا استعمال ممکن بنایا۔ بیشتر یورپی حصوں میں دھاتوں کو متعارف کر ایا۔ یورپین تہذیب کے اوّلین سرچشمے یونان اور اطالوی جزیرہ نما کے مقابر میں ان کی تیار کردہ اور تجارتی اشیا دستیاب ہوئی ہیں۔ فنیقیوں نے افریقہ اور ایشیا میں پروان چڑھنے والی دھاتی تہذیب کو یورپ پہنچایا۔ اُنہوں نے باقیماندہ یورپ کے اُستاد یونانیوں کو سکھایا پڑھایا۔ فنیقیوں کی سب سے بڑی برآمد حروف ابجد تھے اس صورت میں وُہ ان کے موجد بھی تھے۔ جب مصریوں نے شام فتح کیا فنیقی بابلی خطِ میخی استعمال کرتے تھے۔ ۱۱۰۰ ق م میں یہ آسانی سے لکھے جانے والے بائیس حروف ابجد برتنے لگے تھے۔ دنیا نے اوّلین حروف ابجد ان ہی سے مستعار لئے۔ وُہ سامی زبان بولتے تھے۔ اور یہودیوں کے استاد تھے۔ البتہ ان کا مذہب جو شام میں بھی مقبول تھا بڑا گھناؤنا تھا۔ عشتارت (چاند دیوی) ان کی دیوی تھی اور بال (سورج دیوتا) کے حضور پہلوٹھی کے لڑکے کی قربانی دیتے تھے۔ یونانیوں کے حروفِ ابجد فنیقی ہیں۔ ان کے مقابر میں دھات کا کام فنیقی یا مصری ہے فنیقیوں

مشرقی سواحل پر نیگلوں پانیوں کے بپھرے تموج کے سامنے سینہ تانے کھڑی تھیں ایونیا یوں نے ان ہی سے تہذیب فن تحریر اور قدیم صنعتیں سیکھیں۔ لیونان میں ان ہی کے ذریعے ایشیائی دیوی دیوتاؤں کو فروغ و عروج حاصل ہوا۔ کنعانیوں کا اثر سواحلی علاقوں سے آگے نہیں بڑھا۔ فرغیہ اور لیڈیا میں دوسری سامی اقوام آباد تھیں۔ لیڈیا میں نووار دان سامیوں کو اپنے آپ، میں جذب نہ کر سکے۔ تو خود ان میں مدغم ہو گئے۔ گمان ہے کہ اسی ملی جلی قوم کی ایک شاخ درہ دانیال کے ایشیائی کناروں تک تھیلی اور حکومت تراۓ تشکیل دی۔

ڈوریائی ٹڈی دل تھاکنائے کورنتھ سے گذر کر ملک کے جنوب مشرقی حصوں میں رچ بس گیا۔ چنانچہ آرکیڈیا، ایلس اور اکائیہ کے اضلاع ایک عرصے تک۔ ڈوریائی اثرات سے بے نیاز رہے۔ ارگولس کا علاقہ سب سے زیادہ ان کے زیرنگین رہا اور اس کے مرکزی شہر ارگس میں ان کی ایک مقتدر ریاست کی بنیاد پڑی۔ آرگس کا یہ تفوق جزیرہ نما پیلوپونی سس پر صدیوں برقرار رہا۔ حتیٰ کہ جنوبی لیونان کے ایک ضلع لقونیہ سے ایک حریف اٹھ کر یہاں چھا گیا اور یہ حریف، سپارٹا تھا۔

سپارٹا

یہاں جب ڈوریائی آئے تو کئی قومیں آباد تھیں۔ ابتدا میں سپارٹا ایک چھوٹا سا قریہ تھا۔ یہ سب سے کمزور ڈوریائی ریاست تھی۔ اس کی زرخیز وادی جس کی سمندر تک رسائی نہ تھی یوروٹس کے چند میلوں تک محدود تھی۔ علاوہ بریں یہ طاقتور ریاستوں میں گھرا تھا قریباً ۶۰۰ ق م میں سپارٹا کو اپنے مخصوص سیاسی و سماجی اداروں کے سبب یونانی تاریخ میں ممتاز اور نمایاں مقام حاصل ہوا۔ ۷۰۰ ق م میں اہل سپارٹا نے تمام لقونیہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ ۶۵۰ ق م سے قبل مسینیا بھی ان کی تحویل میں آ گیا۔ اسی طرح ارگس کے سوا پیلو پونی سس کی تمام ریاستیں جس میں کورنتھ اور میگارا بھی شامل تھیں جنگ کی صورت میں اس کی اتحادی بن گئیں۔

گذشتہ صفحہ سے:

نے صحیح معنوں میں کوئی ریاست یا وفاقی حکومت (رومی ادوار میں قرطاجنہ کے سوا) قائم نہیں کی یہ اپنی سمندری زندگی اور تجارتی منافع پر ہی خوش تھے۔

اٹی کا

یہ یونان کا سب سے مشہور حصہ ہے۔ اٹیکا قبل از تاریخ ایک منظم ریاست بن چکی تھی۔ ایتھنز اس کا پایہ تخت تھا، یہ علاقہ بحیرہ ایجیئن کا ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ہے۔ اس کی ساحلی سرزمین بیحد سرسبز شاداب ہموار بلند اور تاجرانہ نو آبادیوں کے لئے باعث جذب و کشش تھی۔ پیلوپونی سس کے برعکس جہاں ڈوریائیوں نے اپنی کثرت کے بل بوتے پر اصل باشندوں کو ملک سے نکال باہر کیا تھا۔ اٹیکا میں کوئی خاص تبدیلی نہ آئی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اٹی کائی یہ دعوے کرتے تھے کہ وہ اس علاقے کے اصل باشندے ہیں۔

بلاشبہ اس دور تک یونانیوں کو ایک قوم کہنا درست نہیں۔ ان اختلافات کے باوجود پھر بھی ان میں مذہبی معاشرت، آداب اور تربیت و تہذیب کی ایک ایسی مماثلت پائی جاتی تھی۔ جو ایک مشترک یونانی تہذیب اور اخلاق کی اساس بنتی ہے ان دنوں ڈیلفی کا مندر ہیلاس کا دینی مرکز بن گیا تھا۔ جہاں یونانی ریاستوں کے باہمی جھگڑے اور ملکی معاملات طے پاتے اس کے علاوہ ہومر کی شاعری بھی یونانی تربیت کا سحر پھونک رہی تھی۔

دوسرا دور (ایرانی جنگیں)

ایشیائے کوچک کے مغربی سواحل پر ایونی باشندوں کے بارہ نمایاں شہر تھے۔ لیکن سیاسی اعتبار سے سب الگ الگ۔ یہ شہر خود مختار تھے بعد میں لیڈیا کے حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے انہیں زیر کر لیا۔ پھر ایرانی طوفانِ باد و باراں کی صورت اٹھے اور گرج برس کر لیڈیائی مملکت کو زیر و زبر کر ڈالا۔ اس کے بعد اس طوفان نے آیونی شہروں کا رخ کیا۔ اور یزداں پرستی کے جوش اور آتش بندی کے خروش میں ان کے منادر اور حرمین نذر آتش کر دیئے۔ یہیں سے یونانیوں اور ایرانیوں کی باہمی منافرت کا اکھوا پھوٹا۔ مستقبل میں ان کے مابین باقاعدہ خون ریز اور خون آشام جنگیں لڑی گئیں۔ جنگ میراتھن (۴۹۰ ق م) میں ایتھنز کے سپاہیوں نے ایرانیوں پر کاری اور بھاری ضربیں لگائیں۔ رہی سہی کسر سلامس کی تنگ اور اوگھٹ گھاٹیوں اور پلاتیا کے میدان میں پوری کر دی گئی۔ اور یوں یونانیوں نے اپنے مقدس اور منزہ ہلاس کو ایرانیوں سے پاک اور صاف کر لیا۔ (۴۷۹ ق م)

تیسرا دور

ایرانی باد و آتش اور گھن گرج کی تاریک شب کے بعد جب صبح روشن طلوع ہوئی تو ایتھنز

کے یونانیوں نے اپنی ضربی وحربی صلاحیتوں کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اور اپنی قوت اور جنگی استعداد میں خوب اضافہ کر لیا۔ ایتھنز میں اس وقت شہنشاہیت قائم ہو چکی تھی جسے تقریباً سینتالیس سال (۴۷۸ - ۴۳۱ ق م) عروج حاصل رہا۔

چوتھا دور

(جنگ پیلوپونی سس[1]، سپارٹا اور پھر تھیبہ کی بالادستی)

ایتھنز کی روز افزوں ترقی نے اہل سپارٹا کے تن بدن میں ایک آگ سی سلگا دی تھی۔ اور پھر یہی آگ بھڑک کر یونانی ریاستوں کے بیچ جنگ پیلو پونی سس کا باعث بنی جو مختلف اوقات میں ستائیس برس جاری رہی۔ بالآخر جب باشندگان سپارٹا نے ایتھنز پر غلبہ پا لیا۔ تو یہ جنگ اپنے انجام کو پہنچی اور ۴۰۴ ق م میں ایتھنز کی دس مضبوط فصیلیں زمین بوس کر دی گئیں

ایتھنز پر سپارٹا کی بالادستی زیادہ عرصے قائم نہ رہی۔ ۴۰۳ ق م میں ایتھنز کی جمہوریت از سر نو بحال ہو گئی۔ اور تھیبا، ارگس، کورنتھ اور ایتھنز متحد ہو کر چھ برس تک سپارٹا سے نبرد آزما رہے۔ یونانیوں کے باہمی نزاع اور رزم آرائیوں سے ایرانیوں نے فیض اٹھایا اور پیش قدمی کر کے قبرص اور ایشیائے کوچک کے کل یونانی دیار و امصار پر قبضہ (۳۸۷ ق م) کر لیا۔

اہل تھیبا کے دلوں میں سپارٹا کے خلاف منافرت کے الاؤ اسی طرح ہرے بھرے تھے۔ انہوں نے آرکیڈیا کو ہمنوا بنا کر مسینیا کو سپارٹا کے چنگل سے نجات دلائی اور اس طرح مسینیا نے تین صدیوں کی غلامی کے بعد آزادی کا سانس لیا۔

آخری دور

(فیلقوس سے اہل روما کی ظفر مندی تک[2])

---

[1]: ۴۳۱ ق م - ۳۶۲ ق م

[2]: یہ سب سے بڑی بادشاہی ایشیائے کوچک کے سوا سکندر اعظم کی تمام ایشیائی مملکت پر مشتمل تھی سکندر اعظم کے مشہور جرنل سلوکس نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ رومیوں کی فتح تک سلوکس کے جانشین اس پر قابض رہے۔ سلوکس نے اس مملکت میں ۷۵ نئے شہر بسائے۔ بعد میں شاہی سلطنت قدیم آشوری مملکت کے علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی دوسری

یونانی ریاستوں کے جوڑ توڑ اور نبرد آزما یونانی اجنبیوں پر فتح کے ابواب پہلے ہی وا کر رکھے تھے۔ چنانچہ اہالیانِ مقدونیہ نے بھی صورتِ حال سے فائدہ اُٹھایا۔ اور وہ یونان پر غلبہ پاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جنگِ شیرونہ (۳۳۸ ق م) میں انہوں نے یونانی ریاستوں کی قسمت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا۔ اور پھر یونانی ریاستوں کے والیان نے متحدہ طور پر فیلقوس کو یونان کا حکمران تسلیم کر لیا۔

فیلقوس کے فرزند سکندرِ اعظم نے مقدونیہ کی سلطنت کو چار چاند لگا دئے تھے۔ لیکن اس عظیم فاتح کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ بخار کے سبب تیتیس سال کی عمر میں ۳۲۳ ق م میں بابل کے مقام پر اس دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔ اس کی اچانک وفات پر اس کی وسیع و عریض سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور وہ چار خود مختار مملکتوں یعنی ایشیائے کوچک، شام مصر[1] اور مقدونیہ میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔

اب یونانیوں میں پھر نیا جوش اور ولولہ پیدا ہونے لگا۔ اسی جوش اور ولولہ کے تحت اُنہوں نے انجمن اکائیہ کا ڈول ڈالا[2]۔ اس انجمن میں بہت سی یونانی ریاستیں شامل

گذشتہ صفحہ سے

پیونک جنگ کے بعد شامی حکمرانوں نے قرطاجنہ کے نامور جنرل ہنی بال کو جس کی قوت میگنیشیا میں ۱۹۰ ق م میں پاش پاش ہو گئی تھی پناہ دی تھی۔ اسی سبب سے رُومی شام کے دشمن بن گئے۔ شامی سلطنت پر رومی ۶۳ ق م میں قبضہ کر سکے۔ شامی سلطنت کے کمزور پڑنے پر یہودیوں نے بغاوت کر کے اس پر اپنا تسلط قائم کر لیا جو رومیوں کی فتح تک قریباً ایک صدی برقرار رہا۔

[1]: سکندرِ اعظم کی وفات کے بعد اس کے دُوسرے جنرل پٹولیمی نے مصر میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی جس میں جزیرہ قبرص شام اور ایشیائے کوچک کے کئی ساحلی شہر شامل تھے اس کے جانشین جو پٹولیمی ہی کہلائے یہاں حکومت کرتے رہے۔ ۳۰ ق م میں قلوپطرہ نے اس مملکت کو آگسٹس سیزر کی تحویل میں دے دیا تھا۔

[2]: Achaean League یہ لیگ پہلے بھی بنی تھی۔ اور شاہانِ مقدونیہ کے دور میں ختم ہو گئی تھی۔

ہوگئیں۔ اس انجمن کو ارےٹس نے بڑی تقویت پہنچائی۔ اسی کی کوششوں سے سکیان وفاق میں شامل ہوا۔ ارےٹس پانچ سال کے لئے انجمن کا جنرل مقرر ہوا۔ بعد میں بھی اپنی وفات تک، وہ کئی بار جنرل بنا۔ ارےٹس کو آمریت سے سخت نفرت تھی۔ وہ یونان کو آزاد اور متحد دیکھنا چاہتا تھا۔ دوبارہ جنرل بننے پر اس نے کورنتھ کو مقدونیہ کے آمر سے نجات دلائی اور یہ طاقتور شہر انجمن کا کارکن بن گیا۔ ۲۴۳ ق م میں میگا پولس اور آرکیڈیا کے کئی شہر اس انجمن میں شامل ہو گئے۔ ۲۲۹ ق م میں ایتھنز بھی ممبر بن گیا۔ اب اس انجمن میں سپارٹا اور الیس کے سوا تمام پیلوپونی سس شامل تھا۔ تھرمپلی کے تمام جنوبی یونان نے بھی انجمن کے ساتھ اتحاد قائم کرلیا تھا۔ سپارٹا اتحاد میں شامل نہ تھا۔ نتیجۃً میدانِ سلاشیہ میں مقدونیہ کے ہاتھوں ایسی ہزیمت اُٹھائی (۲۲۲ ق م) کہ پھر صفحاتِ تاریخ پر دوبارہ کبھی نہ اُبھرا۔ اس زمانے میں ایک اور انجمن "انجمن اناطولیہ" کے نام سے شمالی یونان میں تشکیل دی گئی۔ لیکن باہمی اختلافات

لہ :- Aratus ارےٹس سکیان کا رہنے والا تھا۔ وہ بیس برس کی عمر میں اپنے پڑوسی شہر کو ظالم آمر سے نجات دلانے کو جلا وطنی کے ایام گذار کر واپس آیا تھا۔ انجمن اکائیہ کے اس ہیرو کو فریب سے میدانِ جنگ میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔

گہ :- Sicyo

سہ : اسی قبیل کی ایک اور انجمن ڈیلس کے وفاق کے نام سے ۴۷۸ ق م میں قائم ہوئی تھی۔ جس میں ایجیئن کے تمام جزائر، شمالی اور مشرقی سواحل کے شہر شامل تھے۔ اس انجمن کے جنرل سائمن نے ۴۶۶ ق م میں ایجین کے پار ایرانیوں کو شکست فاش دی۔ زاں بعد کیڈیا، لائی سیا، اور بحر اسود کے یونانی شہر بھی اس انجمن میں شامل ہو گئے۔ بقول ارسٹوفینیز اس انجمن میں ہزار شہر شامل تھے۔ بعد میں چند شہروں کے سوا ایتھنز نے انجمن کی تمام ریاستوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس ڈیلسی انجمن کی ہر ریاست کا ایک ووٹ تھا۔ ایتھنز کی ریاست صدر تھی۔ ریاستوں کی کانگرس انجمن کے معاملات پر غور و خوض کرنے کے لئے ہر سال ڈیلس میں اپنا اجلاس طلب کیا کرتی۔

اور ریشہ دوانیوں کے باعث یونانی پہلے کی سی آزادانہ زندگی سے لطف اندوز نہ ہو سکے۔

اسی دور میں ایک اور نوخیز قوت سامنے آئی وہ تھا روما۔ رومیوں نے ۱۶۸ ق م میں مقدونیہ کی کمر توڑ کر شمالی یونان پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ اسی اثنا میں اکائیہ اور اطولیہ کے مابین ٹھن گئی۔ مقدونیہ اور اس کے حواریوں نے اکائیہ کا ساتھ دیا۔ ادھر اطولیہ نے رومیوں سے مدد چاہی۔ رومیوں کو تو حیلہ چاہیے تھا، انہوں نے پیش قدمی کر کے اکائیہ کی سربر آوردہ ریاست کورنتھ کو ۱۴۶ ق م میں آگ لگا دی۔ اور یونان کے باقیماندہ جنوبی حصے کو اپنے تصرف میں لے لیا۔

یونانیوں کے ذاتی عناد باہمی بغض اور حاسدانہ کشمکش اور رقابت نے ان کے پیروں میں غلامی کی زنجیریں ڈال دی تھیں جو انیس سو برس تک ان کے تن کی زینت بنی رہیں۔ اور پھر کہیں جا کر یورپی اقوام کی عیارانہ چالوں اور مکارانہ ریشہ دوانیوں سے انہیں محکومی کی طویل زندگی سے نجات ملی۔

یونانی سیاسی ادارے

آغاز کار میں یونانی قبائلی شہر میں تین سیاسی عناصر کار فرما تھے۔ یعنی بادشاہ بڑوں کی کونسل اور ایک مشہور اسمبلی۔

بادشاہ سربراہ تھا۔ لہٰذا اس کے اختیارات میں ردو بدل ہوتا رہتا تھا۔ شاہی محافظ نہیں تھے پھر بھی شاہ کلی اقتدار کا مالک تھا۔ بڑوں کی کونسل شاہی نگرانی میں تھی، جس کے ارکان سرداران قبائل اور دودمانِ شاہی کے افراد ہوتے۔ معاشرہ میں یہ بادشاہ کی ہم پلہ تھی لیکن حکومت میں نہیں۔ بعض اوقات شاہ کا انتخاب بھی یہی کرتی۔

اسمبلی میں آزاد شہری اس کے رکن تھے۔ یہ شاہ اور کونسل کی تجاویز پر غور کرتی اس کے باقاعدہ اجلاس نہیں ہوتے تھے۔ ایام جنگ میں جب کونسل کی اہمیت بڑھ جاتی تو اسمبلی کو اس کا قائل ہونا پڑتا۔

پھر وہ دور آیا کہ شاہان منظر سے غائب ہو گئے۔ اور یونان میں آمروں کی حکومت قائم ہو گئی۔ آمر یونانی تاریخ میں محض ایک آمر تھا جو قوت سے اقتدار پر قبضہ جما لیتا۔ یونانی خود مختارانہ حکومت سے متنفر تھے۔ آمر کا قتل ایک نیک فعل سمجھا جاتا۔ یہ ضرور ری بڑی بڑی بدیوں (خود غرضی، جزیرہ کی حکومت، اور طوائف الملوکی وغیرہ) کو ختم کرنے کے

لئے ضروری تھی۔ آمروں میں سے بعض سخی، منصف، دوراندیش اور بہترین حکمران بھی ہوتے تھے جو امور عامہ میں دلچسپی لیتے۔ تمدن کی پیش رفت میں معاون ثابت ہوتے اور فن و ادب کی سرپرستی کرتے۔ یہ آمر عوام کا قرب بھی حاصل کرتے۔ ان کے گرد کرائے کے سپاہیوں کا ہجوم ہوتا۔ جو تخت تک رسائی میں ان کی اعانت کرتا۔

آمر اکثر و بیشتر قوم کا چیمپئن ہوا کرتا۔ وہ بعض اوقات طبقہ امراء کے افراد کو بھی قتل کرا دیتا۔ جیسا کہ آرگس کے فیڈن نے امراء کا قتل عام کرایا۔ یونان میں ان آمروں کا دور ۷۰۰ ق م سے ۵۰۰ ق م یعنی دو صدیوں تک جاری رہا۔ یہ دور آمروں کا دور کہلاتا ہے۔

جمہوریت

آمروں نے جمہوریت کی راہ ہموار کر دی تھی اور لوگ جمہوریت کے بارے میں سوچنے لگے تھے۔ ارسطو بھی جمہوریت کا قائل تھا جس کا مقولہ تھا کہ لوگ شاہ کی بجائے اپنے لئے زیادہ دلیری سے جنگ کرتے ہیں۔

اٹیکا، سپارٹا اور ایتھنز نے ان جمہوری اداروں کے قیام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بعد میں دیگر ریاستیں بھی اسی نہج پر چلنے لگیں۔ جمہوری اداروں کے تحت قبائلی سرداروں کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ اور اسمبلی کے لئے شہروں سے انتخاب ہونے لگا تھا۔ لیکن یہاں تک پہنچنے میں ایک عرصہ لگا۔

پہلے کنگ، آرکن[1] کا عہدہ زندگی بھر کے لئے ہوتا تھا۔ چیف آرکن کو منصف اور منحرم کے فرائض تفویض تھے۔

اٹیکا میں بڑے سرداروں کی کونسل اس پہاڑی کے نام پر جہاں ان کا اجلاس ہوتا تھا ہیگس کہلاتی تھی۔ بڑے سرداروں نے ہیگس نامی کونسل کے ذریعے حکومت کی۔ آرکن کا انتخاب بھی یہی کونسل کرتی دوسرے قبائل مذہبی اور عسکری امور کے سلسلہ میں الگ اسمبلی رکھتے تھے۔ ۵۹۲ ق م تک یونانی ریاستوں میں معاشی و سیاسی ادارے جنم لے چکے تھے۔ بڑوں (سرداروں) کی برتری کا انحصار جنگ میں برتری پر تھا یہی نائٹس کا انتخاب کرتے۔

---

[1]: Archon انتظامی سربراہ ہوتا تھا۔

ان دنوں سالانہ آمدنی کے مطابق چار جماعتیں بنائی گئی تھیں۔
زیادہ آمدنی والی پہلی دو جماعتیں نائیٹس کے فرائض سرانجام دیتی تھیں اور شک و شبہ سے بالا تھیں۔ یہ گھوڑ سوار تھے بھاری اسلحہ رکھتے تھے یعنی سپر خود اور نیزہ تیسری جماعت کا درجہ ان سے کمتر تھا۔ لیکن بھاری اسلحہ ان کے پاس بھی ہوتا تھا۔ چوتھی جماعت ہلکے پھلکے اسلحہ والے فوجی دستے تھے۔ جو ہجوم کی صورت میں چلتے۔
اسمبلی پہلی تین جماعتوں کے افراد سے بنتی۔ اور یہی اسمبلی پہلی جماعت میں سے آرکنوں اور دوسرے افسروں کو چنتی۔ بڑوں کی کونسل ریگیس کا انتخاب بھی اسی کے ذمے تھا۔ بعد میں چوتھی جماعت کو بھی اسمبلی میں شامل کر لیا گیا۔
ایتھنز میں سینیٹ کے ممبران کی تعداد سو تھی۔ پھر یہ تعداد چار سو کر دی گئی اور ریگیس کی بجائے نظم و نسق بھی ان کے سپرد کر دیا گیا۔ ادھر اسمبلی کے اختیارات میں اضافہ کر دیا گیا۔ اب ہر کوئی اسمبلی کا رکن بن سکتا تھا۔ اسمبلی سینیٹ کی پیش کردہ تجاویز پر غور کرتی۔ پہلی جماعت سے آرکنوں اور باقیماندہ جماعتوں میں سے افسران مقرر کرتی۔ خارجی امور ٹیکس اور فوجی مہمات کا تعلق بھی اسی سے تھا۔ سینیٹ کے پانچ سو ممبران تھے جو پچاس پچاس ارکان پر مشتمل ذیلی کمیٹیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کمیٹیوں کے اجلاس ہوتے رہتے پہلی تین جماعتوں میں سے ہر سال فوجی امور کی نگرانی کے لئے دس جنرلوں کا انتخاب ہوتا۔ لیکن اس سے ریگیس اور آرکنز متاثر نہ ہوتے۔
آرکن چیف منصف، چیف سول ایڈمنسٹریٹر اور جنگی لیڈر ہوتا۔

لے : ۶۵۰ ق م سے قبل پیدل فوج کو بھی بھاری اسلحہ مہیا کر دیا گیا تھا۔

تصورِ کائنات

یونان قدیم اور اہلِ روما کے پُراسرار مذاہب ماضی کے عمیق پاتال میں گم ہو چکے ہیں اور آج کے زندہ انسانوں میں سے کوئی بھی اولمپسی دیوی دیوتاؤں کا پرستار نہیں۔ ان عظیم مہان شہ زور اور جلال و جمال کے مظہر دیوی دیوتاؤں نے جس طور سمے کی دھندلاہٹوں میں جنم لیا تھا اسی طرح لیل و نہار کے الٹ پھیر میں اپنی تمامتر تابندگیوں، تابناکیوں اور جاہ و منصب کے ساتھ معدوم ہو گئے رنگ اور روپ کے وہ متوالے اور عظمتوں اور رفعتوں کی امین وہ خانقاہیں اور معابد جو جگہ جگہ ان خود ساختہ خداؤں کی خلّاقی، صناعی اور برتری کے راگ الاپا کرتے۔ امروز خذف ریزوں اور سنگ پاروں کی صورت ادھر اُدھر خاک اور دھول میں اٹے دبے پڑے ہیں۔ گویا دنیا کی بے ثباتی پر رنگ رنگ کے ان خداؤں نے اپنا انگ اور جوڑ جوڑ اپنے سنگین و لعلین وجود سے کھینچ کر اس سسکتی بلکتی دھرتی پر اپنے ہی ہاتھوں بکھیر دیا۔

ان گم گشتہ و رفتہ دیوی دیوتاؤں کا اب علم دین سے کوئی ناتا نہیں۔ محض شعر و ادب اور فنونِ لطیفہ کے ذریعے ان سے ہمارا رابطہ ہے۔ اور یہ ان ہی فنون کا فیضان ہے کہ ان رفتہ و سوختہ مذاہب کی گونج کبھی کبھار ایوانِ اذہان اور قلوب کے دالان میں سنائی دینے لگتی ہے۔

قدیم و جدید انسان سبھی فنونِ لطیفہ کے ان چشموں سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ آج کا انسان بھی ان متنوع اور بوقلموں گل کدوں اور گل زاروں میں گھوم پھر کر حظ اُٹھا رہا ہے۔ اور کل کا انسان بھی ان خوش رنگ اور خوش آب دیویوں اور جلال و کمال کے دیوتاؤں کے تذکروں سے کیف و سرور حاصل کرتا رہے گا۔ الغرض شعر و ادب کا انبساط خیز اور کیف انگیز جہان ان دلچسپ کرداروں کی جلوہ سامانیوں سے سدا رنگین اور تاباں رہے گا۔

انسانی تہذیب کا اکھوا سب سے پہلے مشرقِ وسطیٰ میں عراق میں پھوٹا مصر میں پھولا پھلا۔ پھر جزیرہ کریٹ اس سے متاثر ہوا۔ زاں بعد خط یونان اس تہذیب انسانی سے گلبار اور گلنار ہوا۔ پھر یونان خاص کی باری آئی۔ یونانی جب اس تہذیب و تمدن کی خوب حنا بندی اور نمود و نمائش کر چکے تو اہل روما آگے بڑھے اور انہوں نے یونانیوں کی اصنام پرستی، ذہنی استعداد اور فنونِ لطیفہ کی روشنیوں اور رنگینیوں کا ادراک کر کے اپنی سرزمین میں نور و سرور کے ٹھاٹھ گاڑ دیئے۔ اس کے بعد تہذیب والقان کے ان جاری و ساری سرچشموں اور جھرنوں سے دوسری اقوام یورپ سیراب ہوئیں۔

اہلِ یونان کا عقیدہ تھا کہ زمین گول اور چپٹی ہے۔ اور اس کے وسط میں یونان واقع ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی قیام گاہ یعنی کوہ اولمپس زمین کا مرکز ہے۔ یا پھر ڈیلفی کا وہ شہر جہاں معذوروں، اپاہجوں کی ایک عظیم پناہ گاہ ہے۔ یونانیوں کے خیال میں مدوّر تھالی نما زمین مشرق سے مغرب کی جانب اس سمندر کے ذریعے دو حصوں میں بٹی تھی جسے وہ بحیرہ روم کہتے تھے۔ زمین کے گرد دریائے اوشن بہتا تھا۔ جس کی گذرگاہ زمین کے مغرب میں جنوب سے شمال کی جہت پھیلی تھی۔ مشرق میں یہ دریا انتہائی سبک خرام تھا جس کے بہاؤ میں یکسانی اور یک رنگی تھی۔ تند و تیز ہواؤں اور طوفان باد و باراں کا وہاں گذر نہ تھا۔ سمندر اور روئے ارض کے تمام دریا اسی سے پانی لیتے تھے۔

لہ: قدیم ہندوستان کا تصور بھی اسی سے ملتا جلتا ہے۔ ان کے خیال میں ہمالیہ پربت کی "میرو" چوٹی جس پر سوُرگ (فردوس) واقع تھا دنیا کے عین وسط میں تھی جس کے چاروں طرف ہندوستان پھیلا تھا۔ ہندوستان کو نمکین اور نیلگوں پانیوں کے سمندر نے اپنے ہالے میں لے رکھا تھا۔ دوسری زمینیں (ممالک) قوسوں کی صورت اس سمندر کو گھیرے ہوئے تھیں۔ ان زمینوں کو شراب دودھ گنے کے رس اور عرق کے سمندر نے گھیرا تھا۔ یہی وہ نظریہ تھا جس کے سبب کبھی انہوں نے مغربی دنیا کا کوئی علاقہ تسخیر نہیں کیا تھا۔ ان کے خیال کے مطابق ملحقہ مغرب میں پہلے ایرانی پھر یونانی اور زاں بعد رومی آباد تھے۔

زمین کے شمال میں مسرور و شادماں "ہائی پر بوریئنز" ¹ رہتے تھے۔ یہ قوم فلک بوس پربتوں کے اس پار روح افزا کہساروں اور رحمتوں کی نیند بار چھاؤں میں آباد تھی۔ جہاں کے غار برفانی طوفانوں کے مدفن تھے۔ برودت زدہ برفانی اور منجمد کر دینے والی ہواؤں کے طرار جھکڑ اور جناتی جھالے وہیں سے اُٹھ کر شمال میں آتے۔ اور ہیلاس کے باسیوں کو بیخ کر دیتے۔

ہائی پر بوریئنز کی اس بابرکت اور پُراسرار زمین تک بحری و بری راستوں سے رسائی ناممکن تھی۔ کسی جہاز یا انسان کا یہاں پہنچنا ناقابلِ عمل تھا۔ فقط چند عظیم اور برگزیدہ ہیروز ہی اسے دیکھ سکے تھے۔

بہاروں اور رحمتوں سے مالا مال اس خطۂ ارض کے مکین بیماری کہولت۔ اور آلام و آزار سے آزاد تھے۔ مشقت، نہ تکالیف، جنگوں سے۔ بے نیاز ہر سو ہر دم امن اور سکون تھا۔ اسی پارۂ ارض کے نزدیک میوزز کی دُنیا آباد تھی۔ جس میں ہر آن کیف و سرور کی رم جھم رہتی۔ چہار سو نوخیز دوشیزاؤں کے طرب انگیز اور سرور خیز رقص و سرود کے سحر و فسوں کی دُھو میں تھیں۔ اور جہاں بربط کے رسیلے نغمول اور بانسری کی میٹھی تانوں کے سحر زا پھول ہر آن گرتے رہتے تھے۔

زمین کے جنوب میں دریائے اوشن کے قریب "ہائی پر بوریئنز" کی طرح ایک اور خوش و خرم قوم رہتی تھی۔ جو ایتھو پینیز کہلاتی۔ ان کی سرزمین گہوارۂ راحت و مسرت تھی۔ دیوتاؤں کے یہ لاڈلے ان کی محافل میں شریک ہوتے اور انہیں دی جانے والی قربانیوں اور ضیافتوں میں حصہ پاتے۔ —— زمین کے انتہائی مغرب میں دریائے اوشن ہی کے کنارے ایک اور زینت آفریں اور سحر آگیں خطہ تھا۔ جو الزئین میدان کے نام سے موسوم تھا۔ یہ خطہ پاکیزہ ارواح کا مسکن تھا۔ یہاں برف پڑتی نہ سرد ہوائیں چلتیں۔ اور نہ طوفان گرد و باراں کا گذر تھا۔ دریائے اوشن کی مغربی ہواؤں کے تعطر پاش اور نشاط آور زم جھونکے گیتیوں

سومیریوں (۳۲۰۰ ق م۔ ۲۰۰۰ ق م) کے نزدیک کائنات شمال میں سطحِ مرتفع آرمینیا سے بحیرہ رُوم تک کے علاقوں پر مشتمل تھی۔

لہ: Hyperboreans

کی زم زم الاپ کے ساتھ بہ احترام یہاں سے گذرتے۔ اس رحمت بار پارہ ارض میں ہر قسم کے گناہوں سے پاک دیوی دیوتاؤں کی محبوب اور پسندیدہ مرگ ناآشنا ہستیوں کو لایا جاتا۔ جو یہاں سدا بہار اور ابدی رحمتوں سے فیض اٹھاتیں اس خوش نصیب پارۂ زمین کو خطہ ہائے خوش بختی یا جزائر رحمت، کہتے تھے۔

ان باتوں سے عیاں ہے کہ اہل یونان، یونان کے جنوب اور مشرق یا بحیرہ روم کے سواحل پر رہنے والوں کے سوا کسی اور کو نہیں جانتے تھے۔ ان کے فکر و ذہن نے سمندر کے مغربی حصہ کو دیو بھوتوں اور جادوگرنیوں سے بھر رکھا تھا۔ شمالی سرزمین کے حاشیہ جو زیادہ گشادہ نہیں تھا۔ رہنے والی قومیں دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی اور برکتوں سے مالا مال ہو رہی تھیں۔

ان کے نزدیک صبح کاذب اور مہر و ماہ سمندر کے مشرقی حصے سے طلوع ہوتے انسانوں اور دیوتاؤں کو روشنی فراہم کرنے کی خاطر اُنہیں فضا میں کھینچا جاتا۔ ریچھ نما اور دیگر ستارے دریائے اوشن میں سے نمودار ہوتے اور پھر اسی میں ڈوب جاتے سورج دیوتا ایک اُڑن کشتی میں دریا سے نکل کر زمین کے شمالی حصہ کے گرداگرد پھرتا اور پھر مشرق سے اپنے طلوع ہونے کی جگہ واپس آجاتا۔

تخلیقِ کائنات

دیوتاؤں کے ظہور اور زمین و آسمان کی تجسیم سے بہت قبل بے نام و گمنام ماضی میں ہزار ہا ہزار ہا سال[1] پہلے ارض و سما اور بحر ایک دوسرے میں مدغم تھے۔ ہر چیز ناتراشیدہ اور ہر شے غیر متشکل تھی۔ بس ایک بے نظمی ابتری اور انتشار تھا، ایک بے جان بے روح اور مردہ بوجھ، مادہ کی اس حالت کو کیاس[2] کہا گیا ہے۔

یہ کیاس انمٹ اندھیروں اور اٹوٹ ظلمتوں پر جھکا تھا، بے جان و روح مادہ اگرچہ تہہ در تہہ اندھیاروں میں لپٹا تھا پھر بھی اس میں بعد میں خلق ہونیوالی تمام اشیاء اور کل مخلوقات کے بیج خوابیدہ و پوشیدہ تھے۔

اس غیر متشکل اور بے جان مادہ سے کیاس کے دو بچے پیدا ہوئے۔[3] کیاس کے ان دو بچوں یعنی رات اور اری بس[4] کے سوا اس کائنات میں اور کوئی نہ تھا۔ ہر جہت تیرگی اور ظلمتیں غلطاں و پیچاں تھیں یا پھر سکوتِ مرگ پر مشتمل خلا ہی خلا تھا اور پھر پراسرار طور پر عجوبوں کا ایک عجوبہ رونما ہوا۔ رات اور اری بس نے باہم بیاہ رچالیا جن کے سنجوگ سے محبت وجود میں آئی۔[5] وہ محبت جو کائنات کی ہر شے سے فزوں تر تھی۔

۱: نہ معلوم زمانہ

۲: بے ہیئتی - Chaos

۳: کیسے؟ اس کی کوئی وضاحت نہیں۔

۴: Erybus بے کنار گہرائی جہاں موت رہتی ہے۔

۵: سیاہ پردار شب نے ہواؤں کے تعاون سے اری بس کے رحم میں نقرئی انڈہ دیا۔

محبت کی ولادت پر نظم و ترتیب اور خوبصورتی نے اندھے اور بے نفع انتشار کو ملک بدر کرنا شروع کر دیا۔ جب محبت نے روشنی اور اس کے رفیق روشن دن کو پیدا کیا۔ بقول ہیساڈ[1]

"پھر زمین ابھری جسے آسمان نے چاروں طرف سے ڈھانپ لیا۔ (اب) بے ہنگمی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ زمین[2] آسمان اور سمندر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ شعلہ فشاں حصہ جو سبک تھا، اُٹھا، پھیل کر آسمان بن گیا۔ وزن اور حجم کے اعتبار سے دوسرا نمبر ہوا کا تھا۔ زمین اپنی گرانی کے باعث نیچے بیٹھ گئی اور پانی اس سے بھی نیچے چلا گیا۔ اور یوں زمین پانی پر تیرنے لگی۔"

تابش حیات کی حامل اولین مخلوق دھرتی ماں اور امبر پتا کے بچے[3] تھے یہ عفریت تھے۔ عجیب الخلقت ہونے پر بھی کوہ پیکر گرگٹ یا ہاتھی نما نہ تھے۔ بلکہ انسان سے کچھ ملتے جلتے تھے۔ ان میں زلزلوں کی قوت، طوفانوں کی تندی اور آتش فشاں کی سی تباہ کن شکتی تھی۔ کہانیوں میں وہ حقیقتاً زندہ نہیں پر اس دنیا کے مکین تھے جہاں زندگی کے کوئی آثار نہیں۔

ایک غیر مرئی اور ان دیکھی قوت کا ارتعاش کہساروں کو اُٹھا رہا تھا۔ اور سمندروں کے

---

[1]: Hesiod (۸ ق م؟) یونان کے ابتدائی شعرا میں سے ایک ہے۔ اسکرا Ascra کے مقام پر بیوشیا میں پیدا ہوا۔ کوہ ہیلکن کی ڈھلانوں پر یہ اپنے باپ کی بھیڑوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ نظم "امور و ایام" کا خالق ہے۔ اس کی ایک اور نظم تھیوگونی تخلیق کائنات اور دیوتائی نسلوں کے بیان سے بھری پڑی ہے۔ بہت سی جگہ ہومر سے اختلاف کیا ہے۔ ہیساڈ ایک خاتون کو لے بھاگا تھا۔ اسی عورت کے بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ Theogne

[2] خوابیدہ زمین کے بطن سے اسکا بیٹا یورے نس (آسمان) پیدا ہوا جسے یورے نس بھی کہا گیا ہے یہ بھی مشہور ہے کہ زمین نے شوہر کے بغیر آسمان، کہسار اور سمندر کو جنم دیا۔

[3] - یعنی گیا جسے ہیساڈ کشادہ سینے والی حسین و جمیل کہتا ہے۔

راستے متعین اور ہموار کر رہا تھا۔ یونانی اپنے قصے کہانیوں میں برملا اِس قسم کے محسوسات رکھتے ہیں۔ وُہ مخلوق جاندار تھی۔ لیکن ایسی حالت میں جسے انسان نہیں جانتا۔

سو سو ہاتھ اور پچاس پچاس سر کے ان عظیم عفریتوں میں سے تین یعنی° بریاری اس[1] (بمعنی طاقتور) گگ ئے گیز بمعنی (دھرتی کا پیدا کردہ) اور کوٹس بہت مشہور تھے۔ تین اور عفریت سائیکلوپیز[2] کہلائے یہ یک چشم تھے۔ ہر ایک کی پیشانی کے عین وسط میں پہیے اتنی بڑی گول آنکھ تھی یہ تینوں یعنی برانٹس[3] (رعد) سٹیروپیز[4] (برق) اور آرگیز[5] (نور) پربتوں کی طرح ناقابل تسخیر اور کوہ اٹنا[6] کے غاروں کے مکین تھے۔ اسکلے پیس[7] کی موت کی پاداش میں اپالو نے انہیں قتل کر دیا تھا۔

آخر میں ٹائی ٹنز پیدا ہوئے۔ بعض یونانیوں کے بموجب یہ یورینس[8] (آسمان) کے بیٹے تھے۔ انہیں اکثر بڑا دیوتا بھی کہا گیا ہے۔ ٹائی ٹنز[9] (بمعنی بادشاہ) نامعلوم طویل زمانے میں کائنات میں برترین اقتدار کے مالک رہے۔ ان کی تعداد کافی تھی۔ لیکن کہانیوں میں چند ایک سامنے آئے ہیں۔ قامت وجسامت۔ اور قوت میں سائیکلوپیز سے کم نہ تھے۔ جب کائنات زرخیز تھی مادر گیتی (دھرتی ماں) گیا نے انہیں جنم دیا۔ سب ٹائی ٹنز خوفناک اور تخریب پسند نہ تھے۔ بلکہ بعض

---

[1]: اور نس نے پہاڑوں پر سے اپنی خوابیدہ ماں کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور اس کے پوشیدہ شگافوں اور درزوں میں بار آور بارش برسائی۔ پھر اس کی کوکھ سے سبزہ پھول اور درخت پیدا ہوئے جن کی روئیدگی پر پلنے والوں کی ماں بھی دھرتی ماں کہلائی۔ اسی بارش سے دریا جھیل اور سمندر بنے۔ دریاؤں اور سمندر کے اتصال سے جل پریاں تخلیق ہوئیں۔

[2]: Cyclopes کائی کلوپس بھی لکھتے ہیں [3] Brontus

[4]: Steropes [5] Arges

[6]: اٹنا: جزیرہ سسلی کا ایک پہاڑ

[7]: اپالو اور کورونس کا بیٹا۔ جسے پلوٹو کی شکایت پر زیئس نے ہلاک کر دیا تھا۔

[8]: انتہائی قدیم یونانی دیوتا اور کائنات کا اوّلین حکمران جس کی شادی گیا یعنی زمین سے ہوئی تھی۔

[9]: Titans بعض جگہ ان کی تعداد چھ بتلائی گئی ہے

کارآمد بھی تھے۔ جن میں سے پرومی تھیئس بعد از تخلیق انسان، انسان کو مکمل تباہی سے بچایا۔
ٹائی ٹنز میں سب سے مشہور ان کا بادشاہ کرونس[1] تھا جس نے اپنی بہن رہیا کو اپنی ملکہ بنایا اوشنس، ٹی تھیئس، ہائی پیرین[2]۔ ایا پیٹس، تھیمیس اور نیموزینی[3]۔ ٹائی ٹنز کو بھی شہرت ملی۔ ایا پیٹس کا نام اپنے بیٹوں اطلس اور پرومی تھیئس وغیرہ کی وجہ سے مشہور ہوا۔ اطلس کے کاندھوں پر آسمان دھرا تھا۔ تھیمیس سے عموماً انصاف مراد لی جاتی ہے۔ یہ خاتون ٹائی ٹن تھی۔ نیموزینی کے معانی یادداشت کے ہیں یہ بھی مادہ تھی۔

عفریت اگرچہ آسمان کی اولاد تھے لیکن آسمان ان سے سخت متنفر اور نالاں جبکہ سائیکلو پیز اور ٹائی ٹنز سے خوش تھا۔ چنانچہ اس نے عفریتوں کو زمین کے کسی گمنام گوشے میں محبوس کر رکھا تھا۔ موخر الذکر آزاد تھے۔ دھرتی ماں (گیا) اپنی اولاد یعنی عفریتوں کے ساتھ اس سلوک پر بہت برہم ہوئی اور اس نے اپنے دوسرے بیٹوں یعنی ٹائی ٹنز اور یک چشم سائیکلو پیز سے اعانت چاہی۔ ٹائی ٹنز میں کرونس بہت دلیر تھا۔ اس نے اپنی ماں کی مہیا کردہ دھاتی درانتی سے اپنے باپ یورونس کو آختہ کر کے اس کے راج سنگھاسن پر قبضہ کر لیا۔ اب کرونس کل کائنات کا آقا اور رہیا اس کی بیوی تھی۔

یورے نس کے زخموں سے جو لہو بہا اس سے دیو نما عفریتوں کی چوتھی نسل پیدا ہوئی تینوں فیوریز اری نیز (کینہ پرور دیویاں) ایلکٹو، میگیرا[4]، ٹسی فونے[5] اور میلین[6] نامی پریوں نے بھی اسی خون سے جنم لیا۔ فیوریز کا کام گناہ گاروں کا تعاقب کرنا اور انہیں سزا دینا تھا۔ ان کی آنکھوں سے ہر وقت خون ٹپکتا اور سر پر سانپ لہراتے رہتے۔ آخر میں فیوریز کے سوا باقی سب عفریتوں کو نکال دیا گیا تھا۔ فیوریز اس وقت تک زمین پر رہیں گی۔ جب تک کہ دنیا میں گناہ رہے گا۔

1: Cronos or Kronos　　2: Hyperion

3: Mnemosine

4: Megaera

5: Tisiphone

6: Melian Nymps

کرونس کا عہد زریں دور کہلایا۔ اس زمانے میں پیداوار خوب ہوئی امن وامان رہا جنگ نہ کہیں رزم آرائی، عدل وانصاف میں کوئی اس کا عدیل نہ تھا۔

دورانِ حکومت کرونس کو پتہ چلا کہ اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک اسے معزول کر کے اورنگ شاہی پر قبضہ کر لے گا۔ باپ کے ساتھ اس نے جو سلوک کیا تھا اسے یاد تھا وہ یہ بھی جانتا تھا۔ کہ اس باپ کی بددعائیں اکارت نہیں جائیں گی۔ چنانچہ وہ ہر وقت سراسیمہ اور سہما رہتا وہ عظیم دیوی رہیا کی تاک میں تھا۔ جو بچہ جنتی فوراً اسے ہڑپ کر جاتا اسی طرح ایک ایک کر کے وہ اپنی تین بیٹیوں یعنی ہیرا ڈیمیٹرا اور ہیسٹیا اور ہیڈیز اور پوسیڈان نامی دو بیٹوں کو نگل گیا تھا۔

رہیا بچوں کو ترس گئی تھی۔ اس نے اپنے والدین یورے نس اور گیا سے مشورہ لیا تو انہوں نے اسے جزیرہ کریٹ میں جا کر بچے کو جنم دینے کی صلاح دی چنانچہ اس نے ان کی نصیحت پر جزیرہ کریٹ کے ڈکٹا نام کے غار میں اپنے چھٹے بچے زیئس کو جنم دیا۔

کرونس کے عہد حکومت کو ایک طرف تو معصومیت اور منزگی کا دور کہا گیا ہے۔

اور دوسری طرف اسے جابر اور سنگدل دکھایا گیا ہے جو اپنے بچوں کو بھی نہیں چھوڑتا۔

زیئس شگفتہ رو اور دمیدہ جمال تھا سب سے زیادہ خوش بدن اور حسین۔ رہیا بچے کی پیدائش کے بعد گھر پہنچی تو اس نے کپڑے میں لپٹا ہوا ایک پتھر کرونس کے حوالہ کر دیا۔ جسے وہ بچہ سمجھ کر نگل گیا۔

زیئس کو شجر ایش کی دیوی "ایڈرس ٹی شیا" اس کی بہن ائیو اور بکریوں کی دیوی "آمل تھیا" نے سنبھال لیا تھا۔ دراز ریش بکری کے دودھ سے وہ اس کی پرورش کرنے لگیں اس دوران جنگلی کبوتر اس کے لئے دور دور سے تازہ اور مصفا شہد اور ایک شاہین کوہ ڈکٹے کی بلند چوٹیوں پر سے پاکیزہ شراب لاتا۔ زیئس اپنے دودھ شریک بھائی پین دیوتا کے ساتھ دودھ پیتا۔ چند ایک کہانیوں کے مطابق زیئس نے ایک سورنی کا دودھ پیا اور سواری کی۔ کرونس کے خوف سے ان دیویوں نے شیر خوار زیئس کے طلائی پنگوڑے کو ایک درخت میں لٹکا رکھا تھا۔ تاکہ وہ اسے زمین آسمان اور سمندر میں کہیں نہ پا سکے۔

دایہ دیویوں نے زیئس کے لئے سنہری کھلونے اور لارل کے پھولوں کا حسین تاج بنایا۔ اس پنگوڑے کے گرد کریٹ کے رزم آزما نوجوان سورما والہانہ رقص کرتے

جنہوں نے اپنی مضبوط ڈھالوں سے تمام ماحول بھر دیا تھا۔ بچہ روتا تو وہ اچھلتے کودتے اور جنگی ترانے گاتے تاکہ کرونس بچے کے رونے کی آواز نہ سُن سکے۔[۵]
بچے نے ہوش سنبھالا تو ان جنگجو اور دلیر نوجوانوں نے اسے اچھلنا کودنا، تیر چلانا، شکار کرنا اور سینگ دار کوہستانی بکروں کے تعاقب میں (بن تھکے) کوہساروں پر دوڑنا

---

[۴] : چونکہ ملک کی ایک چینی کہانی میں ٹوپوپی نامی شہزادہ کے نومولود بچے کو ایک شیرنی دودھ پلاتی ہے۔ شاہنامہ فردوسی میں رستم کے باپ زال کی پرورش ایک سی مرغ کرتا ہے۔
رومیولس اور رمیس کو (جنہیں دریائے ٹائیبر (اطالیہ) میں پھنکوا دیا گیا تھا۔) ایک مادہ بھیڑئیے نے دودھ پلایا۔ اسی طرح ایک کتیا نے اپنا دودھ پلا کر می تاس کے بیٹے کی پرورش کی سمیری/بابلی سورما گلگامش اور ایک ایرانی سردار قبیلہ اخامنیش کو پیدائش کے وقت عقابوں نے تحفظ دیا تھا۔ آشوریا کی سمیرامس اور سکنتلا کی پیدائش کی کہانیاں باہم مماثل ہیں۔ فاختاؤں نے سمیرامس کی حفاظت کی اور اسی لئے اس کا اشوری نام سمت (فاختہ) پڑا۔ اس کا سمت دُمت نام ظاہر کرتا ہے کہ دیوی کو فاختہ سے محبت ہے سمیرامس پہلے گورنر اور پھر شاہ نینس کی ملکہ بنی۔ سکنتلا (رشی وشوامتر اور مینکا اپسرا کی بیٹی تھی) کو اس کی ماں شیر اور چیتوں کے بیچ جنم دے کر چلی گئی تھی۔ کرگسوں نے اس بچی کو تحفظ دیا۔ سکنتاؤں (پرندوں) نے اسے گھیرا تھا۔ چنانچہ وہ سکنتلا کہلائی۔ مصر میں لوزت نامی سانپ دیوی نے حورس کی پرورش کی تھی۔ اس طرح ملک ملک کی اساطیر میں موذی جانور اور پرندے حضرت انسان پر احسان کرتے ہیں۔ اردو داستانیں بھی اس رنگ سے تہی نہیں آرائش محفل میں ایک گیدڑ حاتم کا علاج کرتا ہے۔

[۵] : ایک روایت ہے کہ کچھ عرصہ بعد رہیا کی یہ چالاکی کرونس پر آشکارا ہوئی تو وہ دلوار دار زیئس کا تعاقب کرنے لگا۔ کرونس کے ڈر سے زیئس سانپ بن گیا۔ اور کوہ ایڈا کے غار میں رہنے لگا۔ جہاں وہ چرواہوں کی رفاقت میں جوان ہوا۔ کو اس Coeus ٹائی ٹن کی بیوی میٹس دریائے اوشن کے کنارے رہا

دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

سکھایا۔ آخر ایک دن زیئس اپنے گرجدار رتھ کو شاہین صفت پر بتوں پر اڑانے اور ننگے ہاتھوں میں برق صاعقہ تھام کر وادیوں میں بجلیاں گرانے لگا۔ پھر ایک دن اس نے خاکستری رنگ کی کوہستانی بکری کی اون پہنی اور اپنے باپ کرونس کے ساتھ معاملے کرنے یونان کو چلا۔

یونان میں اس نے اپنی دادی گیا کی مدد سے کرونس کو سب بچے اگلنے پر مجبور کر دیا۔ کرونس نے پہلے پتھر اگلا اور اس کے بعد زیئس کے پانچوں بہن بھائی اس کے پیٹ کے زندان سے برآمد ہوئے۔ زیئس نے کرونس کے شکم سے برآمدہ پتھر کو ڈیلفی میں نصب کرا دیا جہاں ہمیشہ اس پر تیل ملا اور بن کاتی اون کا دھاگہ چڑھایا جاتا۔ صدیوں بعد ۱۰۰۰ء میں اس پتھر کو "پوزانیئس" نامی سیاح نے دیکھا تھا۔ اُس کے الفاظ میں۔

"یہ پتھر زیادہ بڑا نہیں۔ ڈیلفی کے کاہن ہر روز اس پر تیل ملتے ہیں۔"

باپ بیٹے کی جنگ میں کرونس کے ساتھ اس کے بھائی ٹائی ٹنز تھے جن کی کمان اطلس کر رہا تھا۔ زیئس کے طرفدار اور اتحادی اس کے بہن بھائی تھے۔ گیا نے اپنے پوتے زیئس کے حق میں فتح و نصرت کی پیش گوئی کی اور اسے مشورہ دیا کہ وہ بریاریئس یا گائیئز، کوٹس اور یک چشم سائیکلوپیز کو جنہیں یورے نس اور کرونس نے ٹیٹرس کے تیرہ و تاریک گوں زندانوں میں مقید کر رکھا ہے نجات دلا کر اپنے ساتھ ملا لے۔ چنانچہ زیئس ٹیٹرس پہنچا۔ سن رسیدہ کیمپی کو ہلاک کر کے اس نے چابیاں حاصل کیں اور بچاس سر

کرتی۔ زیئس کی اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے زیئس کو اُکسایا کہ وہ اپنی ماں ریہیا کی اعانت سے ساقی گری کے فرائض انجام دے۔ چنانچہ زیئس نے ساقی بن کر اپنی ماں سے حاصل کردہ دوا شہد اور شراب میں ملا کر اپنے باپ کو پلا دی جس سے اسے قے ہوئی اور اس طرح زیئس کے بہن بھائی آزاد ہوئے۔

ﻪ Pousanias

ﻪ۲: سو ہاتھ اور بچاس سروں والے عفریتوں میں سے ایک۔ کوٹس اور گائیز کا بھائی۔ یہ تینوں یورے نس اور گیا کے بیٹے تھے۔

ﻪ۳: Tartarus ہیڈیز کا ایک حصہ جہاں گناہگاروں کو سزا دی جاتی۔ ورجل کے بقول یہ جگہ ناقابل عبور تین فصیلوں اور دریائے فلیجیتھون کے کھولتے پانی میں گھری ہے۔

ﻪ: Campe

اور سو ہاتھ کے عفریتوں کو آزاد کر دیا۔ چنانچہ اب وُہ برق، رعد اور زلزلے ایسے ہتھیاروں کے ساتھ غنیم پر ٹوٹ پڑنے کو بے چین تھے۔

ایاپیٹس ثانی ٹن کا بیٹا پرومی تھئیس شعور و آگہی میں لاثانی تھا۔ اُس نے زیئس کا ساتھ دیا۔ سائیکلوپینز نے زیئس کو برق صاعقہ، ہیڈیز کو ظلمتوں کا مغفر اور پوسیڈن کو ترسول (سہ شاخہ برچھا) عطا کیا۔

زیئس کی فوج نے کوہ اولمپس کو چنا اور غنیم کی سپاہ، کوہ اتھریس پر خیمہ زن ہوئی۔ فریقین کے مابین پورے دس سال خوفناک اور جانگسل جنگ جاری رہی۔ زیئس نے اپنے اگن بانوں سے جنگلوں میں آگ لگا دی، جس سے زمین شعلوں میں تر ہو گئی۔ زیئس کے مخالفین بڑے بڑے اشجار، کوہسار نما چٹانیں اور گراں سلیں آسمان کی طرف اُچھال رہے تھے۔ جس سے عالم بالا پر ایک طوفان سا ٹوٹ اور جھپٹ رہا تھا۔

گھسان کے اس رن میں ہیڈیز (نظروں سے اوجھل ہو کر) کرونس کے ہتھیار چرانے کو آگے بڑھا۔ اور پوسیڈن نے ترسول لہرا کر کرونس کو للکارا۔ کرونس کی توجہ بٹی تو زیئس نے اپنے برقی ہتھیار سے ایک کاری ضرب لگائی۔ سو ہاتھ اور پچاس سروں کی مخلوق کی یلغار پر ٹائی ٹنز پسپا ہونے لگے۔ اب زیئس کا دودھ شریک بھائی پین دیوتا نعرہ زن ہوا۔ ٹائی ٹنز بھاگے اور بالآخر گرفتار ہوئے۔ کرونس نے اطالیہ میں جا کر دم لیا۔ جہاں اس کا دور عہدِ زریں کہلایا۔ اطالیہ میں اس کا زمانہ خوشیوں اور سکھ شانتی کا زمانہ تھا۔ زیئس نے ٹائی ٹنز کو سخت ترین سزائیں دیں۔ اور انہیں سلاسل ٹرٹیرس کے تاریک زندانوں میں پھنکوا کر ان پر سو ہاتھ اور پچاس سروں کے عفریتوں کا پہرہ بٹھا دیا۔ اطلس کو آسمان کا بوجھ کندھوں پر اُٹھانے کی سزا ملی۔

اب بھی افلاک کا بوجھ کاندھوں پر اُٹھائے وُہ اس جگہ کھڑا ہے۔ جہاں گھنے بادلوں کی تہ دار مرطوب تیرگیاں قدم قدم پر جھکی ہیں۔ جہاں لیل و نہار قریب آ کر ایک دوسرے کو سلام تو کرتے ہیں۔ لیکن مِل نہیں پاتے۔ دن وہاں ٹھہرتا ہے تو شب زمین پر چلی آتی ہے۔ اور جب رات مراجعت کرتی ہے تو دن زمین پر ہوتا ہے۔ دن کے ہاتھوں میں روشن قندیلیں ہوتی ہیں۔ اور دستِ ہائے شب میں ہمشیرۂ مرگ یعنی نیند۔

زیئس ابھی سُکھ کا سانس لینے بھی نہ پایا تھا کہ زمین نے اپنے آخری خوفناک

ترین ڈراؤنے اور دنیا کے سب سے بڑے تخریب پسند اور تباہ کار بچے ٹائی فن[1] کو جنم دیا۔

"سو سر کا شرر فشاں اور شعلہ بار عفریت جس کے ہولناک جبڑوں میں موت سیٹیاں بجاتی تھی۔ اور آنکھوں میں آگ کے خیرہ کن الاؤ دہکتے تھے۔"

لیکن زیئش کو کیا باک تھا۔ رعد و برق ایسے ہتھیار اس کے تصرف میں تھے جنہیں اس کے سوا اور کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ان کی مدد سے جلدی ہی ٹائی فن پر قابو پا لیا۔ اس کے بعد عفریتوں کی بغاوت کے سبب ایک بار پھر زیئش کا راج سنگھاسن خطرے میں پڑ گیا۔ لیکن اب دیوتا حرب و ضرب کے اعتبار سے بے حد قوی تھے اور انہیں زیئش کے بیٹے ہرکولیز کی مدد بھی حاصل تھی۔ انہوں نے مار مار کر عفریتوں کو ٹیٹرس کی طرف بھگا دیا۔

اس وقت زیئش اس کے بہن بھائی بلا شرکت غیرے سیاہ و سپید کے مالک تھے ان کے اقتدار کے ساتھ ہی زمین پر امن اور شانتی نے آنکھیں کھولیں۔ اور کائنات کی ہر شے طمانیت اور آسودگی کے جھولے میں جھولنے لگی۔

آسمانی توتوں نے زمین کی شیطانی طاقتوں کو پائمال کر دیا تھا۔

---

[1]: Typhon

آفرینشِ انسان

دریاؤں جھیلوں اور سمندر کی جگہیں مقرر ہو چکی تھیں۔ پربت اور وادیاں سنبھل سنبھل سنور سنور اپنی اپنی جگہ پر سامنے آگئی تھیں۔ بن، چشمے جھرنے، آبشاریں، زرخیز زمین اور رنگین میدان اپنے اپنے روپ سے سج کر اپنی بہاریں دکھا رہے تھے۔ فضا نکھر آئی تھی اور آسمانوں کی وسعتوں میں تا حدِ نگاہ ستاروں کی قندیلیں فروزاں و آویزاں ہونے لگی تھیں۔ سمندر کے گہرے پانیوں میں قسم قسم اور رنگ رنگ کی چھوٹی بڑی مچھلیاں گہما گہمی اور چہل پہل پیدا کر رہی تھیں۔ خلاؤں میں خوبصورت رنگین پرندے محوِ پرواز تھے۔ اور زمین پر چوپائے چوکڑیاں بھرتے اور کلیلیں کرتے دکھائی دیتے تھے۔

بعد از مرگ جزا و سزا کے لئے مقامِ عدل کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ اور اب ۔۔۔ اب بس اشرف المخلوقات کی کمی تھی۔ یعنی انسانی جنم کا یہ صحیح وقت تھا۔ چنانچہ دیوتاؤں نے انسانی تخلیق کا فریضہ پرومی تھیس[1] اور اس کے بھائی ایپی میتھیس[2] کو تفویض کیا۔ پرومی تھیئس (پیش بیں) شعور و بینش میں یکتائے زمانہ اور دیوتاؤں سے بھی زیادہ فرزانہ تھا اس کے برعکس ایپی می تھیئس (پس اندیش) انتشار پسند تھا۔ وہ کام کے بعد سوچتا۔

پرومی تھیئس نے زمین پر سے مٹی اٹھائی اس میں تھوڑا سا پانی ملایا۔ اور دیوتاؤں کی صورت کا سیدھا سا ڈھانچہ تیار کر دیا۔[3] اسی لئے انسان اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتا

---

[1] : Prometheus

[2] : Epimetheus

[3] : سومیریوں کے ہاں بھی انسان کی تخلیق چکنی مٹی سے ہوئی تھی۔ اس چکنی مٹی سے جسے دیوی ننمو نے پیدا کیا تھا۔

اور ستاروں کو دیکھتا ہے۔ جبکہ دوسرے تمام جانوروں کے چہرے زمین کی طرف ہیں اور وہ نیچے دیکھتے ہیں۔

ڈھانچہ تیار ہوا تو اتھینی[1] نے اس میں روحِ حیات پھونکی۔ جانوروں کو ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کی تمام تر ذمہ داری بھی ان ہی دو بھائیوں کے سپرد تھی۔ کوراندیش ایپی می تھیئس نے تمام جانوروں کو قوت، توانائی پھرتی فراست اور چالاکی عطا کر دی۔ کسی کو پر اور شہپر، کسی کو پنجے، کسی کو خول بخشا۔ اور جب انسان کی باری آئی تو اس کے پاس کچھ نہ بچا۔ چنانچہ اس نے حیران نگاہوں سے اپنے بھائی کو دیکھا۔ گویا انسان کی ذمہ داری اُس کے کاندھوں پر ڈال دی۔

پرومی تھیئس تمام جانداروں میں انسان کو اشرف اور ارفع دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ وہ سوچتا ... سوچتا رہا۔ اور پھر اسے سنوارنے سجانے میں منہمک ہو گیا۔ اتھینی کی معاونت سے وہ آسمان پر گیا۔ سورج کے روشن رتھ سے مشعل جلائی۔ یوں آگ لے کر واپس زمین پر آ گیا۔ اس نے یہ آگ انسان کو سونپ دی۔ آگ، انسان کی محافظ اور نگہبان آگ جو ہر شے سے افضل اور ہر چیز سے فزوں تر تھی۔ اب انسان کو پر و شہپر، قوت و جسامت اور طراری کی احتیاج نہ رہی۔ اب وہ آگ سے اپنا مؤثر تحفظ اور دفاع کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ انسان نے پرومی تھیئس سے کئی کارآمد ہنر اور مفید باتیں بھی سیکھ لی تھیں۔

ایک اور کہانی کے مطابق انسانی تخلیق[2] دیوتاؤں کی مرہونِ احسان تھی۔ دیوتاؤں نے سب سے پہلے سنہری نسل[3] کو جنم دیا۔ یہ نسل فانی تھی۔ لیکن دیوتاؤں کی طرح محنت و مشقت اور حزن و یاس سے بے نیاز نہ گھر نہ بار، ان کے پاس بے شمار ریوڑ تھے۔ زمین بے تحاشہ غلہ خود بخود اگل دیتی تھی۔ ہر طرف حق کا طنطنہ اور صداقت کی دھوم تھی۔ قانون نہ سزا پھر بھی

---

[1] : زیئس کی بیٹی — Athene

[2] : یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین نے انسان کو اپنے بہترین ثمر کی صورت میں اٹیکا میں خلق کیا۔ اللکومی نیئس Alalcomeneus اولین انسان تھا جو چاند سے قبل بیوشیا کی کوپیئس نامی جھیل سے پیدا ہوا تھا۔ یہ اولین انسان زیئس اور ہیرا کے تنازعہ میں زیئس کا مشیر اور زیئس کی بیٹی اتھینی کا اتالیق بھی تھا۔ [3] : کرونس کی رعایا

کوئی جرم نہ ہوتا۔ شمشیر و سناں اور دشنہ و تفنگ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ہر سو بہار، جدھر دیکھو بہار، جگہ جگہ چنبیلی و یاسمن، گام گام گل و گلبن، دودھ کی ندیاں اور مے گل رنگ کی سبجل جو بہار رہتیں۔ شاہ بلوط کے پیڑوں سے بسنتی رنگ کا شہد ٹپکتا۔ دیوی دیوتا ان سے بہت خوش تھے جب یہ نسل ختم ہوئی تو اسے منزہ و مقدس ارواح میں مبدل کر دیا گیا۔ ایسی ارواح میں جو انسان کے لئے سود مند اور اس کی نگہبان تھیں۔

دیوتاؤں نے دوسری نسل چاندی سے تخلیق کی۔ نسل سیمیں کے انسان زریں نسل سے کمتر تھے۔ ذہانت اور شعور میں نسبتاً کم، قوت برداشت سے عاری، وُہ فرمانبردار اور ماؤں کا حکم ماننے والے تھے لیکن دوسروں کو آزار پہنچانے سے نہیں چوکتے تھے۔ تاہم بڑے پیمانے پر کبھی صف آرا نہ ہوئے۔ اس وقت زیئس نے بہاروں میں قدرے کمی کر دی تھی۔ اور سال کو موسموں میں بدل دیا تھا۔ نتیجتہً انسانوں کو گرمی سردی کا پہلی بار احساس ہوا۔ اب گھر ضروری ہو گئے۔ پہلے اُنہوں نے گپھاؤں اور غاروں کو ڈھونڈا اور پھر بیج بونے اور ہل چلانے لگے۔ دُنیا سے وُہ گئے تو ان کی رُوحیں بھی اُٹھالی گئیں۔

تیسری نسل پیتل کی تھی۔ جس کے مزاج میں تندی ترشی اور وحشت تھی۔ یہ لوگ خطرناک تھے۔ قوی و توانا، سنگدلی کے باعث جنگ و جدل کے رسیا۔ رزم آرائی کے اتنے شائق کہ اپنے ہاتھوں خود ہی زوال پذیر ہو گئے۔ ان سب کو ہیڈیز میں پہنچا دیا گیا۔ اور یہ سب کچھ اچھائی کے لئے تھا۔

اب دیوتا سمان انسان کی باری آئی۔ یہ چوتھی نسل سورماؤں اور دلیروں کی نسل تھی۔ جری، مہذب شائستہ بامروت اور ذی شان۔ اُنہوں نے بہت سی جنگیں لڑیں۔ اور کارہائے نمایاں سرانجام دئے۔ جنگ ٹرائے کی فتح بھی ان ہی کا فیضان تھی۔ ان کی مہمات تاریخ میں ہمیشہ کے لئے منضبط اور محفوظ ہو گئی ہیں۔

اس نسل کے سورماؤں میں سے جب کوئی میدان کارزار میں کھیت رہتا تو زیئس اسے خیر و برکت کے جزیرے میں منتقل کر دیتا۔ جہاں وُہ کرونس کی عملداری میں رہتا بالآخر سورماؤں کی وُہ ہمہ صفت نسل انسانی بھی وقت کے اُلٹ پھیر کی نذر ہو گئی۔ اور اسے بھی متبرک جزائر میں بھیج دیا گیا۔ جہاں ابدی اور جاودانی رحمتیں ان کی منتظر تھیں۔

اس کے بعد پانچویں نسلِ انسان خلق ہوئی۔ اور یہی موجودہ نسل ہے۔ اسے آہن اور لوہے سے بنایا گیا ہے۔ یہ لوگ نیکی اور بدی کے ایام میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی فطرت گناہ آلود ہو گئی ہے اور برائیوں میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ قدم قدم پر جرائم اور قانون شکنی ہے۔ بحر و بر اور فضاؤں میں ہنگامہ خیزیاں اور غروش ہے۔ وہ زمین جو فقط بونے جوتنے کے کام آتی ہے۔ آپس میں تقسیم ہو رہی ہے۔ آبادیوں کو سکون اور بستیوں کو آسودگی حاصل نہیں۔ حالیہ نسل کا انسان جگہ جگہ سے زمین کا سینہ شق کر کے قسم قسم کی دھاتیں نکالنے میں لگا ہے۔ اس نے لوہا اور سونا پا لیا ہے۔ جو سب شرارتوں کی جڑ ہے۔ وہ جنگیں لڑنے لگا ہے۔ کہیں امن اور کہیں امان نہیں۔ انسانی خون اور اشکوں میں زمین ڈوب رہی ہے۔ اور اس میں دم بدم اضافہ ہو رہا ہے۔

موجودہ نسلِ انسان ان دو میاں بیوی یعنی جو کیلئن[1] اور پیرے[2] کی اولاد ہے۔ جو زندگی آشام طوفان میں بچ گئے[3] تھے۔ اس نسل کے لوگ چونکہ سنگدل، احسان ناآشنا، انصاف کش، نفس پرست، کینہ جو، ذلیل اور روکشیدہ اور نافرمانبردار ہیں اسی لئے انہیں مشقتوں اور فسردگیوں سے نجات نہیں۔ جوں جوں نسلیں گذرتی جا رہی ہیں۔ یہ بد سے

---
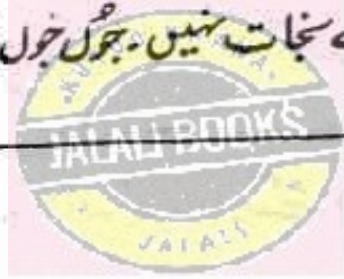
[1]: Deucalion

[2]: Pyrrha

[3]: کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ) کے مطابق اس کائنات آشام طوفان میں حضرت نوحؑ بچے تھے یا وہ جو ان کی کشتی میں سوار تھے۔ کتاب مقدس کے الفاظ یہ ہیں۔
"تب خدا نے نوح (علیہ السلام) سے کہا کہ باہر نکل آ ۔ ۔ ۔ ۔ تب نوحؑ اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں اور اپنے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ باہر نکلا۔ اور سب جانور سب رینگنے والے جاندار، سب پرندے اور سب جو زمین پر چلتے ہیں۔ اپنی اپنی جنس کے ساتھ کشتی سے نکل گئے۔ تب نوحؑ نے خداوند کے لئے ایک مذبح بنایا اور سب پاک پرندوں اور پاک چوپایوں میں سے تھوڑے سے لیکر اس مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں"۔ (صفحہ نمبر ۱، شائع کردہ پاکستان بائیبل سوسائٹی لاہور)
سومیریوں میں سیلابِ عظیم سے بچنے والا شخص "زی اُسدرا" ہے اور بابلی کہانی میں اس کا نام "ات لی پشتم" ہے۔

بدتر اور بدتر سے بدترین ہوتے جا رہے ہیں۔

بچے اپنے والدین کی نسبت ذہنی پستی اور اخلاقی انحطاط سے ہمکنار اور ہم آہنگ ہوتے جا رہے ہیں۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ فریب کاری کے دلدادہ اور دھوکہ دہی پر مفتون ہوں گے۔ قوت کی پرستش کریں گے۔ طاقت ان کے لئے درجۂ حق رکھے گی۔ نیکی اہمیت گنوا دے گی۔ غلطی کو غلطی نہیں سمجھا جائے گا۔ اور انسان اس پر کبھی نادم اور شرمسار نہ ہوگا۔ اور جب اس کرۂ ارض پر کوئی بھی بدکاری پر اظہارِ خفگی اور غلط کاری پر اظہارِ سبکی کرنے والا نہیں رہے گا تو پھر رب الارباب زیئس ارض و سما کا عظیم آقا موجودہ نسل کو بھی نیست و نابود کر دے گا۔
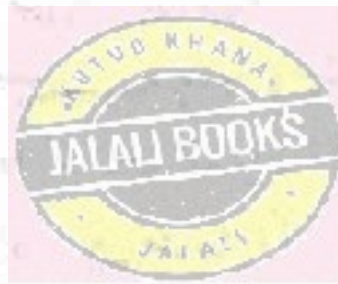
ورُودِ زن

انسانی تخلیق کی یہ دونوں کہانیاں یعنی "پرومی تھیس" اور "ایپی می تھیس" کی کہانی اور پانچ انسانی نسلوں کی کہانی تضادات کے باوجود ایک بات پر متفق ہیں کہ اس کائنات میں مرد کو ایک طویل عرصے مجرّد اور تنہا زندگی گذارنا پڑی۔

پرومی تھیس کو مرد بے حد عزیز تھا۔ اس کی تمام ہمدردیاں مرد کے ساتھ تھیں۔ اِس نے پہلے اس کے لئے آسمان سے آگ چُرائی اور اب اس کوشش میں تھا کہ دیوتاؤں کو دی جانے والی قربانیوں میں سے ہر جانور کا بہترین گوشت مرد اور ادنیٰ دیوتاؤں کو ملے اور پھر اچھا اچھا گوشت مردوں کو ملنے لگا۔ دیوی دیوتاؤں کے لئے صرف چربی اور ہڈیاں رہ گئیں جنہیں آتشِ قربان گاہ میں جلا دیا جاتا۔

پرومی تھیس نے اس کی تدبیر یہ کی کہ ایک توانا اور مضبوط بیل ذبح کر کے اس کا بہترین گوشت کھال میں چھپا دیا۔ اور اس پر انتڑیاں وغیرہ بکھیر دیں۔ دوسری طرف اس نے ہڈیوں کا ایک خوبصُورت ڈھیر بنا کر روشن اور چمکدار چربی اس پر سجادی۔ اب زئیس کو ان دو ڈھیروں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کو کہا۔ چنانچہ زئیس نے اپنے لئے چربی دار خوبصورت ڈھیری چُن لی۔ زئیس نے جب ناکارہ ہڈیاں دیکھیں تو پیچ و تاب کھانے لگا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ وُہ اپنی پسند کا اظہار کر چکا تھا۔

یہ کارنامہ پرومی تھیس کا تھا۔ چنانچہ مہا دیوتا زئیس نے قسم کھائی کہ وُہ پرومی تھیس اور مردوں سے اس کا بدلہ ضرور لے گا۔ پہلے ایک سے اور پھر باقیماندہ مردوں سے۔ پھر اس نے ایک خوبرُو بدی تشکیل دی۔ حسین، جمیل، میٹھی میٹھی اور ایک شرمیلی سجیلی دوشیزہ کی صورت ہر دیوی دیوتا نے جسے تحائف پیش کئے۔ کسی نے نقرئی پیرہن عطا کیا۔ کسی نے مسحور کن زرتار نقاب سے اس کا شاداب چہرہ سجایا۔ کوئی اس کے لئے شگفتہ تازہ کلیاں اور کوئی پھولوں کے روشن گجرے اور سمرن لایا۔ اور تو اور تاجِ زر سے اس کے مہکتے سر کو

سجا دیا گیا۔ اب اس کا آبدار حسن "دوآتشہ" بن گیا تھا۔ اور اس دھج اور روپ سروپ نے اِس کے جمال کو چار چاند لگا دئیے تھے۔

افروڈائٹی نے اسے رُوپ، ہرمیز نے ترغیب اور اپالو نے زرّیں بربط کی موسیقی سے اِسے رجھایا۔ جب یہ محشر ساماں، قیامت بداماں، جنوں خیز اور دلآویز تباہی بن ٹھن کر سامنے آئی تو دیوتاؤں نے اسے پنڈورا (سب کا تحفہ) کے نام سے فراز کیا۔

قوم خواتین کی یہ اولین ہستی آسمانوں میں تخلیق کی گئی تھی اسی سے خواتین کی نسل چلی ان خواتین کی جو مردوں کے حق میں بدی اور بُرائی کی جڑ ہیں۔ اور جن کی نس نس میں شیطنیت بھری ہے۔ پنڈورا کائنات میں آئی تو بدبختیاں اس کی رفاقت میں تھیں۔

دیوتاؤں نے اسے ایک صندوق عطا کیا تھا۔ جس میں ہر دیوی دیوتا نے کوئی نہ کوئی ضرر رساں چیز رکھ دی تھی۔ اور پنڈورا کو کہہ دیا تھا کہ وُہ اسے نہ کھولے۔ ادھر پرومی تھیئس نے اپنے بھائی ایپی می تھیئس کو منع کیا کہ وُہ دیوتاؤں کی عطا کردہ کوئی چیز قبول نہ کرے۔ اور زیئس کا خصوصاً خیال رکھے۔ لیکن وُہ نادان تھا۔ بھائی کے منع کرنے پر بھی اس نے بخوشی پنڈورا کا ہاتھ تھام لیا۔

پنڈورا اس کے ہاں چلی آئی تو اس کے دِل میں (ہر عورت کی طرح) صندوق کو کھول کر دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اور پھر ایک دن اس نے صندوق کا ڈھکنا اُلٹا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ فتنہ فساد متعدد بیماریاں، بلائیں، اذیتیں اور مصائب بدبخت انسانوں کے لئے اس میں سے نکل نکل بھاگنے لگے۔ پنڈورا نے خوفزدہ ہو کر ڈھکنا گرا دیا۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ بلائے آسمانی کا انبوہ صندوق میں سے نکل چکا تھا۔ محض ایک چیز اس میں پڑی رہ گئی تھی اور وُہ تھی اُمید، مایوسیوں ناکامیوں اور نامرادیوں میں انسان کی ہمدرد اُمید۔ وُہ اُمید جو آج بھی باقی ہے۔ انسان جب اس کا دامن تھام لیتا کوئی بیماری کوئی آفت اسے مکملاً تباہ نہیں کر سکتی۔

اس سلسلہ میں یہ بھی مشہور ہے کہ زیئس نے پنڈورا کو مرد کی بھلائی کی خاطر بھیجا تھا۔ اس کے اپنے اذن پر تخلیق شدہ مرد کی خوشی و خرمی کو ہر دیوی دیوتا نے اسے کوئی نہ کوئی

لہ : قولنج دردِ شکم گٹھیا وغیرہ انسانی بدن اور حسد کینہ بغض اور عناد انسانی دماغ کے لئے۔

متبرک شے دی تھی جو اس صندوق میں رکھی تھی۔ پنڈورا نے اپنی حماقت سے صندوق کھول دیا سب رحمتیں اُڑ گئیں اور فقط اُمید رہ گئی۔

عورت کی معرفت زیئس مردوں کو سزا دے چکا تو پرومی تھیئس کی جانب متوجہ ہوا پرومی تھیئس نے آڑے وقت میں ہمیشہ زیئس کی مدد کی تھی۔ یہاں تک کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر اس کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن زیئس نے اس کے احسانات کو فراموش کر دیا۔ پرومی تھیئس تو اس کی نگاہوں میں دزد عیار تھا۔ ایسا چور جس نے آسمانوں سے آگ چرائی اور انسان کو فن اور تہذیب سے آشنا کیا۔

قوت اور تشدد زیئس کے خادمان میں سے تھے۔ اُنہوں نے زیئس کے اشارہ پر پرومی تھیئس کو گرفتار کر کے کوہ کے سس پہاڑ کی اونچی چٹان کے ساتھ ناقابلِ شکست مضبوط زنجیروں میں کس دیا۔ یہ چٹان ناقابلِ رسائی تھی اگر کوئی پہنچ بھی جاتا تو ایک کرگس نما جانور کا لقمہ بن جاتا۔

پرومی تھیئس کو زنجیروں میں جکڑ کر قوت و تشدد نے کہا۔
"تجھے اس چٹان پر وقت گذارنا ہوگا۔ یہاں تجھے آسودگی میسر آئے گی۔ اور نہ نیند۔ تو آہیں بھرتا اور کراہتا رہے گا۔ دیوتا ہو کر بھی تو نے جہاں دیوتا زیئس کی مرضی کے خلاف فانی مخلوق کو عزت بخشی۔ یہ انسان سے تیری محبت کا ثمر ہے۔ اب تجھے یہاں سے کوئی بھی نجات نہیں دلائے گا۔ ناقابلِ برداشت اذیتیں تجھے ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دیں گی۔

ان اذیتوں کا سبب محض پرومی تھیئس کی انسان دوستی نہیں تھا بلکہ زیئس اس سے ایک راز اگلوانا چاہتا تھا۔ ایسا راز جسے اس کے سوا اور کوئی نہ جانتا تھا زیئس کو پتہ چلا کہ ایک دن اس کے ہاں ایک ایسا بچہ ہوگا جو اسے معزول کر کے تمام دیوی دیوتاؤں کو افلاک سے نکال باہر کرے گا۔ یہ بچہ کس ماں کی کوکھ سے پیدا ہوگا؟ پرومی تھیئس ہی یہ جانتا تھا۔

زیئس نے کچھ عرصہ بعد اپنے ایلچی ہرمیز کو یہ راز معلوم کرنے کے لئے پرومی تھیئس

لہ : Caucasus

کے پاس بھیجا۔ پرومی تھیئس نے ہرمیز کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ چنانچہ ہرمیز نے اسے دھمکی دی۔

"اگر تو نے اپنی زبان نہیں کھولی تو ایک خون آلود سرخ کرگس بن بلائے مہمان کی طرح نازل ہوگا۔ اور تیرے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالے گا۔ وہ سرخ کرگس سارا دن تیرا بدن تیرا سیاہ کلیجہ نوچتا رہے گا"

ہرمیز کی یہ دھمکی بھی کارگر نہ ہوئی۔ پرومی تھیئس جانتا تھا کہ اس نے زیئس کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور فانی انسانوں کی اعانت کر کے اس نے حق کا بول بالا کیا ہے۔ ویسے بھی قید و بند کی یہ صعوبتیں سرے ہی سے غیر منصفانہ تھیں۔

پرومی تھیئس کسی طرح بھی ظلم و تعدی کے سامنے سرنگوں نہ ہوا۔ اور اس نے ہرمیز سے صاف صاف کہہ دیا۔

"دنیا کی کوئی طاقت مجھے بولنے پر مجبور نہیں کر سکتی زیئس بے شک اپنی تمام قوت آزما لے۔ چاہے سپید برف سے زلزلوں یا بجلیوں سے اس جہان کو لرزا دے۔ زیئس کا کوئی حربہ میرا سر نہیں جھکا سکتا"

ہرمیز چیخ اٹھا۔

"یہ سب شاعرانہ جنون ہے"

اور پھر دیوتاؤں کے دیوتا کا پیامبر اسے اذیتوں کے سپرد کر کے چلا آیا۔ پرومی تھیئس کئی نسلوں تک سرخ کرگس کا نشانہ ستم بنتا رہا پھر کہیں اسے نجات ملی۔ کیوں اور کیسے؟ یہ پتہ نہیں چل سکا۔ ہاں ایک اجنبی سی کہانی ضرور ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پرومی تھیئس کی رہائی کے بدلے کیرن[1] نامی ایک قنطال[2] نے اپنی جان کی پیش کش کی تھی جو قبول ہوئی۔

ہرکولیز کی گیارھویں مہم میں بیان ہوا ہے کہ جب ہرکولیز زریں سیبوں کے سلسلہ میں اطلس کے پاس جا رہا تھا تو اس نے کرگس کو ہلاک کر کے پرومی تھیئس کو رہائی دلائی تھی۔ زیئس بھی یہی چاہتا تھا۔ زیئس ایسا کیوں چاہتا تھا اس کا علم نہیں اور نہ اس بات کا سرا ملتا ہے کہ پرومی تھیئس نے وہ راز منکشف کیا کہ نہیں۔

---

[1]: Chiron   [2]: Cantaul - گھوڑا

طوفانِ عظیم

جس طرح عالمی اساطیری ادب کا ایک سلسلہ کائنات کی تشکیل اور انسانی تجسیم کے لئے وقف ہے۔ اسی طرح صنمیات کا ایک اور سلسلہ طوفان باد و آب یا سیلِ آب و باراں کے ذریعے زمین اور اہلِ زمین کی تباہی و بربادی کے واقعات پر مبنی ہے۔

ہول خیز اور ہلاکت آفرین (عظیم) طوفانِ باد و آب کی روایت مختلف ممالک کی ادبیات اور مذاہب میں ملتی ہے۔ مختلف مذہبی و الہامی کتبِ مقدسہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ نسلِ انسان کی بربادی و تباہی پر مشتمل اساطیری کہانیاں قریبًا ایک ہی رنگ میں ڈوبی ہیں۔ اور بڑی حد تک ایک دوسرے سے مماثل ہیں۔ ازمنۂ قدیم کے اساطیری ادب میں اس جان لیوا طوفانِ عظیم کی روایت کے سوا اور کوئی ایسی عالمگیر روایت نہیں ملتی۔

یہ ہلاکت آفرین واقعہ فقط بنی نوعِ انسان کی ہلاکت اور مرگِ ناگہاں کا باعث نہیں بنا۔ بلکہ یہ سب کچھ کائنات کی نئی تعمیر و تشکیل اور نئی زندگی کے ازسرِ نو آغاز کا پیش خیمہ بھی تھا۔

اساطیری ادبیات میں باد و باراں کے سوا آگ سے تباہی کی لرزہ خیز کہانیاں بھی ملتی ہیں۔ ان میں اُبلتے اور برستے پانی سے بربادی کی اساطیر زیادہ مشہور ہیں۔ یوں بھی پانی کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہ ہر شے سے کثافت اور آلودگیوں کو دھو ڈالتا ہے اور اسے اصل رُوپ میں لے آتا ہے۔

طوفانِ عظیم سے متعلق جنوبی عراق کی اسطور یا روایت ایک ٹوٹی پھوٹی تختی پر مرقوم

ملی ہے۔ سیلاب عظیم کی اس اولین (فی الحال) سومیری کہانی کے ہیرو یا مرکزی کردار کا نام "زی اُسدرا" ہے جس کے معانی ہیں اُس نے زندگی دیکھ لی۔ سومیری کہانیوں میں سیلاب عظیم اور باغبان کا گناہ[1] محض ایسی دو کہانیاں ہیں جن کے مرکزی کردار فانی انسان ہیں۔ وگرنہ کسی اور سومیری کہانی میں انسان کو یہ سعادت نہیں ملی۔

طوفان یا سیلاب عظیم کی یہ سومیری کہانی جگہ جگہ سے شکستہ ہو چکی ہے۔ اندازہ ہے کہ یہ منظوم کہانی کم ازکم تین سو مصرعوں پر مشتمل ہوگی۔ لوح کے ٹوٹ پھوٹ جانے سے محض پینسٹھ مصرعے واضح اور قابل فہم ہیں۔

اس کہانی میں سومیری دیوتا طوفان عظیم کے ذریعے نسل انسان کو تباہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو ایک دیوتا (نام مسخ ہو چکا ہے مگر گمان ہے کہ عقل و فرزانگی کا انسان دوست دیوتا "ان کی" ہوگا) زی اُسدرا[2] کو ایک دیوار کے پاس بلا کر دیوتاؤں کے فیصلے سے اسے آگاہ کرتا ہے۔ اور ایک بڑی کشتی بنانے کی ہدایت کرتا ہے۔ کشتی میں کون کون سی مخلوق اور اشیاء تھیں کہانی کے گھائل ہو جانے کے سبب اس کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ سات[3] دن بعد جب سورج دوبارہ دکھائی دیا تو زی اُسدرا نے کشتی کی ایک کھڑکی کھولی۔ اُتو (سورج دیوتا) کو سجدہ کیا اور ایک بیل اور بھیڑ کی قربانی دی۔ یہاں بھی نظم کے تقریباً انتالیس مصرعے ضائع ہو چکے ہیں۔ زی اُسدرا نے انو اور ان لِل (دیوتا) کو تعظیم دی جس کے صلے میں ان دیوتاؤں نے اسے ابدی زندگی اور دلمن (فردوس کی مقدس سرزمین) میں پہنچا دیا۔

سیلاب عظیم (منظوم سومیری کہانی) کے چند مصرعے۔

"زی اُسدرا، بادشاہ
انوُ اور ان لل کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔
انوُ اور ان لل نے زی اسدرا کو برکت دی۔
اُنہوں نے اسے دیوتا ایسی زندگی عطا کی۔

---

[1]: اس کہانی کا مرکزی کردار شو کلی تودا ہے۔

[2]: سومیریوں کا نیک اور پارسا بادشاہ۔

[3]: طوفان باد و باراں سات دن اور سات رات مسلسل جاری رہا۔

وہ اس کے لئے دیوتا ایسی ابدی سانس نیچے لائے۔
پھر زی اُسدرا بادشاہ (کو)
اور نوعِ انسانی کے تخم کا وجود برقرار رکھنے والے (کو)
عبور کرنے کی سرزمین، طلوعِ آفتاب کی سرزمین دلمون میں رکھا۔

اس سومیری کہانی کے مقابلے میں اشور بنی پال (مملکت اشور) کے کتب خانے سے ملنے والی گلگامش کی داستان میں اس ہولناک سیلاب یا طوفان عظیم کی زیادہ تفصیل ہے اس بابلی اسطور کے ہیرو کا نام اُت ناپشتم ہے۔ گلگامش کے استفسار پر وہ (اُت ناپشتم) طوفانِ عظیم کے بارے میں اُسے بتاتا ہے کہ جب شہر شوری پک زیادہ پرانا ہو گیا تو دیوتاؤں نے اسے تباہ و برباد کرنے کو ایک آبی طوفان لانے کا فیصلہ کیا۔ دیوتا زندگی کو کلیتہً نابود کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ صرف ارتقا کی رفتار کو تیز تر کرنے کے خواہاں تھے۔ چنانچہ دیوتا ایا کی اعانت سے وہ (اُت ناپشتم) اور اس کی بیوی ایک کشتی کے ذریعے بچ گئے۔ وہ مسلسل چھ دن اور چھ راتیں اس کشتی میں بند رہے۔ ساتویں دن طوفان کا زور ٹوٹا ہوا تھا اور سمندر اپنے کناروں میں سمٹ آیا۔ سب کچھ مٹی ہو گیا تھا۔ اس انسانی تباہی پر عشتار دیوی رو اُٹھی۔ جب پانی اُترنے لگا تو ان کی کشتی نصر نامی پہاڑی سے جا لگی۔ ساتویں دن اُت ناپشتم نے ایک فاختہ اُڑائی۔ فاختہ کو بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو وہ لوٹ آئی۔ پھر اس نے ابابیل چھوڑی وہ بھی مایوس اور ناکام پھری۔ اس کے بعد ایک کوّا بھیجا گیا اسے زمین تو ملی لیکن واپس نہ آیا۔ پھر اس نے سب پرندے اُڑا دیے۔ پہاڑ کی ایک چوٹی پر قربانی دی۔ اُت ناپشتم وغیرہ سے نسل نو کا آغاز ہوا۔

مصر میں نوعِ انسانی کی تباہی کا سبب شہنشاہِ ارض را تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو عوام اُس کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ اس پر دیوتاؤں نے جلال میں آکر اُنہیں سزا دینے کا مصمم ارادہ کیا۔ دیوتا کے باپ نوع نے بھی اس کی تائید کی اور پھر ہاتور آگے بڑھ کر انسانوں کو بیدردی سے موت کے گھاٹ اُتارنے لگی۔ خونِ انسان کی ارزانی دیکھ کر سورج دیوتا کا دل پسیج گیا اور اس نے انسانی لہو اور جڑی بوٹیاں ملی شراب آسمان سے برسانا شروع کر دی۔ ہاتور نے جب میدانوں کو غرقِ مئے ناب پایا تو فرطِ طرب میں گلگوں و آتش رنگ پر ٹوٹ پڑی اور پیتی چلی گئی۔ نشے اور سرور نے اس کے ہوش اُڑا

لئے تھے۔ اُسے کوئی انسان دکھائی نہ دیا۔

چینی صنمیاتی شہزادی، نوکوا (مغرب کی شاہی خاتون) جسے بعد میں دلوی ماں بننے کا شرف ملا۔ بابلی عشتار کی طرح نسل انسان کی خونریزی اور ہلاکت کے خلاف تھی۔ چنانچہ اس نے انسان کے بچانے کو نرسلوں کے بند باندھے۔ اور چاروں آسمانی ستونوں کی حفاظت کو شمال میں سیاہ کچھوا مشرق میں نیلا اژدہا مغرب میں سپید شیر اور جنوب میں ایک سرخ پرندے اور سنہری اژدہا کو تعینات کر دیا۔

جاپان میں بھی قصہ یہی ہے مگر شہزادی کا نام جوکوا ہے۔ ہنود کے ہاں طوفان عظیم کا یہ قصہ ست پتھ برہمنا، مہابھارت، متسیا پران، بھاگوت پران اور اگنی پران وغیرہ میں کئی جگہ آیا ہے۔

مہابھارت میں طوفانِ عظیم کا ہیرو رشی منو[1] (مخلوق خدا کا جدِ امجد) ہے۔ رشی منو اپنی پارسائی بزرگی اور ریاضت کے سبب برہما کا ہم سر ہو گیا تھا۔ وہ جنگل میں ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اور ایک بازو اُٹھا کر دس ہزار برس تک سخت تپسیا (عبادت) کرتا رہا تھا۔ منو نے ایک مچھلی کی جان بچائی تھی۔ اس احسان کے بدلے میں مچھلی نے آنے والے طوفان سے منو کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور ایک جہاز بنانے کی تلقین کی تھی۔ مچھلی کا قصہ یوں بیان ہوا ہے۔

"ایک دن منو جل میں ہاتھ دھو رہا تھا کہ ایک چھوٹی سی مچھلی اس کے ہاتھ میں آ گئی۔

مچھلی منو سے کہنے لگی اگر تم میری جان بچالو تو میں تمہیں ایک بڑی تباہی سے بچا سکتی ہوں۔ منو نے پوچھا۔ "کس تباہی کی باتیں کرتی ہو؟" وہ بولی "میں اس طوفان سے تمہیں بچاؤں گی جو کل مخلوق خدا کو بہالے جائے گا۔"

منو نے بڑی مچھلیوں سے اس کی جان بچانے کو اُسے پانی کے ایک برتن میں ڈال لیا۔ وہ کچھ بڑی ہوئی تو اس نے مچھلی کو ایک تالاب میں چھوڑ دیا۔ اور جب وہ اتنی بڑی ہو گئی کہ تالاب بھی اس کے لئے چھوٹا پڑنے لگا تو منو نے اسے وہاں سے نکال کر ساگر (سمندر) میں ڈال دیا۔ اب اسے بڑی مچھلیوں کا کوئی ڈر نہ تھا۔ اس وقت اس مچھلی نے منو سے کہا کہ اے منو فلاں سال طوفان کی آمد ہے اس لئے ایک جہاز تیار رکھو چنانچہ منو نے اس کے مشورہ پر عمل کیا۔ اور جب طوفان اپنی ہلاکت خیزیوں کے ساتھ شور مچاتا ہوا آیا تو منو اپنے جہاز میں سوار ہو گیا مچھلی ایک بار پھر نمودار ہوئی اب اس

---

[1] : Manu

کے سر پر ایک بڑا سینگ تھا۔ منو نے جہاز کا رسہ اس کے سینگ سے باندھا۔ مچھلی جہاز کو کھینچ کر شمال کی جانب لے گئی اور ہماوت نامی پربت کی چوٹی پر جا پہنچی۔ اس آبی طوفان میں سب مخلوقِ خدا نیست و نابود ہو چکی تھی؛

طوفان کے بارے میں یوں آیا ہے۔

"ہر طرف پانی تھا۔ زمین کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ پانیوں نے آسمان تک کو ڈھانپ لیا تھا جب دنیا اس بلا خیز اور ہول انگیز طوفان کی بھینٹ چڑھ رہی تھی۔ اس وقت منو سات رشیوں اور مچھلی کے سوا کوئی ذی جان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب جہاز ہماوت کی چوٹی سے جا لگا تو مچھلی نے کہا:

"میں برہما ہوں کل کا خالق! میں نے تجھے اس طوفان سے بچا لیا ہے تو (منو) پھر سے سب کو پیدا کرے گا۔ دیوتاؤں اور انسانوں کو۔

اس کے بعد منو ایک برس تک جل میں پاکیزہ مکھن ترش دودھ اور دہی ڈالتا رہا اس دوران یہ اشیا ایک سخت مادہ میں مبدل ہوتی رہیں۔ اور پھر ایک دن ایک خاتون پانیوں میں سے نمودار ہوئی۔ جس کا نام ایڈا تھا۔ موجودہ نسلِ انسانی نے اسی کی کوکھ سے جنم لیا۔ جرمنی روایت کا آغاز عین منو کے قصے کا سا ہے۔

ان ممالک کے علاوہ طوفان آب و باراں یا نسل انسانی کی تباہی سے متعلق کہانیاں برما، ملایا، آئرلینڈ، نیوزی لینڈ، نیو گی آنا، جزائر ملی نیشیا، پولی نیشیا، شمالی و جنوبی امریکہ، یورپ، افریقہ اور آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کے درمیان بھی سنی سنائی جا رہی تھیں۔

برازیل کے رب عظیم مونان نے دنیا اور اس کے سیاہ کار باسیوں کے خاکستر کرنے کو شعلوں کا طوفان نازل کیا تھا۔ آتشیں شعلوں سے جو بچا اسے ایک فسوں نواز نے آسمان سے پانی برسا کر غرق کیا۔

سرزمین یونان میں طوفان یوں عیاں ہوا۔

"روئے زمین پر دروغ گو اور غلط کار انسانوں کی گستاخیاں اور بیباکیاں

لہ: یونانی دیوی افروڈائٹی بھی اسی طرح پانی میں سے نمودار ہوتی ہے۔

اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ دیوتاؤں کے دیوتا زیئس کو ان کی طرف خصوصی توجہ دینا پڑی۔ فانی انسان کی سیہ کاریوں کو دیکھ دیکھ کر مہان زیئس کے سینے میں جوالا مکھی پھٹ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے تمام دیوی دیوتاؤں کو اپنے محل میں طلب[1] کر لیا۔ نامور دیوی دیوتاؤں کے قصور اور قیام گاہیں شاہراہِ کہکشاں کے آس پاس واقع تھیں۔ جہاں دیوتا کی طلبی پر وُہ اسی آن شاہراہِ کہکشاں پر چل پڑے جو آسمانوں میں سیدھی قصرِ زیئس کو جاتی تھی۔ زیئس کی صدارت میں اجلاس ہوا جس میں تمام دیوی دیوتاؤں نے کرہ ارض کے انسانوں کو نابود کر کے ایک نسل تازہ خلق کرنے کا فیصلہ کیا۔ زیئس تو برق و رعد کے ذریعے تمام ارض کو آگ انگاروں اور لہراتے ہمہماتے آتشیں شعلوں سے بھر دینا چاہتا تھا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ کہیں ان جناتی شعلوں سے آسمان کو کوئی گزند نہ پہنچے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ان دنوں بادلوں کو مجتمع کرنے والی جنوبی ہوا قید و بند میں تھی۔ اور بادلوں کی منتشر کنندہ شمالی ہوا آزاد تھی۔ زیئس کو یکایک ان ہواؤں کا خیال آیا۔ چنانچہ اس نے شمالی ہوا کو فی الفور پابہ زنجیر اور جنوبی ہوا کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بے کنار و کراں فضاؤں کی پنہائیوں میں رنگ رنگ اور تیرہ و تار بھیگی بھیگی دبیز گھٹائیں گردش کرنے لگیں۔ تیرگی اور ظلمتوں کا یہ رنگ ڈھنگ تھا کہ آسمان دکھائی دیتا تھا نہ زمین۔ گھنے بادلوں اور تہ در تہہ گھمبیر گھٹاؤں نے چاروں جہتوں میں ٹکرا ٹکرا کر قیامت بپا کر رکھی تھی۔ ایسے میں زیئس نے گہرائیوں میں سب چشموں اور فلک پر کے تمام کنوؤں کے منہ کھول دیئے۔ نو[2] دن اور نو راتیں آسمانوں سے مسلسل پانی پڑتا رہا۔ نتیجتہً

---

[1]: سومیری دیوی دیوتاؤں کے محلات آسمان کے اُوپر کے بالائی حصے میں مشرق کے عظیم پہاڑ پر بنے تھے وُہ اتھاہ گہرائیوں میں بھی رہتے تھے باہمی مشورے اور کسی اہم مسئلہ پر غور و خوض کے لئے یہ سب اُبشوکنا نامی ہال میں جمع ہوتے تھے۔

[2]: کتابِ مقدس بحوالہ طوفان نوح، چالیس دن چالیس رات۔ سومیریوں کے ہاں سات دن سات رات۔

انسان کی کاشت کردہ تیار فصلیں اور ہرے بھرے باغات آناً فاناً میں نابود ہو گئے زمیں اب بھی مضطرب اور بے چین تھا۔ اس نے اپنے بھائی پوسیڈن کو اپنی اعانت کے لئے بلایا پوسیڈن نے آتے ہی زمین کا جوڑ جوڑ اور انگ انگ ہلا کے رکھ دیا۔ سمندر نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ چنگھاڑتے دریا بے قابو ہو کر اپنی اپنی گذرگاہوں سے نکل گئے۔ اور پھر انسان اور انسانی آبادیاں، ان کے ریوڑ خس و خاشاک کی طرح پانی میں بہنے لگے۔ آسمان سے پانی اسی تواتر اور تسلسل سے گر رہا تھا۔ زمین اسی طرح منہ بھر بھر پانی اُگل رہی تھی۔ دھرتی کا چوڑا چکلا سینہ سمندر بن گیا تھا۔ اب کہیں کہیں اکا دُکا انسان کوہساروں کی بلندیوں اور رفعتوں پر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اور کسی کسی جگہ کوئی ڈونگی یا کشتی ڈوبتی اُبھرتی دکھائی دے رہی تھی۔ شیر چیتے بھیڑیئے جنگلی سوّر بھیڑ بکریاں اور مویشی پانیوں میں ڈبکیاں کھا رہے تھے۔ پرندوں کے غول اُڑے اور اُڑے اور پھر تھک ہار کر پانیوں میں آن گرے۔ پربتوں کی رفعتیں اور چوٹیاں پانی میں ڈوبتی جا رہی تھیں۔

صرف کوہ پرناسس کی بلند ترین چوٹی کا کچھ حصہ ڈوبنے سے بچ گیا تھا۔ اور یہی ایک جگہ تھی جہاں پہنچ کر انسان محفوظ رہ سکتا تھا۔ جب دُنیا اور دُنیا کی ہر شے پانی کی نذر ہو

لہ: ایک یونانی پہاڑ جو ڈیلفی کے شمال میں چند میل پر ہے۔ میوزز کے لئے مقدس اس کی ایک چوٹی اپالو اور دوسری ڈائی سس کے لئے مقدس تھی۔

طوفان عظیم سے متعلق قدیم بابلی حکایات اور دیگر الہامی کتب مقدسہ میں کوئی خاص تضاد نہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں دیوی دیوتا ہیں اور یہاں وحدانیت وہاں اُت ناپشتم ہے۔ اور یہاں حضرت نوح علیہ السلام، وہاں کوہ نصر ہے تو یہاں کوہ جودی یا ارارا ط کی پہاڑی۔ وہاں آیا دیوتا طوفان کی خبر دیتا ہے۔ اور یہاں وحی نازل ہوتی ہے۔ زمین کی کھوج، پرندوں کا اُڑنا اور قربانی دونوں جگہ موجود ہے۔ مقدس بائیبل میں کوہ ارارا ط اور قرآن حکیم میں کوہ جودی آیا ہے۔ سی پی ٹائیل، گنگل اور گرلینڈ لیے عالم طوفان نوح یا طوفان بادوآب کے سرے ہی سے قائل نہیں۔ بعض کے نزدیک یہ طوفان عظیم محدود علاقے میں آیا تھا۔

کوہ پرناسس فوسس کے جنوب اور ڈیلفی کے شمال میں ۸۰۷ فٹ بلند یونانی پہاڑ

گئی تو کشتی نما ایک چوبی صندوق پانی میں ہچکولے کھاتا پرناسس کی چوٹی سے آن لگا اس چوبی صندوق میں دو ہستیاں تھیں ایک مرد اور ایک خاتون۔ مرد پرومی تھیئس کا بیٹا اور اور تھسلی کے ایک حصے کا حکمران جو کیلئن تھا۔ اور خاتون پرومی تھیئس کی بھتیجی ایپی می تھیئس اور پنڈورا کی بیٹی پیرے تھی۔ کائنات کی دانشور ترین ہستی یعنی پرومی تھیئس نے انہیں بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

پرومی تھیئس کو اس ہولناک اور تباہ کن طوفان کی پہلے سے خبر تھی۔ اور اس نے اپنے بیٹے اور بھتیجی کو ایک چوبی صندوق بنانے اور اس میں اشیائے خورد و نوش رکھنے کی تلقین کر دی تھی۔ روئے زمین پر ان دو کے سوا اور کوئی نہ بچا[۲] تھا۔ وہ دونوں بے انتہا نیک اور دیوی دیوتاؤں کے سچے پجاری تھے۔ اس لئے زیئس ان کے بچ جانے پر آزردہ نہیں ہوا۔ وہ صندوق سے باہر آئے تو کہیں زیست کے آثار نہ تھے۔ ہر طرف پانی کی دبیز دیواریں ایستادہ تھیں اور بے کنار اور متلاطم سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ پریشان اور دم بخود تھے۔ آخر زیئس کو ان پر ترس آ گیا۔ اور اس نے شمالی ہوا کو ان تہہ دار سیاہ فام گھٹاؤں کو منتشر اور زمین و فضا کو پھر سے عیاں کرنے کا حکم دیا۔ اس نے پوسیڈن کو اشارہ کیا تو پوسیڈن کے ایما پر ٹائی ٹن سنکھ پھونکنے لگا اور پھر سنکھ کی آواز نے فسوں کا کام کیا۔ پانی سمٹنے لگا چڑھتے دریا اور بپھرا سمندر اپنے اپنے آبی بال و پر سمیٹ کر دھیرے دھیرے اپنی حدود اور سیما میں مراجعت کرنے لگے۔ ہانپتی ہوئی دھرتی ان کی آبی گرفت اور آبی طوق و سلاسل سے نجات پا کر سکھ کا سانس لینے لگی۔

گذشتہ صفحہ سے:

ہے۔ یہ پربت کلاسیکی یونان کے مقدس ترین کہساروں میں سے ایک تھا۔ اپالو، ڈائنی سس، میوزز اور کوری سین دیویوں کی پرستش کے سبب یونانیوں کو بے حد عزیز تھا۔ تائی تھوریا، اور لیکوریا نامی اس کی بڑی چوٹیاں تھیں۔

[۱]: بعض کے نزدیک زیئس نے بنات خود اپنے کہن سال پسندیدہ شخص کو کشتی بنانے کا مشورہ دیا تھا۔

[۲]: طوفان نوحؑ میں جانداروں کا ایک ایک جوڑا بچا تھا۔

جوکیلن اور پیرے نڈھال اور افسردہ کوہ پرناسس کی چوٹی سے اُترے سامنے ہی ایک مندر تھا جو کلیتہً نابود نہیں ہوا تھا۔ وہ گرتے پڑتے وہاں پہنچے۔ مندر میں جگہ جگہ کائی کے پارچے مسکرا رہے تھے۔ اور ماحول پر ایک گھمبیر سناٹا اور انجانا ساخوف منڈلا رہا تھا۔ اس جانگسل تنہائی اور ہراس نیز ماحول سے تنگ آکر ان دونوں نے دُعا مانگی اور جان کے بچ جانے پر دیوی دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر ایک آواز نمایاں ہونے لگی۔

"اپنے جسموں کے تمام کپڑے اُتار کر سروں کو ڈھانپ لو۔ مندر سے باہر آ جاؤ اور اپنے عقب میں اپنی ماں کی ہڈیاں پھینکتے چلو۔"

"میں ایسا نہیں کروں گی۔ نہیں جوکیلن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ پیرے نے جوکیلن کی باہوں کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔"

"ہم اپنی ماں کی بچی کھچی ہڈیوں کی یوں تذلیل نہیں کریں گے۔" جوکیلن نے پہلے تو اثبات میں سر ہلایا پھر کچھ سوچ کر گویا ہوا۔

"دھرتی ماں ہے اور پتھر اس کی ہڈیاں پیرے یہ کوئی بری بات نہیں۔"

پھر اُنہوں نے اپنے تمام کپڑے اُتارے اور سر ڈھانپ لئے۔ وہ مندر سے باہر نکل آئے اور پتھر اُٹھا اُٹھا کر اپنے عقب میں پھینکتے چلے۔

اُنہوں نے جو پتھر پھینکے وہ نرم پڑنے لگے۔ ان پتھروں نے پہلے ادھورے، بے ڈھنگے اور ناتراشیدہ ابدان و اجساد کی شکل اختیار کی۔ پھر ان کی ہڈیاں بننے لگیں اور پھر آس پاس کی مٹی اور کیچڑ گوشت پوست میں منتقل ہوتی گئی۔ جن پتھروں کو مرد نے پھینکا تھا وہ مرد اور جنہیں خاتون نے پھینکا تھا وہ خواتین میں بدل گئے۔ ایسی خوش رنگ و دیدہ زیب خواتین کے روپ میں جن کے بارے میں ملٹن نے اپنی گم گشتہ فردوس میں کہا ہے۔

"پنڈورا سے زیادہ جمال نشین اور جاذب، اس پنڈورا سے جسے دیوی دیوتاؤں نے اپنے گراں تحائف سے نوازا تھا۔"

یہ انسان پتھر کے انسان تھے، انتہائی سخت بدن سخت جان اور سخت کوش اور انہوں نے ہریالی اور خوبصورت زمین کو ایک بار پھر وجیہہ اور رنگا رنگ انسانوں سے بھر دیا تھا۔

1۔ یہ بھی خیال ہے کہ جوکیلن اور پیرے نے بنی نوع انسان کے اس خسارے کو پورا کرنے کو تھیمس دیرومی بقیتس کی والدہ اور بعد میں مجسمہ انصاف) کے ہاتف غیبی سے استمداد کیا تھی چنانچہ اس نے اُنہیں پتھر پھینکنے کو کہا تھا۔

دیو مالائی قصوں کی اہمیت و ماخذ

دیو مالائی قصے کہانیاں ایام رفتہ اور گم گشتہ انسان کے فکر و افکار کی باز گشت ہیں۔ یہ قصے کہانیاں ہزار ہا ہزار ہا برس کے واماندہ، پس ماندہ اور اجنبی زمانے کے انسان کو اس کے نظر و ذہن اور جذبے و احساسات کے ساتھ آج کے ترقی یافتہ دور کے مہذب و متمدن انسان کے سامنے لا کھڑا کرتے ہیں۔

صنمیات کا مطالعہ ہمیں ایک غیر مرئی اور انوکھے جہاں میں لے جاتا ہے۔ اس جہاں میں جہاں کے کھلے کھلے آسمان اور بے شور و شر نئی نویلی ہریالی دھرتی انسان کے اپنے پیدا کردہ ہنگاموں، جنجالوں اور جھمیلوں کی سنگین دھمک کے ارتعاش سے آشنا نہیں ہوئی تھی۔ جہاں کی دیدہ زیب جھیلوں اور خوش رنگ موسموں نے رنگینیٔ شام اور لالائی سحر کے پر سکون اور طمانیت بھرے ماحول میں رنگا رنگ پرندوں اور رنگین پنچھیوں کی چھوٹی بڑی محو پرواز ڈاروں اور خوش الحان چہکاروں کے سوا کچھ دیکھا نہ سنا تھا۔ اور جہاں کا بھولا بھالا، معصوم انسان، عقل و عرفان کی نرم دہلیز پر برہنہ بدن اور برہنہ سر کھڑا حیات و ممات اور ارض و سماوات کے بارے میں جانے کیا کیا سوچ رہا تھا۔

ننگے منگے انسان کی اسی سوچ اسی ایقان اور اسی دور کی تہذیب اور شعر و نغمے کو سمجھنے پرکھنے میں اساطیری ادب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ یہ صنمیاتی اساطیر اس لئے بھی ہمارے لئے باعث جذب و کشش ہیں۔ کہ ان میں ہمارے قصوں کی روح نہفتہ اور خفتہ ہے۔ ہماری دل نشیں داستانوں کی مانوس فضا، من بھاتا ماحول اور دیکھے بھالے اور بھولے بسرے شب و روز بھی ان میں نہاں و عیاں ہیں۔ آن لِل، آننا، زندٔ

ہیڈیز، ہیرا، ڈیمیٹر، افروڈائٹی اور ارورا کے روپ میں افراسیاب، سامری، روشن ضمیر، شام احمر جادو، ملکہ تاریک شکل کش، ملکہ بہار جادو اور آفتاب شمشیر زن کے چہرے نظر آتے ہیں۔

یونانی دیوی دیوتا اور طلائی رتھوں گھونگھوں اور ہواؤں کے دوش پر آتے ہیں۔ وہاں پر دار جوتے اور زنبیلیں ہیں۔ اور یہاں فسوں گر، پری زاد اور ساحر زادیاں تیسر ہنس اژدہا، شتر مرغ، طاؤس زریں بال اور اڑن کھٹولوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ وہاں پیگاسس اور عفریت ہیں تو یہاں کل دار گھوڑے جن اور دیو ہیں۔ یونان اور روم میں پاتال اور ان دیکھے جہان ہیں۔ تو برصغیر میں اندرلوک، طلسم ہوشربا، بحر ظلمات، کوہ ندا اور حمام باد گرد ہیں۔ اردو قصوں میں فسوں کاری انسان کو جانور اور پتھر کا بنا دیتی ہے تو یونانی اساطیر میں میڈوسا کے سر پر جس کی نگاہ پڑتی ہے پتھر کا ہو جاتا ہے۔ پرسیس گھوڑے پر اڑا پھرتا ہے۔ سحر البیان میں شہزادہ بے نظیر کل کے چوبی گھوڑے پر محو پرواز دکھائی دیتا ہے۔ الف لیلہ میں لوگ گائے بچھڑے بنے پھرتے ہیں تو یونانیوں کے ہاں زیمس کی محبوبہ ایئو جوان بچھیا کی صورت قہرہ افلاک ہیرا سے ڈری ڈری سہمی سہمی پھرتی ہے۔

آرائش محفل میں خدا ترس حاتم دکھائی دیتا ہے تو کیل ہنچ اور آلوین کی برٹینیز کہانی میں خدا ترس آرتھر ہے۔ حاتم طائی سات سوال پورے کر کے منیر شامی اور حسن بانو کی شادی کراتا ہے۔ اور آرتھر آلوین کے باپ کی شرائط پوری کر کے آلوین کو ہیل ہنچ کی دلہن بناتا ہے۔ قصہ اگر گل میں درویش صحرا نشین کے عطا کردہ سیب ہیں جن کے کھانے سے ختنیاش شہر کے بادشاہ منصور شاہ نامدار اور اس کے وزیر کے ہاں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ گیلک دیومالا میں ہیسپر یڈیز کے سیب ہیں۔ جن کے کھانے سے روگی کا روگ دور ہو جاتا ہے اور زخمی کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں۔ قصہ اگر گل میں لال دیو ہنس بن کر لعل شہزادہ کا خط ماہ پرور پری کو پہنچاتا ہے۔ فسانۂ عجائب میں ملکہ مہر افروز طوطے کے ذریعے شہزادہ جان عالم کے پاس اپنا پیغام پہنچاتی ہے۔ گیلک صنمیات

لے: 15

میں ملکہ آئرلینڈ شارک کے ذریعے انگلینڈ میں اپنے بھائی بران کے پاس خط بھیجتی ہے
قصہ نل دمینتی میں متکلم ہنس ہیں تو لیئر کی اولاد کی تباہی ' نامی برٹش کہانی میں ہنس (لیر
کی اولاد) باتیں کرتے ہیں۔ کورو پانڈووں کے مابین مہابھارت کی جنگ ہوتی ہے لاکھوں
بندگانِ خدا میں سے محض گیارہ نفوس بچتے ہیں۔ شاہ آئرلینڈ کی افواج اور براَن کی
برطانوی سپاہ کے مابین خون آشام جنگ لڑی جاتی ہے جس میں دونوں لشکروں میں سے
انگلینڈ کے محض سات سپاہی بچتے ہیں۔

پنجاب کی لوک کہانی ' سوہنی مہینوال ' میں سوہنی اپنے عاشق کی خاطر دریائے
چناب میں ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو یونانی دیو مالا میں لینڈر نامی نوجوان رات کی تاریکی میں
سمندر کے پانیوں کو چیر کر حسن و محبت کی دیوی افروڈائٹی کی خوش جمال کاہنہ ہیرو کو ملنے
ہیلیز پونٹ کے یورپی ساحل پر جاتا ہے اور ایک طوفانی شب سوہنی کی طرح سمندر کے
پانیوں میں معدوم ہو جاتا ہے۔ داستان امیر حمزہ کا طلسم گر دو ٹھوکر مار کر زمین شق کرتا
ہے۔ تو پوسیڈن اپنے ترسول کی ضرب سے دھرتی کی چھاتی میں سے چشمے جاری کر دیتا
ہے۔

فوق فطرت ہستیوں کا بھی یہی حال ہے۔ یونان و روم کی دیو مالا اگر تحیرزا اور استعجاب
خیز گوناگوں مخلوق اور رنگ برنگے عفریتوں کا نگار خانہ ہے تو برصغیر کے قصے کہانیوں
میں امیر حمزہ، حاتم اور صنوبر وغیرہ کا ان سے واسطہ پڑتا ہے۔ مغرب نے پائتھن اور
سربیرس کو جنم دیا ہے۔ تو مشرق نے شاہنامے کے اژدہا آرائش محفل کی حلوتہ اور
بیتال پچیسی کا گرگڑ تخلیق کیا ہے۔ یونانی رومی اور دوسرے ممالک کے دیوی دیوتا اپنے
سورماؤں کی پشت پر ہیں تو اردو داستانوں میں بھی پیغمبر بزرگ ہیرا اور بیتال ہمارے ہیروز
کی اعانت کو موجود ہیں، گلگامش، زمیس، پوسیڈن، اپالو اور آرتھر وغیرہ کے مخصوص
ہتھیار ہیں۔ تو امیر حمزہ اور دیگر ساحران بھی اپنے آلاتِ حرب و ضرب سے لیس ہیں۔

1: انگلینڈ اور ویلز کا پاتال دیوتا۔ Bran
2: کوہ پرناسس کا اژدہا جسے اپالو ہلاک کرتا ہے۔

یم دیوتا یا ہیڈیز اپنے سیاہ رتھ میں پاتال کی تاریک گہرائیوں میں سے اچانک نمودار ہوتا ہے۔ تو یوں لگتا ہے کہ جیسے شہنشاہ ساحران افراسیاب آنکلا ہے۔ جنگ ٹرائے کے سورما اکیلیز، یولی سس، ایگامیمنن وغیرہ ہمارے لئے اجنبی نہیں۔ اکیلیز اور براں کی طرح بھارت کا دریودھن (مہابھارت) اسفندیار (شاہنامہ) بھی روئیں تن ہے۔
ہومر کی یونانی رزمیہ ایلیڈ یا اوڈیسی فردوسی کے شاہنامہ ہی کا کہنہ روپ ہے۔
بچوں کے قتل کا عمل بھی چاروں کھونٹ میں دہرایا جاتا رہا ہے۔ مصر میں موسیٰؑ کی ولادت کے ڈر سے فرعونِ مصر بچوں کو ہلاک کرتا ہے۔ اور بالآخر حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں ہی نابود ہو جاتا ہے۔ ایران میں فریدوں کی پیدائش کے خوف سے ضحاک کیانیوں کا قتل روا رکھتا ہے۔ (سرور سلطانی ص ۷۸) اور آخر میں فریدوں کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔ ہیروڈوٹس کے بقول دیوتا زیئس کا باپ کرونس اپنے بیٹے زیئس کے جنم کے ڈر سے اپنے پانچ بیٹے بیٹیوں کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ (یونانی دیومالا) یہاں تک کہ ایک دن زیئس ہی سے مات کھا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں اسوروں کا ظالم حکمران راجہ کنس متھرا میں کرشن مہاراج کی آفرینش کے خوف سے واسدیو اور دیوکی (کرشن کے والدین) کے بچوں کا قتل جاری رکھتا ہے اور پھر کرشن مہاراج ہی کے ہاتھوں زوال سے دوچار ہوتا ہے۔
(وشنو پوران)
حضرت یونسؑ اور مچھلی کا واقعہ زمانے بھر میں مشہور ہے۔ ہندو دیومالا میں کرشن مہاراج کے بیٹے "پرادیومن" کو بھی ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ جب شیطان صفت سمبر[۲] کو نارد

---

[۱] :۔ ٹرائے یا الیئم :۔ ایشائے کوچک کے شمال مغرب میں ہیلیز پونٹ اور دریائے سی مینڈر کے قریب واقع تھا۔ ٹرائے کے کھنڈرات، جدید شہر حصارلک کے نواح میں برآمد ہوئے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حصارلک کے نیچے یا اس کے گردونواح میں کئی اور شہر اوپر نیچے دفن ہیں۔ یہ شہر کسی زمانے میں یورپ کو ایشیا سے ملانے والی شاہراہ بیحد اہم ہوں گے اور مذکورہ شاہراہ کو کنٹرول کرتے ہوں گے۔ ہومر کی ایلیڈ کے مطابق شاہ ٹرلئے پرائم کا دارالسلطنت تھا۔

[۲] سات مشہور رشیوں میں سے ایک، اسے دیوتاؤں کا پیامبر بھی کہا گیا ہے۔

کی زبانی پتہ چلتا ہے کہ پرادیومن نامی بچہ اس کی ہلاکت کا باعث ہو گا تو وہ چھ دن کے اس بچے کو چرا کر سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ جہاں اسے ایک بڑی مچھلی نگل لیتی ہے اس کے بعد مچھیرے یہ مچھلی پکڑ کر سمبر کے پاس بیچ دیتے ہیں۔ سمبر کے باورچی مچھلی کا پیٹ چاک کرتے ہیں تو خوبصورت بچہ برآمد ہوتا ہے۔ سمبر کی بیوی مایا دیوی (بھگوت گیتا میں نوکرانی کا حوالہ ہے) اس بچے کی پرورش کرتی ہے۔ (وشنو پوران) جس طرح فرعون مصر کی بیوی حضرت موسیٰ کی پرورش کرتی ہے۔ اپولیئس کی مشہور زمانہ کہانی "کیوپڈ اور سائیکی" کالی داس کی کہانی "وکرم اُروسی" کی بازگشت ہے۔

قصہ مختصر کتنے ہی ایسے واقعات اور حالات ہیں۔ جو مشرقی اور مغربی قصے کہانیوں کا مشترک اثاثہ ہیں۔ اگر حسن و عشق کی آنکھ مچولیاں، حُب و جنوں کی کرم فرمائیاں حبیب و رقیب کی رزم آرائیاں، مہر و جمال، قہر و جلال، حرب و ضرب، نیکی بدی، سبزہ زار و مرغزار دہشت و بربریت، کیف و سرور اور تعجب انگیزی و استعجاب خیزی بدیسی قصوں کا ساز و ساماں ہیں تو اردو داستانوں کی روح و جاں ہیں۔

وُہ بھی عجیب ایام تھے۔

فکر و ذہن اوج پر تھا۔ قید اور بندھن سے آزاد، استدلال کی بیڑیاں نہ فراست و فرزانگی کی سلاسل، تخیل کے لئے کوئی زنداں تھا نہ افکار پر حقیقت و واقعیت کے کڑے پہرے تھے۔ کوئی اپنے محبوب و مرغوب دیوتا کو اپنی پوری ملکوتی شان کے ساتھ کسی خم دار گھاٹی سے نمودار ہوتے اور اپنی مخلوق پر رحمتیں برساتے دیکھتا۔ اور کوئی اپنی ہر دلعزیز خوش پیکر اور اپسرا سمان دیوی کو کسی شاداب ڈھلان یا کسی اونچی چٹان پر اپنی گلابی کلائی اُٹھائے اپنے پرستاروں پر برکتیں نازل کرتے ہوئے پاتا۔

صنمیات یا دیو مالا حسن و رعنائی اور قہر و جلال کا خوبصورت آمیزہ ہے دیومالائی جہان میں اگر کہیں سمندری جھاگوں میں سے نمودار ہونے والی چاند بدن افروڈائٹی اور لالہ گوں لکشمی (دیوی) کے نوربار جمال کی راحت خیزیاں ہیں تو کہیں رب الارباب زیئس اور تباہ کار شیو کے ہولناک، اگنی بالوں کی آتش ریزیاں ہیں۔ اگر کسی خطۂ زمین پر شہ زور اور خوبصورت اپالو کے سنہری بربط کے سخت تاروں سے منزہ گیتوں کے امرت کی بوندیاں ٹپکتی ہیں۔ تو کسی جگہ اسی دیوتا کے جان لیوا نقرئی تیروں کی ہول خیز

طراریوں اور خوف انگیز سنسناہٹوں سے فضا سہمی سہمی رہتی ہے۔ اگر قسم قسم کے عفریتوں نے اپنی چیخوں اور چنگھاڑوں سے بنوں اور جنگلوں کو بھر رکھا ہے۔ تو اسی آن میوزز اور پان دیوتا کے سحر آفریں رقص اور نغموں نے پربتوں اور ساحلوں پر کیف و سرور کا اجالا کر دیا ہے۔

چاروں جہتوں کے دیو مالائی ادب خصوصاً یونانی اور رومی اساطیر میں حور وش دیویوں رس بھری دیو داسیوں، حسین پریوں، اپسراؤں اور سوسن رنگ شہزادیوں کے اذکار کی بہاریں اور مہان دیوتاؤں کی خشمناکی، ہیبت اور جاہ و جلال کی نمائش پہلو بہ پہلو جلوہ فگن ہوتی ہیں۔ دکھ درد کی کالی شامیں اور پیار و محبت کی رنگین صبحیں بیک وقت طلوع ہوتی ہیں۔ دیو مالائی اساطیر میں بوقلمونی اور رنگا رنگی ہے روپ بھی ہے سروپ بھی اور بہروپ بھی۔ قصہ، قصہ بھی ہے اور تاریخ بھی۔

ان اساطیر کی افادیت اور سود مندی سے انکار ممکن نہیں۔ ان عمیق بے کنار تحیر آفریں جھیلوں کے مرتعش پانیوں میں تاریخ کے کنول بھی کھلے۔ آرنلڈ ٹائن بی[1] صنمیات کے افادی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے

"جب ہم صنمیات کا تاریخی اعتبار سے جائزہ لیتے ہیں تو قصہ کی جاذب اور پرکشش دیوی اپنی میٹھی رنگین مسکانوں سے ہماری پذیرائی کرتی ہے۔ اور جب ہم اس میں قصہ کی دیوی کو تلاش کرتے ہیں تو تاریخ سامنے آجاتی ہے:

کلاسیکی عالم گلبرٹ[2] کا کہنا ہے۔

"قصے کہانیاں سرمدی اور جاودانی ہیں۔ ان کا تعلق تمام تغیر پذیر مسائل سے ہے۔ رزم و بزم، عشق و جنون، نیکی بدی، جور و ستم، سخت و طالع شہ زوری بلند حوصلگی اور دیوی دیوتاؤں کے ساتھ انسانی رشتہ اور ناطہ

---

[1]: برطانوی محقق اور مورخ جس نے دنیا بھر کی یونیورسٹیوں سے اعزازی ڈگریاں حاصل کیں۔

[2]: (۱۸۳۶ - ۱۹ء)

سب ہی کچھ ان میں نمایاں ہے:

صنمیات کا ڈول کس نے ڈالا؟ دیومالائی اساطیر نے کب جنم لیا؟ اوّلین دیوی دیوتا کب ظہور پذیر ہوئے؟ یہ بات عظیم دیوی دیوتا جانتے ہوں تو جانتے ہوں کسی انسان کو معلوم نہیں۔ تحریری شواہد کی روشنی میں یونانی اساطیر کے تاریک جہان میں سب سے پہلے ہومر کی منظوم رزمیہ ایلیڈ کرن بن کر طلوع ہوتی ہے اور یونانی علم الاصنام کے کورے اور بے نور چراغوں کو اوّلین روشن لَو میسر آتی ہے دوسرے الفاظ میں ہومر کی ایلیڈ کی آمد پر یونانی دیومالا کا اوّلین باب وا ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی ....۱ ق م سے قبل نہیں۔ ایلیڈ قدیم یونانی ادب کی منظر ہے۔ زبان انتہائی لطیف دلکش اور دلپذیر ہے۔ اسی میں ٹرائے کے محاصرے کا بیان اور گوناگوں راجاؤں اور مرد بازوں کی آویزشوں کے تذکرے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ رزمیہ جنگجوؤں، سورماؤں اور دیوی دیوتاؤں کا ایک ایسا خوبصورت نگارخانہ ہے جس کے آئینوں میں دیومالائی گھٹائیں اپنے پورے جوبن پر اور اپنی پوری پھبن کے ساتھ اُترتی ہیں۔

یونان کے سامنے آنے پر نسل انسانی جو کائنات کی اہم اور نمایاں شے تھی۔ مرکز کائنات بن گئی۔ بنی نوع انسان کے متعلق غور و خوض اور سوچ بچار کی اوّلین کاوشیں یونانیوں ہی کا حصہ ہیں۔ گو اِن سے ہزار ہا سال قبل سومیری (جنوبی عراق) اپنے مقتدر دیوی دیوتاؤں کو انسانی خو بو سونپ چکے تھے۔ ان کے دیوی دیوتا انسانوں کی طرح مختلف مشاغل میں مصروف رہتے انسانوں کی طرح سوچتے سمجھتے منصوبے بناتے کام کرتے کھاتے پیتے بیاہ رچاتے، بچے پیدا کرتے گھر بار چلاتے وغیرہ وغیرہ۔ حتیٰ کہ ان کے سب سے بڑے دیوتا اَن لِل کو انسانی تجسیم میں بھی دکھایا گیا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود سومیری اپنے دیوی دیوتاؤں کو کلیتاً انسانی روپ اور انسانی جمال عطا نہ کر سکے۔ یہی حال مشرق و مغرب کے دوسرے دیوی دیوتاؤں کا تھا۔ وہ انسانوں کی طرح رشتے ناتوں میں جکڑے ہوئے تھے لیکن انسانی حسن اور انسانی جمال سے محروم تھے۔ مصر شمالی یورپ جزائر برطانیہ اور دیگر ممالک کے دیوی دیوتاؤں کا بھی یہی حال تھا ہندوؤں کی دوسری تر یموورتی کے تینوں عظیم دیوتاؤں یعنی برہما وشنو اور شیو کی باقاعدہ بیویاں تھیں۔ جزائر برطانیہ کے دیوی دیوتا ڈانو کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

انسانی ہاتھوں اور انسانی فکر نے اپنے دیوی دیوتاؤں کو مختلف انداز میں مختلف پیکر عطا کئے۔ لیکن ان میں وہ انسانی اعضا کی بہار پیدا نہ کر سکے۔ ان اصنام کا جسمانی اعتبار سے حقیقت اور اصلیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ چاروں جہتوں میں وہ غیر فطری عظیم مبہم بے حس، تصور سے ماورئی، معبد کے ستونوں کی مثال سلوں کی صورت چٹانوں کی مورت بے لوچ اور بے رنگ و آب تھے۔ مصر اور لیبیا کے دیوی دیوتا محیر العقول اور عجیب الخلقت تھے۔ کریٹ میں عظیم ماں سانپ کی شکل میں تھی۔ یورپ میں یہ معبود ناتراشیدہ پتھروں اور بے ڈول چٹانوں میں بند تھے۔ اسی طرح جیزہ (مصر) کے قریب ابوالہول کے عظیم مجسمے کا جسم شیر اور سر عورت کا ہے۔ اہل میکسیکو کی دھرتی ماں کے بہت سے منہ تھے۔ ان کی دیوی ماں چار سو لپستان رکھتی تھی۔ یہی حال میکسیکو کے دیوتاؤں کا تھا ان کے منہ ہاتھ کالے اور ٹانگوں پر سرخ و سپید لکیریں ہوتیں۔ وسطی امریکہ کے دیوتا، ہندوؤں کے دیوتا گنیش کی طرح ہاتھی کے سر کا تھا۔ چین جاپان اور کوریا میں بھی دیوتا محیر العقول اور عجیب الخلقت تھے۔ وہ اژدہا کے گوناگوں روپ میں جگہ جگہ بکھرے تھے۔ عراق آدمی نما ابدان پر پرندوں کے چہرے سجاتے تھے پھر انہیں گدھ وغیرہ کے بال و پر سونپ کر اور بھی کریہہ المنظر بنا دیتے۔ روس میں دیوی دیوتاؤں کا تو کہنا کیا ایک عجیب مخلوق بھی ملتی ہے جن کا ایک پاؤں ایک ہاتھ اور ایک پہلو ہے۔

یونان بھی ایک وقت ایسے ہی بے ڈول اور غیر متناسب جسموں کی جولان گاہ تھا۔ لیکن جب باذوق اور جمالیاتی اقدار کے قائل یونانیوں نے ایک اضطراری اور وجدانی کیفیت کے تحت انسان نما دیوی دیوتا تخلیق کئے۔ اور ان میں انسانی حسن و خوبصورتی کی جوت جگائی تو دنیا ان کی معقولیت اور محبوبیت کی معترف اور قائل ہو گئی۔

یونانیوں نے اپنے سہم ناک اور دہشت خیز دیوی دیوتاؤں کو اپنا روپ اور اپنے بدن کی ڈلک دمک رنگینیاں اور رونقیں سونپ کر انسانی قلوب و اذہان پر مسلط خوف و ہراس زائل کر دیا۔ دیوی دیوتاؤں کے ڈراؤنے اور بھیانک اجسام دیکھ کر لرزہ براندام ہو جانے والا انسان اب ان سے مانوس بلکہ ان پر دیوانہ وار مفتون بھی تھا۔

یونانیوں نے اپنے معبودان کو مجسمہ حسن و رعنائی اور جمال و زیبائی کی مورت بنانے میں بڑے جتن کئے۔ ایک یونانی صنم تراش نے کسرتی اور متناسب بدن میں اپنے خالقان کا حسن ڈھونڈا۔ ایک شاعر نے نوخیز شگفتہ گلابوں نوزائیدہ رنگین کونپلوں اور نوآمدہ حسین رُتوں اور بہاروں میں اُن کا دمکتا ڈلکتا سراپا دیکھا۔ ایک چترکار نے دوج کے چندا کی آب اور صبح کی آخری ستارے کی تاب میں، ان کے لئے تبسم تلاش کیا۔ اسی طرح ایک کہانی کار ایک وجیہہ جوان اور خوبرو دوشیزہ کے مدماتے دہکتے شباب اور کومل اور سجیل روپ میں اپنی محبوب ہستیوں کے جمال کا جویا ہوا۔ اور یوں قطرہ قطرہ حسن اور بوند بوند جمال اکٹھا اور یکجا ہو کر روپ سروپ کا دلنشین اور جمال نواز جھمجھماتا اور جھلجھلاتا ساگر بن گیا۔

انسان برتر تھا۔

انسان برتر ہے۔

اِنسان برتر رہے گا۔

یونانیوں کے فکر و اذہان کے شبستان میں ایک آواز سی گونجتی رہتی تھی۔ جس نے اُنہیں بے چین اور بیاکل کر رکھا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے عمل اور ردِّ عمل کی تابش کو اپنے فکر و فن کی خوشبو رنگ اور روپ میں گھول کر ہر عضوِ بدن کو ڈھونڈ ڈالا۔ اور پھر اپنے رومانی آہنگ کی حدت اور جمالیاتی حس کی آنچ دے کر اُنہیں سراپا مجسّم ملکوتی حسن بنا دیا۔ جمیل و جلیل حسن، انسان میں جمال بھی تھا اور جلال بھی۔ اور پھر انسان سے عظیم کون ہو سکتا ہے۔

انسانی شباہت و وجاہت پانے کے بعد اولمپسی دیوی (دیوتاؤں) نے اپنے نیلگوں امبر کو حسین و خوشنما ارم بنا لیا۔ ایک ایسا پارۂ ارم جو یونانیوں کے لئے مرئی، مانوس اور یگانہ تھا۔ دیوی دیوتا ان کے تخلیق کار اور پالن ہار تھے، کائنات کے منصرم، کل کے آقا، لیکن پیتے پلاتے جھومتے گاتے ناؤ نوش اور رقص و ہوش کی محفلیں سجاتے اور بزمِ انسان بچھیں رنگ رلیاں مناتے۔

رب الارباب زیئس مہان زیئس، دیوتاؤں کا دیوتا زیئس، قہقہے لگاتا ماعا تھے کرتا اور پھر ایک عام انسان کی مثال ان معاشقوں کو اپنی محبوب بیوی ملکہ افلاک

ہیرا سے چھپاتا۔ ادھر متیرۂ آسمان مہا دیوی ہیرا بھی عورت کی فطرت یعنی حسد اور جلاپے کو اپنی رنگین و سنگین سینے میں چھپائے اپنے خاوند کی بے راہروی پر کڑھتی جلتی اور پھنکارتی۔ خاتون کا وہ صحیح روپ تھی۔ خاوند کو کسی اور کے ساتھ دیکھتی تو جل بل کر بھوبل ہو جاتی اور مرنے مارنے پر تل جاتی۔ یونانی کہانیوں میں اس کا اکثر یہی کردار رہا ہے وہ حاسد لیکن وفا اور پیار آشنا بیوی ہے۔ اور اسی لئے یونانی اس سے بے حد پیار کرتے ہیں۔

یونانی دیو مالائی جہان ڈراؤنا اور دہشت آور نہیں۔ اس کا گوشہ گوشہ انسانی حسن ورنگ کی ترنگ اور نکہت بار اور تعطر فشاں جذبات کے جلترنگ سے معمور ہے ویسے بھی انسانی حسن اور انسانی جمال کیف بار اور سرور آگیں ہوتا ہے کسی کو ڈرایا نہیں کرتا۔

یونانیوں کے دیوی دیوتا خوش تمثال، رنگین بدن، بلوان اور لافانی تھے۔ گویا ایک فانی انسان نے اپنے ارباب کو لافانی اور جاودانی بنا دیا تھا۔ یونانیوں میں یہ تغیر یک وقت نہیں آہستہ آہستہ اور بتدریج رونما ہوا۔ ان کے بکری بھیڑ اور گھوڑے نما اصنام اور گلئے صورت راج رانی ہیرا دھیرے دھیرے ان کے جہان سے رخصت ہوئے۔

یونانی اساطیر میں دیوی دیوتاؤں کو انسانی قربانی بھی دی گئی۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا۔ کئی یونانی کہانیوں میں گارگن (میڈوسہ) اور ہائیڈرا[1] ایسی غیر فطری مخلوق بھی سامنے آتی ہے۔ لیکن یہ یونانی ہیرو کی عظمت کو اجاگر نے اور اس کی شخصیت کو چار چاند لگانے کے لئے ہے۔ یونانی ہیروز اس قسم کی بلاؤں کو ہلاک کر کے مخلوق خدا کو ان کے پنجۂ استبداد سے نجات دلاتے ہیں۔

یونانی سرزمین کے مکین دیوی دیوتا بھی باذوق پر کشش اور نظر نواز ہیں وہ صحتمند

---

[1]: Hydra کئی سر کا عفریت ہر کولیز اس کا ایک سر کاٹتا ہے، تو دو پیدا ہو جاتے ہیں۔ رامائن میں بھی لنکا کے راجہ راون کا یہی حال ہے رام چندر اس کا ایک سر تن سے جدا کرتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا نمودار ہو جاتا ہے رام چندر ایک خاص تیر سے اسے ہلاک کر کے اپنی بیوی سیتا کو اس کے قبضے سے آزاد کراتا ہے۔

نوجوانوں اور دوشیزاؤں کی صورت بنوں، جھنڈوں، جھیلوں، رود باروں اور سمندر میں رہتے اور زندگی اور زندگی کی نوبہاروں سے سرمستی اور سرخوشی حاصل کرتے ہیں۔

یونانی اساطیری ادب گوناگوں خداؤں کا ایک صنم خانہ ہے جس میں انسانی کردار کا ہر پہلو ہر انگ اور ہر رنگ کسی نہ کسی انداز میں سجا ہے۔ یونانی دیومالا میں جانِ بہاراں اور جانِ دلفگاراں دیویوں اور ذی حشم و خدام دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ جری بے باک اور شہ زور سورماؤں کی ریل پیل بھی ہے۔ جن کا سرگروہ ہرکولیز ہے۔ یہ بے خوف اور جنگجو ہیرو اور دوسرے سورما یونانی کہانیوں میں دلچسپی کی کوک و ہوک پیدا کرتے اور نیزہ و سنان کی فصلیں اُگاتے لہلہاتے رواں دواں دکھائی دیتے ہیں۔

ان سے ہم رنگ و ہم آہنگ اساطیر میں بہت کچھ ہے۔ لیکن مذہبی رنگ نمایاں نہیں حقیقتاً یہ کہانیاں ایک قسم کی سائنس اور فلسفہ کی پیامبر ہیں۔ یعنی انسان نے اس وقت جو سوچا، دیکھا بے کم و کاست اپنی فراست سے اپنے طور پر پیش کر دیا۔ بعض نام نہاد قصے تو محض تفننِ طبع اور ذہنی تعیش کی خاطر بیان ہوئے ہیں۔ ویسے بھی قصے کہانی پرسکوت لمحات میں ذہنی آسودگی اور قلبی خوشی کے لئے گھڑے اور سنائے جاتے ہیں۔ آج کے اور بعید ماضی کے قصہ گوؤں میں محض اتنا ہی تضاد ہے کہ ان میں سے ایک ماضی اور دوسرا حال سے تعلق رکھتا ہے۔

یونانی دیومالا، سب دیومالاؤں سے زیادہ دلکش اور دلپذیر ہے۔ اور اسی لئے اس کتاب کا سب سے بڑا موضوع بھی یہی ہے۔ رومی علم الاصنام، یونانی صنمستان ہی کا پرتو ہے اسی لئے اسے بھی شاملِ کتاب کیا گیا ہے۔

یونانی قدیم قصے کہانیاں، تاریخ بھی جن کی محتاج ہے چند ہستیوں کی وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں جن میں ہومر سب سے نمایاں ہے۔ ہومر کے زمانے کے بارے میں

ل: "مائی نوان" اور "مائی سے نی ان" نامی نام نہاد دور جس کی شہادت آثار قدیمہ کی محتاج ہے۔ دوسرے دور کو ہومر یا سورماؤں کا دور کہا گیا ہے۔ ہومر کی دونوں نظمیں اسی دور کی بازگشت ہیں۔ یہ دور جسے دورِ عظیم کا نام دیا گیا ہے۔ پیلو پونیشی محاربات (۴۸۰ - ۴۰۰ ق م) تک پھیلا ہے۔ ہیرو ڈوٹس اور تھیوسی ڈائی ڈیس

اختلاف ہے۔ قابلِ قبول تاریخ ۱۰۰۰ ق م ہے۔ ہومر کی دونوں رزمیہ نظمیں یعنی ایلیڈ اور اوڈیسی اساطیری ادب کا گراں قدر اور بہترین اثاثہ ہیں۔ ایلیڈ جس میں جنگ ٹرائے کی تفصیل ہے حقیقتاً اکیلیز (اس نظم کا ہیرو) کے غیض و غضب کی ترجمان ہے اوڈیسی میں اوڈیسے سیئس (یولی سس) کی ان مہمات کا تذکرہ ہے جو جنگ ٹرائے کے بعد اتھاکا واپس آتے ہوئے اُسے پیش آئیں۔ ہومر کی یہ دونوں مشہور رزمیہ نظمیں دیومالائی رنگ میں ڈوبی ہیں۔

علم الاصنام پر قلم اُٹھانے والا دوسرا شخص ہسیاڈ ہے۔ ہسیاڈ اندازۃً ۷۳۵ ق م میں بیوشیا کے قریب اسکرہ میں پیدا ہوا۔ جہاں کوہ ہیلی کن کی ڈھلانوں پر یہ اپنے باپ کی بھیڑیں چرایا کرتا۔ ہسیاڈ یونان کے ابتدائی شعرا میں سے ہے۔ ہومر کی طرح اس کی بھی دو تصانیف ہیں۔ "مشاغل اور ایام" اور "تھیوگونی" مشاغل اور ایام نامی نظم میں اس نے اپنے بھائی پرسس کو محنت و مشقت کی تلقین کی ہے۔ اسی نظم میں بیوشیا کے زرعی زندگی کا بیان بھی ہے۔ "تھیوگونی" کا ملاً صنمیات سے متعلق اور اہم ہے اس میں ظہورِ کائنات اور دیوتاؤں کی نسل کا بیان ہے۔

ہسیاڈ کے بعد ہومری دور کے بھجنوں یا نظموں کا نمبر آتا ہے۔ گمنام شعرا کے تحریر کردہ ان بھجنوں کی تاریخوں کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائی بھجن آٹھویں صدی ق م کے اواخر یا ساتویں صدی ق م کے آغاز کی پیداوار ہیں۔ بعد کے پینتس بھجن پانچویں یا چوتھی صدی ق م کی تخلیق اور زیادہ اہم ہیں۔ یہ بھجن دیوی دیوتاؤں کی شان اور ان سے متعلقہ کہانیوں کے بیان میں ہیں۔

اساطیری ادب کے خالقین میں پنڈار (۵۲۲ ق م۔ ۴۴۲ ق م) کا نام بھی ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ بعض اسے چھٹی صدی ق م کے اواخر کا شاعر بتاتے ہیں تھیبس کے نواح میں پیدا ہوا۔ یونان قدیم کی مشہور غنائی شاعری کا خالق تھا۔ معاوضہ کے عوض....

گزشتہ صفحہ سے: نامی مورخین اس دور کے بڑے ماخذ ہیں۔

تیسرا دور ۴۸۰ ق م سے ۳۰۰ ق م

چوتھا دور۔ ہیلینی دور ہے (۳۰۰ سے ۵۰ ق م)

عظیم یونانی تہواروں کے کھیل تماشے کے فاتحین کی تعریف میں شعر کہتا تھا۔ اس کی موجودہ مکمل نظمیں محض وہی ہیں جو فتح مندی سے متعلق اور قصیدہ نما ہیں۔ پنڈار نے بھجن اور حمد بھی لکھیں۔ اس کی نظموں کے بانکے انگ دیوی دیوتاؤں کے قصوں کی گلگونی سے گلاب رنگ بنے ہیں۔ اس کی شاعری نے لاطینی شاعری کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ دیومالائی تاریخ میں پنڈار ہسیاڈ کا ہم پلہ ہے۔

المیہ شاعری کے خالقین اسکیلس[1] (۵۲۵ - ۴۵۶ ق م) سوفوکلیز[2] (۴۹۶ - ۴۰۶ ق م) اور یوری پڈیز[3] (۴۸۰ - ۴۰۶ ق م) کی تخلیقات میں بھی صنمیاتی شفق کی بہاریں ہیں۔ اسکیلس پنڈار کا ہم عصر تھا۔ اس نے ستر ڈرامے لکھے اور تیرہ بار انعام جیتا۔ ایتھنز کے اس عظیم المیہ نگار کو سوفوکلیز نے ۴۶۸ ق م میں شکست دی۔ سوفوکلیز اور یوری پڈیز اسکیلس سے چھوٹے تھے۔ اسکیلس نے سسلی میں گیلا کے مقام پر وفات پائی۔ اسکیلس کو یونانی الم نگاری کا بانی کہا گیا ہے۔ ڈرامہ میں اس نے ایک کی بجائے دو ایکٹر متعارف کرائے۔

ایتھنز کا مشہور ڈرامہ نگار سوفوکلیز ایتھنز کے نواح میں کولونس کے مقام پر پیدا ہوا۔ ۴۶۸ ق م میں اس نے المیہ نگاری میں اسکیلس کو شکست دیکر پہلی بار انعام جیتا۔ اس کے بعد اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس نے ڈراما میں دو کی بجائے تین ایکٹر متعارف کرائے۔ اس کے تحریر کردہ سو ڈراموں میں سے محض سات بچے ہیں۔ اس کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ جب انگریز شاعر شیلے ڈوبا تو اس کی جیب سے اس کا ایک نسخہ برآمد ہوا۔

یوری پڈیز جزیرہ سلامس کی بحری جنگ میں ایرانیوں کی ہزیمت کے دن سلامس میں پیدا ہوا۔ اس نے نوے ڈرامے لکھے جن میں سے اٹھارہ باقی ہیں۔ یہ ڈرامے کلاسیکی روایات اور کہانیوں پر مبنی ہیں۔

---

۱ : Aeschylus

۲ : Sophocles

۳ : Euripides

ارسٹوفینیز[1] پانچویں صدی ق م کے آغاز میں ہوا۔ طربیہ کا بہت بڑا خلاق تھا یہ اپنی نگارشات میں دیو مالائی قصے کہانیوں کے اکثر حوالے دیتا ہے۔
عظیم مورخ یونانی ہیروڈوٹس (۴۸۰ - ۴۲۵ ق م) ہیلی کرناسس میں پیدا ہوا۔ ان دنوں یہ یونانی شہر ایرانیوں کے تصرف میں تھا۔ ہیروڈوٹس کو بابائے تاریخ کہا گیا ہے۔ یہ اولین یورپی تاریخ نویس اور یوری پڈیز کا ہم عصر تھا۔ اس کا کارنامہ یونانی نثر کا اولین شاہکار ہے۔ یہ نو حصوں میں منقسم ہے ہر حصہ میوزز کے نام پر ہے۔ ہیروڈوٹس نے یورپ افریقہ اور ایشیا کے مختلف ملکوں کی سیاحت کی۔ اس کی نگارشات کا اہم موضوع یورپ اور ایشیا کی دشمنی ہے جس کا آغاز اس نے صنمیاتی ادوار سے کیا ہے۔ اسی طرح عظیم یونانی فلاسفر افلاطون جو ایک صدی بعد پیدا ہوا۔ (۴۲۷ - ۳۴۸ ق م) ہوا۔ اساطیر کے تاروں کو چھیڑتا ہے۔ سقراط کا شاگرد اور اس کا بہت بڑا مداح تھا۔
شاہ مقدونیہ فیلقوس اور سکندر اعظم کے یونان پر قبضہ کے بعد یونانی ادب سکندریہ (مصر) منتقل ہو گیا تھا۔ ان ایام (۲۵۰ ق م) میں بھی یونانی شعراء اساطیری ادب کے شوالے میں چراغاں کر رہے تھے۔ رہوڈز کے اپالونیس[2] کے ساتھ ساتھ تین اور سکندری شعراء بھی دیو مالائی ادب کی تخلیق میں مگن تھے۔ تھیوکرائی ٹس، بائین[3]، ماسکس[4] نے ہسیاڈ اور پنڈار کے دیوتاؤں میں عقائد کے رنگوں کو کچھ کم کر دیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اووڈ کی طرح ہرزہ سرائی کے قائل نہیں۔
دوسری صدی ق م (۱۱۴ ق م) اپولیئس[5] (لاطینی) اور لوسیئس[6] (یونانی) ایوانِ صنمیات کے جھروکے اور غرفے وا کرتے دکھائی دیتے ہیں مشہور زمانہ کہانی کیوپڈ اور

۱: Aristophanes
۲: Apollonius — جس نے سنہری اون کی تلاش نامی مشہور کہانی لکھی۔
۳: Bion
۴: Moschus
۵: Apuleius
۶: Lucian

سائیکی ۰ اپولیئس ہی کا شہ پارہ ہے۔ اسلوب نگارش اووڈ سے ملتا جلتا ہے۔ اس نے تو دیوتاؤں کی ہجو میں عجلت کچھ کہہ ڈالا۔ اپالوڈورس اور ٹوپ سے فیاس نے بھی دیو مالائی جاگیر میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

کلاسیکی دیو مالائی ادب کے رومی (لاطینی) آفریدہ گاروں میں روما کا جلیل القدر رزمیہ شاعر ورجل (۷۰ - ۱۹ ق م) اور عظیم شاعر اور معروف کہانی کار اووڈ (۴۳ ق م - ۱۸ ع) پیش پیش ہیں۔

مشہور رومی شاعر ورجل اووڈ کا ہم عصر تھا۔ منٹوا کے قریب انڈیز میں پیدا ہوا رومیوں کی مشہور و معروف رزمیہ نظم اینیڈ اسی کی تصنیف ہے۔ ورجل نے اس لاطینی رزمیہ کو ہومر کی تقلید میں نہایت خوش اسلوبی سے نظم کیا۔ یونانی سورماؤں کے ہاتھوں ٹرائے کی تباہی کے بعد ٹراجن شہزادہ اینئس، ڈایو میڈیز (یونانی شہزادہ اور ارگس کا حکمران) اور ایکس کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد ایڈا، ڈیلس، کریٹ، شمالی افریقہ سسلی اور کولے وغیرہ میں گھومتا پھرا تھا۔ لاطینیوں کے تخت شاہی کے حصول کے کچھ عرصے بعد یہ شہزادہ اٹرسکنوں کے ساتھ جنگ میں مارا گیا۔

ورجل کی صناعی یعنی اینیڈ جو بارہ حصوں میں ہے۔ دلکش صنمیاتی پھولوں اور رنگا رنگ غنچوں کی تیز تیز آگ سے دہک رہی ہے۔ ورجل نے دیو مالائی ہستیوں کو زندگی سے قریب تر کر دیا۔ اس کے بعد تو دیو مالائی اساطیر نہ صرف لاطینی اور یونانی بلکہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ادب کا لطیف انگ بن گئی۔ انگریزی شعر و نثر تو اساطیری کرداروں اور روایات کی نکہتوں سے مہک رہا ہے۔ ملٹن، بائرن شیلے اور کیٹس وغیرہ کی شعری مینا میں یہ صنمیاتی مے صاف چھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ اس قسم کے ادب اور لٹریچر کے سمجھنے کو بھی مطالعہ صنمیات ناگزیر ہے۔

اووڈ روما کا دوسرا عظیم شاعر اور معروف کہانی کار ہے۔ جس کے کلاسیکی علم الاصنام پر بہت احسان ہیں۔ آگسٹس اوکٹے ویانس (سیزر کا لے پالک اور روما کا پہلا شہنشاہ ۴۳ - ۱۴ ق م) نے اووڈ کو اس کی تحریر کردہ ۰ ارس ماٹوریا نامی تصنیف اور شاہی خاندان کی بدنامی کے باعث ۸ء میں جلاوطن کر دیا تھا۔ اووڈ نے دریائے ڈینیوب کے دہانوں کے قریب ٹامی میں اپنی زندگی کے باقیماندہ دن گذارے۔ اور وہیں وفات

پائی۔ اووِڈ نے اپنی تصنیف ٹرسٹیا میں اپنی جلا وطنی کے تلخ ایام کی روداد بیان کی ہے۔ اووِڈ نے مرثیے اور نوحے بھی لکھے۔ اووِڈ ازمنہ وسطیٰ کا مقبول و معروف شاعر تھا۔ اس کی آٹھ کے قریب تصانیف ہیں جن میں تبدیلی ہئیت اور فن چاہت نامی تصانیف ہلکے پھلکے رُومی ادب کا شاہکار ہیں۔

اووِڈ نے آگسٹس کے عہد میں اپنے فن کے جواہر پارے اپنے دونوں ہاتھوں سے خوب لٹائے۔ حقیقتاً وہ ایک ایسی خوبصورت اور منقش صندوقچی تھا جس میں رنگ رنگ اور قسم قسم کی دیو مالائی کہانیوں کے آبدار موتی بھرے تھے۔ اس قسم کے موتیوں کی تخلیق ہی اس کا آدرش تھا۔ وہ خود کہتا ہے۔

"میں اس قدر دلنواز اور دلنشین پیرہن انہیں عطا کروں گا کہ تم بے ساختہ انہیں پیار کرنے لگو گے۔"
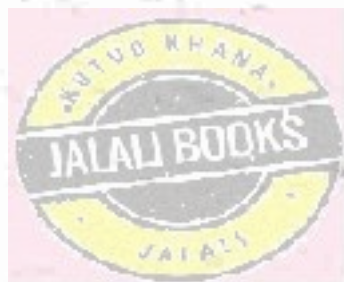
یونانی دیوی دیوتا

میں برتر ہیں تم سب میں اونچا
سنہری طنابوں میں تم آسمان کو جکڑ کر
پکڑ لو
مجھے پھر بھی تم سب گرا نہ سکو گے۔
مگر میں جو چاہوں
اسی وقت تم کو گرا دوں مُنہ کے بل
اولمپس کے کنگروں میں باندھ ایک رسا
معلق میں کر دوں فضا میں
زمین و بحر کو۔

(زئیس)

اہلِ یونان کے نزدیک دیوی دیوتا خالق کائنات نہیں بلکہ کائنات نے انہیں جنم دیا۔ دیوی دیوتاؤں سے پہلے یہ ارض وسما خلق ہو چکے تھے۔ یہی ارض وسما اولین ماں باپ تھے۔ ٹائی ٹنز ان کے بیٹے اور دیوتا پوتے تھے۔

ٹائی ٹنز زمین و آسمان کی اولاد تھے۔ اس لئے یہ بڑے دیوتا کہلائے۔ یہ بڑے دیوتا نامعلوم زمانے سے اس کائنات پر مسلط تھے۔ جسم اور جسامت کے اعتبار سے یہ دیوپیکر عظیم اور فزوں از قیاس طاقتور تھے۔ تعداد میں بھی بہت تھے لیکن اساطیری کہانیوں میں فقط چند ایک سامنے آئے ہیں۔ جن میں سے مشہور ترین کرونس[1] تھا او شن[2] اس کی بیوی ٹی تھس، ہائی پرین، نیموسن[3]، تھیمس[4]، ایاپیٹس اور اس کے تین بیٹے یعنی اٹلس[5]، پرومی تھیس، اور ایپی می تھیس دوسرا اہم ٹائی ٹن تھے۔ اٹلس نے سر اور ہاتھوں

---

[1]: کرونس کو لاطینی زبان میں سیٹرن کہتے ہیں۔

[2]: سورج چاند اور صبح کا ذب کا باپ۔

[3]: اس کے معانی ہیں یادداشت، حافظہ، سمرتی۔

[4]: الضاف

[5]: زمین کے مغرب میں کسی جگہ اٹلس نے سر اور ہاتھوں پر آسمان اٹھا رکھا تھا۔ اس نے پرسیئس کی پذیرائی نہیں کی تھی۔ جس پر پرسیئس نے اسے میڈوسہ کا سر دکھا کر (پتھر) پہاڑ بنا دیا تھا۔ لوسین کے بقول ہرکلیز نے اس بوجھ (آسمان) سے اسے رہائی دلائی

Pleiades اٹلس کی سات بیٹیاں جنہیں مرنے کے بعد بہشت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اور سات ستاروں کا جھمکا بنا دیا تھا۔ اٹلس کی بیٹیاں جو اپنے بھائی ہیاس کی موت پر (جسے ایک جنگلی ریچھ نے زخمی کر دیا تھا) گھل گھل کر مرگئی تھیں۔ انہیں بھی ستاروں میں جگہ دی گئی تھی۔ ہسپر یڈیز Hesperides بھی اٹلس ہی کی بیٹیاں تھیں۔ یہ پریاں تھیں اور ہیرا کے زریں سیبوں کی حفاظت پر مامور

پر آسمان اُٹھا رکھا تھا۔ اور پرومی تھیس انسان کا نجات دہندہ تھا۔ ٹائی ٹنز کے بعد جب دیوی دیوتا برسرِ اقتدار آئے تو ان میں بارہ اولمپیئی سب سے نمایاں اور ممتاز تھے یہ بارہ عظیم دیوی دیوتا اولمپس پر رہتے تھے۔ اسی لئے اولمپیئی کہلائے۔ اولمپس کیا تھا؟ اس کی کوئی خاص وضاحت نہیں کی گئی البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک پہاڑی چوٹی تھی۔

اس سے پہلے یونان کے بلند ترین پہاڑ مراد لئے جاتے۔ ایلیڈ میں اس کا ایک الگ تصور ہے۔ ہومر ایلیڈ کے الفاظ میں:۔

* ایک پُراسرار خطہ جو دنیا کے تمام کہساروں سے بلند و بالا ہے۔

بادلوں کے محراب اور بادلوں کے در تھے جن کے ذریعے یہاں پہنچا جاتا۔ ان دروازوں پر موسموں کا پہرہ رہتا۔ دُنیائے اولمپس میں دیوی دیوتاؤں کی اقامت گاہ تھیں جہاں وُہ کھاتے پیتے اور سوتے زیئس دیوتا کا قصرِ شاہی اولمپس کی بلند ترین چوٹیوں میں سے ایک پر تھا۔ اس قصرِ شاہی میں اس کا دربار اور بیس دیوی دیوتا سر جوڑ کر فانیوں کے معاملات پر غور و خوض کرتے۔ اولمپس کی یہ چوٹی گہرے اور گھنے بادلوں میں مستور رہتی۔

گزشتہ صفحہ سے:

تھیں۔ ہرکولیس اٹلس کی مدد سے ان سیبوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

لہ : اولمپیئن

ٹ ہ : ایشیائے کوچک اور یونان میں بہت سے پہاڑوں کا نام اولمپس ہے۔ ان پہاڑوں کا بلند ترین (دس ہزار فٹ) سلسلہ تھسلی اور مقدونیہ کی حدود پر واقع ہے۔ سال کے بیشتر حصہ میں برفپوش رہتا ہے۔ اولمپس ایک عظیم منظر ہے۔ لاتعداد وادیوں میں منقسم جن پر چٹانیں جھومتی رہتی ہیں۔ نشیبی حصے جنگلات سے ڈھکے ہیں۔ ایلیڈ میں اس کی بلند ترین چوٹی جو بادلوں میں نہاں رہتی ہے دیوی دیوتاؤں کا مسکن ہے۔ اوڈیسی میں کوئی تفصیل نہیں متاخرین اولمپس سے آسمان مراد لیتے ہیں۔

تہ : سومیری دیوی دیوتا "اپشوکنا" نامی ہال میں مشاورت کرتے۔

ان ہی گہرے اور گھنے بادلوں کے باعث دیوی دیوتا فانیوں کو دکھائی نہ دیتے۔

ہومر کی زبان میں:۔

"کسی بھی ہوا نے اولمپس کے سکون کو نہیں چھیڑا تھا"

یہاں بادِ باراں اور برف کا گزر نہ تھا۔ چاروں جہت پھیلے ہوئے کشادہ آسمان میں پارۂ ابر کہیں دکھائی نہ دیتا تھا۔ یہاں آفتاب جہاں تاب کی خالص نقرئی آب و تاب نے بارگاہ زیئس کے گرد اپنا روشن، دلآویز اور راحت آگیں حصار قائم کر رکھا تھا دوسرے دیوی دیوتاؤں کے محل دو محلے کہکشاں کے آس پاس اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ زیئس جب اُنہیں طلب کرتا تو راج محل میں یہ فوراً حاضر ہو جاتے۔

یہاں ناؤ نوشں کی محفلیں اور رقص و سرود کی سبھا اکثر گرم رہتی جام و مینا کی رنگینی و سحر آفرین گردشیں ——— مئے ناب کے لمبے لمبے گھونٹ اور جاں فزا جُرعے دیوی دیوتاؤں کے کام و دہن کو الوہی اور ملکوتی لذتیں اور کیف و سرور عطا کرتے۔ ایسے میں حسین اپالو کے ہفت تار سنہری بربط سے رسیلے نغموں اور حسین گیتوں کے پھول برستے۔ رقص کی دیویوں کا خوبصورت طائفہ بھی خدائے اولمپس کے حضور نغمہ و رقص میں مگن رہتا۔ زیئس کا راج محل راجا اندر کی دل نشیں سبھا سے کسی طور بھی کم نہ تھا۔ وہ خدائے ارض و سما کی بارگاہ تھی۔ وہاں کس چیز کی کمی تھی۔

اولمپس پر ان بارہ دیوی دیوتاؤں نے "دودمانِ خدا" تشکیل دے رکھا تھا جس کا سربراہ زیئس تھا۔ پوسیڈن اور ہیڈیز زیئس کے بھائی اور ہیرا، ہسٹیا اور ڈیمیٹر اس کی بہنیں تھیں۔ خوبرو اور عشوہ گر ہیرا کو زیئس نے اپنی ملکہ بنا رکھا تھا۔ ایریز ان دونوں کا بیٹا تھا۔ اتھینا، اپالو، افروڈائٹی ہرمیز، ارتمیس زیئس کے دوسرے بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ہیفیسٹس بعض اوقات ہیرا اور اکثر زیئس اور ہیرا دونوں کا بیٹا کہلاتا۔

راج سنگھاسن سنبھالتے ہی زیئس اور اس کے بھائیوں نے کائنات کو آپس میں تقسیم کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی۔ پوسیڈن کے حصہ میں سلطنت بحر آئی ہیڈیز پاتال کا حکمران ہوا اور زیئس کے پاس اقتدار اعلیٰ رہا دھرتی مشترکہ تھی۔

زیئس آقائے افلاک خدائے باراں بادلوں کا یکجا کنندہ اور فرسندہ برق لامعہ تھا اس کی قوت دیوی دیوتاؤں کی اجتماعی طاقت سے کہیں زیادہ تھی۔

زیئس

زیئس یونانی دیوتاؤں میں سب سے مہان اور رب الارباب ہے۔ وہ آسمان کا آقا، بارش کا نگہبان، بادلوں کو متحد کرنے والا عظیم دیوتا اور سب پر بھاری ہے دوسرے دیوتا دیوتا اس کے تابع ہیں۔

ایلیڈ میں زیئس اپنے خاندان کو کہتا ہے۔

"میں برتر، میں تم سب میں اونچا
سنہری طنابوں میں تم آسمان کو جکڑ کر پکڑ لو۔
مجھے پھر بھی تم سب گرا نہ سکو گے۔
مگر میں جو چاہوں
منہ کے بل اُسی آن تم کو گرا دوں۔
اولمپس کے کنگرہ میں باندھ ایک رسا
معلق میں کر دوں فضا میں
زمین و بحر کو

زیئس جس کا مطلب ہے تاباں آسمان، کرونس اور ریا کا بیٹا تھا۔ پوسیڈن ہیڈیز (دیوتا) ہیرا، ہسٹیا اور ڈیمیٹر (دیویاں) اس کے بہن بھائی تھے۔ وہ سب میں چھوٹا تھا۔ کرونس اور اس کے استحادی ٹائی ٹنز کو شکست دینے کے بعد اس نے اقتدار کائنات سنبھال کر افلاک کو اپنا صوبہ خاص بنا لیا۔ ہیڈیز کو پاتال اور پوسیڈن کو سمندر کی حکمرانی عطا کی۔ ہیرا حسین بہن تھی اسے اپنی ملکہ بنا لیا۔

زیئس نے میٹس اور دوسری دیویوں سے بھی بیاہ رچایا۔ فانی خواتین سے بھی بہت سے معاشقے کئے۔ اس کی کئی باضابطہ بیویاں اور داشتائیں تھیں۔ اسی وجہ سے ملکہ ہیرا اس سے اکثر کھنچی کھنچی رہتی۔ فانی عورتوں میں یوروپا، ایو، الکمینا، لیڈا، ڈانے اور

ے Zeus ے Metis اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

سیٹیلی اسں مہان دیوتا کی ہوس کا نشانہ بنیں۔ ارٹیمیس، اپالو، ہرمیز، پرسیفونی، لیٹو

۳ے: Europa فونیشیا کی شہزادی جسے سفید سانڈ کے روپ میں اٹھاکر زیئس جزیرہ کریٹ میں لے گیا تھا۔ یہاں اس شہزادی نے مینااس، سرپیڈن، اور رہڈامنتس کو جنم دیا۔

۴ے: Io ارگس کی شہزادی اور زیئس کی معشوقہ، ہیرا کے ڈر سے زیئس نے اسے نوجوان بچھیا بنا دیا تھا۔ پتہ چلنے پر ہیرا نے اسے ارگس کی تحویل میں دے دیا تھا۔ جب ہرمیز نے گڈریا بن کر ارگس کو ہلاک کیا تو ہیرا نے ایک بڑ مکھی ایئو کے پیچھے لگا دی جو ملک ملک اسے بھگاتے پھری۔

۵ے: Alcmena ارگس کے شاہ الیکٹرائن کی دختر اور جنرل امفی ٹرائن کی بیوی۔ جنرل کسی جنگ میں معروف تھا۔ کر زیئس اس کے بھیس میں الکمینا سے لطف اندوز ہوا اور ہرکولیز کا باپ بنا۔

۶ے: سپارٹا ٹنڈراس کی ملکہ۔ دریائے یوروٹس میں اسے نہاتا دیکھ کر زیئس ریجھ گیا اور ہنس کے روپ میں اس نے ملاپ کیا جس کے نتیجے میں دو انڈے پیدا ہوئے ایک سے ہیلن اور دوسرے انڈے سے کاسٹرا اور پولکس پیدا ہوئے۔

۷ے: Danae زیئس نے پھوار بن کر اسے بھگویا تو پرسیئس خلق ہوا۔ پرسیئس کی ولادت سے قبل "ندائے ربانی" نے پیش گوئی کی کہ نومولود اپنے نانا اکری سیئس (شاہ ارگس) کی موت کا سبب بنے گا۔ چنانچہ اکری سیئس نے ڈانی کو پیتل کے برج میں قید کر دیا اور بچے کی پیدائش پر ماں بچے کو ایک چوبی صندوق میں بند کرا کے سمندر میں پھنکوا دیا۔ صندوق بہتا ہوا جزیرہ "سیری فس" کے ساحل سے جا لگا۔ بعد میں اکری سیئس ایک حادثہ میں پرسیئس کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

۸ے: Semele شہزادہ کیڈمس اور ہرمونیا کی بیٹی۔ اس نے ہیرا کے کہنے پر زیئس سے اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ سامنے آنے کی التجا کی زیئس جب سامنے آیا تو وہ نور کی تاب نہ لا کر جل بھی اس وقت اس کے پیٹ میں ادھورا بچہ تھا۔ جسے زیئس نے اپنی ران چیر کر اس میں محفوظ کر لیا۔ دن پورے ہونے پر ڈائنی سس نامی یہ بچہ زیئس کی ران میں سے پیدا ہوا۔

حورتی، فیٹیز[2]، چیریٹیز اور میوزز[3] زیئس کی اولاد ہیں۔

جزیرہ نما میں سب سے پہلے وارد ہونے والے ہیلینی (یونانی) قبائل کے جدِ اب نے غالباً زیئس کو سب سے عظیم اور ارفع دیوتا کے طور پر تسلیم کیا تھا۔ اس کی فضیلت اور عظمت کے گیت ہومر سے پہلے گائے جانے لگے تھے۔ ۹۵۰ ق م میں ہومر نے بذاتِ خود اس بات کی تصدیق کی۔ صحیح طور پر یہ معلوم نہیں کہ گذشتہ ادوار میں کس خاص نسل میں اور کس مخصوص جگہ پر اس کی پرستش کا آغاز ہوا۔ اولمپس اور تھسلی کے ساتھ زیئس کا بلا شبہ تعلق رہا ہے۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان راہوں سے داخل ہونے والے یونانی زیئس سے ضرور آشنا ہوں گے۔

عہدِ ہومر کے زیئس کو جاننے کے لئے ہمیں زیئس کے ادنیٰ دیومالائی کردار (جہاں اسے ہرجائی، ناقابلِ اعتماد اور دیوتائی شان سے عاری دکھایا گیا ہے) اور اس کے اعلیٰ کردار میں فرق متعین کرنا ہوگا۔ ہومر نے زیئس کے جس نقطہ عروج کی نشاندہی کی۔ شعرائے متاخرین نے اس میں کوئی خاص اضافہ نہیں کیا۔ البتہ انہوں نے اور چند اربابِ فلسفہ نے اس کی چند اچھی خصلتوں کو ضرور نمایاں کیا۔ اس سلسلہ میں ہومر (متقابلتاً) شواہد پیش کرنے والی آخری شخصیت ہے۔

---

[1]: the Horae کلاسیکی اساطیر میں موسموں کی دیویاں تعداد میں غالباً تین ہومر کے مطابق وہ موسموں کا انتظام کرتی اور بارشیں لاتی ہیں۔ ہیاؤڈ کہتا ہے کہ یہ زیئس اور تھیمس کی بیٹیاں ہیں۔ اور قانون عدل اور امن کی امانت دار۔

[2]: FAtes تین (دیوی) بہنیں، آدمی کی تخلیق اور زندگی کی صدر کلوتھو، لیکی سس اور اٹروپس ان کے نام تھے[3]: زیئس اور یوری نومی کی دختران (تین بہنیں) نظم کی حکمران میوزز کے ساتھ ان کی پرستش کی جاتی تھی[4]: زیئس اور نیموسینی کی نو بیٹیاں

ارواح پرستی کے دور سے قبل ادھر ادھر بکھر جانے والے اثرات کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ مثلاً آرکیڈیا میں رعد کو زئیس کہا جاتا ہے۔ اسی طرح گرجدار چٹان کو زئیس کا نام دیا گیا تھا۔ جس کی تعبیر یہ نکلتی تھی کہ جو آسمان سے گرا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ دیوتا کسی رُوحانی چیز یا ملکوتی عنصر سے پیدا نہیں ہوا بلکہ آسمان سے گرا ہے۔

زئیس کی اوّلین پرستش قربانی کی صورت میں کی جاتی تھی ۔ اخلاقی ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی رونما ہوئی۔ ہومر نے خلائی اور فضائی مملکت کے اس حکمران کی خوب وضاحت کی۔ اور اس کے کردار قوت عبادت اور القابات پر بھی بھرپور روشنی ڈالی۔ زئیس دیوتا ہیلئس[1] اور اورسنے نس[2] (یورے نس) کی نسبت لوگوں کے زیادہ قریب تھا۔ مؤخرالذکر دونوں دیوتاؤں کے ساتھ زئیس کی معمولی سی مطابقت تھی۔ روز روشن کے دیوتا۔ ایمے زئیس[3] کی صورت میں بھی زئیس کی عبادت کی جاتی جو باد و باراں اور شبنم بھیجتا۔ اس کا ایک لقب " افتادہ از فلک[4] " بھی تھا۔ جو زئیس کے قدیم نام کی تائید کرتا۔

گرج زئیس کی نمایاں صفت تھی وُہ بلا شبہ رعد دیوتا تھا۔ زئیس کی رسوم کا تعلق سحر سے بھی تھا۔ اس کا ایک پجاری لوکیئس[5] قحط کے دنوں میں کوہ لی سیئم[6] پر چڑھ جاتا اس وقت اس کے ہاتھ میں شاہ بلوط کی ایک شاخ ہوتی جسے وُہ مقدس جھرنے میں دبا دیتا۔ نتیجتہً زئیس دیوتا ترس کھا کر دُھند بھیج دیتا۔

کہساروں اور پربتوں پر زئیس کی پرستش کی جاتی تھی۔ پہاڑوں کی بہت سی چوٹیاں اِس سے منسُوب تھیں۔ بار آور بارش کی حیثیت میں وُہ " خدائے نباتات " تھا جس کی تخلیقی قوت منمیہ میں نہاں تھی جو زمین سے نکل کر نہالوں اور اشجار کی رگوں میں گردش کرنے

---

1 : سورج دیوتا: جس کا چار پہیوں کا رتھ آسمانوں میں دوڑتا۔

2 : زمین کا بیٹا، آسمان

3 : Amarios

4 : diipetes

5 : Lukios

6 : Lyceum

لگتی۔ ہومر زئیس کو زیریں "دُنیا" کا دیوتا کہتا ہے۔
اپنی پرستش کے ابتدا ہی میں زئیس نے اخلاقی اور معاشرتی کردار اپنا لیا تھا۔ اس صورت میں ہومر کے اس نظریے کی کہ وُہ جدّ امجد ہے تائید و تصدیق ہو جاتی ہے وہ ریاست، شہر، قبیلے، خانوادہ اور سادگی کا بھی دیوتا تھا۔ قبائل کی مختلف گروہ بندیوں کا وُہ منتظم تھا۔ زئیس فریٹریئس[1] کی قربان گاہ پر قبائل کا اجتماع ہوتا۔ جب کوئی اجنبی ان کے حلقے میں شمولیت کی درخواست گذارتا تو وُہ اس کی آئینی درخواست کا جائزہ لیتے۔ شخصی اور خاندانی جائیداد کی دیکھ بھال بھی اس کی ذمہ داری تھی۔ زئیس کلے ریئس[2] کی صورت میں اس نے حصے بخروں کی نگہداشت کی۔ مشہور یونانی کہاوت "تم اپنے پڑوسی کی حد بندی کو نہیں توڑو گے" پر بھی زئیس نے عمل کرایا۔ زمانہ قدیم کے ایتھنز میں اس دیوتا کا نام پولیئس[3] تھا جسے ہیلینی دور (۳۰۰ - ۵۰ ق م) میں بڑی شہرت ملی۔ ملکہ ہیرا سیاسی امور میں دخیل نہ تھی۔ اس معاملہ میں اس کی بیٹی پولیئس اتھینا[4] پیش پیش تھی۔ ایوانِ عدل میں جہاں قتل کے مقدمات پیش ہوتے وُہ باپ کے ساتھ بیٹھتی۔ اسی بیٹی کی رفاقت میں وُہ ایتھنز کے کونسل ہال میں وارد ہوتا۔ سیاسی مجالس اور عدلیہ زئیس اگوریئس[5] سے منسوب تھی۔ منبع عدل جاودانی کے طور پر زئیس "ڈی کائی اس[6] لس" کہلاتا۔ پنڈیمس[7] کے نام سے اس نے ایک متحدہ حکومت سے روشناس کرایا۔
ایرانیوں کے خلاف جب کارو بار رزم گرم ہوا تو وُہ تمام ہیلیس (یونان) کے لئے پین ہیلی نیئس[8] بن گیا۔ ایرانیوں کے مقابل جنگی کامیابیوں پر یونانیوں نے آزادی دہندہ زئیس یعنی الینتھی ریئس[9] کا شکریہ ادا کیا اور اسے قربانیاں پیش کیں۔ زئیس کا کردار پہلودار ہے۔ کئی

ا: Zeus Phratrios
۲: Zeus Klarios
۳: Polieus
۴: Polieus Athena
۵: Zeus Agoraios
۶: Dikaiosunos
۷: Pandemos
۸: Pan-Hellenius
۹: Elentherios

صورتوں میں اس کی پرستش کی جاتی۔ چند شعراء اور کچھ فلسفی ایک بالاتر قوت کے قائل تھے۔ وہ اس ہرجائی اور ہمہ وقتی بالاترین قوت کو ایمپیڈوکلیز[1]، اسکی لس[2] اور افلاطون زیئس کا نام دیتے۔

زیئس روحِ کائنات اور قانون جہاں تھا۔ وہی کائناتی فرزانگی اور ہوش مندی تھا۔ باقیماندہ دیوی دیوتا اس کے تراشے یا ظاہری صورتیں تھیں۔ زینو[3] کے مقلد اور پیروکار سٹوائکس زیئس کو زمین پر گھومنے پھرنے اور اس کے روپ میں خلق ہونے والی نسل انسانی کا جدِ امجد خیال کرتے۔ القصہ زیئس شہنشاہ دوجہان فانیوں (انسان) اور لافانیوں (دیوی دیوتا)

---

[1]: Empedocles

[2]: Aeschylus

[3]: Zeno سٹوائک سکول آف فلاسفی (دبستان فلسفہ رواقی) کا بانی چار صدی ق م کے نزدیک قبرص میں ساتی ٹیئم کے مقام پر پیدا ہوا۔ مذکورہ دبستان کو دبستان ایلیا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس دبستان سے وابستہ فلسفی قصبہ ایلیا سے تعلق رکھتے تھے۔ جو ایک یونانی آبادی تھا۔ اور جنوبی اطالیہ میں واقع تھا۔

- فیثاغورث کے بعد فلسفہ یونان میں دبستان ایلیا کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ شہرت دوام کی حامل تین ہستیاں یعنی زینو فے نیز، پارمینا ئڈز اور زینو اسی دبستان سے متعلق ہیں۔

- قدیم یونانی کثیر الاصنام پرست تھے۔ ان کا مذہب تشبیہی مذہب تھا جس میں دیوی دیوتاؤں کو انسانی فضائل و شمائل عطا ہوئی تھیں۔ دبستان ایلیا کے فلسفی رجعت پسند فلسفیوں کے برعکس اس تشبیہی مذہب کی تنقیص اور اس پر کڑی تنقید کرتے اور اخلاقیات پر زور دیتے ہیں۔ زینو فے نیز کا وحدت الوجود پر یقین تھا۔ اس کے نزدیک خدا کائنات ہے اور کائنات خدا جو غیر منقسم، غیر متحرک اور ناقابل تسخیر ہے۔ بعد میں پارمینا ئڈز نے اسی مرکزی خیال پر اپنے فکر و فلسفہ کی اساس رکھی۔ اپنے اسی فکر و فلسفہ کو پارمینا ئڈز نے ایک طویل نظم میں پیش کیا ہے۔ اس طویل اولین حصہ کا عنوان "راہ حق" اور دوسرے کا راہ اعتقاد

(دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

کا باپ تھا۔ وُہ فرمانروائے افلاک، خدائے باراں اور یکجا کنندہ ابر و سحاب تھا۔ اس نے برق صاعقہ کو تھاما اور ستاروں اور سیاروں کی راہنمائی کی۔ موسموں میں تغیر و تبدل کے احکام صادر کئے۔ اولمپئن اور رعد اس کے مشہور و معروف القابات تھے۔ نیک و بد اعمال پر جزا و سزا دینا اسی کا کام تھا۔ جب اہلِ روما کے جوپیٹر اور مصر و لیبیا کے دیوتا امن کو زیئس خیال کیا جانے لگا۔ تو اُس کی آن بان شان و شکوہ، تحریم و تکریم، طمطراق اور طنطنے میں مزید اضافہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اولمپیا میں تہواروں کے موقع پر اس کی شان میں اولمپک کھیل ہونے لگے۔ یہ بھی قیاس ہے کہ یہ کھیل موسم گرما میں ہر پانچ سال بعد ہوتے۔ ان

ہے۔ اس کے نزدیک بھی تغیر و تبدل ایک سراب اور صرف فریبِ نگاہ ہے حقیقت فقط ثبات کا نام ہے۔ پارمینا ئیڈز کا فلسفہ اپنا وضع کردہ ہے جسے تاریخ فلسفہ میں فلسفہ فیثا غورث (۵۸۰ اور ۵۰۰ ق م کے دوران سیموس پیدا ہوا) سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ پارمینا ئڈز کے شاگرد زینو نے اپنے اُستاد کے فلسفہ کی تائید میں چند دلائل پیش کئے جو آج بھی زمان و مکان کی ہیئت و حقیقت کے بارے میں محل نظر ہیں۔ ان فلسفیوں کے خیال میں نیکی سب سے بڑی عبادت ہے وہ ظاہری تعیش کوشی اور حزن و یاس سے اجتناب کا درس دیتے ہیں۔ سٹوآک سے مراد ایسا شخص ہے جو اپنے جذبات کو مشتعل نہ ہونے دے۔ اور ان پر قابو پا کر عشرتوں سے بے نیاز رہے

لہ : پی لو پونیز (یونان) کے شمال مغربی علاقے اِلس کا چھوٹا سا ایک میدان جہاں اولمپک مقابلے ہوتے یہ چھوٹا سا میدان دریائے الفس کے شمالی کنارے پر خوبصورت اور سرسبز و شاداب پہاڑیوں میں گھرا ہوا تھا۔ یہیں دریاؤں کے سنگم پر عظیم دیوتا زیئس کی خانقاہ تھی۔ اولمپیا کے علاوہ نیمیا میں بھی نیمیائی زیئس کے احترام میں کھیلوں کے مقابلے ہوتے جو دینی حیثیت رکھتے۔ ان کھیلوں کا آغاز ۵۰۶ ق م میں ہوا۔

اولمپک کھیلوں کی اصل کا پتہ نہیں۔ قصے کہانیوں میں اِن کا سہرا ہرکلیز کے سر ہے۔

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

کھیل تماشوں سے حظ اٹھانے کو بے شمار تماشائی یونان کے مختلف حصوں ایشیا سسلی اور افریقہ کے ممالک سے کھنچے چلے آتے۔ خیال ہے کہ ان کھیلوں کی اولین کڑی ۷۷۶ ق م سے ہے۔

زئیس کا دربار اور شاہی قصر اولمپس پر تھا۔ زرد عاج کا راج سنگھاسن تھا جس پر بہار آفریں، جان آویزا اور بیش بہا شاہی چتر سدا سایہ فگن رہتا۔ بجلی کڑکتی بادل گرجتا تو انسان جان جاتا کہ زئیس عالم جلال میں تیر افگنی و فشانی کر رہا ہے۔ رواں بادل زئیس کا رتھ عقاب پرندہ اور شاہ بلوط اس کا شجر تھا۔

۴۳۲ ق م میں مشہور و ممتاز یونانی صنم تراش فیڈس نے زئیس کا ایک خوبصورت مجسمہ تراشا تھا۔ سونے اور ہاتھی دانت سے مزین و منقش یہ مجسمہ عجائب عالم میں شمار ہوتا تھا اور اولمپیا کے مقام پر ایستادہ تھا۔ ۴۷۶ء میں یہ مجسمہ آتش زنی کے باعث تباہ ہو گیا۔ یونان میں تراشیدہ زئیس کے مجسمے کے دائیں ہاتھ میں عصا اور بائیں ہاتھ میں ملکوتی بان (تیر) ہوتا۔ دراز ریش، پاؤں میں زریں کفش اور قریب ایک عقاب ہوتا۔ اہل روما اسے جوپیٹر کہتے تھے۔

کامیاب جشنوں کے چار سالہ درمیانی وقفے کو "اولمپیڈز" کہا جاتا۔ اہل یونان کے مطابق کھیلوں کا آغاز کوروئی بس کے دوڑ جیتنے (۷۷۶ ق م) کے وقت ہوا۔ آج سے قریباً اڑھائی ہزار برس قبل اولمپک کھیلوں میں دوڑیں کشتی، باکسنگ، چھلانگ، نیزہ بازی، گھوڑ دوڑ لمبی دوڑ، رتھوں کی چار گھنٹوں کی دوڑ اور گولہ پھینکنا وغیرہ شامل تھا۔ ان کھیلوں میں غیر ملکی غلام یا مجرم وغیرہ حصہ نہیں لے سکتا تھا۔

لہ : شاہ یونان نے ۳۷۹ ق م میں اولمپک کھیلوں پر پابندی عائد کر دی تھی۔ کیونکہ ان کھیلوں نے میلے کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جس میں سرکس کے کھیل تماشے عام ہونے لگے تھے انیسویں صدی عیسوی کے اواخر (۱۸۹۲ء) میں ایک فرانسیسی، کاؤنٹ پیری دی کاوبرٹن کے دل میں ان کھیلوں کے اجراء کا خیال پیدا ہوا۔ نتیجتاً اپریل ۱۸۹۶ء میں یونانی شہر ایتھنز میں ان کا دوبارہ آغاز ہوا جس میں متعدد ملکوں کے کھلاڑیوں نے حصہ لیا اس وقت سے یہ مقابلے ہر چار سال بعد دنیا کے مختلف ممالک میں باری باری منعقد ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

پوسیڈن

پوسیڈن[1] !
اے آقا !!
ہمیں آپ ہی سے ملے ہیں
توان اسپ، مضبوط گھوڑے
اتھاہ نیلگوں پانیوں کی حکومت

اسی کے ہی دم سے
طوفانی ہوائیں، سمندر کی موجیں
جنم لے اُٹھتی ہیں۔

---

[1]: Poseidon

پوسیڈن یونانی دیومالا میں سمندروں کا آقا اور حکمران ہے۔ کرونس اور ریہا کا بیٹا۔ اور زیئس اور ہیڈیز کا عظیم بھائی۔ جب تینوں بھائیوں نے اپنے باپ کرونس سے تاج و تخت چھینا تو سلطنت بحر پوسیڈن کے حصہ میں آئی۔ ساگر دریا جھیل جوئبار آبشاریں، جھرنے اور چشمے اسی کے تابع تھے۔ سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں قصر زریں اس کی قیام گاہ تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں ترسول رکھتا۔ سمندر کے آبی سینے پر ضرب لگا کر اس سے پانیوں میں وہ جزیرے تخلیق کرتا۔ سنگین اور گراں چٹانوں کو گھائل کر کے ان میں سے چشموں اور گھڑوں کو جنم دیتا، طوفان اٹھاتا، پانیوں میں تموج اور ہلچل پیدا کر کے جہازوں کو ڈبو دیتا۔ بادِ شرطہ (موافق ہوا) اسی کے زیر فرمان تھی۔ کیوگس اس کا دوسرا لقب تھا۔ وہ خدائے جہازرانی اور بحر سے متعلقہ ہر شے کا محافظ تھا۔ اس کے منادر اور خانقاہیں راس اور خاک نائے پر بنائی جاتیں۔ جہازران ملاح اور آئی اونئین گروہ خصوصاً اپنے آپ کو اسی کی اولاد سمجھتے۔ بحیرہ ایجئین کے دو کناروں کے یونانی، جن میں ملاحوں اور ماہیگیروں کی اکثریت تھی اس کا تہوار مناتے۔ دیوتا کی حیثیت میں اسے کسی زرخیز پارہ آب کی خاطر دوسرے دیوی دیوتاؤں کے ساتھ جنگ کرنی پڑتی ہے۔

پوسیڈن کو لرزندہ ارض[1] بھی کہتے ہیں۔ وہ زمین کو جھنجوڑتا تو کائنات لرز اٹھتی اور بھونچال آ جاتا۔ اسی سبب ان جزائر اور تعلقوں میں زلزلے اور طوفان اکثر آتے تھے۔ لامحدود پیمانے پر اس دیوتا کی تعظیم اور پرستش کی جاتی۔ پوسیڈن جھرنوں اور چشموں کا دیوتا بھی تھا۔ اس نے ایتھینا کے مدمقابل ایتھنز کے حصول اقتدار کی کشمکش میں ایتھنز کے قدیم بالا حصار پر ترسول کی ایک ضرب سے چشمہ تخلیق کیا تھا۔

پوسیڈن تازہ پانیوں کا آقا اور جھرنوں کی دیویوں کا سربراہ تھا۔ اور اس صورت میں خدائے نباتات اور ڈیمیٹر کا شریک کار تھا۔ ایتھنز میں ایرک تھیئس[2] (جس سے عموماً پوسیڈن مراد لی جاتی) سے اس کا قریبی تعلق تھا جس طرح وہ چشموں کو پیدا کرتا اس طرح

---

[1]: Enosichthon انا سکتھان

[2]: Erechtheus ایتھنز کا ضمیاتی بادشاہ جسے پوسیڈن کی درخواست پر زیئس نے ہلاک کر دیا تھا۔

انہیں واپس بھی لے لیتا تھا۔ آرگس کے نواح میں پانی کی شدید قلت، پوسیڈن کی خفگی کا ردِ عمل تھی۔ اس کے حضور اکثر سیاہ سانڈوں کی قربانی پیش کی جاتی۔ بیشتر حالتوں میں انہیں زندہ دریا برد کر دیا جاتا۔ ایونیا اور تھسلی میں "بھینسے کی لڑائی" اسی کی تقدیس کا ایک روپ تھا۔ ایلفے سسس میں جو تقریب منعقد ہوتی تھی۔ اس میں ساقی کو بھینسا اور دیوتا کو بھینسا پوسیڈن کہا جاتا اس کی پرستش سے گھوڑے کا خاص تعلق رہا ہے۔ کلاسیکی کہانیوں میں اسے گھوڑے کا اولین خالق کہا گیا ہے۔ گاہے گاہے گھوڑے کا اسے بلیدان بھی دیا جاتا اس صورت میں وہ ہپیئس[1] کہلاتا۔ قصبہ کولونس کے ادنیٰ طبقوں میں لگام کی موجد اتھینا کے ساتھ اس کی پوجا کی جاتی تھی۔

جنگ ٹرائے میں پوسیڈن نے یونانیوں کا ساتھ دیا تھا[2]۔ اوڈیسئیس نے اس کے بیٹے پولی فیمس کو اندھا کر دیا تھا۔ چنانچہ اس پر دیوتا کا عتاب نازل ہوا۔ پوسیڈن ان گنت معاشقوں کے باعث بہت مشہور ہے۔ اس کے بیشتر بچے سمندر کی مثال تندو تیز تھے۔ پولی فیمس[3]، انٹے لس[4] اور پراکرسٹیز[5] اس کے بیٹے تھے۔ مائیکیل[6] پوسیڈن کا ایک عظیم الشان مندر تھا۔ جہاں آئی اونئین اپنا مشہور تہوار پے نونیامناتے تھے۔

لہ: Happios

۲ہ: پوسیڈن نے ٹرائے کی فصیل بنائی تھی۔ لیکن شاہ ٹرائے لاؤمیڈن نے اس کا معاوضہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

۳ہ: سائیکلوپیز میں سے ایک۔ پولی فیمس سسلی کے ساحل پر بھیڑیں چرایا کرتا جنگ ٹرائے سے واپسی پر اوڈیسئیس اور اس کے بارہ رفقا اس کے قابو میں آ گئے تھے۔ اوڈیسئیس نے اس کی اکلوتی آنکھ پھوڑ ڈالی تھی۔

۴۔ لبیا کا عفریت، پوسیڈن اور گیا (زمین) کا بیٹا اس نامی گرامی پہلوان کو ہرکلیز نے ہلاک کیا۔ ۵ Procrustes اٹی کا مشہور لٹیرا پراکرسٹیز مسافروں کو چارپائی سے باندھ دیا کرتا، مسافر چارپائی سے بڑا ہوتا تو وہ اُس کے اعضا کاٹ ڈالتا۔ چھوٹا ہوتا تو کھینچ کھانچ کر اسے چارپائی کے برابر لانے کی کوشش کرتا تھی سیئس، اسے موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔ ۶ Mycale

بیوشیا اور پیلوپونی سس، اس کی پرستش کے دوسرے بڑے اور اہم مراکز تھے۔ ٹنارم (واقع کیلونیا) میں اس کی خانقاہ کے قریب ایک بہت بڑی پناہ گاہ تھی۔ جہاں اندھے بہرے لولے لنگڑے اور پاگلوں کی دیکھ بھال کی جاتی۔ جزیرہ ٹینس میں بطور معالج اس کی پوجا کی جاتی۔ بحری ہواؤں کے باعث صحتیابی غالباً اس کی وجہ تھی۔

خاکنائے کورنتھ پر ہر دوسرے سال منایا جانے والا تہوار اس کے تہواروں میں بہت زیادہ مشہور تھا۔ اس تہوار کے موقع پر اسمتھیائی کھیل ہوتے جن کی نوعیت اولمپک کھیلوں کی سی تھی۔ گھوڑا ڈولفن (بحر پُر سکون کی علامت) اور شجر صنوبر جس کی شاخوں سے اسمتھیائی فاتحین کے لئے تاج بنائے جاتے اس کے لئے مقدس تھے۔ ترسول، ڈولفن اور پائیتونی اس سے منسوب تھیں۔ فنکارانہ تخلیق میں پوسیڈن کو زیئس کے مشابہ پیش کیا گیا ہے۔ لیکن شاہانہ متانت میں زیئس اس سے کہیں آگے ہے۔ یونان جدید میں پوسیڈن کی جگہ سینٹ نکوئی لس (ملاحوں کا مربی) نے لے لی ہے۔

ترکنتھیائی قوم کا بھی ایک خاص سمندری دیوتا تھا نصف انسان اور نصف مچھلی یہ دیوتا بھی سمندری گہرائیوں میں رہتا۔ ڈولفن پر سواری کرتا یا پھر کسی ایسی گاڑی میں نکلتا جسے ڈولفن کھینچتیں۔ اس دیوتا کے ہاتھوں میں ترسول ہوتا۔ پوسیڈن کو رومی نیپچون کہتے ہیں۔

لہ : ۲۶۰۰ فٹ اونچا پرنس نامی پہاڑ اسے ضلع اٹیکا سے جدا کرتا ہے۔

کہ : اسمتھین، چار مشہور اور عظیم یونانی تہواروں میں سے ایک۔ جہاں ہر قسم کے مقابلے ہوتے موسیقی اور شاعری بھی جن میں شامل تھی۔ کورنتھ بہت مشہور ریاست تھی۔ بعض کے نزدیک تھی سیئس اور بعض کے خیال میں پوسیڈن ان کھیلوں کا بانی مبانی تھا۔ یہ کھیل کم و بیش ڈیلفی کھیل کے ساتھ وجود میں آئے۔ اولمپیا ڈیلفی اور نیمیا میں بھی کھیل ہوتے۔

سہ : بحیرہ روم میں پائی جانے والی ایک قسم کی چکنی مچھلی۔

ہیڈیز

یونانی علم الاصنام میں پاتال کا دیوتا[1] کرونس اور ریہیا کا بیٹا زیس اور پوسیڈن کا بھائی۔ تینوں بھائیوں میں افلاک بحر اور پاتال (دوزخ) کی حکمرانی کے سلسلہ میں قرعہ اندازی ہوئی تو پاتال کی مملکت ہیڈیز کے حصے میں آئی۔ ہیڈیز کے معانی غیر مرئی کے ہیں۔
ایلیڈ کے مطابق ہیڈیز کی مملکت زیر زمین گمنام جگہوں میں ہے۔ اوڈیسی کی رُو سے اس کا راستہ دنیا کی آخری حد سے شروع ہو کر سمندر کے پار جاتا ہے۔ شعرائے متاخرین کی آرا میں اس مملکت میں داخل ہونے کے بہت سے راستے ہیں جو گپھاؤں غاروں اور گہری جھیلوں میں سے گذرتے ہیں۔
بعض اوقات زیر زمین دنیا (ہیڈیز) ٹیٹرس[2] اور اری بس[3] نامی حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ ٹیٹرس زیادہ عمیق اور زمین کے بیٹوں کا زندان ہے جو لبعد از مرگ، اری بس میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ دونوں حصوں کو ایک سمجھا گیا ہے۔ ٹیٹرس کو ہیڈیز کے خطوں میں سے ایک خطہ بھی کہا گیا ہے۔
ورجل کہتا ہے :۔
« یہ جگہ تین ناقابلِ عبور فصیلوں اور اور دریائے فلیجی تھن[4] کے کھولتے پانیوں

---

[1]: Hades   [2]: Tartarus

[3]: Erebus ہیڈیز کے راستہ میں ایک ایسی گہری اور تاریک جگہ۔ کیاس کا بیٹا۔ ہیڈیز کے دیوتاؤں میں سے ایک۔

[4]: Phlegethon ہیڈیز کا ایک دریا۔

میں گھری ہے؛

ٹیٹرس سے زیر زمین علاقہ کا تصور وابستہ رہا ہے۔

ہومر کے ہاں پاتال مشتبہ ہے اور ایک ایسی جگہ ہے جہاں دبیز اندھیرے اور ترگی ہی تیرگی ہے۔ اور حقیقتاً وہاں کچھ نہیں۔ اگر اسے کچھ کہنا ہی چاہیں تو بھوتوں کی دنیا کہہ سکتے ہیں۔ ایک لرزہ خیز اور ڈراؤنے خواب کی صورت، شعرائے متاخرین "مردوں کی اس دنیا" کی برملا وضاحت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک ایسا خطہ ہے۔ جہاں نیک و بد کو جزا و سزا ملتی ہے۔ یہاں انتہائی سنگین مجرموں کو بھیجا جاتا ہے۔ رومی رزمیہ شاعر ورجل کے بیانات کی تائید کسی یونانی شاعر نے نہیں کی۔ محض ورجل ہی پاتال کے جغرافیہ سے بخوبی واقف ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پاتال کو جانے والا راستہ دریائے آفتاد پر نکلتا ہے[1] جو آگے چل کر دریائے آہ وزاری میں مل جاتا ہے۔ یہاں کیرن[2] نامی ملاح ارواح کو اس پار لے جانے کے لئے اپنی کشتی کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اور یہیں ٹیٹرس (ورجل اسی نام کو ترجیح دیتا ہے) کا الماسی دروازہ ہے۔ یہ کہنہ سال ملاح صرف ان ارواح کی پذیرائی کرتا ہے جن کے لبوں پر گذرگاہ کا معاوضہ رکھا ہوتا اور جنہیں جائز طور پر دفنایا جاتا[3] باب ہیڈیز پر بھونکتے ایسی دم کے تین

---

[1] : دریائے افتاد کا نام اکیرن ہے جو ڈیمیٹر کا بیٹا ہے اس نے دیوتاؤں کے خلاف جنگ میں ٹائی ٹنز کو پانی فراہم کیا تھا جس کی پاداش میں اُسے ٹیٹرس میں دریا بنا دیا گیا تھا۔

[2] : اسے دریائے سٹائکس کا ملاح بھی کہا گیا ہے زیر زمین دوزخ کا تصور یونانیوں سے قبل سومیریوں کے ہاں بھی ملتا ہے۔ وہاں بھی ایک ملاح کشتی کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ لیکن سومیریوں کے دوزخ میں روح کے ساتھ جسم بھی پہنچتا ہے سومیریوں کے عالم ظلمات کی ملکہ ارشکی گل ہے۔ جس کا خاوند مس لم یتا یعنی نرگل ہے۔

[3] : اگر کسی مُردے کی تدفین نہ کی جاتی تو اس کی آتما ایک صدی تک دریائے سٹائکس کے کنارے بھٹکتی رہتی اور پھر کہیں دریا پار کر پاتی۔

سروں والے اژدہا "سی بیرس" کا ہمہ وقت پہرہ رہتا ہے۔ وہ ارواح کو اندر تو جانے دیتا ہے لیکن باہر کسی کو نہیں نکلنے دیتا۔ یہاں رُوح کو تین ججوں[1] کے سامنے پیش ہونا پڑتا ہے۔ یہ منصفین یعنی رھڈا منیتھس[2]، می ناس[3] اور ایاکس[4] بد کو "اذیت بدی" کی سزا دیتے۔ اور نیک کو جائے رحمت یعنی الزئیم میں بھیج دیتے ہیں مذکورہ دو دریاؤں کے علاوہ تین اور دریا پاتال

1: سومیریوں کی اساطیر میں سات منصفین ہیں۔ ان کے علاوہ سورج دیوتا اتو اور چاند دیوتا ننا بھی لوگوں کے اعمال کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ ہندوؤں میں آتما کو یم دیوتا کے سامنے پیش ہونا پڑتا ہے۔

2: Rhadamanthus زیئس اور یوروپا کا بیٹا اور شاہ کریٹ مینا س کا بھائی اس نے اپنی زندگی میں انصاف اور فرزانگی کو بہت عزیز رکھا۔ جس کی بنا پر موت کے بعد اسے ہیڈیز میں منصف مقرر کر دیا گیا۔

3: Minos زیئس اور یوروپا کا بیٹا۔ رھڈا منیتھس کا بھائی اور جزیرہ کریٹ کا دیومالائی بادشاہ۔ اس نے عوام کو عدل و انصاف دیا۔ اور قانون دیا۔ جس کی بنا پر زیئس نے اسے (بعد از مرگ) بھی ہیڈیز میں منصف بنا دیا۔ ایک روایت کے مطابق جب اس نے ایتھنز فتح کر لیا تو وہاں سے ہر سال مینا ٹور عفریت کی خوراک کے لئے بطور خراج سات جوان مرد اور سات دوشیزائیں وصول کرنے لگا۔ اہل ایتھنز نے میناس اور پیسی فائی کے بیٹے "انڈروگیاز" کو قتل کر دیا تھا۔ اس لئے اسے یہ سزا دی گئی تھی۔ ایک دفعہ خراج میں ملنے والے افراد میں سے "ڈیڈالاس" نامی شخص فرار ہو کر سسلی پہنچ گیا۔ می ناس اس کے تعاقب میں سسلی پہنچا تو شاہ سسلی نے دھوکے سے اسے قتل کرا دیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ شاہ سسلی کے بیٹوں نے کھولتے پانی میں دھکا دے کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اور لاش کریٹ بھجوا دی تھی۔ مارچ ۱۹۰۰ء میں سر آرتھر ایونز نے کریٹ میں کھدائی کی تو قدیم تہذیب کی باقیات میں می ناس کا محل اور شاہی تخت بھی برآمد ہوا۔ ۳۰ × ۶۰ گز لمبے ہال میں می ناس کا دربار لگتا۔ وہ سنگین تخت بھی موجود ہے جس پر می ناس بیٹھا تھا۔ یہ شاہی محل ۱۴۰۰ ق م میں آگ کی نذر ہو گیا تھا حیران کن

کو ارض بالائی سے جدا کرتے جن میں سے ایک فلی جیتھن یعنی دریائے آتش اور دوسرا ناقابلِ عبور دریائے سٹائکس تھا۔ دیوتا اس کی قسم کھاتے تھے۔ تیسرے دریا کا نام لیتے تھا۔ یعنی دریائے نسیان۔ اسی خطے میں مقتدرِ اعلیٰ کا قصر[6] تھا۔ اس کے بہت سے دروازے تھے۔ جن پر ہر گھڑی مہمانوں کا ہجوم رہتا۔ اس قصر کے بارے میں کوئی نہیں لکھ سکتا۔ قصر کے چاروں طرف یخ بستہ وسیع و عریض اُجاڑ اور سنسان بیابان تھے۔ اجنبی اجنبی سی زردی مائل فضا جہاں ہول خیز اور دہشت انگیز بھوُل کھلے رہتے۔ اس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔

ورجل پاتال کی تین دیویوں یعنی ٹسی فونے، میگیرا اور الیکٹو کا تذکرہ کرتا ہے۔ جو بروں کو سزا دیتی ہیں۔ (سومیری اساطیر میں تین دیوتا عالم ظلمات میں رہائش پذیر ہیں) نیند اور موت جو بہن بھائی ہیں ان کی اقامت گاہیں بھی یہیں ہیں۔ انسانوں تک خواب بھی پاتال ہی سے پہنچتے ہیں۔ دو دروازے ان خواب گاہوں کی گذرگاہ ہیں سینگ سے بنے ہوئے دروازہ میں سے سچے خواب گزرتے اور عاج کے دروازے سے جھوٹے۔ اوڈیسی میں ان کا حوالہ موجود ہے۔

ہیڈیز اپنی ملکہ پرسیفونی کی سنگت میں مُردوں اور دوسری قوتوں پر راج کرتا ہے۔

گذشتہ صفحہ سے:

بات یہ ہے کہ دیومالائی قصے اسے ضیاتی حکمران قرار دیتے ہیں۔ جبکہ آثارِ قدیمہ اسے حقیقت بتاتے ہیں۔

۴: زیئس اور ایجینیا کا بیٹا، کسی عذاب میں اس کی رعایا تلف ہو گئی تو دیوتا زیئس نے کیڑے مکوڑوں کو انسان بنا کر اس کی تحویل میں دیدیا بعد میں اسے پاتال میں منصفی عطا ہوئی۔

۵: اساطیری ادب میں سورماؤں اور حیاتِ جاودانی پانے والی ارواح کا مسکن ہومر کے خیال میں زمین کی انتہائی مغربی حدود کا ایک خطہ جہاں انسانی زندگی آسان تر تھی۔ اور جہاں برف تھی نہ بارش اور نہ کوئی طوفان۔ رومی دیومالا میں ورجل اسے زیرِ زمین دنیا ہیڈیز کا ایک حصہ بتلاتا ہے۔ جہاں نیک سائے (ارواح) رہتے ہیں۔

۶: سومیریوں کے عالم ظلمات میں ایک ایسی جگہ ہے۔ جسے لاجورد کا پہاڑ کہا جاتا ہے جس کے مقفل دروازوں پر ہمہ وقت نگران موجود رہتے ہیں۔ ملکہ عالم ظلمات

اس کے نزدیک قربانی کی کوئی اہمیت نہیں۔ اسی طرح دعا منت اور خوشامد بھی بے اثر ہے محض اورفیئس کی موسیقی اسے متاثر کر سکتی ہے۔ مردوں کا بادشاہ ہیڈیز انتہائی شقی القلب، سفاک اور خوفناک دیوتا تھا۔ لیکن غیر منصف نہیں۔ شیطانی صفات سے عاری یہ دیوتا موت کا نہیں مرنے والوں کا دیوتا تھا۔ اسے دولت اور بطن ارض میں نہاں سیم وزر کا دیوتا بھی کہا گیا ہے۔ یونانی اور رومی سب اسے ہیڈیز ہی کہتے تھے۔ لیکن رومی اس کا ترجمہ اکثر ڈِس[1] کرتے ہیں۔ ہیڈیز کے پاس ایک مغفر (خود، ٹوپی) تھا جسے پہن کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا[2]۔ ہیڈیز عالم بالا (دنیا) یا اولمپس پر کبھی کبھار ہی نمودار ہوتا۔ اور نہ کوئی اسے مجبور کر سکتا تھا۔ بلکہ ہر کوئی اس کی پذیرائی سے اجتناب کرتا۔ لوگ اس سے بے حد خوفزدہ رہتے اور اسی لئے اس کی چاپلوسی کرتے اور شریفانہ خطابات سے اسے نوازتے۔

زمین کی زرخیزی اور بالیدگی کے دیوتا کا شریک کار ہونے کے سبب سے وہ پلوٹو بھی ہے۔ یعنی دولت دہندہ، اس حیثیت میں اس کی پرستش بھی کی جاتی۔ فنون میں اسے زیئس اور پوسیڈن کی طرح جگہ دی گئی ہے۔ عصا اور تین سر کا سربیرس اس کی تندخوئی اور ترش روئی کی علامت ہیں۔

ہیڈیز پاتال کی کلید اٹھائے پھرتا۔ ملکہ پاتال یعنی پرسیفونی اکثر و بیشتر اس کی ہم رکاب ہوتی۔ ہیڈیز کا رتھ اور رتھ کے گھوڑے سیاہ فام تھے۔ مملکت بھی تیرہ و تار تھی۔ اور اس کے نام پر قربانی بھی سیاہ جانور (سیاہ بیل) کی دی جاتی۔ (جیسا کہ پاتال کے تمام دیوی دیوتاؤں کو دی جاتی رہی تھی) قربانی کے جانور کا خون زمین پر چھڑک کر سمجھ لیا جاتا کہ وہ دیوتا کے پاس پہنچ گیا۔

گذشتہ صفحہ سے: رشکی گل کا لاجوردی محل بھی یہیں ہے۔ ظلمات کے سات دروازے ہیں مرنے والوں کو سات دروازوں میں سے گذر کر سات منصفین کے سامنے پیش ہونا پڑتا ہے۔

[1]: ورجل انہیں "ایری نیز" کہتا ہے۔

[2]: لاطینی میں امیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

[3]: داستانِ امیر حمزہ میں عمر وعیار کے پاس سلیمانی ٹوپی ہے۔

پاتال میں لامحدود اندھیرے اور بے کنار ویرانی تھی۔ اور اسی لئے کوئی بھی دیوی اندھیروں بھری اس دنیا کی ملکہ بننے کی خواہاں نہ تھی۔ مجبوراً ہیڈیز کو ڈمیٹر کی حسین و دلکش بیٹی پرسیفونی (جس کے عارض و گیسو کا وہ پہلے ہی اسیر تھا۔ اور جس کی تلاش میں اکثر سرگرداں رہتا تھا) کو زبردستی یہاں اٹھا لانا پڑا۔ سومیریوں کے صنمیاتی جہان میں "کر" آسمان کی دیوی اور انانا کی بڑی بہن ارشکی گل کو بزور عالم ظلمات میں کھینچ لے آیا تھا۔ پرسیفونی کو اڑا لے جانے کا قصہ بھی خوب ہے۔

"ایک خوبصورت دن پرسیفونی اپنی سکھیوں اور ساما نیوں کے ساتھ سسلی کی انا نامی وادی میں پھول چن رہی تھی۔ مخملیں وادی میں ہر جہت حسین بنفشہ گلاب، کیسو، آئرس اور سنبل کی سحر آفرین بہار تھی۔ روپ میں انوپ پرسیفونی اس خطۂ ارم کے دلآویز اور دلفریب نظاروں میں کھوئی تھی کہ اچانک وادی کی مخملیں سرزمین شق ہوئی اور سوختہ جگر وجاں ہیڈیز اپنے سیاہ رتھ میں جسے دو گرانڈیل اور شہ زور سیاہ فام گھوڑے کھینچ رہے تھے زمین کی گہرائیوں میں سے نمودار ہوا اور پرسیفونی کو رتھ میں ڈال کر لپک جھپک غائب ہو گیا۔"

ہیڈیز گندھک کے راج سنگھاسن پر بیٹھتا اور صنوبر کا تاج سر پر سجاتا تھا نرگس اور صنوبر اس کے مقدس نشان تھے۔ رومی اسے پلوٹو کہتے ہیں۔

ہیرا

سُنہری سنگھاسن کی دیوی۔
مہارانی ہیرا !
ملکہ وُہ لافانیوں میں۔
وُہ ذی شان دیوی، نمایاں ہے سب میں۔
سبھی اِس کی کرتے ہیں حرمت۔
زیئس کی طرح سے کہ آقا ہے جو گھن گرج کا۔

یونانیوں کی مہادیوی ہیرا[1]، زیئس کی بہن اور بیوی ہے۔ کرونس اور ریہا کی یہ خوبصورت بیٹی عظیم اولمپسی دیوی دیوتاؤں کی ملکہ ہے۔ ٹائی ٹن اوشن اور اس کی بیوی تے تھیئس کی تربیت یافتہ ہیرا، یونانی زبان میں سرپرست خاتون، مرتبہ اور ولیہ کے معانی دیتی ہے۔ یوں جان پڑتا ہے کہ یہ ہیلینی دور[2] سے قبل کی دیوی ہے۔ قدیم وجدید نظریے کے حامل دانشوران ہیرا زمین اور چاند سے یہی مُراد لیتے ہیں۔ یونانی مورخین کے نزدیک اس کی ابتدا کچھ بھی رہی ہو لیکن بلا شبہ وُہ ایک خالصتاً دیوی ہے۔

زیئس ہرجائی ہمہ جائی اور متلوّن مزاج تھا۔ اس لئے ابتدا میں ہیرا نے اس کی رفیقِ حیات بننا گوارہ نہ کیا۔ اور نہ ہی اپنے ان چھوئے بدن کو ہاتھ لگانے دیا۔ لیکن جب زیئس کیچڑ آلود کوئل کے روپ میں اس کے سامنے آیا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اور اس نے

---

[1] Hera

[2]: خالص یونانی دور (۱۴۰۰ - ۱۴۶ ق م)

کوئل کو اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ اپنے جمیل جسم کی تابش سے اسے حرارت بخشی۔ اب زیوس اپنی اصل صورت میں ظاہر ہوا اور یوں اس کا تن من لوٹ لیا۔

زیوس نے ہیرا سے شادی کی تو ساکنانِ ارض و سما تماشائی ہوئے۔ دیوی کیرونی نے شادی میں شرکت نہیں کی تھی۔ لہٰذا ہرمیز نے اسے کچھوا بنا کر قوتِ گویائی سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ اِن کی شادی پر دیوی دیوتاؤں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق انہیں تحائف پیش کئے۔ دھرتی ماں دگیا نے ہیرا کو وہ انوکھا درخت عنایت کیا جس پر سونے کے سیب[1] بطور پھل لگا کرتے۔ زیوس اور ہیرا نے تین سو سالوں پر مشتمل "شبِ زفاف" ایجین کے کشادہ جزیرہ سیمش[2] پر بسرائی۔ ہیرا ہر روز ارگس کے قریب چشمہ کینا تھس میں نہاتی اور از سرِ نو کنواری بن جاتی۔ زیوس کے ہیرا سے تین بچے ہوئے ایریز، ہیفیسٹس اور ہیبی۔ لبعض کہتے کہ ایریز اور اس کی توام بہن ایریس ہیرا کی کوکھ میں اس وقت وارد ہوئے جب اس نے کسی پھول کو چھوا۔ کاہو کے پودے کو چھو لینے پر وہ اس وقت بارآور ہوئی جب ہیبی بطن میں تھی۔

زیوس کا مزاج عاشقانہ تھا۔ وہ فانی اور لافانی دونوں سے دل بہلایا کرتا۔ ان ہی باتوں نے ہیرا کی ازدواجی زندگی میں تلخیاں گھول رکھی تھیں۔ ویسے بھی زیوس کو اپنی عظمت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ زیوس کی تنک مزاجی حد سے بڑھی تو ہیرا نے پوسیڈن اور اپالو اور دوسرے اولمپسی دیوی دیوتاؤں کی (ہیسٹیا کے سوا) کی مدد سے سوتے میں زیوس کو قابو میں کر لیا۔ اور تسموں میں جکڑ دیا۔

دیوی دیوتا زیوس کی اسیری پر جشنِ فتح منا رہے تھے کہتے ہیں تھیٹس کی اعانت سے زیوس آزاد ہو گیا۔ ہیرا بغاوت کی سرغنہ تھی۔ زیوس نے طلائی بازوبندوں میں باندھ کر اسے آسمان میں اُلٹا لٹکا دیا۔ اس جرم کی پاداش میں پوسیڈن اور اپالو کو لاؤمیڈن شاہِ ٹرائے

---

1 : کوہِ اطلس پر واقع ہیرا کے باغ میں ہیسپریڈیز دیویاں اور ایک اژدہا ان سیبوں کی محافظت کرتے۔ ان سیبوں کا لانا ہرکولیز کی مہمات میں شامل تھا۔

2 : مشہور یونانی فلسفی فیثا غورث کی جنم بھومی۔ یہ جزیرہ ہیرا کی پرستش کا بہت بڑا مرکز تھا۔

کی خدمات بجالانی پڑیں۔ دوسروں کو زمیئس نے معاف کر دیا۔ اس کے بعد میاں بیوی میں بھی مصالحت ہو گئی۔

ہومر اور ہیسیاڈ کے زمانے سے اساطیری ادب میں ہیرا ایک کینہ جو، عناد پرست خشمگیں اور حاسد جورو کا کردار ادا کرتی آئی ہے۔ وہ رقیب ہے۔ زمیئس کی محبوباؤں سے سخت متنفر اور بیزار وہ جھنجلاہٹ میں الکمینی، لیٹونا[1]، ایئو اور سیمیلی کے بچوں تک کا تعاقب کرتی ہے۔ ہرکولیز اور ڈائنی سس اس کے جلاپے کا خاص ہدف بنتے ہیں۔ ہیرا کے حاسدانہ کردار سے اس کی پوجا کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ محض ادبی باتیں ہیں جن میں مہادیوی کی قہرمانی، زورمندی اور آتش مزاجی پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ یونانی دُنیا کے قریے قریے میں اس کے پرستار تھے۔ ارگس[2]، میسینے[3] اور سپارٹا میں بجید پر دلعزیز اور مقبول تھی۔ ایلیڈ میں ان تینوں شہروں کو اس کا پسندیدہ کہا گیا ہے۔ اولین ڈوریائی اس کی پوجا کرتے تھے۔ یہ بات مشتبہ ہے۔ البتہ ڈوریائی حملہ آوروں کے بعد یہ ارگس کی عظیم اور محبوب دیوی ضرور رہی ہے اس وقت سپارٹا میں اس کی محبت اور چاہت کے اتنے چرچے نہیں تھے۔ جزیرہ نما پیلوپونی سس[4] وسطی یونان کے اکثر حصوں جزائر

---

[1]: لیٹونا، فوئبے دیوی اور ٹائی ٹن کی بیٹی۔

[2]: یہاں ہیرا کا مقدس حرم تھا، یونان قدیم میں ارگس کئی شہروں اور اضلاع کا نام تھا۔ جن میں سے ایک پیلوپونی سس کے مشرق میں تھا۔ آرجیا یا ارگس خاص، خلیج ارگس کے عین سرے پر ایک ڈھلانی میدان تھا۔ پانی بافراط اور علاقہ زرخیز تھا۔ یونانی کہانیاں اس کی قدامت کی منظہر ہیں جن میں مصر لبیا اور دوسرے ممالک کے ساتھ اس کے روابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھی صدی عیسوی میں اس کی آبادی ایتھنز سے کم نہ تھی اور یہ شہر ایتھنز کا ہم پلہ تھا۔

[3]: میسینے انتہائی قدیم یونانی شہروں میں سے ایک، یہ کوہستانی شہر خلیج ارگس سے خلیج کورنتھ کے راستے کی چابی تھا۔ کریٹ سے وسطی یونان کے لئے یہ سب سے چھوٹا راستہ تھا۔

[4]: جزیرہ نما پیلوپونی سس میں لیکونیا کی قدیم ڈوریائی ریاست کا صدر مقام، ابتدا میں یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی آبادی اور شان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

اور سیمیس میں خصوصاً اس کی حرمت اور توقیر کی جاتی تھی۔

ہیرا لیکینیا¹ کے لقب سے میگنا گریشیا میں اس کی عبادت عام تھی۔ زئیس اور ہیرا کا رشتہ بھی غالباً قدیم نہیں ڈوڈانا² کے مقام پر ڈایونی³ ہیرا سے پہلے زئیس کی بیوی ہے۔ لیکن یہ ابتدا میں ہوگا۔ قربانی اور قربان گاہوں پر زئیس اور ہیرا کی چھاپ لگی تھی۔ اوران کی شادی کی تقریبات کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا جاتا۔ ڈیڈالا میں پکیا نامی تہوار پر شاہ بلوط کے تراشیدہ مجسمے کو دولہا کا لباس پہنایا جاتا۔ ایک خاتون دُلہن بن کر اس مجسمے کے پہلو میں ایک گاڑی میں بیٹھ جاتی۔ اس مجسمہ کو وہ ڈیڈلا کہتے اس ڈرامہ کی شکل میں دراصل مذہبی رسوم ادا کی جاتیں۔

ہیرا کے آزردہ ہوجانے پر زئیس نے جھوٹ موٹ یہ اعلان کر دیا کہ وہ دوسری شادی کرلے گا۔ اس نے ایک پُتلے کو بھی عروسی لباس میں بٹھا دیا۔ اس وقت ہیرا کا غیض دیدنی تھا۔ وہ ناگن سی پیچ و تاب کھاتی جلوس میں پہنچی اور مصنوعی عروس کے منہ پر سے نقاب نوچ کر پھینک دیا۔ اصلیت ظاہر ہونے پر اُس کی تمام کدورتیں دور ہو گئیں۔ اور وہ اپنے خاوند سے دوبارہ آن ملی۔

زئیس اور ہیرا کی شادی کی تقالی کے ہر جلوس کے خاتمے پر مجسمہ رکھ دیا تھا۔ ساٹھ سال گذرنے کے بعد یہ تمام جمع شدہ مجسموں کو ایک خاص شکل میں کوہ ہیتھرن⁴ پر لے جایا جاتا۔

1: Hera Lacinia

2: ڈوڈانا (ایپیرس) زئیس کا مشہور ہاتف یہیں پر تھا۔ شاہ بلوط کے کنج میں جب ہوا سرسراتی تو اس سے زئیس مراد لی جاتی اور شگون اخذ کیا جاتا۔

3: ڈایونی ہومر کے بقول زئیس کی بیوی اور افروڈائٹی کی ماں۔ ہیسیاڈ کے مطابق اوشنس کی بیٹی قدیم یونانی صنمیات میں یہ سب سے بڑی دیوی تھی۔

4: کوہ ہیتھرن، اب یہ کہسار صنوبر کے جنگلات کے سبب اے ٹیا کہلاتا ہے یہ ۴۶۳۱ فٹ بلند پہاڑی سلسلہ ہے جو بیوشیا کو میگارس اور اٹیکا سے جُدا کرتا ہے۔ اس سلسلہ کا مغربی سلسلہ خلیج کورنتھ سے جا ملتا ہے۔ مشرق میں کوہ پرنس اور اس کے بیچ ایک درہ حائل ہے یہیں ارسٹے اینس کا بیٹا اکٹین جو بیوشیا کا ہیرو اور ایک مشہور شکاری

اور مویشیوں کے ساتھ قربان گاہ سمیت اُنہیں نذر آتش کر دیا جاتا یہ تہوار اکتساب زرخیزی کے لئے منایا جاتا۔ لیکن اس سے یہ مُراد نہیں کہ ہیرا نباتات کی دیوی تھی۔ اور نہ ہی ایسا کوئی ثبوت مِلتا ہے۔ جس سے ثابت ہو کہ زیئس اور ہیرا کی نباتات سے کوئی وابستگی تھی۔

اسی طرح جزیرہ سیمس کے ساحل پر ہر سال ایک تقریب میں ہیرا کا ایک مجسمہ چھپا دیا جاتا۔ اور سنجیدگی سے اسے ڈھونڈا جاتا۔

ارگس کے سوا زراعت سے اور کسی جگہ ہیرا کا تعلق نہ تھا۔ ڈیمیٹر، پوسیڈن اور ڈایونی سس ایسے دیوی دیوتاؤں کے ساتھ جن کا زمین اور زمینی پھلوں پھولوں سے واضح لگاؤ تھا۔ ہیرا کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا۔

ہیرا کی پرستش عموماً دو صورتوں میں کی جاتی یعنی زیئس کی رفیقہ حیات اور ملکہ افلاک کی حیثیت میں۔ اور شادی بیاہ کی نگہبان کے طور پر، شادی بیاہ کی دیوی کی حیثیت میں وُہ زچہ بچہ کی محافظ بھی بن گئی۔ چنانچہ ایتھنز میں اُسے جنم دیوی کا خطاب مِلا۔ ہومر اور ہیسیاڈ نے بھی یہ ذکر چھیڑا ہے۔ بیاہتا خواتین اس سے استمداد کرتیں۔ اس کی بیٹی الیتھیا زچگی کے دوران خواتین کی معاونت کرتی۔

اس کے مذہبی خطابات یعنی دوشیزہ زوجہ بیوہ یا مطلقہ اس کے پجاریوں کے سامنے اس کی مختلف حیثیتیں اُجاگر کرتے ہیں۔ ارگس اور سیمس میں ہیرا کا منصب "امبر مہارانی" اور بیاہ کی دیوی سے بھی بڑھ کر تھا۔ وُہ ان شہروں کی محافظ تھی۔ ایتھنز میں جو مقام اتھینا کا تھا۔ ان شہروں میں وہی مرتبہ اس کا تھا۔

ارگس[1] میں اس کا زراعتی کردار بہت نمایاں رہا ہے۔ زمینی کاشت میں بیلوں کی سب سے پہلے مستعمل ہونے والی جوڑی اسی سے منسوب کی جاتی۔ اناج کے خوشے اور بالیاں

گذشتہ صفحہ سے: تھا۔ بارہ سنگھا بن گیا تھا۔

بقول اووڈ اس نے ارٹمیس کو اس پہاڑ پر اتفاقاً نہاتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ ارٹمیس نے اِسے بارہ سنگھا بنا دیا۔ اور پھر اس کے اپنے ہی شکاری کتوں نے اسے چیر پھاڑ ڈالا۔

1. Argos

ہیرا کے پھول کہلاتے۔ ہیرا پھولوں کی دیوی بھی تھی۔ اس کے حرم میں دیوداسیاں بننے والی دوشیزائیں پھول والیاں کہلاتیں۔ بہار میں پھولوں کی خوشبوئیں اور رنگ ہرجہت اُڑنے لگتے تو پیلو پونی سس کی خواتین پھولوں کا تہوار مناتیں۔

سرزمین یونان میں ایک مربی دیوتا یا مربیہ دیوی بُت و سیع الفرائض ہوتی زراعت پیشہ لوگوں میں اگر ہیرا زراعت سے متعلق تھی تو یہ کوئی استعجاب خیز امر نہیں۔

دھنک دیوی آئرس اس کی قاصد تھی۔ یونانی شعراء نے ہیرا کی رفعتوں آن بان طنطنہ، جاہ وحشم اور حسن وجمال کے گیت گائے ہیں اور یہ سب کچھ عالم بالا کی راج مہارانی کے لئے کوئی انوکھی یا نئی چیز نہیں۔

شعرائے متاخرین نے گائے ایسے بڑوں نینوں والی اور گلے سموُرت ایسے خطابات اس کی نذر کئے۔ ہیرا کے جلوس میں بیل گاڑی کا استعمال عام تھا۔ گائے کی اسے عام بھینٹ دی جاتی۔ کوئل ہیرا کے لئے مقدس تھی۔ بعد میں مور بھی اس کا مرغوب اور پسندیدہ جانور بن گیا۔

یونانی پانچویں صدی ق م تک مور سے ناآشنا تھے۔ اہل سیمس تو خصوصاً ہیرا طلائی رتھ یا زریں سنگھاسن پر براجمان ہوتی جسے دیدہ زیب اور خوبصورت مور کھینچتے ہاتھوں میں عصا اور موہنی پیشانی پر دمکتا سنہری مکٹ ہوتا۔ جس میں شگفتہ سوسن اور شاداب گلاب مسکراتے۔ بعد کے دور میں اسے پر شکوہ حسن کی مظہر دکھایا گیا ہے۔ جب وہ چلتی تو اس کی بیٹی ہیبیؔ جو شباب اور ہوش مندی کی دیوی تھی۔ اس کی رفاقت میں ہوتی ہیرا کو رومی جونو کہتے تھے۔

ؔ Hebe (ہیبی) زیئس کی محفل میں یہ دیوتاؤں کی شراب سے تواضع کرتی ایک دن اس کے ہاتھ سے جام گر گیا۔ اس پر زیئس نے اسے اس منصب سے الگ کر دیا۔ اور اس کی جگہ گینی میڈ کو ساقی بنا دیا۔ ہرکلیز جب مر گیا تو اس کی شادی ہیبی سے کر دی گئی۔

ہیسٹیا

فانیوں اور لافانیوں کے گھروں میں
سب سے بڑھ کر تمہاری ہی تعظیم کی
جاتی ہے۔
وہ تمہیں کیف زا، بادۂ لعلگوں پیش
کرتے ہیں۔
ہر ضیافت سے قبل اور بعد میں
بس تمہارے سوا
دعوتوں کا کہیں بھی، کسی بھی جگہ
اہتمام ان کے بس میں نہیں۔

ہیسٹیا[1] کا مطلب ہے آتش دان یا چولہے کا فرش۔ یونانی دیومالا میں چولہے کی دیوی ہے کرونس اور رہیا کی بیٹی اور مہان زئیس، پوسیڈن اور ہیڈیز کی بہن ہے۔ ارتمیس کی طرح یہ سدا کنواری رہی، الاؤ، آتش دان، کاروباری امور، گھر گھر کے چولہے اور خانوادہ کی دیوی اور محافظ تھی۔ یونانی ہر کھانے سے قبل اور بعد میں اشیائے خورد و نوش میں سے کچھ نہ کچھ اس کی نذر کرتے۔
ہیسٹیا کا کوئی نمایاں کردار نہیں۔ یونانی اساطیر میں یہ کوئی خاص مقام حاصل نہ کر سکی۔

---

[1]: Hestia ہندوؤں میں اگنی دیوتا سے یہ لقب وابستہ ہے۔ وہ لافانی ہو کر بھی انسانوں میں رہتا ہے اور گھریلو معاملات کا محافظ اور آقا ہے۔

نوآبادی کا سنگِ اساس رکھا جاتا تو اسی اگنی کنڈ یا الاؤ کی آگ سے نئی آبادی کے آتشدان روشن کیے جاتے۔ آنے والے ادوار میں ہیسٹیا آتش دان یا الاؤ کی کائناتی دیوی متصوّر ہونے لگی تھی۔ اور اس صورت میں وہ ڈیمیٹر اور سبیلی کی ہم پلہ اور ہم عصر بن گئی تھی۔

فنون میں ہیسٹیا گاہے گاہے نمودار ہوتی ہے۔ قصے کہانیوں کے جہان میں اس کے عام جلوے نہیں۔

رومی اسے ویسٹا کہتے ہیں۔
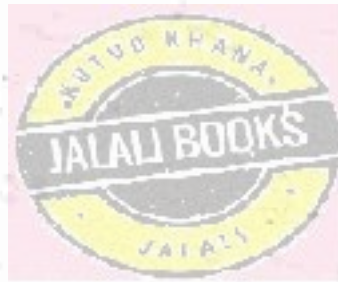
لے: ایشیائے کوچک کی ایک دیوی جسے اہلِ روما نے دیوتاؤں کی عظیم ماں قرار دیا۔ بعض اسے ریہا کی حیثیت میں پہچانتے ہیں۔

Vesta

ڈیمیٹر

کرونس اور رہیا کی بیٹی، رب الارباب زیئس کی بہن اور زراعت کی دیوی یونانی صنمستان میں اسے مختلف ناموں سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ اناج ماں یا دھرتی ماں ہے ہومر کی نگارشات میں گاہے گاہے ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اسے اولمپسی دیوی دیوتاؤں کے زمرہ میں بھی شامل نہیں کیا گیا۔

ڈیمیٹر نیک خو اور شفیق تھی۔ لیکن جب ہیڈیز اس کی لاڈلی اور چہیتی بیٹی کو اغوا کر کے زبردستی پاتال میں لے گیا تو اُس کی آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہوگئی۔ اور اس نے زمین سے اس کی ساری روئیدگی اور شادابی انتقاماً چھین لی۔ سرسبز اور ہریالی کھیتی باڑیوں کو خشک کر کے رکھ دیا۔ سبزہ کی روشنیاں بجھا دی گئیں۔ نتیجتہً زمین اور زمین کی وسعتیں بے آب و رنگ ہوگئیں۔ ہر جہت اور ہر سو ویرانیاں ہی ویرانیاں دکھائی دینے لگیں۔ اور جب حسین پرسیفونی واپس مل گئی تو یہ دیوی اپنے کئے پر نادم ہوئی۔ اور اس نے زمین کی بنجر کوکھ ایک بار پھر سبزہ شادابی اور ہریالی کی روشنی سے بھر دی۔

ڈیمیٹر نو بیاہتوں کو ہنی موُن کے اسرار و رموز سے پہلے ہی آگاہ کر دیتی۔ وہ باکرہ تھی۔ لیکن زیئس سے فیضیاب ہو چکی تھی اور ایسیئن[2] سے جنسی مواصلت کر چکی تھی۔ وُہ اس زمین میں تین بار ہل چلا چکا تھا۔ اور اس کے پہلو میں نیند سے لطف اندوز ہوتا رہا تھا۔ پلوٹس (دولت، زمین کی کثیر پیداوار) اس حسین ملن کا ثمر تھا۔

ڈیمیٹر نے اٹیکا کے بادشاہ سی لیئس کے بیٹے ٹرپٹولیمس کو زرعی فنون میں تربیت دی۔ اور اپنا رتھ عنایت کیا جس میں وُہ دنیا بھر میں گھوما اور اٹیکا کے باشندوں کے لئے

لہ : Demeter

سہ : Iasian

غلّہ لایا۔ ڈیمیٹر کو اکثر و بیشتر اناج دیوی کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ وہ اور اُس کی دلکشا بیٹی پرسیفونی اناج ماں ہیں۔ ڈیمیٹر اناج کے پکے ہوئے اور بیٹی سبز اور خام خوشوں کی دیوی ہے۔ شمالی یورپ میں ہر دو "دوشیزہ فصل" کہلاتیں۔ تھیس موفوریا[1] کے مقام پر ماں بیٹی کی "اُن آتما" کے طور پر پوجا کی جاتی۔ فصل خزاں میں یہاں خواتین اُن کے احترام میں ایک تہوار بھی مناتیں۔ ڈیمیٹر کا حلقہ اثر غلے تک محدود نہ تھا۔ وہ تمام نباتات اور روئے زمین کے برگ و اثمار کی دیوی بھی تھی۔ بیج دار پھلیوں کے سوا جن کی الیوسنس[2] میں سخت ممانعت تھی۔ ان وسیع معنوں میں وہ گیا[3] کی ہم مرتبہ ہے۔ بیشک وہ دھرتی ماں ہے لیکن مادرِ ارض کی صورت میں اس کا رتبہ اپنی ماں رہیا (اولین عظیم دھرتی ماں) سے کم ہے۔ ایک خیال کے مطابق وہ اہل لیبیا کی دیوی تھی۔ پہلے جزیرہ کریٹ میں وہ مقبول ہوئی۔ اور پھر سرزمین یونان میں اِسے شرف باریابی بخشا گیا۔ اہل کریٹ کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کے ہاں سے اٹیکا، سسلی اور پھر مصر پہنچی۔ ساتھ ہی غلے کی کاشت بھی لے گئی۔

ان دنوں ڈیمیٹر یونانیوں کی خوش نما اور خوش اندام دیوی نہیں تھی۔ وہ محض فی گیلیا[4] کے غار کی ایک عفریت تھی۔ سیاہ گھوڑے نما سر جس کے گھنگھریالے بالوں میں سانپ ہسہساتے۔ ابتدائی دور میں وہ کئی ڈراؤنے اور پراسرار روپ میں ظاہر ہوئی۔ ایک زمانہ تھا کہ وہ عقاب خاتون تھی۔ جس کی کمر کے گرد سانپ کی کھال کا پٹکا ہوتا۔ اور گھنٹی نما لباس میں دکھائی دیتی یا پھر پنکھا نما دُم کے ساتھ عقاب کی صورت میں نمایاں چھاتیوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصہ انسانی نہ تھا۔ ایک دور میں اس کا سر بکری کا تھا اور ستون نما پردار جسم پر پھولا ہوا سکرٹ تھا۔ ایک اور جگہ بھیڑ کا سر تھا۔ ایک عرصہ وہ بھینسے نما سر والی دیوی بھی رہی جس کی چھاتیاں نمایاں تھیں۔

فی گیلیا کی سیاہ فام ڈیمیٹر کا تعلق غار کی پوجا سے تھا۔ جزیرہ کریٹ کے بہت سے

---

[1] : Thesmophoria

[2] : ایتھنز کے قریب ایک قصبہ

[3] : ایک قدیم دیوی ٹائٹنز اور سائیکلوپیز کی ماں

[4] : جزیرہ کریٹ۔

مقدس غاروں میں سے دو غار یعنی ایک کوہ ایڈا کا غار اور دوسرا کوہ ڈکٹے کا مشہور تھے ان میں سے ایک غار زیئس کی جنم گاہ تھا۔ یہ دونوں غار مختلف عقائد کے لوگوں کے لئے باعثِ کشش تھے۔

ڈیمیٹر پاتال کی دیوی بھی تھی۔ اس حیثیت میں وہ سپارٹا اور خصوصاً ہرمواینی والوں کی دھرتی ماتا تھی۔ کیتھونیا نامی ایک تہوار پر ایک گائے رضا کارانہ اپنے آپ کو اس کی خدمت میں پیش کرتی جسے تین عمر رسیدہ خواتین ذبح کرتیں۔ اس تقریب کے شرکا رنگین پھولوں اور غنچوں میں لدے ہوتے اور ہوا کنتھس[2] کہلاتے۔ تھل پوزان[3] کہانی کے مطابق جب ڈیمیٹر اپنی پیاری بیٹی پرسیفونی کی تلاش میں سرگرداں تھی۔ تو پوسیڈن کی پیدا کردہ اذیتوں سے بچنے کو وہ گھوڑی بن گئی۔ ادھر پوسیڈن بھی ایک تند و تیز گھوڑے کے روپ میں ظاہر ہوا۔ اور دونوں کے ملاپ سے پُراسرار نام کی ایک لڑکی اور ایرئین[4] نامی گھوڑا پیدا ہوا۔ ڈیمیٹر پوسیڈن کی اس جسارت پر پہلے تو لال پیلی ہوئی اور پھر اس کا غصہ کافور ہوگیا۔ اور وہ حصول پاکیزگی کی خاطر دریائے کیڈن میں اشنان کرنے لگی۔

ٹل فسہ[5] کے قرب و جوار میں بھی اسی قسم کی ایک کہانی مشہور تھی۔ بیوشیا کے ایک چشمے کے نزدیک اور فی گیلیا کے ایک غار میں جو اب غار سیاہ کہلاتا ہے۔ اس دیوی کا ایک ایک بُت موجود تھا۔ دونوں جگہ وہ ایک خاتون کی صورت میں چٹان پر براجمان تھی جس کا سر اور ایال گھوڑے نما تھے۔ گردن میں افعی اور دوسرے جنگلی جانور لٹکے ہوئے تھے۔ بدن پر سیاہ لباس تھا۔ دونوں جگہ اس کے ایک ہاتھ میں ڈولفن مچھلی اور دوسرے میں فاختہ تھی۔ گھوڑے ایسے سر کی ڈیمیٹر کے کئی اور بھی روپ تھے۔

لہ: پرسیفونی کی وجہ سے جو اس کی بیٹی اور پاتال (ہیڈیز) کی ملکہ ہے۔

۲ہ: huakinthos

۳ہ: Thelpusan

۴ہ: Irion

۵ہ: Tilphossa

ڈیمیٹر کے زرخیزی اور روئیدگی کے کردار کا تعلق پوسیڈن سے ہے۔ ان کی یہ باہمی وابستگی قطعی فطری ہے۔ اور اسی سبب سے بیج اور پودوں کا جنم ہوتا ہے۔ اس دیوی کو صحت ولادت اور بیاہ شادی کی دیوی کا منصب بھی عطا ہوتا رہا ہے۔ پورے یونان میں اس کی تعظیم اور شان میں بہت سی تقریبات اور تہوار منائے جاتے تھے۔ جن میں سے بعض عین فصل کے موقعے پر آتے۔ ڈائنی سسس (انگور کی بیلوں کا دیوتا) اور پوسیڈن (نباتات کا دیوتا) ڈیمیٹر کے شریک کار تھے۔

ڈیمیٹر کے ان گنت منادر اور حرم تھے۔ اس کی تحریم و تکریم میں جگہ جگہ عقیدت اور دھوم دھڑکوں کا اظہار کیا جاتا۔ خوشیاں اور تہوار منائے جاتے۔ ہلوآ[1] نامی تہوار پر ایک جشن ایتھنز میں شروع ہو کر الیوسیس میں اختتام پذیر ہوتا۔ ہلوآ ایک مذہبی رسم تھی۔ جس میں اشجار کے اولین پھل دیوی کی خدمت میں پیش کیے جاتے۔ پجارنیں اور دیوداسیاں قربانیاں پیش کرتیں۔ اس تقریب میں مردوں کی شمولیت پر پابندی تھی۔ خواتین کی طرف سے ایسی ہی ایک اور تقریب الیوسیس میں منعقد ہوتی۔ جس میں بحر و بر سے پیدا شدہ تمام اشیا ضیافت قربانی میں کام آتیں۔ بعض اشیاء مثلاً انار، شہد اور انڈے وغیرہ کا استعمال چند مبہم (طلسماتی) وجود کی بنا پر ممنوع تھا۔ یہ نذرانے خون آلود نہ تھے۔ لیکن پھر بھی (اغلباً) ان میں جانوروں کی قربانی شامل تھی۔

الیوسس ہی میں موسم بہار کے آغاز میں ڈیمیٹر کلوآئی[2] کے احترام میں جو خالق نباتات تھی۔ اناج کا ایک تہوار "کلوآیا"[3] منایا جاتا۔ پرو ایروشیا[4] نامی تقریب میں فصل کی کاشت و برداشت سے پہلے اکتساب زرخیزی اور جلب منفعت کی خاطر دعائیں مانگی جاتیں۔ ایک روایت ہے کہ جب یونان میں خشک سالی بڑھی تو ڈیلفی[5] کے ہاتف غیبی نے

---

[1]: Haloa

[2]: Demeter Chloe

[3]: Chloia

[4]: Proerosia

[5]: خلیج کورنتھ سے چھ میل، کوہ پرناسس کی ڈھلان پر آباد شہر۔ اپالو کے عظیم معبد اور اُس کے ہاتف غیبی کی وجہ سے مشہور تھا۔

ہدایت کی کہ ملک کے تمام حصوں سے ایتھنز میں اولین پھل لائے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اہل ایتھنز کو پھل لانے والوں کی طرف سے یہ تمام پھل دیوی کی خدمت میں پیش کرنا پڑتے اس تقریب کا اہم پہلو تین مقدس ہل تھے۔ یہ تقریب الیوسس میں غالباً ستمبر میں کسی وقت منعقد ہوتی۔

تھلوسیا[1]، شکرانے کی ایک رسم تھی۔ جو فصل کی برداشت کے بعد جزیرہ کاس[2] میں منائی جاتی۔ خزاں کے دن ہوتے۔ خیال ہے کہ یہ رسم ایتھینا کے اعزاز میں بھی ادا ہوتی تھی۔

جانوروں میں سؤر اس کا محبوب جانور تھا۔ کیتھونیا کے باسیوں کی دیوی کی صورت میں ایک افعی اس کے ساتھ ہوتا۔ اسفوڈل[3]، آس اور نرگس اس کے مقدس پھول تھے۔

یونانی فن وادب میں ڈیمیٹر ہیرا کی مشابہ ہے۔ لیکن اس میں ملائمت اور مامتا سوا ہے اور صورت زیادہ مکمل اور واضح، بعض اوقات اسے ایک رتھ میں دکھایا جاتا جسے گھوڑے یا اژدہا کھینچتے، کبھی چلتے پھرتے کبھی تخت پر بیٹھے تنہا یا پھر اپنی بیٹی پرسیفونی کے ہمراہ پیش کیا جاتا۔

برطانوی عجائب گھر میں نائی ڈس[4] کا ایک مجسمہ موجود ہے جو اپنی بیٹی پرسیفونی کے لئے اشکبار ہے۔ رومی اسے سیریز[5] کہتے ہیں۔

ا : Thalosia

۲ : Cos

۳ : Asphodel پاتال کی تاریکیوں میں کھلنے والا پھول۔ ڈیفوڈل کا لفظ اور تصور اسی پھول سے اخذ کیا گیا ہے۔

۴ : Demeter of Cnidus

۵ : Ceres

اتھینا[1]

اَتھینا، ایتھینی یعنی اتھینا یا پلیس[2] بھی کہتے ہیں۔ یونانیوں کی عظیم دیویوں میں سے ہے۔ حصولِ لفظ کی تسلی بخش وجہ کہیں بیان نہیں ہوئی۔ پیل لس کا تعلق یونانی لفظ دوشیزہ سے ہے۔ زیئس کو ہراساں کیا گیا تھا کہ اس کی بیوی میٹس سے جنم لینے والا کوئی بچہ اسے معزول کر دے گا۔ چنانچہ زیئس نے بہلا پھسلا کر میٹس کو مکھی بن جانے پر آمادہ کر لیا۔ ان دنوں وہ حاملہ تھی۔ اور اتھینا اس کے پیٹ میں تھی۔ میٹس مکھی بن گئی تو زیئس اسے نگل گیا۔ اس کے بعد ہیفیسٹس یا پرومیتھیس نے کلہاڑے سے زیئس کا سر کھول ڈالا اور اس طرح اتھینا عین عالم شباب میں ہتھیاروں سے مزین زیئس کے سر میں سے نکلی۔ اربابِ بینش کے نزدیک بالکل ایسا ہی ہے جیسے طوفانی بادلوں میں سے بجلی پھوٹ پڑے۔ فرنل[3] کا کہنا ہے کہ اس واقعہ میں یہ نکتہ نہاں ہے کہ اتھینا کو پہلے ہی ذہنی اور اخلاقی کردار عطا کیا جا چکا تھا۔

اس کا ایک لقب ٹرائی ٹوجینیا[4] بھی ہے۔ ممکن ہے کہ اس لفظ کی ابتدا ٹرائی ٹن) میں ہوئی۔ پھر نوآبادکار اس لفظ کو وہاں سے ٹھیل ٹھال کر سیرینی[5] لے آئے ہوں اور

---

[1]: Athena

[2]: Pallas

[3]: Farnol ایک مشہور انگریز مصنف ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوا۔

[4]: tritogeneia — [5] سیرینی قدیم سائرینائکہ کا دارالسلطنت اور یونانیوں کی ایک بڑی نوآبادی، ہیروڈوٹس کے مطابق سیرینی کی تاسیس کی کہانی یوں چلتی ہے۔ (بے ٹس) آرکیڈیا کا ایک چرواہا کو اپالو کے ہاتف غیبی نے یہ ہدایت کی تھی کہ وہ کچھ شہریوں کو لے کر لیبیا جائے اور وہاں پانیوں کے درمیان جگہ پر ایک شہر بسائے اس نے غلطی سے اس کا مفہوم جزیرہ لیا۔ اور چند شہریوں کے

اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

زاں بعد لیبیا۔ جہاں بہیں کہیں آب اور جنگجویانہ کردار کی کسی مقامی دیوی کو انہوں نے اتھینا جان لیا ہو۔ اس مقامی دیوی کی آفرینش کی کہانی بھی اسی نام کے چند دریاؤں اور جھیلوں سے وابستہ تھی۔ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹرائی ٹوجینا کے معانی آب زادی کے ہیں۔ بعض بیوشیائی لفظ "ٹرائی ٹو" کو اس نام کی اصل بتاتے ہیں جس کا مطلب ہے سر۔

اتھینا اپنے باپ زیئس کے حق میں پرخلوص اور قابل اعتماد تھی جس جگہ زیئس کی اگن بان (برقی تیر) رکھے جاتے اس کی چابیاں اتھینا کی تحویل میں رہتیں۔ دہشت زا ڈھال چھوٹی مدور سپر، برق اور رعد نامی ہتھیار بھی اتھینا ہی اٹھاتے اٹھانے پھرتی۔ اتھینا شعور و آگہی، تہذیب و شائستگی اور جملہ فنون کی دیوی اور تمام دستکاریوں کی سرپرست تھی۔ سینے پرونے اور سوزن کاری میں طاق۔ ایک بار ایک رنگریز لڑکی ارکینی[1] جو سوزن کاری میں انتہائی ماہر تھی اتھینا کے مدمقابل آئی تو اتھینا نے اس کی کشیدہ کاری میں کوئی خامی نہ پاکر غصہ کی کے عالم میں اس کے فن پارہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس پر ارکینی نے دل

ہمراہ بومبا خلیج میں واقع ایک چھوٹے سے جزیرے پلےٹے ایاہ میں پہنچ گیا۔ یہاں کاری جب پروان چڑھی تو بےٹس نے دوبارہ ہاتف غیبی سے رجوع کیا۔ اس پر حکم ہوا کہ اس نوآبادی کو اندرون ملک منتقل کر دیا جائے چنانچہ بےٹس لیبیا کے جنگلی باشندوں کی راہنمائی میں اپنے رفقا کے ساتھ ایک ایسے علاقے میں جانکلا جہاں جگہ جگہ میٹھے پانی کے چشمے رواں تھے۔ بےٹس نے اب اس جگہ کو پانیوں میں کی درمیانی جگہ سمجھ لیا۔ اور یہیں نوآبادی قائم کرلی۔ یہ ساتویں صدی ق م کا واقعہ ہے۔ پھر کچھ اور یونانی یہاں آباد ہو گئے اور انہوں نے جمہوریت کی بنا رکھ دی۔ اس کے بعد یہ شہر ترقی کرتا چلا گیا ۹۶ ق م میں رومیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہاں اپالو کے مندر کے سامنے پچیس گز لمبی ایک قربان گاہ تھی گردو نواح کی پہاڑیوں پر ہیکس افرودائٹی اور ڈیمیٹر کے مندر تھے مشرقی پہاڑی کا ایک مندر زیئس سے منسوب تھا بعد میں رومیوں نے یہاں اپنی عبادت گاہیں قائم کرلیں۔

[1] Arachni اڈمن اور کولوفن (Idmon اور Colophon) کی بیٹی

برداشتہ ہوکر گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال لیا۔ اس وقت اتھینا کو اس پر ترس آ گیا اور اس نے رسی اور ارکینی کو مکڑی کا جالا بنا دیا۔

بانسری، ڈھول، مٹی کے ظروف، ہل، جوا، گھوڑے کی لگام، رتھ اور جہاز اسی کی ایجاد تھیں۔ گنتی بھی اسی نے سکھائی۔ خواتین کو امورِ روزمرہ کا سلیقہ بھی اسی نے سکھایا

ایلیڈ کی رو سے وہ جنگ وحرب، آلاتِ ضرب، یعنی جنگی چالوں کی خوفناک اور بے رحم دیوی تھی۔ مگر خوں ریز اور لہو آشام نہیں تھی۔ مدافعتی جنگ کے حق میں تھی۔ مجسمِ بربریت وقتال ایریز سے سراسر مختلف تھی۔ ہمیشہ متنازعہ فیہ مسائل کا حل امن و آشتی میں تلاش کرتی۔ اس کی حربی گھاتیں اور جنگی چالیں دیوتا ایریز سے زیادہ ماہرانہ تھیں شہروں کی محافظ تھی۔ اور اس اعتبار سے جنگ کی دیوی تھی۔ ہومر اور ہسیاڈ نے اسی روپ میں اسے پیش کیا۔ ہومر کے بعد کی اساطیر میں اس نے گارگنوں کو ہلاک کیا۔ اور عفریتوں سے شدید جنگیں لڑیں۔ مزید براں ایریا[1] (جنگجو) اور نائی کیفورس[2] (نجات دہندہ) کی شکل میں اکثر کارنامے سرانجام دیئے۔

جنگ کی دیوی اتھینا امن اور اس سے وابستہ امور کی دیوی کا کردار بھی اپنا لیتی تھی۔ وہ رحمدل تھی۔ ایوانِ عدل میں زیئس کے پہلو میں بیٹھتی اور سیاسی امور میں اس کا ہاتھ بٹاتی۔ منصف دیوتا کسی کو سزا دیتا تو یہ حقِ استرداد استعمال کر کے اسے نجات دلا دیتی۔

ایتھنز اس کا من بھاتا پسندیدہ اور اس کا اپنا شہر تھا۔ جو پوسیڈن سے مقابلہ جیتنے پر اسے ملا تھا۔ پوسیڈن اور اتھینا دونوں اس شہر کے دعویدار تھے۔ دیوتاؤں نے فیصلہ دیا کہ دونوں میں سے جو کوئی فانیوں کو سودمند اور بہتر تحفے دے گا شہر اسے تفویض کر دیا جائے گا۔ چنانچہ پوسیڈن نے انسان کو گھوڑا اور اتھینا نے شجرِ زیتون عطا کیا۔ اس پر شہر اتھینا کو بخش دیا گیا۔ اور اسی کے نام پر ایتھنز کہلایا۔ شجرِ زیتون کے بارے میں گمان

---

[1]: Areia

[2]: Nikephoros

ہے کہ وہ قلعہ شہر کے معبد کی بنجر زمین میں سے پھوٹا تھا۔ اور اتھینا کے نیزہ کی ضرب
کا ردِ عمل تھا۔ پوسیڈن نے بھی یہیں کہیں گھوڑے کو جنم دیا تھا۔ ارِکتھیس[1] یا ارِک
تھونیئس (شاہ ایتھنز) کی کہانی میں ارِک تھیئس کا تعلق اتھینا کے ساتھ قائم کیا گیا ہے۔
اور ایسا غالباً دو عقائد کو اکٹھا کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ گھوڑے کو رام کرنا اور ہل جوتنا
اسی نے انسان کو سکھایا۔ ایلیڈ میں وہ مشاورت کی دیوی بھی ہے۔

بہت سی یونانی ریاستوں میں وہ پولیئس[2] یا پولیوکس[3] کہلاتی۔ زیئس پولیئس کے
روپ میں وہ زیئس کی شریک کار ہے۔ یوں تو قریباً قریباً سارے یونان میں اس کی
عبادت کی جاتی۔ لیکن ایتھنز میں تو اس کا بڑا شور تھا۔ جہاں اتھینا پولیئس یعنی نگہبان شہر
کی حیثیت سے اِس کی پوجا کی جاتی۔ وہاں ہر برادری کی یہی مربیہ تھی۔ اور اس صورت میں اسے
اپا توریہ[4] اور فراتوریہ[5] کے نام سے پکارا جاتا۔ اپا توریا نامی تہوار پر اسے قربانی پیش کی جاتی
شہر کی دیوی کی صورت میں ایتھنز اور دوسری جگہوں پر پینا تھینیا[6] نامی تہوار منایا جاتا۔ ایتھنز کے
سوا دوسری مقامات پر ادا شدہ رسوم اور اس کی شان میں منعقدہ تقاریب کے بارے میں
کوئی خاص معلومات حاصل نہیں۔ ایتھنز میں درج ذیل تقاریب منعقد ہوتیں

۱۔ کاسکی روفوریا[7] بھری

گرمیوں میں کاہن اور پجاری ایک جلوس کی صورت میں قلعہ شہر سے سکیرن[8] نامی قصبے تک

۱: Erichthonios شاہ ایتھنز۔ ایتھنز اور الیوسینین کی جنگ میں ہاتف ڈلفی نے شاہ ایتھنز کو نصیحت کی کہ وہ حصولِ فتح کے لئے اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا بلیدان دے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ الیوسینیائی افواج کو جن کا ساتھ پوسیڈن کا بیٹا یومولپس Eumolpus دے رہا تھا شکست ہوئی۔ اس پر پوسیڈن نے شاہ ایتھنز ایرک تھیس اور اس کے گھر کو تباہ کر دیا۔

۲: Polios

۳: Poliouchos

۴: Apatouria

۵: Phratoria

۶: Panathenaea

۷: the Skirophoria

۸: Skiron

جاتے۔ تمام راستے وُہ شدید دھوپ (سکیرن[1]) میں چلتے اور گرمی سے سنجات پانے کی اس سے التجا کرتے۔

۲۔ کیلکیا[2]: (ضیافتِ آہن گراں) اس موقع پر آرتھیئس اور ہل کی ایجاد کا جشن منایا جاتا۔

۳۔ پلنٹیریا[3] اور کلنٹیریا (صفائی اور تزئین کی ضیافتیں) اس وقت دیوی کا مجسمۂ قدیم، خلعت اور معبد وغیرہ کو دھویا جاتا اور صاف کیا جاتا۔ ایک جلوس بھی نکلتا جس کے شرکاء کے ہاتھوں میں انجیر کی ٹہنیاں ہوتیں۔

۴۔ ایری فوریا یا ایرہی فوریا[4] یا شاید ہرسی فوریا (شبنم بردار) اس گھڑی دو دوشیزائیں کوئی مخصوص مقدس شے (جس کا کسی کو علم نہ ہوتا) اتھینا کے معبد میں سے قلعہ شہر میں افروڈائٹی کے پاس باغات میں لے جاتیں اور پھر کسی اور شے کے ساتھ واپس لوٹتیں۔ دو اور دوشیزہ اتھینا، پیپلس کے لئے خلعت تیار کرتیں جو ہر سال اس کی نذر کیا جاتا۔

۵۔ پناتھینا[5]، اس آن دیوی کو نئے پیرہن پیش کئے جاتے جب لوگ انہیں اُٹھائے اُٹھائے شہر میں پھرتے تو یہ ہوا میں اس طرح پھیل جاتے جیسے مستولوں کے بادبان۔

۶۔ ارگیو[6] اس رسم میں اتھینا کے قدیم چوبی مجسمہ کو دریائے اناکس میں غسل دیا جاتا اس پاکیزگی کی یاد میں جو اتھینا کو عفریتوں کے ساتھ رزم آرائی کے بعد حاصل ہوئی تھی۔

---

[1]: دھوپ

[2]: the Chalkeia

[3]: the Plunteria

[4]: Errephoria

[5]: PanathenaeaCnidus

[6]: Argive ۔ Inachus

ایتھنز میں ایتھینا کا مرکزی معبد "معبد دوشیزہ" کہلاتا۔ مشہور مجسمہ تراش فدیاس نے عاج اور زرِ خالص سے اس کا چوبیس فٹ اونچا ایک بُت تراشا تھا۔ ایتھینا کے پلاڈیا نامی مجسمے جن کے ہاتھوں میں اُٹھی ہوئی ڈھال اور دشمنوں کے ہراساں کرنے کو لہراتے برچھے ہوتے بلندیوں کی حفاظت کرتے۔ مغفر مدور ڈھال (جس پر میڈوسہ کا سر بنا ہوتا) نیزہ شاخ زیتون اور بوم مرغ افعی ایتھینا سے خصوصاً منسوب تھے۔ ڈھال کشمکش جنگ کی مظہر تھی۔ الو اکثر اس کا پسندیدہ رہا ہے۔ سانپ جو زمین کی دلولیوں کا عمومی رفیق ہے۔ غالباً ارک تھیئس کے ساتھ اس کے لگاؤ کی غمازی کرتا ہے۔ زیتون اس کا اپنا پیدا کردہ شجر ہے۔ اس کے حلیہ کے لئے جو لفظ بار بار استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے خاکستری نینوں والی، کئی جگہ اس کا ترجمہ شرر بار چشم والی کیا گیا۔ کہیں اس کی آنکھوں کو نیلگوں بتلایا گیا ہے۔

ازمنہ قدیم میں اسے متین دکھایا جاتا۔ چہرے پر نسوانیت کی بجائے مردوں کا سا استقلال، سرتاپا ہتھیاروں سے آراستہ، سر پر خود جس پر اکثر کلغی لہراتی۔ چار آئینہ لگا ہوتا۔ ڈھال پر گارگن میڈوسہ کا سر کندہ ہوتا۔ بعد کی شاعری میں اسے مجسمہ منزگی اور فرزانگی کہا گیا ہے۔

ایتھینا بمرورِ ایام یونانیوں کے نہاں خانہ دل میں فروزاں و فراواں ہوتی چلی گئی۔ وہ ان

لہ: ایتھینا، پرتھینس یعنی کنواری دوشیزہ کہلاتی تھی۔ اسی لئے اس کا مندر بھی پرتھی نیَن مشہور ہو گیا۔

سہ: ۵۰۰ ق م میں ایتھنز میں پیدا ہوا پرسی کلیز کے زیرِ اہتمام اس نے ایتھنز کی زیبائش میں حصہ لیا۔ جہاں اکرہ پولس پر اس کے تراشیدہ ایتھینی کے تین مجسمے عظیم شاہکار کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان مجسموں میں سے ایک عاج اور سونے کو کوٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس نے اولمپیا پر زیئس کا ایک عظیم مجسمہ بھی بنایا تھا۔ فدیاس اپنے رفیق پرِی کلیز کے دشمنوں کے ہتھے چڑھ گیا جنہوں نے اس پر ایتھینی کے مجسمے میں استعمال ہونے والے سونے کو خرد برد کرنے کا الزام (۴۳۲ ق م) لگایا اور اسے زنداں میں ڈال دیا گیا۔ وہیں اس نے وفات پائی۔ فدیاس اپنے مخصوص فن سنگ تراشی کے سبب بیحد مشہور و مقبول تھا۔

کی نگاہوں میں سب دیویوں سے زیادہ واجب تعظیم اور ہر دلعزیز تھی۔ تمام دیوتا اور سب ٹائی ٹنز اس سگھڑ اور خوبرو دیوی سے شادی کے خواہاں تھے۔ مگر یہ زندگی بھر ناکتخدا رہی تینوں کنواری دیویوں یعنی (ارٹیمس، ڈیمیٹر اور اتھینا خود) میں یہ سب سے عظیم تھی۔ اور پرتھی نس کہلاتی تھی۔

اس کے بہت سے مجسموں میں تین نامی گرامی تھے۔

پہلا مجسمہ جو پرتھی نس کہلاتا تھا۔ ہاتھی دانت اور خالص سونے کا تیس فٹ بلند مجسمہ تھا۔ یہ مجسمہ پرتھینیئن[1] نامی مندر کی زینت تھا۔ یہاں یہ دیوی ایک لمبے چوغے میں ایستادہ تھی۔ سر پر گریفنز[2] اور سفنیکسز[3] سے سجا خود تھا۔ چھاتی پر ڈھال جس کے وسط میں گارگن میڈوسہ کا سر اور حاشیے پر سانپ بنے تھے۔ دائیں ہاتھ میں فتح مندی کا نشان اور بائیں ہاتھ میں نیزہ جو اس ڈھال پر دھرا تھا جس پر ایمزنوں کی عفریتوں کے ساتھ جنگ دکھائی گئی تھی۔

دوسرا مجسمہ" اتھینا پرومیکس" کے نام سے مشہور تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مراتھن[4] کے مال غنیمت سے تخلیق ہوا تھا۔

تیسرا مجسمہ اتھینا لمنیا تھا۔ اس نام کی وجہ یہ تھی کہ اہالیانِ ایتھنز نے لیمنس میں یہ مجسمہ دیوی کی نذر کیا تھا۔ یہاں اتھینا کو غیر مسلح دکھایا گیا ہے دوشیزگی کی دلکشی اور ڈلک دمک کے ساتھ۔

آخری دو مجسمے کالنسی کے تھے۔ رومیوں نے اسے منروا[5] کا نام دیا تھا۔

1: Parthenian

2: ایک مخلوق جس کے بازو اور سر گدھ کا اور جسم شیر کا تھا۔

3: شیر کا بدن اور خاتون کا سر رکھنے والی مخلوق مصر میں جیزہ کے قریب مجسمہ ابوالہول بھی اسی نوعیت کا ہے۔

4: ایتھنز سے بیس میل پر اٹیکا کے مشرقی ساحل کا ایک میدان جسے ماراتون بھی کہتے ہیں۔

5: Minerva

ارٹیمس

جہنم کی ہیکیٹ[1]
وہ دو نیم کر دینے والی
سُور رے سُنو! اس کے کُتے شکاری
یہیں قصبہ میں بھونک رہے ہیں۔
سراپا، جہاں ہے۔
کھڑی وہ وہاں ہے۔
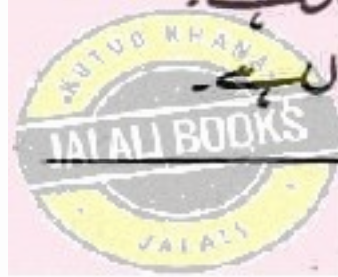
ل : Hecate اس کے (اکثر) تین سر دکھائے گئے ہیں۔ خیال ہے کہ یہ سحر فسوں کی دیوی ہے اور اس کی راجدھانی دوزخ آسمان زمین اور سمندر پر پھیلی ہے۔ افلاک پہ وہ لونا زمین پر ارٹیمس (ڈائنا) ہیڈیز (پاتال) میں پرسیفونی یا ہیکیٹی کہلاتی ہے۔ ہیکیٹی کو شکسپیر نے بعض اوقات ہیکیٹ کہا ہے۔

ارٹیمس[1] یونانی صنمیات کی اہم دیویوں میں سے ایک ہے۔ اپالو دیوتا کی توام بہن زئیس اور لیٹونا[2] کی بیٹی۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے بھائی سے ایک روز قبل (مہینے کی چھٹی) وجود میں آئی۔ ایک اور روایت کے مطابق ان دونوں کی ولادت دو مختلف جگہوں پر ہوئی۔ اپالو ڈیلیس[3] اور ارٹیمس اور تجیا میں پیدا ہوئی۔ لیکن اور تجیا (بٹیروں کا شہر) کوئی دوسرا مقام نہیں۔ آج بھی اس سے ڈیلیس ہی مراد لی جاتی ہے۔

جزیرہ ڈیلیس ہیں کوہ سنتھیا[4] پر جنم لینے کے سبب ارٹیمس کو سنتھیا بھی کہا جاتا ہے۔ ارٹیمس کے معانی ہیں پانی کا اونچا منبع۔ یہ اولمپس کی تین کنواریوں میں سے تھی۔ جس کی عبادت کئی صورتوں میں کی جاتی۔ قدیم یونانیوں کے خیال میں وہ کھیتوں کی دیوی تھی۔ عمر بھر کنواری رہی۔ لیکن اچھوتی نہ تھی۔ حقیقتاً بچوں کی ولادت سے اس کا نزدیکی تعلق تھا۔ خواتین عموماً اس کی پوجا کرتیں۔ کہتے ہیں کہ وہ مردوں کی چاہت سے بیزار تھی۔ اس نے ان دیویوں کو جو کنواری رہنا چاہتی تھیں۔ ساتھ لیا اور جنگلوں میں نکل گئی۔ یہاں وہ شکار کھیلتی۔ زیئس کے اگن (بجلی) بان اس کے حسین اور مدور ہاتھوں میں ہوتے جن سے جنگل منور اور روشن ہو جاتا۔ اس کی کڑی کمان سے پتھر بھی تھرا اٹھتے۔ شکار سے واپسی پر وہ اپنے بھائی اپالو کے مسکن (اپالو کی قربان گاہ) واقع ڈیلفی[5] میں تیر کمان اور ترکش آویزاں

---

[1]: Artemis اخطیمس

[2]: لیٹو بھی کہتے ہیں۔

[3]: بحیرہ ایجیئن میں جزیروں کا جھرمٹ ہے جو ایشیائے کوچک اور یونان کے درمیان ایک ٹوٹے پھوٹے پل کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ ان جزیروں میں سے ایک چھوٹا سا جزیرہ ڈیلیس ہے۔ یہ اپالو کی جائے پیدائش کے سبب بہت مشہور ہے۔ ڈیلیس اس بحری ادارہ کا صدر مقام تھا جو ایتھنز کی سربراہی میں قائم ہوا تھا۔ ترکوں کے عہد حکومت میں ڈیلیس اور سائیرا نامی جزیرہ سمندری قزاقوں کی آماجگاہ بن گئے تھے

[4]: Cynthia

[5]: ڈیلفی خلیج کورنتھ سے چھ میل دور کوہ پرناسس کی ڈھلان پر آباد شہر۔ اپالو کے عظیم معبد اور اس کے ہاتف غیبی کی وجہ سے مشہور تھا۔

کردیتی۔ اور پھر بچوں کے ساتھ مل کر اپنی ماں لیٹونا کی عظمت و بڑائی کے گیت گاتی وہ دیوی دیوتاؤں کو شکار فراہم کرنے والی مہا شکارن تھی۔

اپالو دیوتا کیونی[1] دیوی پر فریفتہ تھا۔ کہتے ہیں کہ کیونی نے ارتیمس کے گلابی حسن کی تحقیر کی تو ارتیمس نے جلال میں آکر اپنے تیر سے اس کی زبان چھید ڈالی۔ وہ اجل کی دیوی ہی نہیں اپالو سمان مسیحا بھی ہے۔ اولیا[2] (بخشندۂ صحت) لوئیا[3] (پاکیزگی دہندہ) اور سوتیریا[4] (بدی کے خلاف محافظ) کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ وہ جہاز رانوں اور ملاحوں کی دیوی بھی ہے۔ خوشگوار سفر اور سازگار موسم کی ضامن۔ اک بار اس نے جنگ پر روانہ ہونے والے یونانی بیڑہ کو روک لیا تو انہیں ایک دوشیزہ کی قربانی دینی پڑی تھی۔ فیبس[5] (اپالو) چونکہ آفتاب تھا اس لئے وہ چاندنی تھی۔ فیبی[6] اور سیلینی[7] کہلاتی۔ (لاطینی میں لونا کہتے) حقیقتاً ان میں سے کوئی نام اس سے متعلق نہیں۔ فیبی دراصل ایک ٹائی ٹن تھا۔ اور قدیم دیوتاؤں میں سے تھا۔ اسی طرح سیلینی چاند دیوی تھی۔ لیکن اپالو سے اس کا کوئی رشتہ نہ تھا سیلینی سورج دیوتا ہیلیئس[8] کی بہن تھی۔ جسے غلطی سے اپالو سمجھ لیا گیا۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی سراغ نہیں ملتا کہ رزمیہ دور میں ارتیمس چاند دیوی تھی۔ ہومری عہد کے بھجنوں سے بھی یہ ظاہر نہیں کہ سیلینی سے ارتیمس ہی مراد تھی۔ بعد کے شعرا ہیکیٹ کو ارتیمس ہی خیال کرتے۔ ان کے ہاں وہ سہ شاخہ کردار رکھتی ہے یعنی آسمان پر وہ سیلینی تھی۔ ارض پر ارتیمس اور پاتال میں ہیکیٹی یا ہیکیٹ۔ ہیکیٹی چاند کی تاریک دیوی تھی۔ یعنی اندھیری راتوں میں رونما ہونے والے سب کارنامے اس سے منسوب کئے جاتے۔ وہ راستوں کی دیوی تھی۔

---

[1]: Chione

[2]: Oulia — [3]: Luaia

[4]: Soteria — [5]: Phoebus

[6]: Phoebe

[7]: selene

[8]: Helios

وہ جگہ جو بھوتوں کا مسکن دکھائی دیتی۔ اور جس پر شیطانی فسوں کاری کا گمان ہوتا وہاں وہ خوفناک اور ڈراؤنی دیوی تھی۔

ویسے یہ کچھ عجیب سی بات ہے کہ ایک طرف تو وہ خوبصورت شکارن ہے جنگلوں کو روشن کرتی پھر رہی ہے۔ اپنی چاند ایسی اُجلی اُجلی چاندنی سے ہر چیز کو حسن و رعنائی میں تر کر دیتی ہے۔ خالصتاً کنواری دیوی ہے اور دوسری طرف یہ خوفناک باتیں اس سے وابستہ ہیں۔

آرکیڈیا[1] اور ایتھنز کی رسوم اور قصہ کہانیوں میں جو حقیقتاً ہومر سے پہلے کی ہیں اس دیوی کا حقیقی تصور ملتا ہے۔ اور ظاہر ہوتا ہے کہ ارٹیمس فطرت کی اولین دیوی تھی۔ ارٹیمس سے وابستہ عقائد و الیقان میں توتمیت[2] کے بہت سے پہلو نہاں ہیں۔ زرخیزی کی دیوی کی حیثیت میں امریکی دیوی مایورال کی طرح اس کا تعلق نمی جھیل، دریا، جھرنے اور دلدل دار نشیبی زمین سے ہے۔ اور اس صورت میں وہ لم ناتیا[3] (خاتون جھیل)، ہیلیا[4] (دلدلوں کی خاتون) اور پولیمیا[5] (خاتون بردبار) ہے۔

ارٹیمس (خصوصاً) زراعت کی دیوی ہے۔ میدانی پھولوں کی بہتات میں اس کا اثر بہت تیز ہے۔ وہ چوہوں کو بھگاتی اور اناج کو نقصان پہنچانے والی ارواحِ بد کو ہلاک کرتی۔ عاشقانِ خرمن کی دوست ہے۔ اور پھلوں کی اولین پیداوار میں اپنا حصہ چاہتی ہے ایک مرتبہ شاہ کیلیڈن اونیئس[6] نے اپنے کھیتوں اور باغات کی پہلی فصل دیوی دیوتاؤں

---

[1]: آرکیڈیا' یونان میں جزیرہ نما پیلو پونی سس کا وسطی شہر جو پہاڑوں میں گھرا ہے شمال میں ارائی منتھس ۷۰۰۰ فٹ، سیلینی ۷۹۰۰ فٹ اور جنوبی پہاڑ پانچ سو فٹ بلند ہیں۔ اندرونِ ملک سطحِ مرتفع ہے جو کئی حصوں میں بٹی ہے اس کے قدیم باشندے چرواہے اور شکاری تھے۔ پین، ہرمیز اور ارٹیمس کی یہاں پرستش کی جاتی۔

[2]: Totemism

[3]: Limnaia

[4]: Heleia

[5]: Polaima

[6]: Oeneus

کی خدمت میں پیش کی۔ مگر ارٹیمس کو بھول گیا۔ اس پر ارٹیمس نے آزردہ ہو کر ایک جنگلی سوٗر کو بھیج دیا۔ جس نے اس کے باغات میں گھس کر انہیں تہس نہس کر دیا۔

ایپی مولیئس[1] اور ایپک لائی بے نیس[2] کی صورت میں وہ انسانی استعمال میں آنے والے غلہ کی پیداوار میں اضافہ کی خواہاں ہے۔ ارٹیمس فطرتاً اشجار اور نباتات کی دیوی ہے۔ آرکومی نس[3] کے قریب ایک درخت پر اس کی شبیہ بنی تھی جس کی پوجا کی جاتی کیرے[3] کے مقام پر کیروایٹس[4] (اخروٹ کی دیوی کا مجسمہ) ارٹیمس ہی کی ایک تشکل تھی۔

ارٹیمس کے فرائض منصبی پہلے سبزیوں اور جانداروں تک محدود تھے۔ زاں بعد پربت اور بن بھی اس کی عملداری میں آگئے۔ ارٹیمس لیفورا[6] (چکی اور تنور کی نگہبان) کے تہوار پر لکڑیوں کے ایک گراں الاؤ میں ہر قسم کے جنگلی پھول، پالتو مویشی اور پھل وغیرہ پھینکے جاتے۔ اس صورت میں اس کا عمومی نام اگروٹیرا[7] (دشت گرد) ہوتا) اہل ایتھنز ہر سال مراتھن میں فتح کی یادگار تقریب منعقد کرتے اور دیوی کے حضور پانچ سو بکریوں کا چڑھاوا چڑھاتے۔

ہیمیرلیشیا[8] کے نام سے وہ زراعتی اور گھریلو جانوروں سے وابستہ ہے۔ لیکن میدانی جانوروں سے اس کا خصوصی تعلق ہے۔ آرکیڈیا میں ریچھ کی پوجا بطور ارٹیمس کی جاتی۔ ایک روایت کی رُو سے زیئس آرکیڈیا کی خوبرو شہزادی کیلسٹو پر عاشق ہو گیا۔ زیئس سے وہ ارکس[9] نامی بچے کی ماں بنی جو بعد میں آرکیڈیا کا عظیم ہیرو بنا۔ ہیرا سے اپنا معاشقہ چھپانے

لے: Epimulios

ٹے: Epiklibanios

ٹے: Orchomenus ے Caryae

ٹے: Karuaits

ٹے: Artemis Laphora

ٹے: agrotera

ٹے: Hemerasia

ٹے: Arcos

کے لئے زیئس نے کیلسٹو کو ریچھنی بنا دیا۔ لیکن یہ بات ہیرا سے پوشیدہ نہ رہی۔ اور اس نے ارٹمیس کو کیلسٹو کے قتل پر مجبور کیا جو ارکس (ریچھنی) کی صورت ستاروں کے بیچ موجود تھی۔
اس کہانی سے ارٹمیس برورونیا کا گہرا ناتا ہے۔ اس واقعہ کی منظہر تمام کہانیاں شاہد ہیں۔ کہ دیوی کے اِس غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے (جو ریچھ کی ہلاکت پر تھا) قربانی دی جاتی۔
پانچ اور دس سال کی درمیانی عمر کی کچھ نوخیز لڑکیاں ریچھ کی کھال پہن کر ریچھ کا رقص پیش کرتیں اور اُنہیں ریچھ ہی کہا جاتا۔ ایک دفعہ ایک لڑکی کو ارٹمیس پر قربان ہونے کے لئے کہا گیا۔ لیکن ایک آدمی جو اسے بیٹی کہتا تھا۔ اس کی بجائے چوری چوری ایک بکری دیوی کی بھینٹ چڑھا دی۔ اسی طرح میونی کیئم کے مقام پر ہرنی کے بچے کو ایک لڑکے کے کپڑے پہنا کر دیوی کو بلیدان دیا گیا۔ یہ تمام باتیں اِن دنوں کی یاد دلاتی ہیں جب دیوی خود ایک ریچھ تھی اور اسے انسانوں کی بھینٹ دی جاتی تھی۔ کیلسٹو جو حقیقتاً ریچھ دیوی تھی آرکیڈیا میں بہت مقبول تھی۔ اور اس سے ارٹمیس ہی کا تصوّر وابستہ تھا۔
ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انسان بھی ارٹمیس کی ذمہ داری میں آ گیا۔ اب وُہ کمسن بچوں کی نگہداشت اور تربیت کرتی۔ بچوں کی تربیت کی خواہش مند عورتیں اپنے بچوں کو لے کر ارٹمیس کورو ٹروفس (بچوں کی پرورده) کے مندر میں بھیجتیں اور اُنہیں دیوی کی نذر کر دیتیں۔ قدیم یونانی تہوار اپاتوریا کے موقع پر ان بچوں کی قربانی دی جاتی اور ان کے سر کے بال دیوی کو پیش کئے جاتے۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی دیوی کی سرپرستی میں تھے۔ شادی بیاہ کی دیوی کے طور پر وُہ گمنامی کے محمل میں نہاں ہے۔ البتہ تولیدگی کے ساتھ اس کا تعلق واضح اور عیاں ہے۔ اکثر جگہ اسے الی تھیا کہا گیا جو قدیم شعراء کے شعر و نغموں میں کسی اور انداز میں جلوہ گر رہی ہے۔

۱: Brauronia

۲: بعد میں یہ نوخیز لڑکیاں زعفرانی لباس پہننے لگی تھیں۔

۳: Munychium

۴: Kaurotrophos ۵: Apaturia

۶: ارٹمیس کی پوجا کی رسوم میں سپارٹا کے لڑکے بالوں کو کوڑے مارے جاتے۔ اور ان کا لہو چھڑکا جاتا۔

۷: Eilithuia

بچے کی ولادت سے قبل زچہ اس کی اعانت کی طالب ہوتی۔ پیدائش پر نومولود کی لٹ یا کپڑے دیوی کی نذر کئے جاتے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ وہ ہومر کے یہاں اجل دیوی کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس اعتبار سے جنگ اور رزم کی دیوی ہے۔ کنواری دیوی کی صورت میں وہ راج رانی، شکارن، پاکیزہ اور خوبرو وجمیل ہے۔ ارٹمیس کے اس پہلودار کردار نے مستقبل میں ایک نمایاں حیثیت حاصل کر لی تھی۔ لیکن یہاں * بچے کی ولادت * سے وہ لاتعلق رہی۔ ہاں اس کی مشعل بردار صفت، شکار کی دیوی اور اس کے خطاب نور خیز کی طرف برابر اشارہ کرتی ہے۔ یہ نظریہ پانچویں صدی ق م سے آغاز پذیر ہوا۔

بہت سی غیر ہیلینی (یونانی) دیویاں آرٹمیس میں جذب ہو گئی تھیں۔ اور ان کی مذہبی رسوم بتدریج آرٹمیس کی رسموں میں مدغم ہوتی چلی گئی تھیں۔ ان دیولوں میں ایفی سس کی ارٹمیس بہت زیادہ اہم ہے۔ جو یونانی آرٹمیس ہی کی طرح فطرت کی دیوی تھی۔ یعنی نباتات اور جانداروں کی عظیم ماں، اس کا عظیم تہوار ایفی سیا یا ارٹیمسیا موسم بہار میں بڑے تقدس اور احترام کے ساتھ منایا جاتا۔ اس دن اہل یونان کی تقلید میں کھیل اور مقابلے ہوتے۔ اس دیوی کو مبارز اور جنگجو خواتین کے ساتھ خاص نسبت ہے۔ جن کے بارے میں گمان ہے دیوی کا مندر انہوں ہی نے تعمیر کیا تھا۔ اور ایک درخت کے تنے پر اس کی شبیہہ کندہ کی تھی۔ ایفی سس کے یونانی اس دیوی کو آرٹمیس ہی خیال کرتے۔ اور دعویٰ کرتے کہ ارٹیجیا جو ڈیلس کی نسبت ایفی سس کے زیادہ قریب ہے اس کی جائے پیدائش ہے۔ دراصل ایفی سس کی یہ دیوی یونانی نہیں۔ بلکہ مشرقی افروڈائٹی ہے۔ کپاڈوشیا کی دیوی[1] ما سے مماثل ہے۔

ارٹمیس یا ایفی سس کی ڈائنا کی پرستش کی نوآبادکاروں کے ذریعے بحیرہ اسود کے سواحل، سسلی، مارسیلیا (مارسیلز) اور یونانی زبان بولنے والے علاقوں میں پھیل گئی تھی۔ وہ غالباً فریجیا یا ایشیائے کوچک کے باشندوں کی فطرت کی دیوی تھی جسے یونانیوں

---

[1] : کپاڈوسیا، قدیم جغرافیہ کی رو سے ایشیائے کوچک کا ایک اندرونی ضلع۔

[2] : سبیلی کی رومی شکل، سبیلی فطرت کی بار آور دیوی فریجیا یا ایشیائے کوچک میں اس کی عبادت کی جاتی پھر یہ عقیدہ یونان آیا اور یہاں سبیلی کو "رہیا" کا نام دیدیا گیا۔

نے اپنا لیا تھا اسے ایک ایسی خاتون کی صورت میں پیش کیا جاتا جس کے بہت سے پستان تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ زرخیزی کی دیوی تھی۔ اور مادر گیتی کے فرائض اسے تفویض تھے۔ اس کا مجسمہ کمر سے پیروں تک ایک ایسے ستون کی مانند تھا جو اوپر سے نیچے بتدریج تنگ ہوتا چلا گیا ہو۔ اس ستون نما بت کے چاروں طرف شیر بھیڑیئے بھینسے اور دوسرے جانوروں کی صفیں کندہ کی گئی تھیں۔

ارتمیس کو شیر، ریچھ، بھیڑ، بھینسا، ہرن، بارہ سنگا، جنگلی سور اور کچھوے کا شریک دکھایا گیا ہے۔ جو اس کے مختلف روپ ہیں۔ عقاب کو وہ اچھا نہیں سمجھتی کیونکہ اس نے ایک چھوٹے کچھوے کو کھا لیا تھا۔ فرنل کے خیال میں وہ سانپ دیوی اور درخت دیوی بھی تھی۔ ایک مائرا[1] کو پر اسے ایک پھٹے ہوئے درخت کے درمیان دکھایا گیا ہے جس میں سے دو افعی نکل رہے ہیں۔ مرٹل اور صنوبر اس کے اشجار میں شامل ہیں۔ انجیر کے پیڑ کی دیوی کی حیثیت میں اس کے بہت سے پستان دکھلائے گئے ہیں۔ زمانہ قدیم میں انجیر سر پستان کی علامت تھے۔ انجیر کے سلسلے میں سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس پر پھول نہیں آتے۔ (اس کا پھل ہی اپنی ذات کے اعتبار سے ایک غیر ترقی یافتہ پھول ہے) پھل پتوں سے پہلے نمودار ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے بہت سے پستانوں والی دیوی سے مشابہت اور مماثلت دی جاتی ہے۔

شہروں کی محافظ کی صورت میں اس کے سر پر منقش تاج ہوتا اور شکار اور سپاہ کی دیوی کے طور پر ایک ہاتھ میں مشعل ہوتی۔ جب اسے چاند دیوی تصور کر لیا گیا تو ایک تاباں ہلال جو فطرت کی ایشیائی دیویوں کا نشان ہے ارتمیس کو سونپ دیا گیا۔ یونانی ارتمیس کو اکثر و بیشتر شکارن کے روپ میں دکھایا گیا ہے جس کے ہاتھوں میں کمان اور شانے پر ترکش یا ہاتھ میں مشعل ہوتی اس کا چہرہ اپالو کی صورت کا سا تھا۔ بدن کے گرد لپٹا ہوا کپڑا پاؤں میں لہراتا اور اکثر اس سے آگے بڑھ جاتا۔ عموماً کتا یا ہرن اس کے ساتھ ہوتا۔ اس کا مندر کسی وقت عجائبات دنیا[2] میں شمار ہوتا تھا۔ جسے دائمی شہرت پانے کے لالچ میں

---

[1]: Myra

[2]: Endymion اندی میئن نامی جوگی جو راتوں میں ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر [illegible] اجرام فلکی کا نظارہ کرتا۔ کہا کرتا کہ ارتمیس [illegible]

(دوسرے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

اور ہیروسٹریٹس نامی شخص نے آگ لگا دی تھی۔

ارٹیمس کے موجودہ مجسموں میں بہترین ورسیلز کی ڈائنا کا مجسمہ ہے جو کھدائی اس ولا سے برآمد ہوا اور اب لیوورے (فرانس) میں موجود ہے۔ یہاں اس کی پیشانی پر پٹی بندھی ہے جس نے گرہ کے انداز میں سر کے خوبصورت عقبی بالوں کو سنبھال رکھا ہے۔ پیروں میں جوتیاں ہیں۔ اس دیوی کا ایک مجسمہ گے باغ میں ملا جس میں وہ اپنی پوشاک جھکا رہی ہے اور پیٹی دار کوٹ پہنا ہے۔ عہد قدیم کا اس کا مجسمہ مکمل اور مضبوط تر ہے۔ لباس زیادہ مکمل پیچیدہ جیسے ڈیلس سے بھی برآمد ہوئے ہیں جو چوبی مجسموں کی نقل ہیں۔ اور جن کے بارے میں گمان ہے۔ کہ یہ ارٹیمس کی نمائندگی کرتے ہیں یہ مجسمے سخت اور بے لوچ ہیں۔ بازو اور ٹانگیں یوں جان پڑتی ہیں جیسے انہیں جسم کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ ان میں زیست کی کی کوئی آب و تاب نہیں۔ لباس چپٹ ہے جس کی تہوں میں موزونیت ہے۔ اور انہیں متوازی دھاریوں کی صورت نمایاں (ابھارا) گیا ہے۔
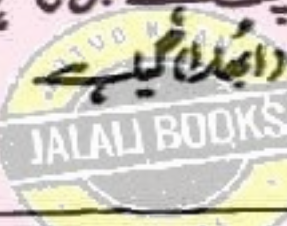
ہے اتر کر اندھی میٹن چرواہے سے ملنے آتی ہے۔ قدیم کہانی کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔

۳۔ دنیا کے سات عجائبات میں یہ عمارتیں شامل تھیں۔

۱۔ اہرام مصر

۲۔ مقبرہ واقع ہیلی کرناسس

۳۔ بابل کے معلق باغات

۴۔ ایفی سس میں ارٹیمس کا مندر

۵۔ اولمپیا میں فیڈیاس کا تراشیدہ زیئس کا مجسمہ

۶۔ جزیرہ رہوڈز کے اپالو کا دیو پیکر مجسمہ۔ ایک روایت کے مطابق سمندر میں ایستادہ اس مجسمے کے پاؤں بندرگاہ کے دروازہ کا کام دیتے بحری جہاز اس کے نیچے سے گذر کر بندرگاہ میں داخل ہوتے۔ اس کی اونچائی ستر ہاتھ تھی۔ ۲۲۴ ق م میں یہ ایک زلزلہ میں تباہ ہو گیا تھا۔

(دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

چاند دیوی کے رُوپ میں ارتمیس نے لمبی عبا پہنی ہے سر کے گرد ہلال کا ہالہ ہے۔
رُومی اسے ڈائنا[1] کہتے۔

---
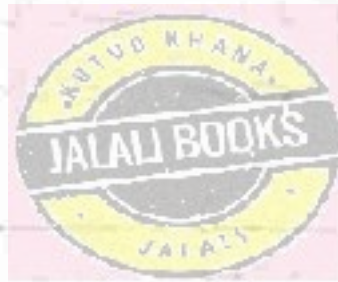
۷. سکندریہ (مصر) کا فیرس، خلیج سکندریہ میں فیرس نام، ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جو ایک اونچے راستہ کے ذریعے دونوں ساحلوں سے ملا۔ یہ راستہ سکندر اعظم کے حکم پر بنایا گیا تھا۔ جہازوں کی راہنمائی کے لئے بعد میں سنگِ مرمر سے روشنی کا ایک مینار بھی یہاں تعمیر ہوا۔

بعض شہر بابل کی فصیل کو بھی سات عجائبات میں شامل کرتے ہیں

۱؎ لاورے Louvre

۲؎: Gabii لے شیم کا قدیم شہر، رُوما کے مشرق میں بارہ میل پر اس کی ابتدائی تاریخ گمنامی کے دبیز دھندلکوں میں مستور ہے۔ ایک صدی ق م میں یہ ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ لیکن شعرا اس کی تباہی کا تذکرہ کرتے وقت آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔

۱؎: Diana

اپالو

وہ سب میں شگفتہ جمال اور بے مثال بربط نواز ہے۔
تاباں و منوّر راہوں میں اپنے زرّیں بربط کے
جب وہ ہفت تار چھیڑتا ہے۔
تو اولمپس دیوی دیوتا وجد میں آجاتے ہیں۔
اے اپالو! تیری نقرئی کمان کے تیروں سے
کوئی آج تک نہیں بچا۔

اپالو[1] عظیم یونانی دیوتاؤں میں سے ایک ہے۔ جسے کل دیوی دیوتاؤں میں سب سے زیادہ یونانی کہا گیا ہے۔ زیئس کے بعد دُور دُور تک اُس کی پوجا کی جاتی تھی۔ اپالو زیئس اور لیٹونا (لیٹو) کا بیٹا اور ارٹیمس کا جڑواں بھائی تھا۔

اپالو کا مطلب غارت گر ہے اس کے ایک اور معانی بھی بتلائے جاتے ہیں۔ یعنی سب کا آدمی، اس کی ماں لیٹونا، ہیرا کے ڈر سے ادھر اُدھر ماری ماری پھری۔ ہار کر جزیرہ ڈیلس میں پناہ لی۔ اور کوہ سنتھس[2] کے دامن میں کھجور تلے ایک بچے کو جنم دیا۔ یہی اپالو تھا، عظیم اپالو۔

ڈیلس ایک بنجر اور رواں چٹان تھا جو اب ساکت ہوگیا۔ کیونکہ اسے سمندر کی تہوں تک چلی جانے والی مضبوط زنجیروں میں باندھ دیا گیا[3] تھا۔ اپالو مہینے کے ساتویں دن پیدا ہوا۔ بعد میں ساتواں اور بیسواں دن (نئے اور پورے چاند کا وقت) اپالو کے لئے مقدس بن گئے۔ اپالو کے بہت سے پہلو ہیں۔

ہومر کے مطابق اپالو محض پیشوائی کا دیوتا اور فرلیسندہ وبا ہے۔ وہ کہیں ستیز جو، رزم آزما بن کے نمودار ہوا۔ اور کہیں زراعت اور سبزیوں کا دیوتا وہ سیمن تھیئس[4] کہلاتا۔ اسے چوہوں کا تباہ کار سمجھا جاتا۔ وادیاں اور قبور اس کے تحفظ میں تھیں، چند اشجار پودے اور لارل[5] خصوصاً اس کے لئے مقدس تھے۔

اپالو مویشیوں اور گلوں کا سرپرست تھا خود اس کے ریوڑ تھے۔ لاؤمیڈن[6]... اور ایڈمی ٹس کے ہاں چرواہا بن کر اس نے وقت گذارا۔ قدیم کہانیوں کے مطابق اس نے گڈریا

---

[1] Apollo فیبے اور فوئی بس، ڈائنا (چاند) اور اپالو (سورج) کو بالترتیب خطابات عطا ہوئے جن کا مطلب تابندہ اور روشن ہے۔ [2] Cynthus

بحیرہ ایجین کی جزائر مالا کے ڈیلس کو سمندر میں پوسیڈن نے جنم دیا اور زیئس نے لیٹونا کے لئے جکڑ کر اسے ساکن کیا۔ ڈیلس بحیرہ ایجین کے جزائر میں سے تھا اور یونانیوں کے لئے بے حد مقدس۔ [3] جزیرہ ڈیلس کا پہاڑ۔

[4]: ایلیڈ میں سمنتھیائی کہا گیا ہے۔

[5]: ایک سدا بہار جھاڑی کا پھول۔

(دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بن کر ان دونوں حکمرانوں کی خدمت کی۔[۱]

اپالو کو اولمپک کھیلوں کا اوّلین فاتح خیال کیا جاتا۔ اس میں دوڑ میں ہرمیز اور مُکہ بازی میں ایریز کو شکست دی۔ اپالو کو حقیقتاً جنگجو دیوتا کے طور پر اپنا لیا گیا تھا۔ اور یہ بات ان قدیم قصے کہانیوں سے بھی ثابت ہوتی ہے جن میں اس نے کوہ پرناسس کے پائیتھن نامی اژدہا اور ثانی ٹیٹس کو ہلاک کیا۔ وہ بیڈرومئیس (حامی)[۲] اورالی لبس[۳] بھی ہے۔ پائیتھن کی ہلاکت پر اس نے ایک بھجن ترتیب دیا جس میں اس کی ظفرمندی اور سرخروئی کو سراہا گیا۔ ہومر کے خیال میں اپالو، ایریز اور اتھینا کی مثال میدان کارزار میں دشمن کو ہراساں اور سراسیمہ کرنے کی غرض سے وارد ہوتا ہے۔ وہ لاثانی تیر افگن ہے۔ جس کی نقرئی کمان سے نکلے تیر دُور دُور تک مار کرتے ہیں۔ وُہ زخموں کا مندمل کنندہ اور انسان کو سب سے پہلے اندمال زخم کا فن سکھلانے والا ہے۔ "سزا کا دیوتا" کی صورت میں وہ فرلیسندہ مرگ ہے۔ اس حیثیت میں اس کی پوجا کی جاتی ہے جس طرح وہ اچانک اور حادثاتی اموات کا سبب ہے۔ لجنۂ نجات دہندہ ہے۔

اپالو نور اور روشنی کا ایک ایسا راستہ تھا جس پر ظلمتوں کی کرن اور تیرگی کی رکھا تک

۵: شاہ ٹرائے نے پوسیڈن کو فصیل بنانے کا معاوضہ نہیں دیا۔ اس پر پوسیڈن نے ایک عفریت بھیجا جسے ہرکلیز نے ہلاک کیا بعد میں یہ بادشاہ بھی مارا گیا۔

۶: شاہ تھسلی، اپالو نے گڈریا بن کر نو سال اس کی خدمت کی۔

۱: مشہور ہے کہ زیئس نے بجلی کے ان بالوں سے جنہیں سائیکلوپیز نے بنایا تھا۔ اپالو کے بیٹے اسکولے پئیس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ نتیجتہً اپالو نے طیش میں آکر اس قوم کے تمام عفریتوں کو ہلاک کر دیا۔ اس پر زیئس نے خفا ہو کر اپالو کو دیوتاؤں کے زمرہ سے خارج کر دیا۔ اور افلاک سے نکال دیا۔ ایام جلاوطنی میں اپالو ان شاہان کے بھیڑیں چراتا رہا۔

۲: Boedromios

۳: Elebus

نہ پھوٹتی۔ آفتاب کی حیات و مرگ کی قوتوں کا وُہ سرچشمہ تھا۔ اس رُوپ میں وُہ فیبس کہلایا۔ جس کے معانی ذی جلال اور تابندہ و درخشندہ ہیں بلکہ سورج دیوتا وہ نور کا منبع اور روشنیوں کا گہوارہ تھا۔ اپالو گاہے گاہے شعر و سخن کی دیویوں کے جھرمٹ میں کوہ پرناسس کی چوٹی پر براجمان ہوتا۔ یونانی نظموں میں وُہ سب سے سجیلا، سب سے شگفتہ جمال اور لاثانی ہے۔ اس کے ملکوتی حسن اور شاداب خوبروئی کی نکہتوں سے یونانی شعر و نغمہ کے گلاب مہک رہے ہیں۔ جب وُہ اپنا ہفت تارا طلائی بربط چھیڑتا تو نغمگی اور غنائیت کے راحت آفریں اور طرب خیز سبک پھولوں کی برکھا میں تمام اولمپس بھیگ جاتا اور پُرجلال اور جمیل دیوی دیوتا کیف و سرور کے لطیف رنگوں میں ڈوب جاتے۔ بربط نوازی میں اس کا کوئی مدمقابل اور عدیل نہ تھا۔

مرسیاس کے ساتھ موسیقی کے مقابلے میں یہ شرط ٹھہری کہ فاتح جیسے چاہے گا مفتوح سے سلوک کرے گا۔ میوزز منصفین کے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔ برابر کی جوڑ تھی۔ پردہ کی رنگینی اور انجین زدہ موسیقی کے تموج اور مسحور کن اور وجد آفریں سنگیت کے تلاطم میں منصفین بہتی چلی گئیں اور بالآخر وجیہہ اپالو کے ہفت تارا سنہری بربط کے روح نواز ارتعاش اور سحر زا انفاس کی خوشبوؤں کے گرداب میں میوزز ڈوب گئیں۔ مرسیاس ہار گیا۔ اب وُہ اپالو کے رحم و کرم پر تھا۔ اپالو نے ایک درخت کے ساتھ اسے باندھ کر اس کی کھال کھینچ لی۔ اور صنوبر کے تنے پر چڑھا دی۔ موسیقی کا دوسرا مقابلہ اپالو نے پین دیوتا کے خلاف جیتا۔ یہاں صدارت کے فرائض میڈاس نے انجام دئیے۔

اپالو بظاہر شادی کے بندھنوں اور بیاہ کے جھمیلوں سے آزاد تھا۔ لیکن حقیقتاً کئی خوش رو دیویاں اور پری رو فانی خواتین اس کی سحر خیز چاہتوں اور بوقلموں گھاتوں کی دلوانی تھیں۔ ان کے لطیف و نازک دلوں کے رنگین و لطیف نگار خانوں میں اپالو کی محبت کے خوبصورت چراغ سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ فروزاں تھے نتیجۃً وُہ اس

لے: فرجیلے کے علاقے "سی لاُنا" کا بہترین سنے نواز، یونانی صنمیات میں اس نے وہ بانسری اُٹھا لی تھی جسے پھینک کر اتھینا نے یہ بددعا دی تھی کہ جو کوئی اسے اُٹھائے گا عذاب میں مبتلا ہوگا۔

سے کئی بچوں کی مائیں بنیں۔ فیتھیہ سے ڈورس اور اس کے بھائی اور اکھیلیا میز سے کوری بنٹس پیدا ہوا اس طرح کورونس سے اسکولے پیس ' ایریا سے ٹی ٹس اور سرینی سے آرسٹائی اِسُ نے جنم لیا۔ دیوی ڈُریوپی کی اس نے بے حُرمتی کی۔ اپالو کئی جگہ محبت میں ناکام بھی رہا۔
اپالو دیوتا اور انسانوں کے بیچ ذریعہ تکلم بھی تھا۔ انسان کو فن پیش گوئی اسی نے سکھایا۔ ڈیلفی میں لوگوں کو وہ دیوی دیوتاؤں کی رضا سے آگاہ کرتا۔ ڈیلفی شہر کوہ... پرناسس کی جنوب مغربی ڈھلان پر آباد تھا جہاں اپالو کا مندر تھا۔ جس میں اس کا مشہورِ زمانہ ہاتف غیبی رہا کرتا۔ یونانی دیو مالا میں ڈیلفی شہر اور ہاتف غیبی بہت مشہور ہیں۔ اپالو اس شہر اور اس کی زندگی کا موسَس تھا۔ اس کے ہاتف کی رضا کے بغیر کوئی یونانی بستی جنم نہیں لے سکتی تھی۔ کوہ پرناسس کا چشمہ کسٹیلیا اور دریائے کیفی سسں اپالو کے سبب بے حد مقدس تھے اور مرکز کائنات سمجھا جاتا۔ یونان اور بیرونی دنیا سے یہاں لاتعداد زائرین آتے۔ کوئی معبد یا کوئی مندر اس کا حریف نہیں تھا۔ جہاں صداقت اور سچائی سے متعلق ایک کاہنہ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتی۔ بولنے سے قبل کاہنہ پر وجد طاری ہو جاتا۔ اس کا سبب بخارات کو سمجھا جاتا جو چٹان کے گہرے شگاف میں سے اُٹھتے رہتے۔ اسی چٹان پر کاہنہ کی تپائی ہوتی۔
ڈوریائی دیوتاؤں میں اپالو سب سے ارفع اور افضل تھا۔ ڈوریائی لوگوں میں اس کی قدر و منزلت اور اہمیت تھی۔ اس نے یونان میں اپالو کی عظمت کو چار چاند لگا دیے تھے جزیرہ ڈیلس (اپالو کی زادگاہ)، کے سبب اسے ڈیلینئی اور پائتھن کو ہلاک کرنے کی وجہ سے پتھیئن بھی کہتے ہیں۔ وہ لائی سیئن بھی کہلایا جس کا مطلب ہے بھیڑیے کا دیوتا روشنی

۱: تلیہ بھی کہتے ہیں۔

۲: یونانیوں کی قدیم دیوی۔ ریوڑ زیتون اور انگور کی مربیہ

۳: یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے بقول وہ ہیلینی اقوام میں سے تھے اور تھسلی کے جنوب میں واقع ایک چھوٹے سے ملک ڈورس سے ترک سکونت کر کے پیلوپونی سسں میں آباد ہو گئے تھے ہومر نے ان پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالی۔ محض یہ کہا کہ وہ جزیرہ کریٹ کی قوموں میں سے تھے۔ قدیم تواریخ کے مطابق پیلوپونی سسں (آرکیڈیا، ایلس اور

دیوتا وغیرہ۔

جن لیل و بہار میں یونانی آبادیاں اور جزائر میں اس کی پرستش ہوتی تھی۔ وہ ڈلفنی نیئن (ڈیلفن دیوتا) مشہور ہوا۔ جس کی شان میں ایتھکا میں ڈیلفینیا تہوار منایا جاتا۔ اس تہوار کا آغاز شاید کریٹ میں ہوا۔ جہاں ایک عقیدہ کے مطابق وہ اپنے پجاریوں کو ڈولفن[1] کی شکل میں ساحل تک لے گیا تھا۔ اور انہیں وہاں اپنی قربان گاہ بنانے کے لئے کہا تھا۔

اپالو گلیوں اور راستوں کا بھی دیوتا تھا۔ ایک منقش رنگین ستون دروازہ پر نصب کر دیا جاتا جو اچھائیوں کو گھر میں داخل ہونے دیتا اور برائیوں کو روکتا۔ یہ اسٹی ٹیرس کے عنوان سے وہ محافظ مکان تھا۔ اور گھر کی دہلیز پر کھڑا رہتا۔

اپالو کا ستر ہاتھ بلند ایک عظیم مجسمہ جزیرہ رہوڈز کے نزدیک سمندر کے پانیوں میں ایستادہ تھا جو باب بندر کا کام دیتا۔ ایک مبہم روایت کے مطابق یہ عظیم مجسمہ دو چٹانوں پر کھڑا تھا۔ اس کے نیچے سے جہاز گزرتے۔ دنیا کے سات عجائبات میں شامل ہونے والا یہ مجسمہ ۲۲۴ ق م میں ایک زلزلے میں ٹوٹ گیا تھا۔

اپالو کے کئی مقدس جانور تھے جن میں ڈولفن اور کوّے کو تفوق تھا۔ اہل روما نے اپالو کی پرستش کا تصور یونانیوں سے لیا۔
رومی اسے اپالو کہتے۔

گذشتہ صفحہ سے:
اکیائی کے علاوہ) ہر جگہ ڈوریائی آباد تھے۔ شمالی یونان میں انہوں نے تھوریس کی ریاست پر قبضہ کرکے بحیرہ ایجین میں کریٹ، رہوڈز اور دوسرے چھوٹے چھوٹے جزائر میں اپنی آبادیاں قائم کیں انہیں جنوبی قبیلہ بھی کہا گیا۔

[1]: ڈولفن مچھلی مراد ہے۔

افروڈائٹی ؎

اے منقش تاج والی اجلی دیوی
دیوتا سب تیرے شیدا ہیں۔
تیرے سامنے بادِ رنگین ہولے ہولے چلتی ہے
اور دھرتی پر
نودمیدہ نرم کلیاں
اور نورس اغوانی پھول مینا کاری کرتے ہیں۔

؎ Aphrodite
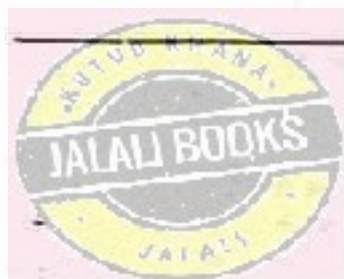
یونانی صنمیات میں حسن وجمال کی دلکش دیوی، اہل روما نے وینس[1] کے سجیلے اور اُجلے نام سے جس کی پذیرائی کی۔ آج سے ساڑھے پانچ ہزار برس قبل جنوبی عراق کے سومیریوں (۳۲۰۰ ق م ۔ ۲۰۰۰ ق م) کے سات عظیم ترین اور قسمت ساز دیوی دیوتاؤں کے جھرمٹ میں زرخیزی، شادابی، روئیدگی، بالیدگی، عشق ومحبت، افزائش نسل، جنگ اور قہر وجلال کی اننا نامی دیوی تھی جو آسمان کی ملکہ اور اُروک کی مربیہ تھی۔ سومیری اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اور بعض صورتوں میں تو یہ ان تمام دیوی دیوتاؤں سے زیادہ مقبول ومقتدر تھی۔ سومیری ادب میں اننا کو نمایاں اور ممتاز مقام حاصل تھا۔ سومیریوں نے اپنی اس دیوی کی شان میں دلکش اور دلآویز نظمیں بھی کہیں۔ سومیریوں کی یہ عظیم اور ہر دلعزیز دیوی بعد کے اکادی، بابل اشوری اور کلدانی وغیرہ ادوار میں عشتار کہلائی۔ اور پھر فنیقیوں کے ذریعے شام اور فلسطین میں ہوتی ہوئی یونان میں داخل ہوئی۔

سومیریوں کے دور کی ایک طویل نظم (اننا کی حمد) میں کسی شاعر نے اپنی محبوب دیوی کے حضور عقیدت کے پھول یوں نچھاور کئے ہیں۔

ترا دل نرم ہو جائے تو جوان (دیوتا) کی لاڈلی ملکہ ہے
تو نامور ہے تو نامور ہے۔ میں نے یہ (گیت) ننا[2] کے لئے نہیں گایا۔
میں نے تیرے لئے گایا ہے
تو آسمان ایسی اپنی رفعت کی وجہ سے مشہور ہے۔
تو اپنی زمین ایسی چوڑائی کی وجہ سے مشہور ہے[3]۔

اسی طرح ایک نظم (عشتار کی حمد) میں بابلی شاعر نے نہ صرف خود عشتار کے گن گائے بلکہ دوسروں کو بھی اس کے گن گانے کی تلقین کی۔

---

[1]: Venus

[2]: چاند دیوتا

[3]: دنیا کا قدیم ترین ادب
ابن حنیف ص ۱۰۳، ۱۰۴

"اس دیوی کے گن گاؤ جو دیویوں میں سب سے پُر جلال ہے۔
لوگوں کی ملکہ کا احترام کرو (جو) اگی گی[1] میں سب سے عظیم (ہے)
عشتار کے گن گاؤ (جو دیویوں میں سب سے پُر جلال ہے۔
عورتوں کی ملکہ کا احترام کرو (جو) اگی گی میں سب سے عظیم ہے"
یہی شاعر اس کے حسن وجمال کو یوں باج پیش کرتا ہے۔
"اس کے لب شیریں ہیں۔ اس کا منہ حیات بخش ہے۔
اس کے ظہور سے بھرپور خوشی چھا جاتی ہے۔
وہ درخشاں ہے۔ اس کے سر پر نقاب ڈالے جاتے ہیں۔
اس کا بدن دل پذیر ہے۔ اس کی آنکھیں نور افگن ہیں[2]"

ماہر علم الاصنام یونانیوں میں یوں عشتار کے چلے آنے کے خیال کو تسلیم نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ افروڈائٹی (عشتار) پہلے ہی سے ایشیائی افروڈائٹی (عشتار) کی صورت یونانی عقائد میں موجود تھی۔ ایک نے تو عشتار کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ بہر حال اس میں کوئی تشکیک نہیں کہ فینقیوں کی دیوی عشتار ہی نے یونانیوں کو افروڈائٹی کے تصور سے آشنا[3] کیا۔

---
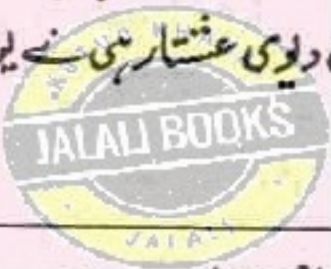
[1]: آسمان کے عظیم دیوتاؤں کا مجموعی نام

[2]: دُنیا کا قدیم ترین ادب، ابن حنیف

[3]: انسان نے آغاز کار میں جس معبود کا دھندلا سا عکس اپنے ذہن میں قائم کیا وہ ایک دیوی ہی تھی۔ زمین انسان کی بیشتر ضروریات پورا کرتی تھی۔ اس لئے اسے ہی مادرِ عظیم سمجھ لیا گیا۔ اس مادرِ عظیم کا تصور کب انسانی ذہن میں آیا اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ البتہ قدیم عہد حجر یعنی چار لاکھ سال قبل سے لے کر پچاس ہزار سال پہلے تک کے طویل عرصے میں کسی وقت انسان کو اس مادرِ عظیم کا احساس ہوا۔ بعد میں (بائیس ہزار سال قبل کے لگ بھگ) عراق میں یہ مادرِ عظیم منبع حیات اور مادر کل بن گئی۔ عراق میں سومیریوں کے ظہور سے قبل ہزاروں برس اس دیوی کی مخصوص حیثیت برقرار رہی۔ اہل سومیر کے ہاں اس مادرِ کائنات کے اکتالیس نام تھے۔ عراق میں بابلیوں کا دور (۱۸۰۰ ق م

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

سامی النسل (عبرانی شامل نہیں) مختلف ناموں سے ایک دیوی کی پرستش کرتے تھے

۔ ۱۵۹۵ ق م) آیا۔ (بابل موجودہ بغداد سے پچاس میل پر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔
دراصل یہ باب ایلی ہے جس کے معانی ہیں دیوتاؤں کا دروازہ۔ رفتہ رفتہ یہ ایک عظیم
الشان شہر بن گیا۔) تو اس دیوی کی آن بان میں اور اضافہ ہوگیا۔ بابلی بھی اسے کئی
ناموں سے پکارتے تھے۔ بعض کے نزدیک اس کا قدیم نام عشتار نہیں عشدار تھا۔
کچھ محققین اس لفظ کو سامی الاصل اور فنی تبلاتے ہیں۔ جے ہیوٹ کے خیال میں عش
کے معانی پربت اور تار کا مطلب بیٹی ہے۔ یعنی پربت کی بیٹی۔ اروک بابل
نینوا، کش میں اُس کے ذی شان مناور تھے۔ بابل کا تو ایک دروازہ بھی ماب
عشتار کہلاتا تھا۔ خواتین میں بے پناہ مقبولیت کے باعث گھر گھر عشتار کی پوجا
ہوتی تھی۔ عشتار جب اپنے مخصوص حلقوں سے نکل کر دیگر ممالک میں داخل ہوتی تو
مختلف ناموں سے پکاری جانے لگی۔ کہیں اسے عستارتہ اور کہیں عستارات کہا
گیا۔ کسی جگہ وہ عتار یا عتد کے نام سے پکاری گئی۔
عرب میں عشتار کی مؤنث کی بجائے مذکر کی حیثیت میں پرستش کی جاتی تھی۔ ان کے
نزدیک سورج عشتار کی ماں اور چاند باپ تھا۔ قدیم عربی شاعری میں اس کا اذکار بار
بار ہوا ہے۔ مصر میں یہ تمام غیر ملکی دیویوں پر سبقت لے گئی۔ وہاں اس کا نام "آئی
سس" تھا۔ مصریوں کی مشہور زمانہ تثلیث میں یہ ماں تھی اور زریس شوہر اور حورس
بیٹا تھا۔ ہند میں آریہ اسے اوشا (صبح کی دیوی) اوستش، اوشاش) کہتے تھے۔
رگ وید میں اس کی تعریف وستائش میں بھجن اور نظمیں ہیں۔ نویں صدی عیسوی
میں جب اہل فریجیا نے ایشیائے کوچک پر حملہ کیا تو وہ عشتار کی جاذبیت اور
دلآویزی سے اس قدر مرعوب و متاثر ہوئے کہ اُنہوں نے اپنی بہت سی دیویوں کی
خصوصیات بھی اسے سونپ دیں۔ اور پھر اسے لے کر یونان اور روما کی سرزمین
میں داخل ہو گئے۔
یونان سے نکل کر یہ یورپ کے اکثر و بیشتر علاقوں میں معروف و مقبول ہوئی۔ اور وہاں
بھی مختلف ناموں سے اس کی پرستش کی جانے لگی۔ افرودائٹی، وینس، ایدا، سائبلا جونو
اور ڈیانا وغیرہ اسی دیوی (عشتار) کے مختلف اسماء ہیں۔

فراشر یہ کہتا ہے کہ یہ سب چاند دیویاں تھیں لیکن اس پر کسی نے دھیان نہ دیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دیو مالا میں چاند ہمیشہ ایک دیوتا رہا ہے۔ یہ مشرقی دیوی کا تمام چاند اسوں اور نباتات کو پالن ہار تھی اور اس صورت میں خواتین کی دیوی تھی۔ خواتین ہر گھر میں اس کی پوجا کرتی تھیں۔ ان کے خیال میں یہ نیم مرد اور نیم خاتون تھی۔

مشرقی افروڈائٹی کا سمندر اور نم دار عناصر سے قریبی تعلق رہا ہے۔ بعضوں کے خیال میں اس نے سمندری دیوی کی حیثیت میں ایران میں اپنا جلوہ دکھایا۔ شامی نظریہ کی رو سے وہ مچھلیوں کی دیوی اور پانی کی بارور قوتوں کی مظہر تھی۔ پاتال سے اسے نسبت تھی اور اس کے نگہبانوں میں سے ایک تھی۔ اسی طرح وہ مملکت اِبلات میں اپنے محبوب بیٹے تمز کی زندگی کی بحالی کو مردوں کی ملکہ بن کر اُتری۔ زمین پر اس کے آجانے سے جانوروں اور نباتات کی بالیدگی و افزائش جو ختم ہو گئی تھی از سرِ نو بحال ہو گئی اور وہ پھلنے پھولنے لگی۔ یہ روایت جو پرسیفونی کے عین حسبِ حال ہے۔ شاید سردیوں میں سبزے کے پژمردہ ہو جانے اور فصلِ بہار میں سرسبز ہو جانے کی آئینہ دار ہے۔ قمری نظریئے کے مطابق اس کا تعلق چاند کے غروب ہونے سے ہے۔

جنگ کی دیوی اس کے کردار کا اہم پہلو ہے۔ شمشیر و سناں سے لیس بعض اوقات منقش تاج پہنے ہوئے۔ جس علاقے میں اس کی پرستش ہوتی تھی۔ وہاں کی حکمران اور محافظ بن کر نمودار ہوئی۔ بھیڑ بکرا فاختہ اور ایک خاص مچھلی سرو، آس کا پودا اور انار افروڈائٹی سے منسوب تھے۔ علامتِ زرخیزی رکھنے والے وہ جانور اور پودے جو بنجر پن کا علاج ہیں اس سے متعلق تھے۔

لے: شامی دیو مالا میں ایڈونس کا نعم البدل، ایڈونس قبرص کے تاجدار سنورس اور مرہا کا بیٹا تھا۔ انتہائی خوش رو، افروڈائٹی اس پر عاشق ہو گئی۔ ایک جنگلی سور نے جب اسے گھائل کیا تو اس کے لہو سے ساگر پھول بن گئے۔ پرسیفونی نے اس شرط پر اسے حیاتِ ثانی عطا کی کہ وہ سال میں چھ ماہ اس کے ساتھ اور چھ ماہ افروڈائٹی کے پاس رہے گا۔ (گرمی اور سردی کی علامت)

افروڈائٹی فنیقی نوآبادکاروں کے ذریعے ابتدا ہی میں جزیرہ قبرص جزیرہ ستھیرا (سیتھیرا[1]) اور جزیرہ کریٹ سے متعارف ہو چکی تھی۔ زاں بعد یونان میں اس کی پوجا کے صنم زار مہکنے لگے۔ اور پھر اطالیہ اور سسلی کے لوگ پروانہ وار اس کی چاہتوں کا دم بھرنے لگے۔ جزیرہ کریٹ میں وہ "اریادنی" کی مماثل تھی جو ایک اسطور کے بموجب ساحل بحر پر ابری اور ساحل بحر پر ہی مرگئی۔ اسے اریادنی۔ افروڈائٹی نامی کنج میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اہل یونان قبرص کو افروڈائٹی کا اصل گھر سمجھتے تھے۔ ساتھیرا تو محض اس کی قدیم پرستش گاہوں میں سے ایک تھا۔ ان دونوں جزائر میں مشرق کی افروڈائٹی دیوی ریلے سے ایک خاص رسم منسلک تھی۔ ایلیڈ میں افروڈائٹی زیئس اور ڈالیونی کی بیٹی ہے۔ بعض جگہ اسے خود ڈالیونی کہا گیا ہے۔ اوڈیسی میں وہ ہیفیسٹس کی بیوی ہے۔ ایلیڈ میں اس کی جگہ کیرس نے لے لی جو شگفتگی، ہنرمندی اور خوبروئی کا ایک شاہکار ہے۔ چند ایک کے خیال میں وہ اوشنس اور پری تیھتیس کی دختر تھی۔ بعض مفکرین نے اسے ہوا اور دھرتی کے ملاپ کا ثمر کہا ہو۔ کے بعد کی نظموں میں وہ سمندری جھاگ سے نمودار ہوئی اور اس کے نام کے معانی بھی جھاگ سے نمودار ہونے والی بتائے گئے ہیں۔ الفرس یونانی میں جھاگ کو کہتے ہیں۔ افلاطون کے (مجلس مذاکرہ) کے مطابق دو افروڈائٹی ہیں۔ بڑی جس کی کوئی ماں نہیں آسمانی افروڈائٹی ہے اور یورے نس کی بیٹی ہے۔ چھوٹی زیئس اور ڈالیونی کی دختر نیک اختر ہے اور اسے ہی ہم پکارتے ہیں۔

بہرکیف مشہور و مقبول روایت یہ ہے کہ سمندر کے پانیوں میں اچانک تموج پیدا ہوا اور وہ جزیرہ ساتھیرا کے نواح میں جھاگوں میں سے نمودار ہوئی۔ پیرہن سے تہی اس کا کاہی اور چنبیلی ایسا بدن پانی میں دمک رہا تھا۔ اور متلاطم موجیں اسے اپنی نرم آغوش میں لئے دھیرے دھیرے جزیرے کی سمت بڑھ رہی تھی۔ جب اس نے جزیرہ کے ساحل پر قدم رکھا تو

---

[1] Cytherá شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ایک یونانی جزیرہ۔ بیس میل لمبا اور زیادہ سے زیادہ بارہ میل چوڑا۔ اس چٹانی علاقے میں جگہ جگہ چشمے بہتے ہیں۔ اس میں کئی زرخیز اضلاع ہیں۔ بیشتر حصہ چراگاہوں پر مشتمل ہے سپارٹا کا اس پر قبضہ تھا۔

اسے یہ جگہ تنگ دکھائی دی۔ چنانچہ وہاں نہ ٹھہری اور جزیرہ نما پیلوپونی سس ہوتی ہوئی قبرص میں پیفس کے مقام پر جا نکلی جہاں زیئس اور تھیمس کی دختران (موسموں) نے حسین و دلکش برہنہ دیوی کو پہننے کے لئے کپڑے دیئے۔ سیتھرا اور جزیرہ قبرص اسی بنا پر مقدس ٹھہرے اور ان ہی جزائر کے طفیل وہ سیتھریا یا سائپیریئن کہلائی۔ ایام ہومر کے بھجنوں میں سے ایک میں اسے خوش رو اور زرین دیوی کہہ کر یوں خطاب کیا گیا ہے۔

ہوائے مغرب کے نرم جھونکوں نے
بپھرے سمندر میں جنم دیا اسے
شائستہ اور لطیف جھاگوں میں
ان جھاگوں میں جنہوں نے اس جزیرے
قبرص کے گرداگرد اپنا حصار باندھا تھا۔
لمحات نے سنہری گجرے تھام کر
خوشی خوشی اس کی پذیرائی کی
اسے جاودانی پیرہن عطا کیا
اور دیوتاؤں کے پاس لائے اسے
انہوں نے جب اسے بنفشی تاج میں دیکھا۔
تو سائتھرا کو دیکھ کے ششدر رہ گئے وہ

رومیوں نے بھی اسی انداز میں لکھا اور خوب لکھا۔

جب افروڈائٹی افلاک پر پہنچی تو دیوتا اس کے شگفتہ گلابی رخساروں کے محرابی خم، مرطوب لبوں کی جاں لیوا رنگین توسول اور جمال نیمروز دیکھ کر ہوش کھو بیٹھے۔ ہر دیوتا اس بادہ گلگوں سے اپنے دل کی مینا بھر لینا چاہتا تھا۔ لیکن زیئس عظیم تھا اس نے کسی کے جذبات کی پروا نہ کی اور اسے لنگڑے اور بدہیئت ہیفیسٹس کی رفیقِ حیات بنا دیا۔

"رعنائی و زیبائی افروڈائٹی کے جلو میں آئی ہے
لطیف ہوائیں اس کے حضور چلتی ہیں۔
بادل اور پھول زمین پر میناکاری کرتے ہیں۔
سمندری امواج ہنس ہنس کر رقص پیش کرتی ہیں۔

اور وُہ منور و تاباں روشنی میں سبھج سبھج قدم اُٹھاتی ہے:
یہ شعرا کی صدائے دل ہے جس سے شہر جاں گونج رہا ہے۔
افروڈائٹی کے کردار کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ ایلیڈ میں وُہ طالع آزما سورماؤں کی جنگ میں ایک نرم و نحیف ہستی بن کر سامنے آتی ہے جس پر ایک فانی بھی حملہ کرتے ہوئے کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ بعد کی نظموں میں اسے فتنہ جو عناد پرست اور کینہ پرور دکھایا گیا ہے۔ بہت سی اساطیر میں وُہ دیوتاؤں کے آہن گر یعنی لنگڑے اور بدصورت ہیفیسٹس کی وفا نا آشنا بیوی بن کر ظاہر ہوئی۔ وہ عشق زاروں میں بے محابا اُڑتی پھرتی ہے۔ اور گام گام پر اپنے عشاق اور دلدادگان کو صدائیں دیتی دکھائی دیتی ہے۔ ان گنت اس کے چاہنے والے ہیں۔ دیوتاؤں میں ہرمیز، ایریز، ڈائنی سس اور پوسیڈن اس کے پرستاروں میں ہیں۔ جبکہ فانیوں میں انکی سیز[1] اور شہزادہ ایڈونس اس کے دلفگاروں میں ہیں۔ تندخو اور شرابی دیوتا ایریز کا معاشقہ تو بہت مشہور ہے۔
اس کے حصے میں عموماً تین خطاب آتے ہیں یورے نیا، پون ڈیا یا تھلس سیا اور پنڈیمس۔ افروڈائٹی یورے نیا یا گگن بہارانی کے روپ میں پاکیزہ محبت کی دیوی ہے۔ اور فنکارانہ تخلیق میں اسے کرۂ ارض، ہنس یا کچھوے پر دکھایا جاتا ہے۔ افروڈائٹی پنڈیمس کی صورت میں وہ شہوانی محبت کی مربیہ ہے۔ اس روپ میں اسے بکری (شہوت پرستی کی علامت) پر بیٹھے دکھایا جاتا ہے۔ بعض اسے ایتھینا اور ربّہ عظیم ہیرا پر فوقیت دیتے اور اس کی وجہ تمام دیویوں میں اس کا دلکش اور پری جمال حسن تھا۔ اس کا پٹکا ایک اعجاز سے کم نہ تھا۔ جس کے سبب اس میں ناقابل تسخیر جذب و کشش در آئی تھی۔ اور جس نے اس سحر آفریں جمال کی دل افروزیوں اور جاں گسل جنوں خیزیوں میں اور زہر گھول دیا تھا۔ اس پٹکے کے ایک خوبی یہ بھی تھی۔ کہ اس کے باندھنے پر قوت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا تھا۔ اور اگر کوئی اور دیوی اپنی کمر کے گرد اسے لپیٹ لیتی تو ہر کس و ناکس والہانہ اس سے پیار کرنے لگتا اور اس کے عشق میں اپنی جان دو نیم اور دل دو پارہ کر لیتا۔ مگر وُہ اپنا یہ نادرِ روزگار پٹکا بمشکل کسی

---

[1]: Anchises شہزادہ ٹرائے جس سے وُہ اینیس کی ماں بنی۔
[2]: اس سے وُہ ہارمونیا کی ماں بنی۔

کو دیتی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی دیوی لمحہ بھر کو بھی اس کی جگہ لے۔ پی لیئس[1]، شاہ تھسلی نے جب سمندر کی دیوی تھیٹس[2] سے بیاہ رچایا تو جشن شادی میں سب کو مدعو کیا۔ لیکن اتفاق کی دیوی ایرس[3] کو بھول گیا۔ اس پر دیوی نے اس سے بدلہ لینے کو مہمانوں کے بیچ ایک زریں سیب ڈلوا دیا جس پر مرقسم تھا۔

• پری وش اور خوش جمال ہستی کے لئے :

بیشتر مہمان دیویاں اپنے حسن وجمال پر نازاں تھیں۔ چنانچہ ہیرا، اتھینا (اتھینی) اور افروڈائٹی اس سیب پر اپنا اپنا حق جتلانے لگیں۔ جب باہم فیصلہ نہ ہو سکا تو ان تینوں نے پیرس[4] نامی چرواہے کی جو کوہ ایڈا پر اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ ثالث بنا لیا۔

---

[1]: Peleus - ای کس (Aeacus) کا بیٹا اور تھسلی میں فتیہ کا بادشاہ۔ کسی قتل کا جرم عائد ہونے پر وہ ایول کس کے بادشاہ اکس ٹس کے پاس چلا گیا تھا جہاں اکس ٹس کی ملکہ ہیپو لائٹی اسے اپنا دل دے بیٹھی۔ جواب میں اس نے سرد مہری دکھائی تو وہ بھڑک اٹھی اور خاوند کو اس کے خلاف بھڑکانے لگی۔ نتیجتاً اکس ٹس نے کوہ پیلین کے درندے اس پر چھوڑ دیئے۔ پی لیئس نے کیرن کی مدد سے اپنی جان بچائی۔

[2]: نیریئس اور ڈورس کی بیٹی جس کے بطن سے یونانی سورما اکیلیز نے جنم لیا۔

[3]: Eris or Discord

[4]: ٹرائے کے حکمران پرائی ام کا بیٹا (فرانسیسی تلفظ پیغی) جب پیرس اپنی ماں کے بطن میں تھا تو اس کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پیٹ میں سے ایک مشعل نے نکل کر قصر شاہی کو خاکستر کر دیا۔ اس خواب کی تعبیر یہ نکلی کہ نوزائیدہ بچہ شہر ٹرائے کی تباہی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ پرائی ام نے نوزائیدہ بچے پیرس کو ہلاک کرنے کے لئے اسے ایک غلام کے سپرد کر دیا۔ غلام بچے کو ہلاک کرنے کی بجائے کوہ ایڈا پر پھینک آیا۔ جہاں گڈریوں نے اس کی پرورش کی۔ اس نئے ماحول میں دیوی "اینونی" اس پر ریجھ گئی۔ جب تینوں دیویوں نے اسے ثالث مقرر کیا تو اس وقت بھی وہ اینونی کی رفاقت میں رہ رہا تھا۔ ثالث بننے پر پیرس نے افروڈائٹی کے حق میں

تینوں خوب رو اور خوش رنگ دیویوں میں سے ہر ایک کی یہ خواہش اور کوشش تھی کہ پیرس اس کے حق میں فیصلہ دے چنانچہ وہ تینوں اسے لالچ دینے لگیں۔ ہیرا نے بادشاہت کی پیش کش کی۔ اتھینا نے عسکری جاہ و حشم کا وعدہ کیا۔ افروڈائٹی نے اسے دُنیا کی حسین ترین خاتون دینے کا یقین دلایا۔ اور پھر پیرس نے اپنا فیصلہ افروڈائٹی کے حق میں دے دیا۔ اور اس طرح وہ زریں سیب کی حقدار ٹھہری۔ افروڈائٹی نے حسب وعدہ حُسن میں لاثانی خاتون ہیلن یعنی شاہ سپارٹا مینی لاس کی ملکہ کو اس کے حوالے کر دیا۔ یونانی ملک الشعرا ہومر نے اپنی نادر روزگار نظم "ایلیڈ" میں جنگ ٹرائے کے حالات قلم بند کئے ہیں۔

افروڈائٹی محشر خرام تھی۔ وہ جب قدم اُٹھاتی تو رنگ اور نور میں نہا جاتی۔ جہاں پاؤں پڑتا سبزہ نورس اور گل ہائے رنگ رنگ کھل اُٹھتے۔ لطیف ہوائیں اس کے جلو میں چلتیں بادل پہلو میں رواں ہوتے۔ گلاب کے پھول کی دلکش سُرخی بھی اس کی مرہون احسان تھی۔ افروڈائٹی کے عاشق ایڈونس کو جب جنگلی سؤر نے شدید زخمی کر دیا تو یہ خبر سُن کر افروڈائٹی اپنے محبوب کی طرف دوڑی۔

عالم اضطراب میں وہ سہمی سہمی اور گھبرائی گھبرائی سی جنگل میں سے گذر رہی تھی کہ ایک تیز کانٹا اس کے نرم گلابی خوبصورت پاؤں میں چبھ گیا۔ دیوی کے زخمی پاؤں سے خون

گذشتہ صفحہ سے:

اپنا فیصلہ دے دیا جس پر افروڈائٹی نے زمانے بھر کی حسین خاتون ہیلن اسے عطا کر دی۔ اور پھر یہی ہیلن (خواب کی تعبیر کے مطابق) ٹرائے کے زوال کا سبب بنی

فرانس کا شہر پیرس اسی پیرس کے نام پر مشہور ہے۔

۵ : ٹرائے کے نزدیک فریجیا کا ایک پہاڑ جس کی چوٹی پر دیوتاؤں نے جنگ ٹرائے کا نظارہ کیا۔ اینونی اسی پہاڑ کی رہنے والی تھی۔

۶ : زیئس اور لیڈا کی بیٹی

۷ : سومیریوں کا دوموزی اور بابلیوں کا تموز

رِسنے لگا تھا۔ یہ خون گلاب کے جنگلی پھول پر گرا تو اُسے حنا مل گئی۔ اور اس طرح یہ پھول ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دیوی کے خون میں رنگا گیا۔ یعنی لہو رنگ ہو گیا۔

افرودائٹی ہرجائی تھی۔ فانی اور لافانی سب ہی اس کے عشق وولا کی آگ میں جل رہے تھے۔ اور وہ انہیں یکساں طور پر جلا رہی تھی۔ قہقہوں کی دلدادہ یہ دیوی اپنی تمسخر آلود میٹھی میٹھی مسکانوں سے ان کے وجود میں نگاہوں کے دشنہ خنجر اتارتی رہتی تھی۔ جب کوئی اس کی شبگوں خمیدہ کاکلوں کے پیچ وخم میں الجھتا تو وہ اپنے بہار آفریں عشووں اور غمزوں سے اس کے من کے خرابوں میں درد آہ کی کھیتیاں لہرا دیتی۔

وہ ناقابل تسخیر تھی۔ اس کے جلوے تن من کے رہزن تھے۔ ہوش مندوں کے ہوش اور فرزانوں کی فراست اس کے حسن جنوں خیز اور جمال جہاں سوز کے مقابل حباب آسا چیخ اٹھتی اس کا بلا خیز جمال بلائے جاں تھیں۔ گھائل جاں کے لئے باعث سرور طمانیت تھا۔

؎ : افرودائٹی (عشتار) کا یہ عشقیہ فسانہ بہت سے ملکوں میں مشہور و مقبول ہوا۔ اس کا سب سے مشہور عاشق بابلی دیوتا تموز تھا۔ عشتار جہاں جہاں گئی یہ عاشق جاں فگار بھی وہاں پہنچا۔ یعنی ان دونوں کی عشقیہ کہانی کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ ہر جگہ سنی اور سنائی جانے لگی۔ مثلاً مصر میں آئسس اور اسیرس، فنیقیہ میں عشارتہ اور ایڈونی، روما میں سابُلا اور رطیس اور یونان میں افرودائٹی اور ایڈونس کے نام سے یہ کہانی پروان چڑھی۔ ایران میں تموز یا تمز کا نام مشر اور عرب میں تخذ تھا۔ حسن اتفاق سے عشتار اور تموز کا بابلی رومانی قصہ دریافت ہو چکا ہے۔ وہ الواح جن پر یہ قصہ نقش تھا۔ عراق سے لندن بھیجی گئیں تو برٹش میوزیم کے جارج سمتھ نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کے بعد نفاست سے ان کا ترجمہ کیا۔ بابلی ادب میں اس قصے کی بڑی دھوم دھام تھی۔ یہ منظوم قصہ غالباً چار ہزار ق م کا ہے۔ اور ۱۲۷ سطور پر مشتمل لیکن نامکمل ہے۔

اشجار میں سیب، گلاب، آس[1] اور طیور میں فاختہ، ہنس، ابابیل اور گوریا (چڑیا) اس کی منزہ اور مقدس علامات تھیں۔ اس کے ہاتھی دانت کے رتھ کو قمریاں کھینچتیں۔ وہ خوبصورت قمریاں جن کی نازک گردنوں میں نازک نازک سی سُبک طلائی زنجیریں باگوں کی صورت پڑی رہا کرتیں اور افروڈائٹی جگمگ جگمگ ہیروں کے ارغوانی پیرہن میں لپنے پیکر کو دہکائے، کمر میں لاثانی ٹپکا باندھے اس رتھ میں آسمان کی سیر کرتی عاج کے تخت پر جب وہ حسین اور نرم و ملائم کاکلیں اُڑاتی رواں ہوتی تو ریشمی پروں والی سُبک اندام فاختائیں اس کے گرد اپنا خوش نما اور نرم ہالہ قائم کرلیتیں۔ اس کے جلو میں اگلائیا[2]، تلیہ[3] اور جوفروزینی[4] نامی تین نازنین ہوتیں۔ اس کا بیٹا اریس (رومی کیوپڈ) جو حسن و عشق کا دیوتا ہے تیر کمان ہاتھوں میں تھامے آنکھوں پر پٹی[5] باندھے ساتھ ساتھ چلتا۔

افروڈائٹی بعض اوقات گلابوں کا عنبر بار مکٹ (تاج) اپنی مہکتی پیشانی پر سجائے شانِ بے نیازی کے ساتھ گھونگھے پر نمودار ہوتی۔ اس وقت اُس کے آس پاس رنگ رنگ کی مچھلیاں، نازک پیکر جل پریاں اور اریس اٹکھیلیاں کرتے ساتھ ساتھ چلتے۔

قدیم ادوار میں افروڈائٹی کو لباس میں دکھایا جاتا، کبھی نشستہ کبھی ایستادہ ازاں بعد وہ پیرہن سے بے نیاز ہو گئی۔ عریاں بدن کے ساتھ گاہے گاہے سمندری پانیوں میں سے نمودار ہوتی۔ اور گاہے بعد از غسل برہنہ حالت میں اسے دکھایا جاتا۔ اور پھر ایک دن یہ سب تصورات معدوم ہو گئے۔ اور فنکار اسے شگفتہ رُو، خوش اندام جاذب نظر اور دلآویز خاتون کے روپ میں پیش کرنے لگے۔ بیضوی موہنا مکھڑا آب زدہ بدن، تھکے ماندے مخمور نینیاں اور گلابی مرطوب لبوں پر تبسم کی تاباں بہار۔

---

[1]: آس کا پودا۔ مہندی اور مرٹل (انگریزی) کے پودے سے ملتا جلتا۔

[2]: Aglaia

[3]: Thalia

[4]: Euphrosyne

[5]: اس سے مراد یہ لی جاتی کہ عشق اندھا ہے اور محب کو محبوب کی خامیاں اور کوتاہیاں دکھائی نہیں دیتیں۔

اِس بہار آفریں رنگ پاش اور بلا خیز دیوی کی پجارنیں اور مذہبی پیشوا خواتین بھی اپنی دیوی ہی کی طرح شعلہ رنگین اور لالۂ صحرائی تھیں۔ اِن ہی پجارنوں میں ہیلس پونٹ[1] کے مغربی ساحل پر واقع سیسٹس[2] کی ہیرو[3] نامی وہ کاہنہ بھی تھی۔ جو اپنے بھڑکتے حسن اور چاند آسا جمال کی تطہیر اور منزہ گی میں اپنی مثال آپ تھی۔ ہیلس پونٹ کے سامنے مشرقی ساحل کے قصبے آبائیڈس[4] کا خوبرو نوجوان لی اینڈر[5] اس پر دل و جان سے فدا تھا۔ ادھر وہ بہارِ حسن بھی اِس کی چاہت میں دیوانی تھی۔

لی اینڈر اپنی محبوبہ سے ملنے کو راتوں میں چوری چھپے سمندر کی تنگ آبی پٹی عبور کرتا۔[6] ادھر ہیرو انتظارِ یار میں ساحل سمندر پر کھڑی ہر شب ٹارچ کی روشنی سے اس کی رہنمائی کرتی۔ ایک طوفانی شب لی اینڈر اپنی محبوبہ سے ملنے کو سمندر میں چھلانگ لگائی تو چیختی چنگھاڑتی موجوں نے اسے ہڑپ کر لیا۔ ہیرو نے اپنے عاشق کو ڈوبتے دیکھا تو وہ خود بھی سمندر میں بے ساختہ کود پڑی۔

عہدِ ماضی کے مجسموں میں پریکسی ٹیلز[7] کا تراشیدہ' افرودائٹی کا ایک مجسمہ نائیڈس[8] میں تھا۔ اس شہر کے سکوں پر بھی یہ مجسمہ نمایاں تھا۔ اس مجسمے کی تقلید میں اور بہت سے مجسمے تراشے

---

[1] Hellespont ایران کے شہنشاہ زرزیس نے ہلیس پونٹ پر کشتیوں کا پُل بنا کر یونانیوں پر حملہ کیا تھا۔ [2]: sestos [3]: Hero

[4]: Abydos [5]: Leander [6]: پنجابی لوک کہانی سوہنی مہینوال میں سوہنی ایک گھڑے کے سہارے دریائے چناب عبور کیا کرتی۔

[7] Praxiteles (۳۹۰ ق م) ایک عظیم یونانی صنم تراش، ایتھنز کا باشندہ' اس کا تراشیدہ ہرمیز کا مجسمہ جس کی آغوش میں ڈائی اونی سس (بچہ) ہے۔ اولمپیا سے برآمد ہوا ہے۔

[8]: Cnidus ایشیائے کوچک کے ضلع کیریا کا ایک شہر جس کا انتہائی طول ایک میل سے بھی کم تھا۔ یہ تمام علاقہ آثار قدیمہ سے اٹا پڑا ہے۔ ضلع کیریا کے شمال میں آئی اونیا اور لیڈیا اور جنوب میں بحیرہ ایجیئن سے ملا تھا۔

گئے۔ جن میں سے چند ایک اس وقت ویٹیکن[2] اور میونخ میں موجود ہیں۔ اس کے موجودہ مجسموں میں میلس کی افروڈائٹی یا مائیلو[3] (میلی) کی وینس بہت مشہور و مقبول ہے۔ اور اس وقت لاورے (فرانس) کی زینت بنی ہے۔ خیال ہے کہ یہ مجسمہ ۲۰۰ ق م کی صناعی ہے۔ افروڈائٹی کا یہ ہر دلعزیز اور دلپذیر مجسمہ ۱۸۲۱ء میں ایک تھیٹر کے خرابے میں سے برآمد ہوا تھا۔ پیفس ستھرا، ایڈولیا اور ناکڈس کے وہ پُر ہجوم معابد اور حرم جہاں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ بیحد سجیلے اور البیلے تھے۔

---
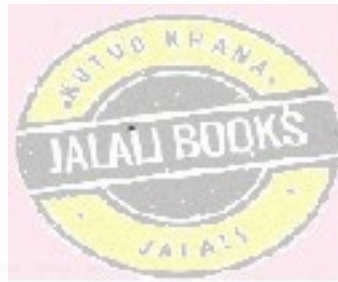
[2] Vatican روم کے قریب ایک پہاڑی جس پر پوپ کا محل ہے جس میں تصاویر اور مجسموں پر مبنی کئی گیلریاں ہیں۔

[3]: Milo

ہرمیز

وُہ قبل اس کے ایک دن کا ہوتا۔
درخشاں آفتاب کے طلوع ہونے پر
ہوئی اِس کی ولادت
ابھی دورِ شب تھی کہ اس نے
چرائے مویشی اپالو کے سب
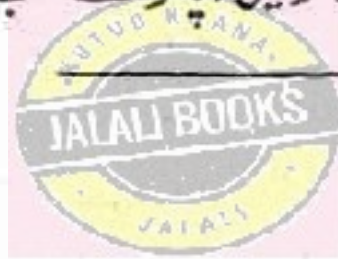
لہ : طلسم ہوشربا میں عمرو عیار نے جنم لیتے لیتے اپنی دایہ کی انگوٹھی چُرائی تھی جو تلاش کرنے پر اس کی بند مٹھی میں ملی

ہرمیز[1]، زیئس اور اٹلس کی بیٹی ملائے کا بیٹا تھا۔ اِس کے نام اور قدیم کردار کے ماخذ مبہم اور غیر یقینی ہیں۔ ہرمیز جزیرہ پیلو پونی سس میں آرکیڈیا کے بلند ترین کہسار ہیلینی کے ایک غار میں پیدا ہوا جہاں اس کی پرستش (بالعموم) زرخیزی اور ہریالی کے دیوتا کے طور پر کی جاتی تھی۔ مشہور ہے کہ اس نے اپنی ولادت کے چند گھنٹے کے بعد اپالو کے مویشی چُرا لئے تھے اور اُنہیں پیریا[2] سے پائی لَس[3] کی جانب ہانک لے گیا تھا حقیقتاً وہ لٹیروں اور رہزنوں کا جدِ امجد تھا جس نے پیدا ہوتے ہی اپنے کردار کو ظاہر کر دیا تھا۔ بڑا ہوا تو مہان دیوتا زیئس نے اسے دیوی دیوتاؤں کے نقیب کا منصب عطا کیا۔ اس صورت میں وہ فصاحت اور خوش بیانی کا نگہبان بھی تھا۔ سوداگروں کا مربی۔ وہ "خدائے ہوش مندی" کے طور پر اس کی پوجا کرتے۔ ادب اور عقائد والقان کے مطابق اسے ہمیشہ مویشیوں اور بھیڑوں کا محافظ دکھایا گیا ہے۔ بیوشیا کے ایک قدیم قریبے تناگرا[4] اور بعض دوسرے مقامات پر اس کا لقب مینڈھے والا تھا۔ گڈریا دیوتا کی حیثیت میں نباتات کی دیوی تھی اور دیوتاؤں کے ساتھ اکثر تعلق رہا ہے۔ پین اور دوسری ارضی دیویوں کے ساتھ خصوصاً۔ الیڈ میں اس کے گڈریئے پن کو تسلیم کیا گیا ہے۔ بعد کے بھجنوں میں اسے "ذی شان" آمادہ بہ اطاعت اور زرخیزی دہندہ کے نام سے نوازا گیا۔ اوڈیسی میں یہ دیوتاؤں کا قاصد اور ہیڈیز میں جانے والی ارواح کا منتظم ہے۔ موخرین کی دیومالائی نگارشات میں اسے اکثر نقیب ہی کا عنوان عطا ہوا ہے۔

ہرمیز خواب دیوتا بھی تھا تمام خواب اس کی عملداری میں تھے۔ وہ اپنے عصا سے انسان کو نیند کی آغوش میں دھکیل دیتا۔ اور سوتوں کو جگا دیتا۔ یونانی سونے سے قبل شراب کا آخری گھونٹ اسے پیش کرتے۔ اس کی طبیعت میں اختراع و ایجاد کا مادہ تھا۔ چنانچہ

1: Hermes

2: کوہ اولمپس کے نواح میں ایک مقام

3: Pylos

4: Tanagra

اسے بربط[1] (لائر) حروف ابجد، بدنی کرتب اوزان اور پیمائش کا موجد بھی کہا جاتا ہے آرٹ میں اسے ایک ایسے نوجوان کے روپ میں پیش کیا جاتا جو خیالی حسن کی انتہا اور کسرتی بدن کی معراج تھا۔

راہوں اور راہروان کے محافظ کے طور پر بھی اس کی پوجا ہوتی۔ اس کے بت حد بندی کے لئے استعمال کئے جاتے۔ وقتاً فوقتاً استعمال ہونے والے دفینے ہرمیز کی دین یا تحائف سمجھے جاتے۔ خوش بختی اس سے منسوب کی جاتی۔ خوش نصیبی کا یہ تصور منافع، دیانت اور بدنیتی اس کے کردار (زرخیزی کا دیوتا) کی شاخیں ہیں۔ اس کی عیاری اور چالبازی کو مسلمہ عقائد میں بہت کم اہمیت دی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہومر سے تاحال اس کی چالاکی اور فطری فریب، ادب کا ایک نمایاں اور مرغوب موضوع رہا ہے۔

ہرمیز تمام دیوی دیوتاؤں میں سب سے زیادہ لڑاکا اور عیار تھا۔ اس نے اپالو کا ترکش اور تیر، پوسیڈن کا ترسول، ایریز کی شمشیر زیئس کا عصا اور ہیفیسٹس کے اوزار اڑا لئے تھے۔ بہت سی باتوں میں وہ اپالو کا ہم پلہ اور ہم سر تھا۔ گو قوت، شہ زوری اور وقار کے اعتبار سے اس سے کہیں فرومایہ اور کم تر۔ وہ اپنے بڑے بھائی اپالو سے زیادہ انسان پسند اور اپالو ہی کی طرح موسیقی اور سنگیت کا مربی تھا۔ اس نے ستھلا[2] ایجاد کیا۔ اپالو اور ہرکولیز کی مثال اسے کھیلوں کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔

مختلف النوع ورزش گاہوں میں اس کے مجسمے عام تھے۔ اپالو کی سی پیغمبرانہ شان اس کے حصے میں آئی تھی۔ چار ہرمیز کا مقدس عدد تھا۔ اور مہینے کا چوتھا دن اس کا یوم پیدائش۔

متروکہ فنون میں ہرسمے[3] کے علاوہ اسے پورے قدوقامت کے ساتھ بارِیش دکھایا

---

[1]: اس نے کچھوے کی کھوپڑی سے بربط بنا کر اپالو کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

[2]: تاروں کا ایک قدیم ساز جو... اقوام میں سامی نژاد لوگوں میں بہت مقبول ہوا۔ مصر شام فلسطین، ایشیائے کوچک یونان اور روما کا بھی یہ پسندیدہ ساز تھا بعد میں یورپ میں عام ہوا۔

[3]: دیوتا ہرمیز کا مجسمہ چوکور ستون پر ایک سر بنا کر لسے ہرمے کا نام دیا جاتا تھا۔ ایتھنز میں یہ مجسمے عام تھے۔ اور انہیں حد بندی اور سنگِ میل کے طور پر کام میں لایا جاتا تھا۔

جاتا۔ پُرکشش اور نرم جذبات کا حامل۔ لمبا فرغل سر پر ٹوپی، چوڑے کناروں کا ہیٹ پیروں میں پر وار جوتے عمر رسیدہ انسان کی صورت میں اس کے مجسّمے کے ایک ہاتھ میں عصا ہوتا۔ جس سے دو سانپ لپٹے رہتے۔

ہرمیز کئی بار چرواہے کے روپ میں بھی سامنے آیا ہے۔ ایسے میں اس کے شانوں پر ایک بھیڑ ہوتی۔ اپنے مخصوص خطاب یعنی دیوتاؤں کے نقیب اور ایلچی کے طور پر بھی وہ عیاں ہوا۔ پانچویں صدی ق م کے اواخر میں اس کی فنی تجسیم و تشکیل میں تبدیلی آگئی تھی۔ اور یہ تغیر یونانی صنم تراشی کا اعجاز تھا۔ اب وہ یونانی مجسمہ تراشوں کے ہاتھوں بن سنور کر بے ریش عریاں اور کسرتی بدن کے عریاں نوجوان کے روپ میں ظاہر ہونے لگا تھا۔ چوتھی صدی قبل مسیح تک اس کی یہ صورت قطعاً متعین ہو چکی تھی۔

دیو مالائی قصوں میں ہرمیز کے اکثر چرچے ہیں۔ اس کے پر دار جوتے، ہیٹ اور کیڈوسیئس[1] نامی جادوئی چھڑی بار بار سامنے آتی ہے۔ ہرمیز زیئس کا قاصد تھا۔ اور اس کی پرواز مانندِ افکار تھی۔ اس کی شان اور ستائش میں کہا جانے والا ہومری دور کا ایک بھجن اس کی ولادت، اور بچپن کا بہترین ترجمان ہے۔

رومی اسے مرکری[2] کے نام سے پکارتے تھے۔

---

[1]: Caduceus ہرمیز کا عصا، اس کے گرد عموماً دو سانپ بل کھائے ہوئے۔ ہرمیز میں لوگوں کو سُلا دینے کی قوت تھی۔

[2]: Mercury

ہیفیسٹس[1]

ملٹن "فردوسِ گم گشتہ" میں گویا ہوا ہے۔
"صبح سے
دوپہر تک وہ گرتا چلا اور پھر ایک دن
موسم گرما میں جس وقت تیز سورج چھپ رہا تھا۔
ایجیئن کے جزیرے لیمنس[2] پر سمت الراس سے وہ گرا۔

1: Hephaestus   2: بحیرہ ایجیئن کے بڑے جزائر میں سے ایک
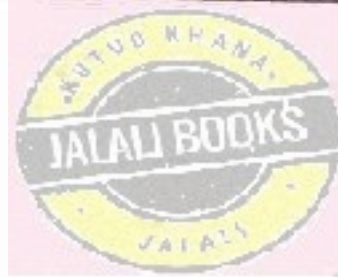
ہفیسٹس یونانی علم الاصنام میں اگنی دیوتا اور آہن گروں[1] کا مربی، زیوس اور ملکہ افلاک ہیرا کا بیٹا مکمل خوش رنگ اور خوش رو لافانیوں میں وہ تنہا بدصورت اور لنگڑا تھا۔ ایلیڈ میں بیان ہوا ہے کہ جب اس کی بے حیا ماں نے اسے کریہہ المنظر اور بدصورت دیکھا تو آسمانوں سے نکال باہر کیا۔ ایک اور جگہ کہا گیا ہے کہ زیوس نے اپنی ملکہ ہیرا[2] کی حمایت میں اسے دھتکار دیا تھا۔ دوسری روایت کی تائید ملٹن نے بھی کی اور زیادہ مشہور ہے۔

کہتے ہیں جب وہ آسمانوں سے گرا تو نو دن تک مسلسل گرتا چلا گیا۔ اور جب بحیرہ ایجین کے جزیرے لمنیس میں گرا تو ایک ٹانگ سے محروم ہوگیا۔ یورونومی اور تھیٹس نامی دو جل پریوں نے اسے جزیرہ میں سے اٹھا لیا۔ وہ ان کے ساتھ نو سال زیرِ آب رہا۔ یہ واقعات عہدِ پارینہ میں رونما ہوئے تھے۔ ہومر کے ہاں اولمپس سے نکالے جانے کا کوئی خدشہ نہیں۔ اولمپس پر اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اور وہ دیوتاؤں کے حلقہ میں شامل ہے۔ وہ اسلحہ ساز اور آہن گر ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی رہائش گاہوں کی تعمیر اور ان کی تزئین و آرائش اس کے ذمے ہے۔

اس کے منادر کا ادھر ادھر بکھرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ فی الاصل اناطولیائی[3] آبادیوں کا دیوتا تھا۔ جنہیں یونانی کیری ان[4] کہتے تھے۔ وہاں سے اس کی رسوم ایشیائے کوچک اور پھر چھوٹے چھوٹے جزائر میں منتقل ہوگئیں۔ لمنیس اور موسکی لس میں اس کی پرستش خصوصاً ہونے لگی۔ ۶۰۰ ق م تک ایتھنز میں اس کی پوجا کا کوئی رواج نہ تھا۔

قدیم ادب میں ہفیسٹس کی اولمپس پر مراجعت دل خوش کن اور دلچسپ موضوع

---

۱ : جن دھاتوں کے کام کا انحصار آگ پر تھا یہ ان کا سرپرست تھا۔

۲ : بعض جگہ اسے محض ہیرا کا جگر گوشہ کہا گیا ہے۔

۳ : اناطولیہ یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں طلوعِ آفتاب یا سرزمینِ مشرق۔ ایجین کے مشرق کی سرزمین یعنی ایشیائے کوچک۔ اناطولیہ کو ترک انا دولو کہتے ہیں اور یہ لفظ ایشیائے کوچک کے مغربی حصے کے لئے مستعمل ہے۔

۴ : Carians

رہا ہے۔ اینیڈ کے مطابق کیرِسؔ[1] اس کی رفیقہ حیات ہے۔ اوڈیسی میں بے مروت اور وفانا آشنا افروڈائٹی کو اس کی بیوی دکھایا گیا ہے۔ ان دونوں دیوتاؤں کے ساتھ ایک لنگڑے دیوتا کا یہ رشتہ کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ ممکن ہے اس کی ہنرمندی اور صناعی کے سبب ایسا ہوا ہو اس کی وجہ غالباً آگ کی قوتِ تخلیق اور قوت نمو ہے اور اسی لئے وہ بہار کی دیوی کیرس اور محبت کی دیوی افروڈائٹی کا ہم جلیس ہے۔ ہیاڈ اگلائیا[2] کو اس کی بیوی بتلاتا ہے۔

ہومر نے فنِ آہن گری میں ہیفیسٹس کی ہنرمندی اور مہارت کا اکثر تذکرہ کیا ہے اس کی آتشیں بھٹی اولمپس پر تھی جہاں ہمہ وقت سنہری کنیزیں اس کی خدمت پر مامور رہتیں۔ ان کنیزوں کو خود اس نے حیات بخشی تھی۔ رزمیہ نظموں میں اس کا کردار مزاحیہ ہے۔ اس کا لنگڑاپن دیوی دیوتاؤں کے قہقہوں کا محرک ہے۔ لنگڑاپن اور فنِ آہن گری لازم وملزوم ہیں۔ معاشرے کے ابتدائی ایام میں آہن گری ایسے ہی لوگوں کو زیب دیتی تھی۔

ہیفیسٹس کو عموماً چھوٹی آستینوں والے بیٹی دار کوٹ اور گول چست ٹوپی میں دکھایا جاتا ہے۔ چہرہ اور پریشان پریشان بال ادھیڑ عمر آدمی سے مشابہ ہوتے ہیں ہیفیسٹس کے لنگڑے پن ہتھوڑے اور فٹے سے ایک موہوم یونانی دستکار کی ترجمانی کی گئی ہے۔[3] ان ایام میں ایتھنز میں اہل حرفہ اور دستکاروں کی بہتات تھی۔ اور اسی لئے شہر بھر میں اس کی قدرومنزلت اور مقامِ مقبول میں آمدورفت تھی۔ بعد کی کہانیوں میں اس کی کارگاہ

---

۱ : Charis

۲ : Aglaia گریسز میں سے ایک

۳ : دیگر اقوام کے صنمیاتی قصص میں بھی ہتھوڑے یا اسی قسم کے اوزار سے آراستہ کردار موجود ہیں۔ چین میں پی این کو، میمفس میں پتہ، ہتھوڑے کے ماہرین میں اندر کا نام بھی آتا ہے جو دنیا بھر کے گھر بناتا ہے۔ اسی طرح اناطولیہ کے تڑکو عراق کے دمن اور شمالی یورپ کے تھور کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔

کو اس یا اُس کو آتش فشاں کے نیچے بتایا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی بھٹی یا دکان ہر آتش فشاں کے سینے میں موجود تھی۔ زلزلہ آتا تو سمجھ لیا جاتا کہ ہیفیسٹس کی دھونکنیاں چل رہی ہیں۔ بھونچال کا باعث اس کی یہی کارگاہیں تھیں۔

ہیفیسٹس ارض و سما میں ہر دلعزیز تھا۔ شہر کی روزمرہ کی زندگی میں اتھینا کے ساتھ ساتھ اس کی بھی اہمیت تھی۔ یہ دونوں صنعت اور دستکاری کے مربی اور فن زراعت اور تہذیب کے سرپرست تھے۔ ادب و عقائد میں ایتھنز کے باشندوں کو تہذیب و شائستگی کا درس دینے والی یہی دو ہستیاں تھیں۔

دستکار ان کی خاص نگہبانی میں تھے۔ دونوں کا کیلسیا[1] نامی مشترکہ تہوار ہیفیسٹس کے پیتل کے کام کی یاد دلاتا ہے۔ ایک خاص نوعیت کے ہیفیسٹیا نامی تہوار پر مشعلوں کی دوڑ ہوتی جس کا مقصد خواہ زمین کی پاکیزگی اور قوت منمیہ میں اضافہ تھا یا (خواہ جہاں آگ ناقص ہو چکی تھی۔ ان علاقوں میں آتش نو کا بھیجنا تھا۔ مقصد چاہے کچھ ہو ہیفیسٹس اور پرومیتھیس سے ان کا تعلق ضرور تھا۔

بعض وجوہ کی بنا پر ہیفیسٹس اور پرومیتھیس کا اُن سے تعلق ضرور تھا۔ اگرچہ دونوں میں بہت تضاد ہے۔ بحیثیت ایک عنصر آگ کا ہیفیسٹس اور پرومیتھیس دونوں سے ناتا ہے۔ پرومیتھیس انسانی فلاح کی خاطر اسے آسمانوں میں سے چرا لایا تھا۔

ہیفیسٹس اپنی ہنرمندی کے ثانوی کردار میں نمایاں طور پر ثقافت کا دیوتا ہے۔ دوسری طرف پرومیتھیس نے بھی لعنت آتش سے ایک تہذیب کو ابھارا ہے لیکن جہاں تک مذہب کا تعلق ہے۔ ہیفیسٹس کا منصب پرومیتھیس سے کہیں بالا ہے۔ متروکہ فنون میں ہیفیسٹس کو اکثر باریش دکھایا گیا ہے کبھی کبھار وہ ایک باریش نوجوان کے روپ میں بھی ظاہر ہوا ہے۔ دنیا کی اولین خاتون پنڈورا کی تجسیم میں اسے اتھینا کا معاون دکھایا گیا[2] ہے۔ بعد کے دنوں میں اس کی باریش شخصیت کو فروغ حاصل ہوا۔ زمین پر لیمنس اس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ لی پیرا[3]، امبرسش[4] اور سسلی خصوصاً اس سے متعلق ہیں۔ رومی اسے ولکن[5] کے نام سے نوازتے ہیں۔

۱۔ Chalceia ۲۔ : بعض کے خیال میں آہن گر دیوتا نے اسے خلق کیا تھا۔

۳۔ Lipara ۴۔ Imbros ۵۔ Vulcan

ایریز

یونانی دیو مالا میں جنگ بلکہ لڑائی کا دیوتا کہنا زیادہ موزوں ہے۔ زیئس اور ہیرا کا بیٹا۔ ہومر کے بقول ماں باپ، دونوں اس سے سخت متنفر تھے۔ ایلیڈ میں وہ ہر جگہ مطعون رہا۔ کہا ہے گا ہے۔

"سورما' ایریز کی لڑائیوں سے محظوظ ہوتے ہیں۔"

وہ اس شقی القلب اور سنگدل دیوتا کے غیض سے شاذ ہی بچتے ہیں۔ ہومر کہیں اسے قاتل' کہیں خونی دھبہ اور کہیں فانیوں کے لئے سراپا عذاب اور شکنجہ کہتا ہے۔ اس کی نگاہ میں وہ دھونس جمانے والا ایک غنڈہ ہے۔ ہومر نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ وہ جگہ جگہ اس کی تذلیل کرتا ہے۔ ایک طرف وہ خستہ حال ہے۔ تو دوسری طرف اتھینا اور ڈلسے ایمیڈیز رزم گاہ میں آ نکلتے ہیں۔ تو اس کی عجیب درگت بنتی ہے۔ ہومر کے خیال میں وہ ایک ایسا بزدل ہے جو گھائل ہونے پر چیختا چلاتا اور مجروح ہونے پر راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ زخم کھا کر وہ اس شدت سے چیخیں مارتا ہے جیسے دس ہزار جنگجو بیک وقت چلا رہے ہوں۔ اسی طرح جب عریاں حالت میں اسے افروڈائٹی کے ساتھ دام میں پھنسایا جاتا ہے۔ تو وہاں بھی اس کی تضحیک مقصود ہے۔ سوفوکلیز کہتا ہے۔

"وہ دیوتا جس کی دیوی دیوتاؤں میں کوئی توقیر نہیں۔"

اس کی پرستش کا تعلق فی الاصل تھریس سے تھا جہاں ڈائنی سس اس کا نوجوان رقیب تھا۔ ایریز کی غیر مہذبانہ اور وحشیانہ ابتدا نے اہل یونان کی نگاہ میں اس کی وقعت

لے: Ares

ٹے: Diomedes شاہ ارگس ٹائی ڈیئس کا بیٹا اس یونانی شہزادے نے دوسرے سورماؤں کے ساتھ جنگ ٹرائے میں حصہ لیا اکیلیز شجاعت میں جس کا کوئی ثانی نہیں اس سے دوسرے نمبر پر ہے۔ اتھینا اس جنگ میں اس کی معاون ہے وہ اسی کے بھروسے ایریز اور افروڈائٹی کو زخم لگاتا ہے۔

گھٹا دی تھی۔ امن پسند دیوی دیوتاؤں کے برعکس اس کی عبادت کم ہوتی اور اسی وجہ سے اس کے مجسموں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ رومیوں کے ہاں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اور اس (مارز) کے صنم عام تھے۔

اتھینا (فوجی نقل و حمل اور عسکری چالوں کی ماہر) کے برعکس وہ سراپا وحشت اور قوت کا مظہر ہے۔ جنگلی پن اس کے انگ انگ سے مترشح ہے۔ رزم ہلاکت، خون آشامی اور قتل و غارت گری میں اسے سکون اور راحت میسر آتی ہے۔ وہ جنگ برائے جنگ کا قائل ہے۔ یہ جانے بغیر کہ حق پر کون ہے۔ جنگوں میں خواہ مخواہ کسی ایک فریق کی مدد پر اتر آتا ہے کبھی پیادہ اور کبھی جنگی رتھ میں۔ اس کے جنگی رتھ میں ہراس اور خوف نامی اس کے دونوں بیٹے (جو اکثر اس کے ہم رکاب ہوتے ہیں) ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اس کے خدم و حشم میں انیئو[1] اس کا بیٹا جدوجہد اور کیرس شامل ہیں جب چلتے ہیں تو اس کے عقب میں کراہنے کی آوازیں آتی ہیں۔ اور زمین لہو آلودہ ہو جاتی ہے۔

ایریز کے قدیم کردار بہت سے رخ ہو چکے ہے۔ وہ طوفان، روشنی اور سنولار (سورج گرہن) دیوتا کی حیثیت میں کیتھونیئن دیوتا تھا۔ انسانوں پر تباہی یا خوش حالی نازل کرنے والے پاتال کے دیوتاؤں میں سے ایک تھا۔ موخر الذکر صفت کی بنا پر سیتھیا میں ایک فرسودہ آہنی تلوار، دیوتا کی علامت تھی جس کے سامنے ہر سال مویشی اور گھوڑوں کی قربانی دی جاتی۔ ابتدائی ایام میں (سپارٹا میں برملا) منتخب شدہ جنگی قیدیوں کی جانوں کا نذرانہ اسے پیش کیا جاتا ہے۔ اور یوں ایریز جنگ دیوتا بن کر پھلا پھولا اور پھر جنگ دیوتا کی حیثیت میں سرزمین یونان میں داخل ہوا۔

الائیڈ[2] کے ہاتھوں ایریز کی تیرہ ماہ کی قید کی کہانی اس بات کی شاہد ہے کہ میدانوں کا تباہ کنندہ کیتھونیا کا تباہ کار امور امن اور زراعت کے ہاتھوں خصوصاً مفتوح ہوا اور ڈیسی میں ایریز ہیفیسٹس کی بیوی افروڈائٹی کا عاشق ہے۔ ہیفیسٹس سے بھی یہ بات پوشیدہ نہیں

---

[1]: Enyo لاطینی میں اسے بیلونا کہتے ہیں جس کے جلو میں دہشت، لرزہ اور ہراس ہوتے ہیں اور جو شہروں کی تباہی اور خونریزی میں خوشیاں ڈھونڈتی ہے۔

[2]: Aloidae or Aloade یعنی اوٹس، ایفیالیٹس

(دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور اسی لئے ان دونوں کو دام میں الجھا کر وہ دیوتاؤں کے سامنے پیش کرتا ہے

افروڈائٹی پہلے جنگ دیوی تھی۔ اور ایریا کے نام سے موسوم تھی۔ تھیبس میں جہاں ایریز کی پرستش کی جاتی۔ وہ اس کی شریکِ حیات تھی۔ ایریز کی شان میں اگرچہ تہوار منائے جاتے لیکن پھر بھی یونان میں دوسرے دیوی دیوتاؤں کی سی شہرت اسے نصیب نہ ہوئی۔ اور اس کی پوجا محدود رہی۔ سپارٹا میں تھرئیس کے نام سے اسے کتوں کی بھینٹ دی جاتی۔

ایریو پیگس[1] کی تلہٹی میں جہاں ایریز کی خانقاہ تھی ہیلر ہوتھیئس[2] کے قتل کے الزام میں ایریز پر مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن دیوتاؤں نے اسے بری کر دیا۔ ایریز بہت سی کہنہ دیومالائی کہانیوں میں موجود ہے۔ وہ اپنے بیٹے سائکنس کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے دوبارہ ہرکولیز[3] سے لڑا۔ پہلی بار زیئس نے بجلی چمکا کر انہیں الگ کر دیا۔ لیکن دوسری بار ہرکولیز (جسے اتھینا کی اعانت حاصل تھی) کے ہاتھوں شدید زخمی ہوا۔ زاں بعد اس نے جنگلی سور بن کر افروڈائٹی کے عاشق اڈونس کو لہولہان کر دیا اور لپاتھے[4] اور نشارز کے

پرانے قصوں میں یہ دونوں ایلوائیس یا پوسیڈن کے جڑواں بچے ہیں۔ یہ دونوں غیر معمولی قد و قامت اور قوت کے لئے مشہور تھے۔ ہومر کے بقول انہوں نے دیوتاؤں سے جنگ کی۔ لیکن اپالو نے انہیں بالغ ہونے سے پہلے ہی تباہ کر دیا۔ ایلیڈ میں دونوں ایریز کو قید کر لیتے ہیں۔ لیکن ہرمیز اسے آزاد کراتا ہے۔ انہوں نے ہیرا اور آرٹمیس سے شادی کی خواہش کی تو آرٹمیس بارہ سنگھا بن کر سامنے آ گئی۔ اور جب انہوں نے اسے مار گرانے کی کوشش کی تو خود ہلاک ہو گئے۔

الائی ڈے زرخیز زمین اور زرعی ارواح کے مظہر ہیں

[1]: شہر ایتھنز کے حفاظتی قلعہ کے نزدیک ایریز کی پہاڑی

[2]: Halirrhothius

[3]: ہریکلیز یا ہرکولیز، زیئس اور الکمینی کا بیٹا یونان کا عظیم ہیرو جس کے محیر العقول کارناموں کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔ حاتم کی طرح وہ (بارہ) مہمات سر کرتا ہے۔

[4]: لپاتھے، ایک صنمیاتی قوم جس کا وطن پینی سس (تھسلی) کی

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

مابین جنگ کو ہوا دی۔ جنگی نتائج میں تباہی اور ویرانی کے طور پر نیزہ اور روشن مشعل اس سے منسوب کی جاتیں۔ عہدِ پارینہ میں روشنی پھینکنے کا مطلب اعلانِ دشمنی تھا۔

پانچویں صدی ق م سے قبل اسے باریش سہم ناک خد و خال اور مکمل زرہ کے ساتھ دکھایا جاتا۔ پھر ایتھنز کے صنم تراشوں کے طفیل وہ ایک نوجوان جنگ جو کے روپ میں اُبھرا۔ اور فن و شعر میں بے ریش ہو کر پیچدار زلفوں، کشادہ سر، اور چوڑے چکلے شانوں کے ساتھ، مغفر اور چوغہ میں بھرپور شباب لئے طلوع ہونے لگا۔

ولا لوڈو وِسی نامی مجسمہ میں اسے تصورات میں غرق دکھایا گیا ہے ہاتھ پہلو میں نگاہیں پاؤں پر جمی ہیں۔ بمرگیز ایریز' نام کا مجسمہ ایستادہ ہے سر پر خود اور زرہ جزو بدن۔ ایریز دونوں کی رفاقت میں بھی سنگین پیرہن میں جلوہ گر ہوا ہے۔ مرمر کی سِلوں میں وہ اژدہائی کے ساتھ براجمان ہے۔ اسی طرح وہ رومیوں کے عہد میں قیمتی پتھروں پر آن براجا۔ اس سے قبل کہ اہل روما کو یہ جتھابندی راس آتی۔ ایریز اہل مقدونیہ کے ہاتھوں اکبار پھر باریش آلاتِ حرب سے آراستہ اور مظہرِ قوت دیوتا بن گیا۔ مناسب طور پر کرگس اس کا پرندہ تھا۔ سہواً کتے کو اِس کا مرغوب جانور سمجھ لیا گیا۔ رومی اسے مارز کہتے تھے

وادی بتایا جاتا ہے۔ لپاتھے کا شجرہ نسب انہیں تسلوزر کا اقارب ثابت کرتا ہے۔ بعض کے خیال میں لپاتھے دیو اور عفریتوں کے جانشین یا طوفانی بھوت ہیں۔ یہ نیم داستانی اور نیم تاریخی قوم ہے۔ یونانی سنگ تراش جنگ لپاتھے کو انسانیت اور شریر عفریتوں کے مابین جنگ قرار دیتے ہیں۔ اسے یونانیوں اور اہل فارس کے درمیان جنگ کی ایک علامت سمجھا جاتا ہے۔

ؔ Centaurs سنٹارز یا' قدیم یونانی دیو مالائی نسل جو نصف انسان اور نصف گھوڑا تھی اور تھسلی اور آرکیڈیا کے کوہستان میں رہتی تھی۔ سنٹارز کے متعلق خیال ہے کہ وہ اکسئن اور نیفلے کی اولاد تھے۔ جنگ لپاتھے کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ بعد میں انہیں ڈائی اینی سس کی گاڑی کھینچنے والا دکھایا گیا ہے۔ یا پھر انہیں ایریز نے باندھ اور چھپا رکھا تھا۔ کیونکہ مے نوشی اور رنگ رلیوں کے سبب یہ بدنام تھے ان کے بارے میں یہ بھی خیال ہے کہ وہ آوارہ گرد، قانون شکن اور مہمان ناآشنا تھے۔ اپنے جذبات زیر نگین تھے۔ فولس اور کیرلنہ کے سوا

Villa Ludovisi

ؔ : Mars

ڈائی اینی سس

یونانی اساطیر میں زرخیزی اور نباتات کا دیوتا، انگور کی بیلوں کا مخصوص دیوتا ہونے کی بنا پر شراب کا دیوتا بھی تھا۔ سبازانی اس[1] اور بساریس[2] اس کے تھریشیائی نام تھے۔ بلاشبہ وُہ تھریکو، فریجیائی دیوتا تھا۔ تھریس یا ممکن ہے تھریس اور فریجیا۔ دونوں جگہوں سے یونان میں متعارف ہوا تھا، لپنے ہی کردار کے دوسرے مقامی دیوتاؤں میں گھل مل گیا ہو۔ مثلاً ایلی سس میں اکیاکس نامی دیوتا سے وابستہ ہوا۔

ڈائی نی سس[3] کو قوتِ احیائے نباتات کی علامت سمجھا جاتا۔ وُہ قانون دہندہ (مگر بوقتِ ضرورت ضرر رساں) اور دلدادہ امن تھا۔ جب ڈائی اینی سس کے تہواروں کے باعث یونانی ڈراما میں پیش رفت ہوئی۔ وُہ فنِ المیہ کا دیوتا اور تھیٹر کا نگہبان بھی ٹھہرا

بادہ آشامی اور شراب نوشی کا زیادہ مذکور نہیں اور نہ اسے شراب کا موجد اور تعارف کنندہ کہا گیا ہے۔ نہ وہ اولمپس پر رونما ہوا۔ اس کے برعکس ایلیڈ میں اس کی ترش خوئی کے فسانے اور تعیش کے خوب چرچے ہیں۔ وُہ رواجی اور روائیتی عیاشی کے رموز و اسرار کا سربراہ تھا۔ لیکن سی نیائی[5] اسرار میں وُہ ایک عاجز، فرومایہ صورت میں سامنے آیا۔ اس کے

---

[1]: sabazius

[2]: Bassareus

[3]: اہلِ یونان پانچویں صدی ق م میں اسے بکس کہنے لگے تھے۔

[4]: دیوتا ڈائی اینی سس سب سے آخر میں اولمپس پہنچا۔ لیکن ہومر اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔

[5]: Eleusinian Mysteries الیوسینئن اسرار، الیوسس ایتھنز کے نزدیک تھا جہاں ڈیمیٹر اور اس کی بیٹی پر سیفونی کی تنظیم میں رسوم پوشیدہ طور پر ادا کی

آبائی وطن میں اس کے دلدادہ اور پرستار اپنے آپ پر رقت طاری کر لیتے۔ یا پھر وحشیانہ رقص و سرود، سرمستی اور بادہ نوشی کے سرور میں غرق ہو کر اپنے آپ کو اس میں خلط ملط کر دیتے یونان میں اس کی خوب تشہیر ہوئی۔ عام روائت کے مصداق وہ زیئس اور سیمیلی کا بیٹا تھا جو تھیبس میں پیدا ہوا۔

سیمیلی جن دنوں حمل سے تھی ہیرا کی آتش رقابت جوان تھی۔ آخر اس نے سیمیلی کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ زیئس کا اس کی تمام آب و تاب اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ دیدار کرے۔ زیئس تکمیل خواہش کی پہلے ہی قسم[1] کھا چکا تھا۔ مجبوراً اسے اپنی بھرپور تجلیوں کے ساتھ اس کے سامنے آنا پڑا جس کی سیمیلی تاب نہ لا سکی اور جل کر خاکستر ہو گئی۔ سیمیلی نے جلتے جلتے قبل از وقت ڈائی اینی سس کو جنم دے دیا۔ زیئس نے فوراً اپنی ران چیر کر اس ادھورے بچے کو اس میں محفوظ کر لیا۔ اس طرح تکمیل کے بعد اسے بچے نے دوبارہ جنم لیا۔ پیدائش کے بعد ہرمیز نے اس بچے کو کوہ نیسا[2] کی دیویوں کی تحویل میں دے دیا۔ جنہوں نے اس کی دیکھ بھال اور پرورش کی۔ ہیرا نے اس بچے کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اور اسے پاگل بنا کر وہاں سے نکال دیا۔ اور پھر ڈائی اینی سس جا تا تی دہشت گردی اور صحرا نوردی میں معروف ہو گیا۔

جوان ہونے پر اس نے دنیا کی سیاحت کی۔ وہ جہاں جاتا لوگوں کو انگوروں کی کاشت کے طریقے سکھاتا۔ ساتھ ساتھ اپنے عقائد کا پرچار کرتا۔ ان دنوں اس کی باتوں کا شدید رد عمل ہوا۔ اور اس کے اپنے ملک میں بھی اسے کسی نے نہیں سمجھا۔ پینتھیئس شاہ تھیبز[3] (تھیبس) نے اپنی مملکت میں ڈائی اینی سس کے عقائد کی سختی سے مخالفت کی۔ بالآخر یہ بادشاہ پاگل

گذشتہ صفحہ سے: جاتی تھیں۔ نئے شرکا سے بھی راز داری کی قسم لی جاتی کسی کے سامنے ان رسوم کے بارے میں کسی قسم کا اظہار بدترین گناہ تھا۔ اسی راز داری کے باعث انہیں... الیوسینائی اسرار کہا جاتا ہے۔

[1]: دریائے سٹائکس کی قسم کھائی تھی دیوی دیوتا پاتال کے اسی دریا کی قسم کھاتے تھے۔

[2]: اس کے بارے میں کسی کو علم نہیں۔ Nysa

[3]: یونان میں بیوشیا کا پائے سلطنت

ہوگیا۔ اور اس کے محلات زمین بوس ہو گئے۔ پاگل عورتوں نے جن میں اس کی ماں اور دو بہنیں بھی شامل تھیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔

لائی کرگس شاہ تھریشیا بھی دشمنِ جان تھا۔ چنانچہ اس سے بچنے کے لئے ڈائی اینی سس کو سمندر میں چھلانگ لگانا پڑی۔ اب وہ سمندری دیوی تھیٹس کا مہمان تھا بعد میں زیئس نے شاہ تھریشیا کو اندھا کر دیا تھا۔ جو جلد ہی مر گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بادشاہ بدحواس ہوگیا تھا۔ اور اس نے انگور کی بیل سمجھ کر اپنے بیٹے کو کاٹ ڈالا تھا۔

شدید اختلافات اور مزاحمتوں کے باوجود ڈائی اینی سس کے صنم خانے جگہ جگہ کھلتے چلے گئے۔ اور اس کی رسوم نگر نگر قریئے قریئے پھیلتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ایشیائے کوچک میں ان کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ فریجیا اور لیڈیا[1] میں تو ان رسوم کو سرگرم اور والہانہ انداز میں پذیرائی ملی۔ سکندر اعظم اور مابعد کے زمانے میں ڈائی اینی سس کو بطور فاتح ہند فروغ و عروج حاصل ہوا۔ ایک بار ڈائی اینی سس ایک بحری جہاز میں جزیرہ نکساس جا رہا تھا کہ راستے میں قزاقوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ وہ اسے کھینچتے ہوئے عرشۂ جہاز پر لے آئے۔ اور ایک ملاح کے سوا تمام اس کا مذاق اڑانے اور پھبتیاں کسنے لگے۔ ڈائی اینی سس نے کچھ دیر تو صبر سے کام لیا اور پھر اس ملاح کے سوا جس نے اس کی تضحیک نہیں کی تھی سب کو ڈولفن مچھلیاں بنا دیا جو اچھلتی کودتی سمندر میں جا گریں یہیں اس کی ملاقات اریاڈنی[2] سے ہوئی جسے شاہ ایتھنز کا بیٹا تھیسیس تن تنہا چھوڑ کر غائب

---

[1]: بحیرہ ایجین سے ملحقہ ایشیائے کوچک کی بندرگاہ

[2]: Ariadne منی ناس، شاہ کریٹ کی بیٹی، شہزادہ ایتھنز (تھیسیس) اہل ایتھنز کو منوٹار نامی عفریت (جسے نذرانے کے طور پر ایتھنز کے نوجوان لڑکوں لڑکیوں کی بھینٹ دی جاتی) سے نجات دلانے جزیرہ کریٹ پہنچا تو شہزادی اریاڈنی اس پر عاشق ہوگئی۔ منوٹار ان بھول بھلیوں میں چھپا رہتا جنہیں ڈیڈالاس نے شاہ کریٹ کے لئے بنوایا تھا۔ تھیسیس نے اریاڈنی کی مدد سے ان بھول بھلیوں میں گھس کر عفریت کو ہلاک کیا اور پھر اریاڈنی کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ جزیرہ نکساس پہنچ کر اس نے اریاڈنی کو تنہا چھوڑ دیا۔ اریاڈنی نے عالم مایوسی میں گلے میں پھندا ڈال

(دوسرے صفحہ پر جو حاشیہ ملاحظہ فرمائیں)

ہوگیا تھا۔ ڈائی اینے سس نے اسے اپنی بیوی بنا لیا۔ ان دونوں کی شادی کا یہ قصہ جگہ جگہ دہرایا جاتا تھا۔

اپنے عقائد کی تبلیغ اور پرچار کے بعد وہ اپنی ماں سیمیلی کو لینے پاتال چلا گیا نباتات کے دوسرے دیوی دیوتاؤں کی طرح ڈائی اینی سس بھی مرکر از سر نو زندہ ہو جاتا۔ ڈائی اینے سس کے پاس پیغمبرانہ تحائف بھی تھے۔ ڈیلفی میں اپالو کے ساتھ ساتھ اس کی بھی تحریم اور تکریم کی جاتی۔

وہ اکثر جانوروں کی شکل اختیار کر لیتا، انگور کی بیل لارل، اسفوڈل اور آئیوی اس کے لئے مقدس تھے۔ درندوں اور جانوروں میں شیر، چیتا، تیندوا، سانپ، بکری اور گدھا اس کے لئے پاکیزہ و متبرک تھے۔ رومی اسے بیکس[1] کہتے۔

کر خودکشی کر لی۔ ایک اور کہانی کے مطابق ڈائی اینی سس نے اسے بے یارومددگار دیکھا تو اسے بیوی بنا کر اپنے ساتھ لے لیا۔

Theseus تھیسیئس

پوسیڈن کا بیٹا، بعد کی کہانیوں کے مطابق ایتھنز کے بادشاہ ایجیس کا بیٹا جس نے اپنے نانا شاہ ٹروئی زن کے یہاں پرورش پائی وہ جوان ہوا تو باپ سے ملنے ایتھنز روانہ ہوا راستے میں اس نے بہت سے قزاقوں اور عفریتوں کو تباہ کیا اور ایتھنز پہنچ گیا۔ ان دنوں شاہ کالکس، ایتھنز کی جادوگر بیٹی میڈیا جس نے اپنے دونوں بچوں کو مار کر شاہ ایتھنز سے شادی کر لی تھی وہاں موجود تھی۔ وہ باپ بیٹے کی ملاقات کے خلاف تھی اس نے تھیسیئس کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ادھا کام ہونے کے بعد ایشیا کی طرف بھاگ گئی۔ شاہ ایتھنز نے اپنی اس شمشیر کے ذریعے سے، جو تھیسیئس کی کمر سے بندھی تھی اسے پہچان لیا۔

[1]: Bacchus

پرسیفونی

زیئس اور ڈمیٹر کی بیٹی اور پاتال کی ملکہ۔ لفظ پرسیفونی فرد فونس سے مشتق ہے جس کے معانی ہیں وہ جو تباہی لاتی ہے۔ اہل ایتھنز اسے پرسیفٹا کہتے ہیں جس کے دو معانی بتائے گئے ہیں یعنی غارت گر فاختہ اور وہ جو تباہی مقرر کرتی ہے۔ اسے کوری بھی کہہ دیتے۔

کوری اور پرسیفونی دراصل دو دیویاں تھیں۔ کوری سبز (خام) اناج کی دیوی اور... پرسیفونی اناج کے تیار خوشوں اور پکی بالیوں کی دیوی تھی۔ بعد میں دونوں کو یکجا کر دیا گیا۔

پاتال کا ہیڈیز خوش آہنگ اور بہار آفریں پرسیفونی کا عاشق اور پرستار تھا ایک دن پرسیفونی اپنی جان سوز اور جان گسل سہیلیوں کے ساتھ سسلی کی خوبصورت وادی آنا میں پھول چن رہی تھی۔ ہری ہری دوب کی نازک نازک اور مہین مہین مرتعش موجوں میں رنگا رنگ خوش نما غنچوں اور نو بہ نو پر کشش پھولوں کے جگہ جگہ بھنور اٹھ اٹھ دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ کیف آگین گلاب، دلآویز بنفشہ، روح پرور آئرس اور نظر نواز سنبل کی پیچیدہ در پیچیدہ بہاروں نے اس دیدہ زیب وادی کو پارۂ ارم بنا رکھا تھا۔

نوبہار پرسیفونی اور اس کی جمیل و جاں ستاں سہیلیاں اس پارۂ ارم کی اپسرائیں جان پڑتی تھیں۔ ایسی اپسرائیں جن کے لطیف مرطوب اور لعلیں خمیدہ ہونٹوں پر سے رنگبار قہقہوں اور لعطر فشاں تبسم کی حسین و سبک تتلیاں اڑ اڑ کر اور پر سمیٹ سمیٹ کر پھولوں پر گر رہی تھیں۔ گویا وہ پھول چننے کے بہانے اس کشتِ رنگ و بو کے پھولوں میں ہنس ہنس اپنے ہاتھوں رعنائی، رنگینی، خوشبو اور روشنی تقسیم کر رہی تھیں۔

ہیڈیز کو پرسیفونی کی اطلاع ملی تو وہ اپنا رتھ اڑاتا ہوا اپنے بھائی زیئس کے پاس

لے: Persephone

پہنچا اور اپنے دل کی بے کلی سے اسے آگاہ کیا۔ زیئس نے اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اپنی ماں رہیا سے کہا کہ وہ وادی انا میں ایسا دیدہ زیب اور جاذب نظر پھول کھلا دے جسے حاصل کرنے کے لئے پرسیفونی بے چین اور بیقرار ہو جائے۔ چنانچہ رہیا نے بلا تامل اس وادی گلبار و گلنار میں پھولوں کی راج رانی نرگس (پھول) کو کھلا دیا۔ اور پھر جھاڑیوں کا ایک سحر آفرین جھنڈ نمودار ہوا جس کی ہر جھاڑی کی جڑوں میں سے سو سو پھول سر نکالے اپنی رنگ بھری مسکانوں کا جادو جگا رہے تھے۔ ان پھولوں کی عجیب پھبن، عجیب چھب عجیب تمکنت اور عجیب نکہت تھی۔ گنگا جمنی شان، استعجاب آفریں رعنائی، انسان تو انسان دیوتا بھی مسرور ہو کر جھومنے لگے۔ لا محدود آسمان، بے کنار زمین اور بیکراں سمندر سب ہی ہنس رہے تھے۔

پرسیفونی کی نگاہ ان پھولوں پر پڑی تو بے ساختہ ان کی طرف لپکی۔ اس وقت اس کی دلآرام اور دلکش سہیلیاں وادی کی دوسری سمت میں پھول چن رہی تھی۔ پرسیفونی تنہائی کے احساس سے جھجکی، سہمی، ڈری لیکن ان پھولوں کو پا لینے کی اپنی خواہش کو نہ دبا سکی۔ اس نے ان مسحور کن ملکوتی پھولوں کی طرف اپنا سجیلا اور کومل ہاتھ بڑھایا ہی تھا۔ کہ گڑگڑاہٹ کے ساتھ زمین شق ہوئی۔ اور ہیڈیز ایک عزم نو کے ساتھ نمودار ہوا۔ سیاہ فام اور مضبوط دو گھوڑے اس کے رتھ کو کھینچ رہے تھے۔ اس وقت ہیڈیز کی آنکھوں میں سے اس کا دل جھانک رہا تھا اور سینے میں جلال وجمال دونوں نے مل کر ہاہاکار مچائی تھی۔ ہیڈیز نے ایک پل ضائع نہ کیا۔ اور خوش آب ورنگ پرسیفونی کو اپنے تواں بازوؤں میں سمیٹ کر خواب کی مثال نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

پرسیفونی کے غائب ہو جانے کی خبر جب اس کی ماں کو پہنچی تو وہ دیوانہ وار اسے دنیا بھر میں ڈھونڈنے لگی۔ اور جب وہ کہیں نہ ملی تو تھک ہار کر زیئس کے پاس پہنچی۔ اور اپنی بیٹی کے لئے اس سے التجائیں کرنے لگی۔ ممتا کی تڑپ دیکھ کر رب الارباب زیئس کے دل میں ترحم کی دھارا پھوٹ بہی اور اس نے پاتال سے پرسیفونی کی واپسی کی رضامندی دے دی۔ لیکن اس شرط پر کہ وہاں وہ کچھ نہیں کھائے گی۔

اکیلے فس کا کہنا ہے کہ جب وہ "میدان برکات" میں گھوم رہی تھی۔ تو اس نے ایک انار توڑ کر کھا لیا تھا (نتیجتاً وہ الو بن گئی)

لے: Acalaphus

ڈیمیٹر کی بے چینی اور وارفتگی دیکھ کر بالآخر زیوس نے یہ اجازت دے دی کہ سال
میں چھ ماہ پرسیفونی اپنی ماں کے پاس اور چھ مہینے پاتال میں رہے گی۔[1]
اب پرسیفونی پاتال کی باضابطہ ملکہ تھی۔ رومی اسے پروسرپین[2] کہتے تھے۔

---
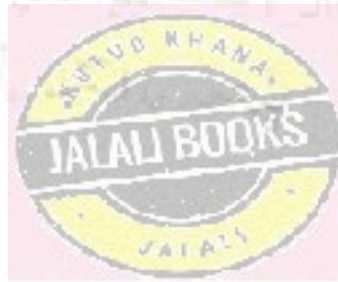
[1]: زمین میں بیج بونے اور اناج کے پھلنے پھولنے کی طرف صنمیاتی اشارہ۔

[2]: Proserpine پروسرپین یا پروسرپینا کے معانی ہیں خوفناک
بعد میں اس کا تعلق پاتال کی دیوی دیوتاؤں کے ساتھ ہو گیا۔ یہ ہیڈیز کی وفادار ملکہ
تھی لیکن ہیڈیز سے اس کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جاپان میں ازانامی یومی (پاتال)
کی عظیم دیوی تھی یعنی جاپان کی پرسیفونی لیکن وہ پس از مرگ یومی میں پہنچی
تھی۔

اولمپس کے کم مرتبہ دیوی دیوتا

فلک نشین عظیم اولمپسی دیوی دیوتاؤں کے علاوہ یونان میں اور بھی کئی ادنیٰ دیوی دیوتا ہیں۔ یہ دیوی دیوتا کلاسیکی اساطیر میں جگہ جگہ کیف و سرور کے رنگ برسا کر اور بیم و ہراس کی گھمبیر دھند اُٹھا کر پلک جھپک آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

ان چھوٹے دیوی دیوتاؤں میں محبت کا دیوتا ایرس بڑا ہی معروف ہے۔ اس کے بغیر صنمیاتی شوالے سُونے سُونے دکھائی دیتے ہیں۔ پیار و محبت کی میٹھی روشنی نہیں ہوتی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ایرس کے بغیر شاہراہ حیات پر جذبہ دروں کی رنگین شمعیں فروزاں ہوتی ہیں نہ عشق و جنوں کے کورے چراغ جلتے بجھتے ہیں اور نہ قلب و ذہن کی غیر مرئی منڈیروں پر دودِ غم جاناں اور آہِ دلِ عاشقاں کے پیچ در پیچ بھنور آسا مرغولے اور حباب اُٹھتے نظر آتے ہیں۔

ایرس[1]
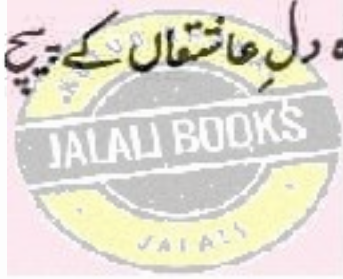
من اس کا ہے میلا مگر لب شہد میں بھرے ہیں۔
سچائی نہیں اس میں لیکن، بہت ہی شریر ہے۔
شغل میں کٹھور اپنے وُہ ہے
ہیں بازو بہت چھوٹے اس کے
مگر تیر کی مار اس کے بڑی ہے۔
ہیں تیر اس کے چھوٹے مگر آسمان تک وُہ جاتے ہیں۔
فریبی تحائف کو تم اس کے چھونا نہیں کہ وُہ آگ میں بجھے ہیں۔

---

[1] Eros

یونانی اسے عشق و جنون کا دیوتا تسلیم کرتے ہیں۔ ایرس کے معانی ہیں عشق عاشقانہ چاہت یا پیار۔ ہومر کو یہ دیوتا کہیں دکھائی نہیں دیا۔ اور نہ اس نے اس کٹھور دیوتا کے تیروں کی چبھن اور کسک محسوس کی۔ البتہ ہسیاڈ نے اسے دیکھا اور محسوس کیا ہے اس کی نگارشوں میں:۔

• لافانی دیوتاؤں میں وہ سب سے سُروپ اور سب سے زیادہ خوبرو ہے۔
پہلے پہل یونانیوں نے اسے افروڈائٹی کا بیٹا تسلیم نہیں کیا۔ وہ تو محض کبھی کبھار لوں ہی اس کی رفاقت میں چلا آتا۔ لیکن شعرائے متاخرین نے اسے افروڈائٹی کا بیٹا مان لیا۔ اِس کے باپ کے بارے میں بھی قیاس آرائیاں کی گئیں۔ کسی نے اسے ہرمیز کا پارۂ جگر کہا اور کسی نے زیئس کا بیٹا مانا۔ بعض کے گمان میں اس کی ماں آئرس ہوائے مغرب سے بار آور ہوئی تھی۔

ایک یونانی روایت کے مطابق کائنات میں جس نے سب سے پہلے آنکھیں کھولیں وہ ایرس تھا گویا وہ اولین دیوتا تھا۔ جس کی ماں تھی نہ کوئی باپ۔
ارسٹوفینیز[1] اس کی پیدائش پر اپنی رائے دیتا ہے:۔
• سیاہ پر دار شب نے ہوا سے مباشرت کی اور رحم تیرگی میں روپہلا انڈہ ڈال دیا۔ اور پھر اس انڈے میں سے ایرس برآمد ہوا۔

ایرس نے تیرگی سے جنم لیا۔ اور نور ایرس سے پیدا ہوا۔ وہ دو جنسی تھا یعنی مذکر بھی اور مؤنث بھی۔ اس کے بازو طلائی اور سر چار تھے کبھی بیل کی صورت ڈکراتا کبھی مانندِ شیر گرجتا، گاہے سانپ سمان پھنکارتا اور کسی آن مینڈھے کی مثال ممیاتا۔ شب ایرس کے ساتھ ایک غار میں رہتی۔ ایرس نے پہلے ارض و سما کو تخلیق کیا۔ اور پھر روشن اور تاباں چاند ستارے بنائے۔

ابتدائی کہانیوں میں وہ ایسا خوش رُو خوش اندام اور متین نوجوان ہے جو انسانوں میں عمدہ تحفے تحائف بانٹتا پھرتا ہے۔ اس کے بارے میں جو نظریہ پیش

---

[1]: (۴۴۸-۳۸۰ ق م) ایتھنز کا ایک ممتاز طربیہ شاعر جس کی نگارشات تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔

کیا گیا۔ وہ کسی شاعر کے لبوں سے نہیں پھوٹا بلکہ اس کا صانع اور خالق مشہور یونانی مفکر اور فلسفی افلاطون ہے۔ اور ایرس سے متعلق یہ بہترین یونانی نظریہ ہے۔

"عشق یعنی ایرس کا انسانی دلوں میں قیام ہے۔ لیکن ہر دل میں نہیں سنگین دل اسے نہیں بھاتے۔ بلکہ ایسوں سے تو وہ اپنا دامن بچاتا اور سنبھلتا ہے اس کی سب سے بڑی عظمت اس میں ہے کہ وہ بے جا کام نہیں کرتا۔ اور نہ کسی کو اس کی اجازت دیتا ہے۔ جبر اس کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا سب برضا و رغبت خوشی خوشی اس کی خدمت کرتے ہیں۔ محبت جسے چھو لے وہ ظلمتوں اور تیرگیوں میں کبھی نہیں رہتا۔"

موخوین شعرا اسے نٹ کھٹ اور شریر بتلاتے ہیں۔ انسان اور دیوتاؤں کے دلوں میں سنان محبت سے چاہتوں کے میٹھے میٹھے زخم لگانا اُنہیں چاہت! دل بستگی اور الفت کی حسین ڈوریوں میں باندھنا اس کا محبوب اور پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ہر آن ہر گھڑی اور ہر لمحہ ہر موڑ پر اپنی کمان اور اپنے بان کے ساتھ مستعد اور آمادہ دکھائی دیتا۔ اور اپنے بان کی جنبش سے دلوں میں شعلہ محبت فروزاں کرتا۔ ماں بھی بیٹے کی ان شرارتوں سے عاجز آگئی تھی۔ لیکن ایرس تو وحشتوں بھرا تھا۔ چھوٹے کا لحاظ نہ بڑوں کا پاس۔ بس زرّیں پروں پر اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا اور تیر چلاتے جاتا۔ اس نٹ کھٹ کی یہی تو غیر ذمہ دارانہ حرکات تھیں۔ جنہوں نے اسے بادہ عظیم اولمپسی دیوی دیوتاؤں کی صف میں شامل نہ ہونے دیا۔

مشہور ہے کہ ایرس کی ماں نے جب ہرمیز سے ایرس کے ننھے منے قد کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ ایرس کا اکیلاپن اس کے قد کی راہ میں حائل ہے۔ اگر اسے کوئی بھائی مل جائے تو اس کا یہ چھوٹاپن دور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب انٹیرس[1] کی صورت میں اسے چھوٹا بھائی ملا تو اس کا قد بڑھنے لگا۔

اوروں کے سینے میں غم جاناں کی میٹھی کسک بھرنے اور دلوں کے لعلگوں دالانوں میں پیار کی تاباں قندیلیں آویزاں کرنے والے ایرس کا سونا سونا دل بھی شعلہ عشق و جنوں کی تابش سے محروم نہ رہا۔ ایک دن اپنے ہی سنان کی دلکش جنبش سے ملے اپنے دل

---

[1]: Anteros

کے بے دُود و نور چراغ کو بھی چاہتوں کی آگ دکھانا پڑی۔ اور وہ پری وش شہزادی سائیکی[۱] کے کومل رُوپ کی گرمی اور شعلہ آسا جمال کی سجل آگ میں جل اُٹھا۔ یہ قصہ یُوں چلتا ہے۔

"کیوپڈ شہزادی سائیکی کے حُسن پر مفتون ہو کر ہر شب اس کی ملاقات کو جاتا ہے۔ لیکن سامنے نہیں آتا۔ اس نے سائیکی کو بھی منع کر دیا تھا کہ وہ اسے دیکھنے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ وہ اپنے عاشق کی خواہش کا احترام کرتی ہے۔ اور اسے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتی۔"

ایک دن سائیکی کی بہنیں اسے ڈراتی ہیں کہ اس کا عاشق تو ایک خوفناک ناگ ہے۔ جو کسی دن اسے رغبت سے ہڑپ کر جائے گا۔ آخر وہ ان کے بہکانے پر ایک رات کیوپڈ کو دیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

ایک شب کیوپڈ سویا ہوا تھا کہ وہ روشن چراغ ہاتھ میں لئے دبے پاؤں اس کے قریب آئی۔ اس کا دمکتا دمکتا حُسن دیکھ کر وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ اس کا کومل اور نازک کنول ایسا گلابی ہاتھ لرز گیا۔ اور گرم تیل کا ایک چھینٹا خوابیدہ دیوتا کے شانے پر گر پڑا جس کا ردِ عمل یہ ہوا کہ دیوتا خفگی کے عالم میں اسے تنہا چھوڑ چھاڑ چلا گیا۔ سائیکی اس کی فرقت میں تڑپتی اور مصائب و آلام جھیلتی رہی۔ وہ اسے جگہ جگہ ڈھونڈتی پھری۔ بالآخر جوپیٹر

۱: "سنہری گدھا" مصنف اپولیئس، یہ کہانی مصنف کی مفروضہ سوانح عمری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس کہانی میں مصنف ایک ساحرہ کے نوکر کی غلطی سے گدھا بن جاتا ہے۔ اور پھر یکے بعد دیگرے کئی آقاؤں کی تحویل میں رہتا ہے اس دوران وہ انسانی آوازیں نکالتا اور حماقتیں کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دیوی آئسس کی مداخلت پر وہ دوبارہ انسان بنتا ہے۔ اس قصے میں کئی ضمنی کہانیاں ہیں۔ جن میں کیوپڈ (ایروس) اور شہزادی سائیکی کے عشق کی کہانی بہت مشہور ہے۔

دز میش) کے دل میں اس کے لئے جذبہ ترحم پیدا ہوا۔ اور اس نے سائیکی کو لافانی بنا کر اس کے محبوب دیوتا کے حوالے کر دیا۔"

اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے جو اس حقیقت کی غماز ہے کہ عشق اندھا ہوتا ہے۔ ایرس کے مجسمے عموماً پردار عریاں بچے کی صورت میں بنائے جاتے۔ ہاتھوں میں تیر کمان شانوں پر تیروں بھرا ترکش۔ کسی وقت نیزہ اور چھوٹی سی مدور ڈھال اس کے پاس ہوتی جس سے یہ مراد لی جاتی کہ رزم و حرب کا دیوتا ایریز بھی اس کے مقابل سرنگوں رہتا۔ کئی بار اس کے ہاتھ میں مشعل بھی ہوتی ہے۔

شیر ببر یا ڈولفن پر سوار دکھا کر عموماً ایرس کی قوت کا اظہار کیا جاتا۔ یا پھر وہ زیئس کے اگن بانوں کو توڑتا نظر آتا۔ پومپیائی کی دیواروں پر کیوپڈ (ایرس) کی جو تصاویر ملی ہیں۔ وہ فنی اعتبار سے بے مثل اور لاثانی ہیں۔

اہل رُوما اسے کیوپڈ[۲] کہتے ہیں۔

---
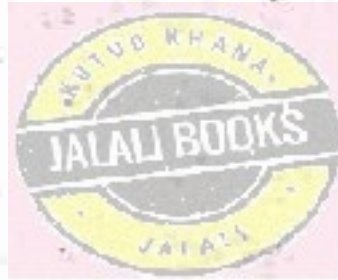
[۱]: یہ دونوں کردار یونانی نہیں رُومی ہیں۔ اور یہ بے سروپا کہانی شیکر لے مرمیئن کی نظم کا موضوع ہے۔ ویسے کیوپڈ اور سائیکی دوسری صدی ق م میں جنم لینے والے اپولیئس (لاطینی) کا شاہکار ہے۔ اس سے ملتی جلتی کہانی کالیدا سس کی "وکرم اُروسی" ہے۔

[۲]: Cupid

ہیبی

ہیبی[1] جوانی اور شباب کی دیوی، اہل روما اسے جوونٹس[2] کہتے ہیں۔ زئیس اور ہیرا کی یہ دُختر اپنی ماں ہیرا کی خدمت میں رہا کرتی۔ بعض اوقات ساغر و مینا خوبصورت ہاتھوں میں لئے دیوتاؤں کو بادہ گلگوں پیش کرتی۔ کبھی کبھی ٹرائے کی نوخیز اور نوشگفتہ شہزادی گینی میڈے[3] بھی ساقی گری کے حسین فرائض سرانجام دیتی۔ گینی میڈے کو زئیس کا عقاب اُٹھا کر اولمپس پر لے آیا تھا۔

ایک بار دیوتاؤں کی بھری محفل میں، ہیبی کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ گر پڑا۔ زئیس نے خفا ہو کر اُسے " ساقی گری " کی خدمت سے برطرف کر دیا۔

ہیبی قصّے کہانیوں میں موجود نہیں۔ صرف ایک کہانی میں اس کا ذکر ہے جس میں ہرکولیز سے اس کی شادی ہوتی ہے۔
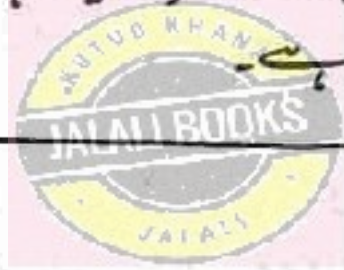
آئرس

قوس و قزح کی دیوی اور دیوی دیوتاؤں کی قاصد، زئیس اور ہیرا کی خصوصاً... ایلیڈ میں وُہ تنہا قاصد ہے۔ جبکہ اوڈیسی میں ہرمیز بطور ایلچی اس سے پہلے نمودار ہوا ہے۔ لیکن اس کی جگہ نہیں لیتا۔ دیوی دیوتا ایک دُوسرے کو بلاتے رہتے ہیں۔

قوس قزح یا دھنک میں وُہ راستہ تھا جس پر چل کر آئرس[4] دیوی دیوتاؤں کے مابین پیغام رسانی کا فریضہ سرانجام دیتی تھی۔

---

[1]: Hebe

[2]: Juventos

[3]: Genymade   [4] Iris

میوزز

کوہ اولمپس پر خوبصورت بہنوں کے دو طائفے تھے۔ جن میں سے ایک طائفہ میوزز[1] پر مبنی تھا۔ اور دوسرے میں گریسیز شامل تھیں۔ میوزز تعداد میں نو تھیں۔ زیوس اور نیموزینی[2] کی بیٹیاں، کوہ اولمپس کی تلہٹی میں پیریا کے مقام پر پیدا ہوئیں۔ انتہائی دلآویز اور دلآرام، وُہ انسانوں میں نشاط و انبساط اور شرافتیں بانٹتی پھرتی تھیں۔

ہسیاڈ کہتا ہے۔

"یہ سب ایک ذہن رکھتی ہیں .... میوزز جسے چاہیں وہ خوش وخرم ہے۔
اگر کسی آزار میں مُبتلا انسانی روح کے لئے میوزز کا کوئی خادم نغمہ الاپے
تو وُہ آزار ڈھل جاتا ہے۔ میوزز کی جانب سے انسان کے لئے یہ ایک
مقدّس تحفہ ہے:

آئندہ ایام میں ان نو دیویوں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی چیز سے وابستہ ہو گئی۔ اور وُہ شعر و نغمہ یا کسی اور فن پر حکمرانی کرنے لگیں۔ شعراء خصوصاً ان کی نگاہ کرم کے محتاج تھے ان کی خدمت میں کسی قسم کی قربانی پیش نہیں کی جاتی تھی۔ کوہ پرناسسؔ[3]، کوہ اولمپس کوہ پنڈسؔ[4] اور کوہ ہیلیکنؔ[5] ان کے مسکن تھے۔ یونان میں قریہ قریہ ان کے صنم خانے تھے۔ جہاں بڑی عقیدت احترام اور دل وجاں کی گہرائیوں سے ان کی پرستش کی جاتی۔

---

1 : Muses

2 : Mnemosyne

3 : کوہ پرناسس ۔ ڈیلفی سے چند میل دُور شمالی یونان کا ایک پہاڑ جو میوزز کے لئے مقدّس تھا۔

4 : شمالی یونان کے کہساروں کا ایک سلسلہ جو تھسلی ایپرس سے الگ کرتا ہے۔ 5 : بیوسشیا کا ایک پربت جس پر میوزز کا مندر تھا۔

ہیلی کن کہسار، جہاں کسٹالیائی شفاف وخنک چشمہ بہتا ہے۔ ان کی مشہور نشست گاہ تھا۔

پنڈار بربط کو اپالو اور میوزز کا ساز بتاتا ہے۔ میوزز مہربان ہو کر جس میں الہامی کیفیت پیدا کر دیتیں۔ وُہ کاہنوں اور پجاریوں پر سبقت لے جاتا۔ ان دیویوں کے نام اور فرائض یہ تھے۔

کلیو[1] : تاریخ کی دیوی۔

میلپ[2] مینی : سوز و گداز اور المیہ شعر کی دیوی۔

ثلیا (تھلیا) طربیہ تمثیل اور سوانگ کی دیوی۔

ٹرپسی کورٹی[3] : ناچ اور رقص کی دیوی۔

کیلوپی : رزمیہ نظم کی دیوی

ایریٹو : عشقیہ نظم کی دیوی۔

پولی ہمنیا[4] : دیوتاؤں کی ستائش پر مبنی بھجن کی دیوی۔

جوٹرپی[5] : غنائیہ شعر کی دیوی

---

[1] : Clio

[2] : Melpmene

[3] : Terpsichore

[4] : Polyhymnia

[5] : Euterpe

گریسز [1]
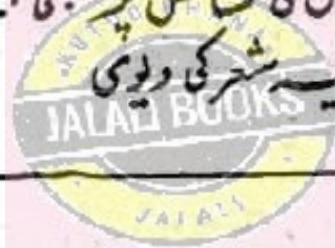
ناز، غمزہ اور عشوہ سے معمور تین نازنین۔ زیئس اور اوشینی [2] سمندری دیوی یوری نومی کی دختران، ان تینوں میں ایک ایجلائیا (شان و شکوہ) دوسری جوفروزنی [3] اور تیسری تھیلیا یا تھلیا (خوشی) تھی۔

ایک کہانی کے سوا ہومر اور ہیساڈ دونوں ایجلائیا کو ہیفیسٹس کی بیوی کہتے ہیں لیکن اُنہیں الگ الگ شخصیتیں نہیں اکٹھا دکھایا گیا ہے۔ جاذبیت اور شگفتگی کا تکونا مجسمہ (تریمورتی)۔ یہ نوجوان، کنواری اور حیادار نازنین ہاتھوں میں ہاتھ الجھائے ہم آغوش رہتیں۔ روپ سروپ کی دیوی افروڈائٹی کی رفاقت میں یا اولمپس پر زیئس کے راج سنگھاسن کے پاس ایستادہ رہتیں۔ بے حد سُبک اور لطیف پیراہن' یوں دکھائی دیتیں جیسے محوِ رقص ہوں جب اپالو اپنے ہفت تارا سنہری بربط سے سنگیت کے حسین اور رُوح نواز پھول برساتا تو وُہ رقص میں آجاتیں۔ اپالو کے سنہری بربط سے برستے نغموں اور گریسز کا سہانا رقص دیوی دیوتا سرخوشی اور سرمستی میں جھوم اُٹھتے۔

جس فانی پر وہ اپنی حسن بار اور روشن نگاہیں ڈالتیں، وہ خوشیوں میں ڈوب جاتا۔

وُہ تینوں زیست کو کنول آسا کھلا دیتی تھیں۔ میوزز کے ساتھ جب تینوں بہنیں یکجا ہوتیں تو گیتوں کی ملکہ بن جاتیں۔ کوئی محفل ان کے بغیر نہ جمتی۔ اور نہ کوئی ضیافت ان کی عدم موجودگی میں مزہ دیتی۔ جہاں جہاں یونانی نژاد آباد تھے۔ گریسز کی خانقاہیں اور قربان گاہیں بنتیں رُومی اُنہیں چیریٹیز [4] کہتے تھے۔

---

1. Graces ؛ ۲: ٹائی ٹن اوشن کی بیٹی
3. Euphrosyne ہندو ازم میں تریمورتی کا تصور موجود ہے پاربتی لکشمی اور سرسوتی۔
4. Charities

پانیوں کے ادنیٰ دیوی دیوتا

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ راج سنگھاسن پر قبضہ کے بعد زیئس نے سمندری حکومت پوسیڈن کو سونپ دی تھی۔

پوسیڈن سمندر اور پانیوں کا آقا اور عظیم حکمران تھا۔ زیر زمین دریاؤں پر بھی اس کا راج تھا۔ پوسیڈن کے علاوہ پانیوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح دوسرے چھوٹے چھوٹے دیوی دیوتاؤں کا تعلق بھی تھا۔ ان میں چند اہم اور مشہور یہ ہیں۔

ایمفٹرائیٹی[1]

اوشینس اور تھیتیس کی بیٹی جل بیا رانی اور پوسیڈن کی بیوی۔ یہ دوسری راج رانیوں سے کسی حالت میں کم نہیں جب نمودار ہوتی ہے تو مہارانیوں کی سی شان اور آن بان کے ساتھ۔ اس کا رتھ گھونگھے کا ہے ہاتھی دانت کی مثال۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تابناک اور خوبصورت، اس کے دلکش رتھ کو برف ایسے سپید سمندری گھوڑے کھینچتے ہیں ایمفٹریٹی کے ایک ہاتھ میں زرّیں عصا ہوتا ہے۔ بحری امواج جس کے تابع ہیں دوسرے ہاتھ میں راج رانی نے اپنے بیٹے پالیمن کو تھاما ہے جو اس کی چھاتیوں سے لٹکا رہتا ہے۔ سمندری ملکہ جس طرف سے گذرتی ہے۔ آبی جانور پرندے اور قسم قسم کی مچھلیاں آبی دراڑوں، آبی گوشوں اور آبی حجروں میں سے نکل نکل اس کے دیدار کو کھنچی چلی آتی ہیں۔

ٹرائی ٹن

پوسیڈن اور ایمفیٹریٹی کا یہ بیٹا بگھی ہے جس کا اوپر کا دھڑ انسانی

---

[1]: Amphitrite

اور نچلا حصہ ڈولفن مچھلی کا ہے۔ یہ زبردست دیوتا جب چاہے سمندر میں تلاطم یا طوفان پیدا کر دیتا ہے۔ اور جب چاہے اسے پُرسکون بنا دیتا ہے۔

اوشینس[1]

زیئس نے اس سے سمندری سلطنت چھین کر اپنے بھائی پوسیڈن کو عطا کر دی تھی۔
اوشینس اس دریا کا آقا تھا۔ جس نے زمین کے گرد گھیرا ڈالا تھا۔ اس کی بیوی ٹی تھس بھی ٹرائٹن تھی۔ ہومر اسے دیوتاؤں کا باپ کہتا ہے۔ اس کے خیال میں کائنات کا آغاز بھی اسی سے ہوا۔ ہسیاڈ کے بقول وہ دھرتی اور آسمان کا بیٹا اور ٹی تھس کا خاوند ہے۔
سب ارضی دریاؤں کے دیوتا اس کی اولاد تھے۔
اس کی صورت عمر رسیدہ انسان کی سی بنائی جاتی۔ بارلیش ہاتھ میں برچھا نزدیک کوئی آبی جانور، ازمنہ قدیم کے لوگ بحری سفر پر جانے سے پہلے اس کی منت مانتے۔

پونٹس[2]

پونٹس کا مطلب گہرا سمندر ہے۔ دھرتی ماں کا بیٹا اور نیرس[3] (اس سے زیادہ مشہور دیوتا) کا باپ
نیریس
سمندر کا عمر رسیدہ آدمی کہلاتا ہے۔
ہسیاڈ کہتا ہے۔
"وہ قابل اعتماد اور شریف دیوتا ہے ہمیشہ انصاف اور بہتر باتوں کے بارے میں سوچتا ہے جھوٹ کبھی نہیں بولتا"
اوشنس کی دختر ڈوری اس کی شریکِ حیات ہے اس کی پچاس خوبصورت بیٹیاں

1: Oceanus انگریزی میں اوشن کہا گیا ہے۔
2: Pontus 3: Nereus

سمندر کی دیویاں ہیں۔ اور اپنے باپ کی مناسبت سے نیریڈز کہلاتی ہیں جن میں سے ایک تھیٹس ہے جو اکیلیز کی ماں بنی۔ پوسیڈن کی بیوی ایم فیٹریٹی دوسری بیٹی ہے۔ بعض بحیرہ ایجیئن اور بعض بحیرہ روم کو اس کا مسکن بتاتے ہیں۔

پروٹیئس[1]

معمر سمندری آدمی جس نے پوسیڈن کے ریوڑوں کی خبرگیری کی۔ کبھی اسے پوسیڈن کا بیٹا اور کبھی خادم بتایا جاتا۔ دیوتا سے اس نے پیشین گوئی کا تحفہ حاصل کیا تھا۔ وہ مستقبل کا حال جانتا اور اپنی صورت تبدیل کر سکتا تھا۔ مشورہ لینے والے کی اس تک رسائی مشکل سے ہوتی۔ جب اس سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو وہ مختلف روپ دھار لیتا۔ اور اس کی گرفت سے نکل جاتا۔ اس کی بیٹیوں میں ایڈوتھیا[2] بھی تھی جس نے منی لاس کو بتایا کہ وہ اپنے باپ کے دل کا حال کس طرح جان سکتا ہے۔

ہومر جزیرہ فرس کو اس کا مسکن کہتا ہے جبکہ ورجل کارپیتھس کو اس کی جائے سکونت قرار دیتا ہے جو جزیرہ کریٹ اور جزیرہ قرص کے درمیان واقع ہے۔ ملٹن اسے کارپیتھی ساحر کہتا ہے۔

نائی ایڈز[3]

نائی ایڈز جل دیویاں تھیں۔ جھیل، ندیاں، چشمے، نالے اور جھرنے ان کے مساکن تھے۔ اوشنا نڈیز (سمندری دیویاں) اور اوشنس کی بیٹیاں تھیں۔ انہیں بحیرہ روم کی جل پریاں بھی کہا گیا ہے۔ اوریڈز کوہساروں اور ڈرائنڈز اشجار کی پریاں تھیں۔

لیکوتھیا[4]

سمندر کی دیوی لیکوتھیا اور اس کا بیٹا پیلیمین فانی تھے۔ بعد میں انہیں سمندری دیوی دیوتاؤں میں شامل کر دیا گیا۔ سمندری دیوتا گلوکس کا بھی یہی حال ہے۔ وہ کوئی مخصوص جڑی بوٹی کھا کر لافانی بن گیا تھا۔ یہ تینوں غیر معروف ہیں۔

---

[1]: Proteus [2]: Eidothea [3]: Naiads [4]: Leucothea

پاتال کے کمتر دیوی دیوتا

پاتال میں مُردوں کی مملکت پر بارہ عظیم دیوی دیوتاؤں میں سے ہیڈیز اور اس کی بیوی پرسیفونی کی حکومت ہے۔ ہیڈیز کے نام پر پاتال کو ہیڈیز بھی کہتے ہیں۔ یہاں سربیرس ہے۔ ملاح کیرن ہے۔ تین دریا ہیں اور تین منصفین جوار واح کا مقام متعین کرتے ہیں۔ علاوہ بریں نیند اور موت (بہن بھائی) یہیں قیام پذیر ہیں۔ خوابوں کا تعلق بھی اسی دُنیا سے ہے۔

ہیڈیز کی اعانت کو دوسرے دیوی دیوتا بھی حاضر ہیں۔

فیوریز[1]

ورجل نے انھیں پاتال میں جگہ دی ہے۔ گناہگاروں کو سزا دینا اور مجرموں کو دی جانے والی سزاؤں کی تکمیل کرانا ان کے فرائض میں شامل ہے۔ دنیا میں گناہگاروں کو ضمیر کے ڈنک سے اذیت پہنچانا اور قحط اور آفات آسمانی نازل کرنا بھی ان ہی کا کام ہے یونانی شعراء نے انہیں اکثر زمین پر گناہگاروں کا تعاقب کرتے ہوئے دکھایا ہے۔ وہ انصاف پسند مگر انتہائی سنگدل اور مغلوب الغضب ہیں۔ ہیرک لی[2] لٹس کے الفاظ میں۔

• سورج بھی مدار کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ ورنہ انصاف کی خدامرائے جالیں گی:

عموماً ان کی تعداد تین بتائی ہے۔ یعنی ٹسی فون[3] نے میگیرا[4] اور الیکٹو[5]۔ بہت سوں کے خیال میں کرونس اور نے نس کو جو زخم لگایا تھا اس زخم کے خون سے یہ پیدا ہوئیں

---

[1]: Furies [2]: Heraclitus

500 ق م کا ایک فلاسفر۔ الیفی سس کا رہنے والا تھا۔ [3]: Tisiphone

[4]: Megaera [5]: Alecto

ان منتقم دیویوں کی رفاقت میں عناد، بغض، جلال اور مرگ ہوتی ہے۔ یونان میں ان کی پرستش عام تھی۔ لیکن خوف کے باعث کوئی بھی ان کا نام نہ لیتا۔ اور نہ ان کے منادر اور خانقاہوں کی طرف دیکھتا۔ فاختہ، بھیڑ، زعفران اور دیودار کی شاخیں ان کی نذر کی جاتیں۔ خواتین نما ان کے چہرے ڈروانے اور خوفناک تھے۔ سیاہ پیرہن پر لہو کے چھینٹوں کی گلکاریاں، ہاتھ میں روشن مشعل، کٹار یا بچھوؤں کے کوڑے ہوتے۔ سر گردن اور کاندھوں سے سانپ لپٹے رہتے۔

اری بس[1]

دوزخ کا دیوتا اور کیاس کا بیٹا۔ یہ نام ظلمتوں کا مظہر ہے اور شعراء نے اکثر دوزخ کے لئے اسے استعمال کیا ہے۔ یونانی صنمیات میں ہیڈیز کے راستے میں ایک انتہائی تاریک جگہ۔

سوم نس[2]

خواب کا دیوتا۔ اری بس اور ناکس (شب[3]) کا بیٹا۔ اس کا محل ایک تاریک غار میں تھا۔ سورج کی کرن تک کی وہاں رسائی نہ تھی۔ اس غار کے دہانے پر پوست کے پودے کھلتے رہتے۔ مشہور ہے کہ سوم نس آویزاں تاریک اور سیاہ پردوں کے درمیان نرم پر دار بستر پر ہر وقت سویا رہتا ہے۔

دو دروازوں سے خواب اندر باہر آتے جاتے ہیں۔ مرفیئس، سوم نس کا وزیر خاص اور افیون کا دیوتا ہے۔

مینیز[4]

ان کو تعلق پاتال سے تھا، یہ ارواح، سایے اور بھوت ہیں۔ قبروں کی دیکھ بھال ان کی ذمہ داری تھی۔ گھر کے آتش کدہ کو ان کی قربان گاہ سمجھا جاتا تھا۔

---

۱ :	Ereb us	۲	Somnus
۳ :	Nox	۴	Manes

زمین کے کمتر دیوی دیوتا۔

جس طرح یونانیوں میں آسمان، سمندر اور پاتال کے چھوٹے بہت سے دیوی دیوتا ہیں۔ اسی طرح زمین پر بھی نچلے درجے کے دیوی دیوتا موجود ہیں یونانیوں کی نگاہ میں زمین بذات خود مادر گیتی تھی، لیکن وہ دیوی دیوتاؤں کے زمرہ میں نہیں آتی، اور زمیں سے کبھی الگ شمار نہیں ہوئی، اور نہ ہی اس کی الگ کوئی حیثیت رہی ہے، زمین کے دیوی دیوتاؤں میں اناج دیوی، ڈیمیٹر اور شراب دیوتا ڈائی اینی سس اہم اور عظیم ہیں جبکہ دوسرے زمینی دیوی دیوتا ان کے مقابل ہیچ اور فرومایہ ہیں۔

پین

صنمیاتی ادب میں پین[1] دیوتا کا اکثر آنا جانا رہا ہے۔ غیر معروف دیوی دیوتاؤں میں ممتاز اور نمایاں ہے۔ پین دشت، جنگل، ریوڑ، شکاریوں اور گلہ بانوں کا دیوتا ہے۔ ہرمیز کا بیٹا پُرشور، شاداں اور فرحاں، ہومری دور کے ایک بھجن میں اسے جانور نما بتایا گیا ہے ویسے بھی ایک عفریت کے روپ میں اسے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ سر پر دو چھوٹے چھوٹے سینگ، چپٹی ناک، بھدے خدوخال، بکری کی ٹانگ، بکری کے کھر، بعض اسے ہرمیز کا بیٹا کہتے۔ ہرمیز ایک بار پین کو افلاک پر لے گیا تو دیوی دیوتا اس کی انوکھی اور عجیب ہیبت کو دیکھ کر بہت لطف اندوز ہوئے۔ ڈائی اینی سس کا تو ہنس ہنس کر برا حال تھا۔

پین دیوتا ایک مصنوعی غار میں رہتا، دشت وصحرا، کہساروں اور وادیوں میں گھومنا پھرنا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ بنوں اور پربتوں کی حسین دیویاں رقص وسرور میں مصروف ہوتیں تو یہ بصد شوق ان میں شامل ہو جاتا۔ یہ دیویوں کو اکثر رقص کی تشویق و تحریک دلاتا اور پھر ان کے تعاقب میں خوشیاں ڈھونڈتا۔

پین دیویوں کا پرستار اور رسیا تھا۔ لیکن کوئی اسے منہ نہ لگاتا[2]۔ آرکیڈی یا آرگیڈیا اس کی محبوب اقامت گاہ تھی۔ یہیں وہ پیدا ہوا۔ موسیقی سے بہت زیادہ لگاؤ تھا بانسری سے وہ گیتوں اور نغموں کے خوبصورت اور دل نشین پھول برسایا کرتا۔ اس نے اپالو کو فن موسیقی کی تعلیم دی۔

---

[1]: Pan

[2]: پین نے کئی دیویوں کو پھسلا کر ان سے فیض اٹھایا چنانچہ ایکو سے اینکس اور یوفی سے (میوزز کی دایہ) سے کروٹس پیدا ہوا۔

ایک بار ایک آرکیڈیائی دوشیزہ سائرنکس جس پر وُہ مرتا تھا اسے دیکھ کر بھاگی۔ پین دیوتا بھی اس کے تعاقب میں دوڑا۔ سائرنکس[1] دریائے لیڈن میں کود پڑی۔ اور نرسلوں کا جھنڈ بن گئی۔ پین دیوتا نے اس جھنڈ کے سات نرسلوں سے ایک بانسری بنائی اور اس کا نام سائرنکس رکھ دیا۔

اچانک خوف و سراسیمگی کی وجہ پین دیوتا کو بتایا جاتا۔ صحرا اور جنگل میں عجیب سا شور ہوتا تو اسے بھی پین دیوتا سے منسوب کر دیا جاتا۔ پین کے سر پر اناس کے پتوں کا مکٹ ہوتا۔ ایک ہاتھ میں عصا ہوتا دوسرے میں بانسری، دیویاں اس کے گرد اکثر رقص کرتیں۔ اور دیوی دیوتا اس کے راگوں سے مسرور ہوتے۔ اس کی دُور دُور تک پرستش کی جاتی تھی خصوصاً آرکیڈیا میں "شیلے کا " پین کا بھجن" اس کہانی کی باز گشت ہے۔ جس میں پین اپالو کے خلاف موسیقی کے مقابلے میں شریک ہوا تھا۔

سائیلی نس[2]

نیم دیوتا، کبھی اسے پین دیوتا کا بیٹا اور کبھی بھائی یعنی ہرمیز کا بیٹا کہا گیا ہے۔ پہلے ڈائی اینی سس کا اُستاد رہا۔ پھر اس کا لاڈلا رفیق بن گیا۔ اسے عموماً ہشاش بشاش، فربہ اور سن رسیدہ آدمی کی صورت میں دکھایا جاتا۔ بادۂ ناب میں ہمیشہ دُھت، چلنے سے قاصر، اسی لئے بیشتر گدھے کی سواری کرتا۔ پھولوں کا تاج سر پر سجائے۔

ایک مرتبہ وہ راستے سے بھٹک گیا تو دیہاتیوں نے اسے پکڑ کر میڈس شاہ فرجیا[3] کے سامنے پیش کر دیا۔ شاہ نے ڈائی اینی سس کے اُستاد کی بہت تعظیم کی اس کے ساتھ مروت سے پیش آیا اور اسے ڈائی اینی سس کے پاس بھجوا دیا۔ اس پر ڈائی

---

[1] : اس نام کا ایک اژدہا ان سیبوں کی نگرانی کرتا تھا جو گیا نے ہیرا کی شادی کے موقع پر اسے دئے تھے اور اب ہیسپریڈیز پریوں کی تحویل میں تھے۔ ہرکولیز نے اسے ہلاک کیا۔

Silenus ۲ Syrinx

[3] : زمانہ قدیم میں ایشیائے کوچک کا ایک بڑا ضلع کوہساروں اور وادیوں میں گھرا ہوا ۲۵۰۰ فٹ تک سطح مرتفع، سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی آٹھ ہزار فٹ اونچی۔

اپنے سسر نے بادشاہ کی یہ خواہش کہ جسے وہ چھوئے سونا بن جائے پوری کر دی[1]

پلوٹس[2]

دولت کا دیوتا، جے سن[3] اور ڈیمیٹر کا بیٹا جسے ہمیشہ اندھا دکھایا جاتا۔ اور اس سے یہ مراد لی جاتی کہ وہ ناروا امتیاز روا رکھتا ہے۔ صاحب فراست اور فرزانہ دولت سے محروم رہتے ہیں۔ اور نا اہل اور احمق فیض یاب ہوتے ہیں۔ پلوٹس کو لنگڑا بھی دکھایا جاتا اور پروں کے ساتھ بھی۔ لنگڑے پن سے یہ مطلب لیتے کہ دولت آہستگی سے آتی پراس بات کی علامت سمجھے کہ آہستگی سے آنے والی دولت بڑی سرعت سے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

لیٹونا[4]

فیبی[5] دیوی اور ٹائی ٹن کی بیٹی، زیئس اس کا عاشق تھا۔ ہیرا اسے برداشت نہ کرسکی لیٹونا ماں بننے والی تھی کہ ہیرا نے اس سے نجات پانے کے لئے پائتھن اژدہا کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ ہیرا کے ڈر سے لیٹونا کو نہ آسمان قبول کرتا نہ زمین، وہ ادھر ادھر ماری ماری پھری لیکن کہیں پناہ نہ ملی۔

ان دنوں جزیرہ ڈیلیس ایک بہتا ہوا جزیرہ تھا۔ پانی میں ڈوبتا ابھرتا۔ یہ جزیرہ بہتا ہوا بحیرۂ ایجین میں جا پہنچا۔ لیٹونا کی حالت ناگفتہ بہ تھی آخر پوسیڈن نے اپنے ترسول کی

---

[1] شاہ فریجیا میڈس کو آخر میں اپنی اس خواہش سے دستبردار ہونا پڑا کیونکہ وہ کھانا نہیں کھا سکتا تھا جونہی کھانے کو وہ ہاتھ لگاتا سونا ہو جاتا۔

[2]: plotus

[3]: جے سن زمانہ قدیم کا ایک ہیرو، شاہ ایونکس ایلسن کا بیٹا جو سنہری اون کے حصول کے لئے نکلا۔

[4]: Letona

[5]: Phoebe

[6]:

حرب سے جزیرہ کو ساکن کر دیا۔ اور زیئس نے اِس جزیرہ کو زنجیروں میں سمندر کی تہہ کے ساتھ جکڑ دیا۔ لیٹونا بٹیر بن کر جزیرہ پر جا بیٹھی۔ یہیں اس کے دونوں بچے یعنی اپالو اور آرٹیمس پیدا ہوئے۔

ہیرا کے من کا الاؤ ابھی سرد نہ ہوا تھا کہ لیٹونا یہاں سے بھی بھاگی اور پھرتے پھراتے ایشیائے کوچک کے شہر لیسیا جا پہنچی۔ دھوپ بہت تیز تھی آسمان آگ برسا رہا تھا پیاس سے اس کا بُرا حال تھا۔ اس نے ایک چشمے سے پانی پینا چاہا۔ تو کسانوں نے اسے روک دیا۔ مجبوراً وہ زیئس کی مدد کی طالب ہوئی۔ چنانچہ زیئس نے کسانوں کو مینڈک بنا دیا اہل روما اسے لیٹو کہتے ہیں۔

نیوبی[1]

ٹینٹےلس کی بیٹی اور شاہ تھیبز ایم فائی اَن کی بیوی۔ یہ اپنے چودہ بچوں کی وجہ سے بہت زیادہ مغرور ہوگئی۔ اور لیٹونا کا حق غصب کرکے اپنے تئیں قربانی کا حقدار خیال کرنے لگی۔ اپالو نے اپنے بانوں سے اس کے چھ بیٹوں کو ہلاک کر دیا۔ اور باقی ماندہ بچیوں کو ارٹیمس نے ٹھکانے لگا دیا۔ بچوں کے غم میں وہ ہوش و حواس گنوا بیٹھی اور سودائی بن کر جنگلوں میں نکل گئی۔ اب دیوتاؤں کو اس پر رحم آ گیا انہوں نے اسے پتھر بنا کر اس کے بچوں کو دیوتاؤں کی محفل میں شریک کر لیا۔

ارگس اور ڈیلس میں نیوبی کی پرستش کی جاتی تھی۔

ائیس[2]

ہائی پیریئن[3] اور تھیا کی بیٹی، اسٹرے ائیس نامی ٹائی ٹن اس کا خاوند تھا۔ صبح کاذب کی یہ دیوی طلوع آفتاب سے قبل اپنے گلابی رتھ میں جسے

---

1. Niobe
2. Ios
3. یورینس اور گیا (زمین و آسمان) کا بیٹا۔ ہیلی اَس (آفتاب) سلینی (چاند) اور ائیس (صبح کاذب) کا باپ۔

تنومند گھوڑے کھینچتے، مشرق سے نمودار ہوتی۔ اس کے چاروں طرف روشن بادلوں کے جھمگٹ ہوتے، وُہ اپنی نرم و نازک نفیس اور کومل انگلیوں سے دن کا دروازہ وا کرتی۔ زمین پر ٹھنڈی ٹھنڈی معطّر اوس چھڑکتی۔ پھولوں اور سبزے کو بالیدگی عطا کرتی۔ اس کی آمد پر ستارے معدوم ہو جاتے۔ اس کی آمد دلیلِ آفتاب صبح تھی۔

صبح کی خوبرو دیوی ایئس، لیومیڈن والئی ٹرائے کے حسین بیٹے یعنی شہزادہ ٹیتھونس (پرائم کا بھائی) سے پیار کرتی تھی۔ شہزادہ نے ایئس سے حیاتِ جاوداں کی خواہش کی۔ ایئس نے اس کی یہ خواہش پوری کر دی۔ ٹیتھونس نے ابدی زندگی تو مانگ لی تھی۔ لیکن مستقل شباب مانگنا بھول گیا تھا۔ چنانچہ اس کی دلکش جوانی اور بانکپن سوکھے زرد پتوں کی مثال اس کے بدن کے خوبصورت پیڑ سے جھڑنے لگے اور وُہ بوڑھا اور نحیف و نزار ہوتا چلا گیا۔ اب کہولت کا آزار سوہانِ روح بن گیا تھا۔ جی کا ڈورا ٹوٹ ہی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی محبوبہ ایئس (دیوی) سے مرگ کی التجا کی۔ ایئس نے جان لینے کی بجائے اسے ٹڈا بنا دیا۔ رومی اس دیوی کو ارورا کہتے ہیں۔
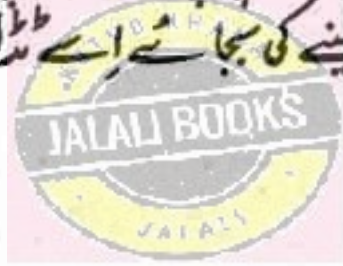
ایئولس

اوڈیسی کی رُو سے بہتے ہوئے ایک مغربی جزیرہ کا حکمران جسے زیئس نے ہواؤں کا انصرام و اہتمام سونپ رکھا تھا۔ ہوا اور طوفان کی آمد سے پہلے ہی وُہ ان سے باخبر ہو جاتا۔ ہواؤں کو ندا دینا اور ردّ کرنا اس کے اختیار میں تھا۔

دراصل وہ دیوتاؤں کا نائب اور ہواؤں کا منتظم تھا۔ کبھی دھرتی پر اور کبھی اپنے جزیرے میں رہتا۔ ایئولیا اس کا گھر تھا۔ جب یولی سس ٹرائے کی مہم کے دوران اتھاکا واپس آ رہا تھا تو ایئولس نے مخالف ہوائیں ایک تھیلے میں بند کر کے اس کے سپرد کر دی تھیں۔ راستے میں یولی سس نے یہ جاننے کے لئے کہ تھیلے میں کیا ہے تھیلے کا منہ کھول دیا۔ نتیجۃً ان کے جہاز جہاں سے چلے تھے۔ وہیں پہنچ گئے۔

لے: Aurora

چار بڑی ہوائیں یہ تھیں۔ بوریس (شمالی ہوا) زیفر (مغربی ہوا) نوٹس (بادِ جنوب) اور یورس (بادِ مشرق)

آسٹریا

آسٹریا[1] قدیم دیو مالا میں دوشیزہ انجم تھی۔ زیوس اور تھیمس کی بیٹی۔ اسے ٹائی ٹن الیسٹرے ایس کی بیٹی بھی کہا جاتا ہے۔ شعراء کے خیال میں وہ عہدِ زریں میں انسانوں کے درمیان میں رہ کر ان میں برکات تقسیم کرتی رہی تھی۔ لیکن آہنی دور کے ابتدا میں جب لوگ انسانیت سے گرنے لگے تو وہ عالمِ مایوسی میں آسمان پر چلی گئی۔ اور ستاروں میں شامل ہو گئی۔
اس کے سر پر ستاروں کا تاج اور ہاتھ میں ترازو ہوتا جس میں وہ انسانوں کے اعمال تولتی۔ ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے میں بدیاں۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں بروں کو سزا دینے کے لئے ایک شمشیر بھی ہوتی۔

فلورا

پھول کلیوں اور فصلِ بہار کی دیوی فلورا[2] بڑی سندر اور بڑی سروپ تھی۔ شباب کے اُجالے اور جوان بہاریں اسے ہمیشہ اپنے خوش رنگ اور دلپذیر دوہرے ہالے میں لئے رہتیں۔
سر پر رنگین اور شگفتہ پھولوں کا دیدہ زیب تاج، گلاب کے شاداب متبسم پھولوں سے مزین پیرہن زیبِ تن کئے رہتی۔
رومی بھی اسے اسی نام سے پکارتے۔

کومس

ڈائی اینی سس اور سرسی[3] کا بیٹا۔ ضیافتوں اور لہو و لعب کا دیوتا۔ دعوتوں کا اہتمام

---

[1]: Astrea

[2]: Flora

[3]: Circe

جس کے سپرد تھا۔ کومس کا مجسمہ ایک نوجوان کی صورت میں ہوتا۔ بعض اوقات چہرے پر نقاب۔ اور کبھی ہاتھ میں مشعل ہوتی۔ اگرچہ ایستادہ ہوتا مگر پھر بھی خوابیدہ دکھائی دیتا۔ جب اسے جوش آتا تو بیدار ہو جاتا۔ اس کے تہوار پر مرد و زن آپس میں لباس تبدیل کرتے۔

مومس[2]

عہد قدیم میں نادانی اور دل لگی کا دیوتا، شب اور خواب کے ملن کا ثمر تھا وہ دیوتاؤں کی حرکات کا مذاق اڑاتا۔ دیوتاؤں نے مجبوراً اسے آسمان سے نکال دیا۔

نیمی سس[3]

کلاسیکی صنمیات کی سنگدل اور جابر دیویوں میں سے ایک۔ ہیساڈ کے بقول دختر شب۔ انتقام اور بدلے کی دیوی تھی۔ فانیوں کو آلام اور خوشیاں عطا کرتی اور بد نصیبوں کی تذلیل کرتی۔ فڈیاش نے اٹیکا لیس میں ایک خوبصورت اور جاذب نگاہ مجسمہ نصب کیا تھا۔

ٹرمینس[5]

یہ ملکی سیما اور حدود کا دیوتا تھا۔

کوئی کسی کی حدود میں مداخلت نہ کرے۔ یہ اس کے فرائض میں تھا۔ اس کا مجسمہ ایک سنگین سر کی صورت میں ہوتا۔ ہاتھ نہ پاؤں جہاں نصب کر دیا جاتا پڑا رہتا۔ حد بندی کی گویا یہ علامت تھا۔

1: Comus

2: Momus

3: Nemesis

4: ایتھنز کا مشہور سنگتراش ۵۰۰ ق م میں پیدا ہوا

5:

زیفرس[1]

یونانی علم الاصنام میں اس سے مغربی ہوا مراد لی جاتی۔ یہ اکیلیز کے زینتھس اور بیلیس نامی گھوڑوں کا باپ تھا۔

اوریڈیز[2]

کوہساروں اور غاروں کی دیویاں جو دوسرے دیوی دیوتاؤں کی طرح لافانی تھیں۔

ڈرائی ایڈز[3]

بن دیویاں فانی تھیں ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شجر کے ساتھ جنم لیتی اور شجر کے ساتھ ہی مر جاتیں اسی لئے کسی درخت کو کاٹنا معیوب سمجھا جاتا۔ چند حالتوں میں اس کی سخت ترین سزا بھی تھی۔

فیٹیز[4]

انہیں خاطم یا پر کے بھی کہا جاتا ہے۔ قضا وقدر کی دیویاں، ولادتِ انسان اور زندگانی کی دیویاں تینوں بہنیں تو کس اور ایری بس کی بیٹیاں تھیں۔ کلاتھو، لیکے سز اور اٹروپس ان کے نام تھے۔ کلاتھو سب سے چھوٹی اور پیدائشی موقع محل کی نگران تھی۔ ہاتھوں میں تکلا رکھتی۔ لیکے سز ہر انسانی زندگی کے واقعات و لمحات کو لینے چرخہ پر کاتتی رہتی تھی۔ کلاتھو رنگا رنگ پوشاک اور ہفت انجمی تاج پہنتی۔ اس کے برعکس اٹروپس کا پیرہن سیاہ ہوتا۔ یہ سنگدل خیال کی جاتی تھیں۔ ان کے فیصلوں میں دیوتا بھی ترمیم نہیں کر سکتے تھے۔

---

[1]: Zephyrus

[2]: Oreades

[3]: Dryads

[4]: Fates

اور دیگر —

توام بھائی

ارضی دیوی دیوتاؤں کے ساتھ دو توام بھائی بھی بڑے ہر دلعزیز اور مشہور تھے ایک کا نام کاسٹر اور دوسرے کا پولکس تھا۔ دونوں آدھا وقت زمین اور آدھا وقت آسمان پر گذارتے۔ زئیس اور لیڈا کے ان بیٹوں کو دیوتا سمان پیش کیا گیا ہے ملاحوں کے محافظ تھے جنگوں کا رُخ موڑ دیتے تھے۔

ان کے متعلق متضاد روایتے ہیں بعض اوقات محض پولکس کو دیوتاؤں کے زمرہ میں شریک کیا جاتا ہے۔ کاسٹر فانی ہے جسے اپنے بھائی کی بدولت فقط نصف لافانیت ملی ہے۔ اُنہوں نے کیلی ڈونیائی جنگلی سؤر کے شکار میں حصہ لیا۔ سنہری اون کی تلاش میں گئے تھے تھیسئیس کے ہاتھوں ہیلن کو بچایا۔ کاسٹر کی موت کے واقعہ (جب پولکس نے بھائی کے لئے برادرانہ شفقت کا اظہار کیا) کے سوا ان تمام کہانیوں میں اُنہوں نے کوئی خاص حصہ نہیں لیا۔

مویشیوں کے مالک ایڈس نے جب کاسٹر کو زندگی سے محروم کردیا تو پولکس نے اپنی موت کی دُعا مانگی۔ چنانچہ زئیس نے رحم کھا کر کاسٹر کو پولکس کی زندگی میں شریک کر لینے کی اجازت دے دی۔ زاں بعد وُہ کبھی جُدا نہ ہوئے۔ دونوں ایک دن ہیڈیز میں رہتے اور ایک دن اولمپس پر گذارتے۔

یونانی صاحب علم لوسئین زمین آسمان کو اُن کی قیام گاہ کہتا ہے۔ اس کے مطابق جب ایک زمین پر ہوتا تو دُوسرا آسمان پر۔ دونوں کو ہمیشہ خوبصورت اور برف ایسے سپید گھوڑوں پر دکھایا جاتا۔ ہومر کی رائے میں گھڑ سواری اور گھوڑوں کی تربیت کے فن میں کاسٹر پولکس سے کہیں آگے تھا۔ پولکس مُکہ بازی اور کشتی گیری میں طاق تھا۔

روما میں ان دونوں توام بھائیوں کی بڑی قدر تھی۔

لے Lucian (۱۲۰ ق م) ایک یونانی ادیب۔ سموسٹہ میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنی تحریروں "دیوتاؤں کے مکالمات" اور "مکالمات میّت" میں اصنام فلسفیوں اور اپنے زمانے کے معاشرہ کی مذاحیہ انداز میں تضحیک کی۔

پرسیئس[1]

زیئس اور ڈانے کا بیٹا جس کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ شہزادی ڈانے[2] ارگس کے حکمران اکری سیئس کی بیٹی تھی۔ ایک دن خدائے ربانی نے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ کہ اس کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہونے والا لڑکا اسے قتل کر دے گا۔ اکری سیئس ڈر گیا۔ اور اس نے شہزادی کو پیتل کے ایک برج میں محبوس کر دیا۔ زیئس جان و دل سے ڈانے کا عاشق تھا۔ وہ پھوہار بن کر اسے بھگو گیا۔ اور اس طرح پرسیئس پیدا ہوا۔

بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے ماں بیٹے کو کشتی میں ڈال کر سمندر کے حوالے کر دیا۔ جو بہتی بہتی جزیرہ سیر لفیس کے ساحل سے جا لگی۔ جزیرہ کے حکمران پولی ڈیٹیکز نے ماں بیٹے کو خوش آمدید کہا اور قصر شاہی میں جگہ دی۔ ڈانے حسن میں بے مثال تھی شاہ سیر لفیس اس کے رعنائی جمال کی تابش سے بے تاب ہو گیا۔ پرسیئس راہ میں حائل تھا۔ چنانچہ اس نے پرسیئس سے نجات پانے کے لئے اسے میڈوسہ کا سر لانے کو بھیج دیا۔

دیوی دیوتا پرسیئس کے حامی و مددگار تھے۔ انہوں نے اسے کئی تحائف دئے۔ ہیڈیز نے خود عطا کیا۔ جسے پہن کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو سکتا تھا۔ اتھینا نے آئینہ الیسی روشن چھوٹی سی مدور ڈھال عطا کی تاکہ وہ میڈوسہ کو براہ راست نہ دیکھ سکے[3]۔ اسی طرح ہرمیز نے اس کے پیروں کو پر بخشے۔ دیوی دیوتاؤں کے ان تحائف کے سبب پرسیئس اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور اس نے گارگنز کی سرزمین میں داخل ہو کر میڈوسہ کا سر کاٹ لیا۔ واپسی پر وہ میڈوسہ کے سر کے ساتھ لبیا کے جنگلوں پر سے گذر رہا تھا جہاں جہاں میڈوسہ کے سر کا خون گرا سانپ رینگنے لگے۔

راستہ میں وہ اطلس شاہ موریطانیہ کے یہاں چندے قیام چاہتا تھا۔ کسی نے اطلس

---

[1]: Perseus

[2]: Danae

[3]: میڈوسہ پر جس کی نگاہ پڑتی پتھر کا ہو جاتا۔

کو بہکا دیا کہ زمین کا بیٹا اس کے باغات کو پھلوں اور اثمار سے محروم کر دے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے سرد مہری دکھائی اس پر پرسیس نے میڈوسہ کا سر دکھا کر اسے پہاڑ بنا دیا۔ وہ پہاڑ جو آج بھی شمالی افریقہ میں کوہ اطلس کے نام سے مشہور و موجود ہے۔

پرسیس ایتھوپیا کے مشرقی ساحل پر اُڑا چلا جا رہا تھا کہ زمین پر اس کی نگاہ ایتھوپیا کی شہزادی اینڈرومیڈا پر پڑی جو ایک وزنی چٹان پر کھڑی تھی اور ایک آبی عفریت اسے کھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پرسیس نے شہزادی سے شادی کا وعدہ لے کر آبی عفریت کو پتھر کا بنا دیا۔ شاہ ایتھوپیا سیفیئس نے حسب وعدہ اپنی بیٹی انڈرومیڈا کو پرسیس کے نکاح میں دینا چاہا تو شہزادی کا چچا فی نیئس مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس پر پرسیس کو فی نیئس اور اس کے ساتھیوں کو میڈوسہ کا سر دکھانا پڑا۔ اور اس طرح وہ سب پتھر کے ہو گئے۔

پرسیس نے سب سے پہلے اپنی ماں ڈانے کو شاہ سیریفس کے چنگل سے رہائی دلائی۔ دیوتاؤں کے تمام تحائف واپس کئے اور میڈوسہ کا سر دیوی اتھینا کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے اس نے اپنی ڈھال پر سجا لیا۔[2]

وہ اب اپنی جنم بھومی میں واپس آ گیا تھا۔ ایک دن قومی تہواروں کے موقع پر اس نے کوٹز[3] پھینکا تو اکری سیئس کو جا لگا۔ اور یوں اس کی موت کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ شاہ ارگس کی وفات کے بعد راج سنگھاسن پرسیس کو پیش کیا گیا۔ لیکن اس نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ خدا کی شان اسے اس کے بدلے ایک اور سلطنت مل گئی جہاں اس نے ایک نئے شہر مائی سینی کی اساس رکھی۔ ایشیا واپس لے لیا۔ جہاں ایرانیوں کی حکمرانی اس

---

۱ : اندرومیڈا نے ایک دن شیخی بگھاری تھی کہ وہ نیریڈز (سمندری دیوتا نیریس کی خوبصورت بیٹیاں) سے زیادہ خوش جمال ہے اس پر سمندری دیوتا پوسیڈان نے خفا ہو کر اس عفریت کو ایتھوپیا کو تباہ و برباد کرنے کے لئے بھیج دیا۔ پھر اس کی نگاہ اچانک انڈرومیڈا پر جا پڑی۔ ۲ : اتھینا کی ڈھال پر یہ سر دکھایا جاتا ہے۔

۳ : قدیم زمانے کا ایک کھیل جس میں ایک بڑے پیٹے کو میخ پر پھینکا جاتا تھا۔

کے بیٹے پر سینر کے حصے میں آئی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس ملک کا نام اسی کے نام پر پڑا۔

پیگاسس[1]

ایک پردار گھوڑا۔ پرسیئس نے میڈوسہ کا سر قلم کیا تو اس کے خون سے اس گھوڑے نے جنم لیا۔ اور پھر یہ گھوڑا اُڑ کر کوہ ہیلیکن[2] پر پہنچا۔ اور وہاں ٹاپیں مار مار کر ہپوکرینی[3] نامی چشمے کو تخلیق کیا۔ میوزز کو یہ گھوڑا اتنا بھایا کہ وُہ اسے ساتھ لئے لئے پھرنے لگیں۔ پیگاسس کو پوسیڈن یا اتھینا نے سدھایا تھا۔

بیلروفن[4] جب کیمیرا نامی عفریت کو ہلاک کرنے چلا تو یہ گھوڑا اُسے عطا ہوا عفریت کی ہلاکت کے بعد بیلروفن اس گھوڑے پر آسمانوں میں پرواز کرنا چاہتا تھا کہ زیئس نے

۱: Pegasus

۲: بیوشیا کا ایک پہاڑ جو میوزز کے لئے مقدس تھا اور جہاں پر ان کا ایک مندر بھی تھا۔

۳: شاعری میں ہپوکرین۔

۴: Bellorphon شاہ کورنتھ گلوکس کا بیٹا جسے کسی قتل کے جرم میں ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ بیلروفن نے ارگس کے بادشاہ پروائیٹس کے دربار میں پناہ لی جہاں شاہ ارگس کی ملکہ اینٹیا بیلروفن کو دِل دے بیٹھی۔ بیلروفن نے کسی قسم کی گرم جوشی کا اظہار نہ کیا جس پر اینٹیا نے اسے تہمت لگائی کہ وُہ اسے بُری نیت سے دیکھتا ہے۔ شاہ ارگس مہمان نوازی کے احترام میں اسے اپنی چھت تلے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے بیلروفن کو اپنے خسر ایئوبیٹیز کے پاس بھیج دیا۔ اور ساتھ ہی لکھ دیا کہ وُہ اسے زندہ نہ چھوڑے۔ ایئوبیٹیز نے بیلروفن کو کیمیرا نامی عفریت کے مقابلے کو بھیج دیا جسے اس نے پردار گھوڑے پیگاسس کی مدد سے زیر کیا۔ اس کے بعد اس نے ایئوبیٹیز کے روانہ کردہ قاتلوں کو ہلاک کیا اور ایمیزنوں کی مہم میں کامیاب ہوا۔ ہر طرف سے ناکام ہونے پر ایئوبیٹیز نے اپنی بیٹی کی شادی اس سورما سے کر دی اور اسے اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ یونانی اساطیر میں

(دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اسے سزا دینے کے لئے ایک بڑ مکھی بھیج دی جس کے کاٹنے پر گھوڑا بے قابو ہو گیا۔
اور اپنے سوار کو گرا کر تنہا آسمانوں میں پہنچ گیا۔ جہاں زیئس نے اسے ستاروں میں شامل
کر دیا۔ اووڈ کا کہنا ہے کہ پرسیئس نے اس گھوڑے پر بیٹھ کر اسھتو پیا کی شہزادی انڈرومیڈا
کو عفریت سے نجات دلائی تھی۔

اٹلس[1]

ایا پیٹس اور کلیمینی کا بیٹا اور ٹائی ٹنز میں سے ایک تھا اس نے ٹائی ٹنز کی لغاوت
میں حصہ لیا تھا۔ جس کی پاداش میں دیوتاؤں نے اسے زمین کے کسی مغربی حصے میں اپنے
سر اور ہاتھوں پر آسمان کو اٹھانے کی سزا دی تھی۔

اٹلس موریطانیہ کا بادشاہ تھا۔ جب اس نے پرسیئس کی پذیرائی نہ کی تو اس نے
میڈوسہ کی آنکھیں (سر) دکھا کر اسے پہاڑ بنا دیا تھا جواب بھی شمالی افریقہ کے ریگزاروں میں
شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ اس کی اونچائی دیکھ کر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اس پہاڑ نے آسمانوں
کو اپنے شانوں پر اُٹھا رکھا ہے۔ رسکین کے خیال میں ہرکولیز نے اٹلس کو آسمانوں کے
اس بوجھ سے نجات دلائی تھی

اٹلس، پرومی تھیئس اور ایپی میتھیئس کا بھائی، پلیاڈیز، ہیاڈیز اور ہیسپر یڈیز کا باپ
اور جو کیلئن اور پیرے کا دادا تھا۔ کائنات آشام طوفان باد و باراں میں تمام مخلوق خدا کی
تباہی کے بعد اسی جو کیلئن اور اس کی بیوی پیرے نے پتھر پھینک پھینک کر مرد اور
خواتین کی از سرِ نو تخلیق کی تھی۔

یہ وبا عام ہے کہ جب کوئی سورما کسی دربار میں پناہ لیتا ہے تو وہاں کی ملکہ اس کے عشق میں
مبتلا ہو جاتی ہے اور پھر اس کی سرد مہری دیکھ کر اس پر جھوٹے الزام عائد کرتی ہے۔
شہزادہ پی لیئس کو بھی شاہ ایول کس کے ہاں اس قسم کے واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔
حضرت یوسف علیہ السلام بھی عزیز مصر کے قصر میں ایسے ہی حالات سے دوچار ہوئے۔

[1]: A las

پرومی تھیئس[1]

ٹائی ٹن تھا۔ ایاپیٹس اور کلیمینی کا بیٹا، اٹلس اور ایپی میتھیس کا بھائی۔ کرونس کے خلاف جنگ میں اس نے زیئس اور اس کے بہن بھائیوں نے ساتھ دیا۔ انسان دوست تھا۔ جب زیئس نے انسان کو سزا دینے کے لئے زمین پر سے آگ اُٹھالی تو پرومی تھیئس انسان کی بھلائی کی خاطر اسے پھر سے سورج کے رتھ میں سے چُرا لایا تھا۔ اور تو اور اس نے بہبودِ انسان کی خاطر قربانی کے معاملہ میں بھی دیوتاؤں سے فریب کیا۔

مرد کو سزا دینے کے لئے جب زیئس کے ایماپر دنیا کی اوّلین خاتون پنڈورا کو خلق کیا گیا تو پرومی تھیئس نے اس کا ہاتھ تھامنے سے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی اپنے بھائی ایپی می تھیئس کو بھی اسے قبول نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن وہ نادان تھا۔ اس نے دیوتاؤں کا یہ تحفہ (پنڈورا) قبول کر لیا اور اس سے شادی رچالی۔

پنڈورا اپنے ساتھ ایک صندوق میں آلام اور اذیتیں لائی تھی۔ جو اس کی حماقت سے دُنیا میں عام ہو گئیں۔ زیئس کی آزردگی اسی طرح اوج پر تھی۔ اس نے پرومی تھیئس کو زنجیروں میں جکڑوا کر کوہ قاف کی ایک بلند ترین چوٹی پر کسوا دیا۔ پھر اسے ڈرایا دھمکایا گیا۔ لیکن ناحق کے سامنے وہ سرنگوں نہ ہوا اور جگر پاش تکالیف اور جان لیوا اذیتیں برداشت کرتا رہا۔ ایک کرگس دن بھر اس کا کلیجہ چباتا اور جب شب ہوتی تو یہ ادھورا کھایا کلیجہ پھر اپنی اصلی حالت میں آجاتا۔ آخر کار ہرکولیس نے اٹلس کی طرح اسے بھی اس مصیبت سے رہائی دلائی۔

فہم و فرزانگی میں پرومی تھیئس کا کوئی مدِمقابل نہ تھا۔ اس معاملہ میں وہ دیوی دیوتاؤں سے بھی کہیں آگے تھا۔ فن پیش گوئی میں یکتا، بے مثال اور لاثانی۔ بہت سے سودمند فنون اس نے ایجاد کئے۔ نباتات سے ادویہ تیار کرنا اور جانوروں کی پرورش کرنا اسی نے انسان کو سکھایا۔ اہالیان ایتھنز نے اکیڈمیس نامی باغ میں اس کے نام کی ایک قربان گاہ تعمیر کی تھی۔ جہاں اُس کی یاد میں ہر سال کھیلوں کا اہتمام ہوتا۔

---

[1]: Prometheus

اسکلے پئیس[1]

اپالو اور کورونیس (دختر فلی جیاس) کا بیٹا جسے کیرن (قنطار) نے فن طب سکھایا۔ اس نے ادویہ کے اعجاز مسیحائی سے کئی مُردوں میں جان ڈال دی تھی۔ اس پر اپالو نے زیئس سے اس کی شکایت کی۔ اور جب اس نے ارتمیس کے ایما پر اس کی پسندیدہ ہستی ہپولی ٹس[2] کے مُردہ قالب میں جان ڈالی۔ تو زیئس سے برداشت نہ ہوا اور اس نے بجلی کے بان سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس مرگ ناگہانی پر لوگ اس کی تعظیم کرنے لگے۔ اور انہوں نے اسے ادویہ کے دیوتا کی حیثیت میں توقیر بخشی۔ اس کی مورت اس طرح بنائی جاتی کہ ایک ہاتھ میں سانپ لپٹا ایک عصا ہوتا۔ وہ سانپ جو اس کے لئے مقدس تھا۔ ریجی جیا نامی اس کی ایک بیٹی تھی۔ ایپی ڈورس میں اسکلے پئیس کا ایک بڑا معبد تھا رات کو یہاں سونے والے مریض صبح تندرست ہو جاتے یا خواب میں مرض کے علاج معالجے سے انہیں آگاہ کر دیا جاتا۔

اورفیس

شاعری کی میوز کیلوپی اور ڈائی اینی سس کے ایک رفیق کا لخت جگر جسے اپالو نے بربط عطا کیا تھا۔ بربط نوازی میں وہ اس حد تک طاق تھا۔ کہ نہ صرف وحشی درندے بلکہ چٹانیں اور سلیں تک کھنچی چلی آتی تھیں اسی طرح دریا ساکت ہو جاتے اور نہال و اشجار

---

[1] (Asclepius) Aesculapius

[2] : تھیسئس اور ایمزنوں کی ملکہ ہپو لیٹا کا بیٹا۔ ایک اور روایت کے مطابق ہپو لیٹا کو ہرکولیز نے ہلاک کیا تھا۔ اس کی بہن انٹوپی کے بطن سے تھیسئس کا یہ بیٹا پیدا ہوا تھا۔ ہپو لی ٹس اپنی خوش بختی اور کور بختی کے لئے مشہور ہے۔ ہپو لی ٹس کی سوتیلی ماں فیڈرا ہپو لی ٹس پر عاشق ہو گئی تھی لیکن جب اس نے اس کی پذیرائی نہ کی تو اس نے تہمت لگا دی۔ ہپولی ٹس اپنے باپ کے ڈر سے ایک رتھ میں ساحل کے ساتھ ساتھ بھاگ نکلا۔ تھیسئس بددعا مانگنے پر پوسیڈن نے ایک آبی عفریت بھیج دیا۔ جس سے ڈر کر گھوڑے بے تحاشہ بھاگے۔ چٹانوں سے ٹکرا کر رتھ کے پرخچے

احتراماً جھک جاتے

اورفیئس[1] کو اپنی رفیق حیات جوریڈیسی[2] سے بے حد محبت تھی۔ سانپ کے ڈس لینے پر وُہ مرگئی تو اورفیئس اس کے پیچھے پیچھے پاتال میں پہنچ گیا۔ اس نے تہیہ کیا تھا کہ وُہ اپنی محبوب شریک زندگی کو واپس لائے گا۔ یا پھر اس کوشش میں اپنی جان بھی ہار دے گا۔ پاتال میں اس نے اپنا بربط چھیڑا تو خدائے پاتال ہیڈز اور اس کی ملکہ پرسیفونی دونوں جھوم اُٹھے اور اُنہوں نے اس کی بیوی اس شرط پر واپس کر دی کہ وُہ زمین پر پہنچنے سے قبل اسے نہیں دیکھے گا۔ ہجورِ تی جاناں میں جاں دو نیم اور دل دو پارہ تھا۔ اور پھر اضطرار اور مسلسل آزار — جگر فگار میں اتنا حوصلہ کہاں تھا؟ زمین پر پہنچنے سے پیشتر ہی اس نے نگارِ جاں کو مُڑ کر دیکھ لیا تھا۔ اور پھر اسی لمحے اسی آن جوریڈیسی عاشق زار کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ عالم اضطراب میں وُہ اِدھر اُدھر بھاگا ہاتھ پاؤں مارے لیکن اب جوریڈیسی اور اس کا سنجوگ کہاں؟

دل برداشتہ ہوکر وہ انسانوں ہی سے بیزار ہوگیا۔ تھریشیائی خواتین نے اس کی سرد مہریاں اور بے التفاتیاں دیکھیں تو کھول اُٹھیں اور اس کے انگاروں بھرے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے۔ اور وُہ سر جس میں جوریڈیسی کا سودا سمایا تھا۔ دریائے ہیبرس میں پھینک دیا۔ جب اس کا سر پانی میں گرا تو وہ جوریڈیسی ہی کو پکار رہا تھا۔

چھٹی اور پانچویں صدی ق م میں اورفیئس سے منسوب ایسی نظمیں عام تھیں قدیم لوگوں کے نزدیک وُہ مذہبی اسرار و رموز کا بانی تھا۔

ملٹن کی مشہور نظم "جنت گم گشتہ" میں اورفیئس کی کہانی کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

امفائی آن[3]

زیئس اور یھتیبیز کی شہزادی انٹیوپی کا بیٹا اور زی تھس کا توام بھائی۔ ان دونوں

گذشتہ صفحہ سے: اُڑ گئے اور ہیپولی ٹس ہلاک ہوگیا۔ [1]: ہومر سے پہلے کا اساطیری شاعر۔

[1] Orpheus [2] Burydice [3] Amphion

بھائیوں کو ایمپئوپ نے کوہ سیتھرن پر جنم دیا تھا۔ ام فائی ان، ہرمیز دیوتا کا عطا کردہ بربط بجانے میں اس قدر ماہر تھا کہ جب وہ اور اس کا بھائی زی تھس تھیبیز کی قلعہ بندی چاہتے تھے۔ تو بربط کے تاروں سے رستی ہوئی مسحور کن آواز سے پتھروں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ اور سنگین فصیل از خود بنتی اُبھرتی چلی گئی تھی۔

لہ: Antiope تھیبیز کی یہ شہزادی (زیئس کی محبوبہ) اپنے باپ نک ٹیئس کی خفگی سے بچنے کو فرار ہو کر سکیان کے بادشاہ ایپو پیئس کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جس پر شاہ تھیبیز نے مملکتِ سکیان پر حملہ کر دیا تھا۔ شاہ تھیبیز کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں مرتے وقت اس نے اپنے بھائی لائی کس کو جنگ جاری رکھنے اور انیٹوپ کو حاصل کرنے کی نصیحت کی۔ چنانچہ لائی کس نے اینٹوپ کے حصول تک جنگ جاری رکھی۔ اینٹوپ بہت خوبصورت تھی۔ لائی کس نے اس کے حُسن سے متاثر ہو کر اسے اپنے حرم میں ڈال لیا۔ لائی کس کی پہلی بیوی ڈرسی یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکی۔ اس نے پہلے تو انیٹوپ کو قید کیا اور پھر اسے جسمانی اور رُوحانی اذیتیں دینی شروع کیں۔ چنانچہ اینٹوپ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلی۔ بعد میں اُس کے بیٹوں نے لائی کس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور ڈرسی کو بھینسے کے سینگوں کے ساتھ بندھوا کر ہلاک کر دیا۔ ڈرسی کے خون سے تھیبیز کے نواح میں ایک چشمہ پھوٹ بہا جو اسی کے نام سے مشہور ہوا۔

عجیب الخلقت مخلوق

مشرق و مغرب کے اساطیری ادب میں عجیب الخلقت مخلوق اور رنگارنگ اجساد و ابدان کی بلاؤں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور بلائیں بھی ایسی جو کبھی دیکھیں نہ سُنیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان دیومالائی قصے کہانیوں کی دھج اور دلکشی ان ہی کے دم سے ہے یہ نرالی، انوکھی اور ہول خیز مخلوق، عالمی داستانوں کا دلچسپ اور دلکش اثاثہ ہے جن کے تصور سے روح تو لرز اُٹھتی ہے۔ لیکن دلِ ان کے جاننے، سننے اور انجام سمجھ پانے کو مچل مچل اُٹھتا ہے۔

دُنیا کی بیشتر کلاسیکی قصے کہانیوں میں عجیب تراش و خراش کی اس مخلوق اور فوق فطرت جانداروں کا تعلق ان کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ جہاں کوئی عفریت یا بلا ماری گئی وہیں اس کے گھر کا چراغ گل ہو گیا۔ کوئی آگے رہا نہ پیچھے۔ وہ ہمیشہ کے لئے معدوم ہو گئی۔ لیکن جہاں تک اہلِ یونان کا تعلق ہے ان خونخوار بلاؤں اور خون آشام عفریتوں کے باقاعدہ قبیلے اور خاندان ہیں۔ اولاد ہے۔ بیٹے بیٹیاں ہیں اور بعض جگہ تو پوتے پوتیاں بھی ہیں۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ اولاد اپنے ماں باپ سے مختلف ہے۔ بھائی کچھ ہے تو بہن کسی اور نوعیت کی ہے۔ نہ صرف مزاج بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی۔ نظام قدرت و کائنات ہے کہ انسانوں سے انسان پیدا ہوتے ہیں اور حیوانوں سے حیوان۔ والدین درندے ہیں تو اولاد بھی درندہ۔ والدین پرندے ہیں تو ان کی نسل بھی پرندے ہوتی ہے۔ گویا بائیالوجی کی اصطلاح میں یہاں جینیز[1] (توارثی نطفہ) کا عمل دخل ہوتا ہے لیکن یونانیوں کے صنمستان میں جینیز کا فارمولا ہی ناکام رہا ہے۔ والدین کسی اور شکل و شباہت اور مزاج کے ہیں۔ تو اولاد کسی اور ہی انداز میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور تو اور بہن بھائیوں کے ابدان، اشکال اور حرکات و سکنات میں بھی زمین و آسمان کا بُعد ہے۔ اور سچ تو یہ

---

[1]: genes

ہے کہ باذوق یونانیوں نے اپنے فکر و افکار کی پیوند کاری سے ان جاں گسل اور جان لیوا اور ہیبت خیز خلائق کو عجیب عجیب اندام اور دست و بازو بخش دیئے ہیں۔ کہنہ و قدیم داستانوں کے گھنیرے بنوں، سنسان وادیوں، عمیق پانیوں، نیلگوں جھیلوں، تالابوں اور جزیروں میں رنگ رنگ اور عجیب ڈھنگ کی یہ مخلوق نت نئے بانے میں خائنوں کو ڈراتی للکارتی مٹی اور مارتی دکھائی دیتی ہے۔

یونانی اساطیر میں تو یہ گزندہ و درندہ مخلوق ابتدائے کار ہی میں سامنے آجاتی ہے سو سو دست و بازو اور پچاس پچاس سروں والے عفریت اور دیو نما یک چشم سائیکلوپیز دیوی دیوتاؤں سے اُلجھتے اور دو دو ہاتھ کرتے نظر آتے ہیں۔ اور کچھ تو ایسے بھی ہیں جو دیوتاؤں اور عفریتوں کی جنگ میں کوہ پیلیٹن پر عقسلی کے اونچے پہاڑ اوسا کو رکھ کر آسمانوں میں دیوی دیوتاؤں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔
ان بلاؤں اور عفریتوں میں سے بعض یونانی دیوتاؤں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں۔

اور بعض باحوصلہ یونانی سورماؤں کے مقابل کھیت رہتے ہیں۔ ویسے تو یونانی اصنام پرستوں کے ہاں ان کا کوئی اور چھور نہیں۔ یہاں لیکن محض چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ٹائی فن

ٹائی فن[1] یا ٹائی فوائیس یونانی ضنمیات میں ایک ڈراؤنا اور مہیب عفریت۔ ٹیٹرس اور گی کا بیٹا اور کائی میرا[2] اور ہائیڈرا[3] ایسے کئی خوفناک عفریتوں کا باپ۔ اس کے سو سر اور پتّا پانی کر دینے والی آواز تھی۔ رب الارباب زئیس نے اپنے برقی آگن بانوں سے اس کا تختہ اُلٹ دیا تھا اور آگ لگا دی تھی۔ اور اسے گرفتار کر کے ٹیٹرس یا کوہ اٹنا یا کسی اور آتش فشاں پہاڑ میں اُلٹا لٹکا دیا تھا۔

ای کڈنا

یونانی دیومالا میں یہ بھی عفریت ہے۔ نصف خاتون اور نصف افعی۔ کئی قدیم بلاؤں کی ماں جیسا کہ کائی میرا، جری اون[5] کا آرتھرس نام کا خونخوار کتّا، سی بیرس، سفنکس[6]

---

the Hydra	۳	Chimaera	۲	Typhon	۱:
the Sphinx	۶	Geryon	۵	Echidna	۴:

اور ہائیڈرا، سپنسر کی فیری کوئین میں یہ "بلیٹنٹ بیسٹ"[1] کی ماں ہے۔

کی میرا

یونانی اسطورہ کے مطابق ایک عفریت ای کڈنا کی اولاد، اس کا سر شیر کا جسم بکری کا اور دم اژدہا کی تھی۔ ہر وقت مسلسل شعلے اُگلتا رہتا تھا۔ کارنتھ کے شہزادہ گوکس نے پردار گھوڑے پیگاسس پر بیٹھ کر اسے ہلاک کیا۔

آرتھرس

جزیرہ گیڈیز کے تین ابدان یا تین سروں والے عفریت "جریون" بہت سے بیل تھے۔ خونخوار کتا آرتھرس اور جوری ٹن[2] عفریت ان کی رکھوالی کرتا تھا۔ یونانی سورما ہرکولیز ان تینوں کو ہلاک کر کے ان بیلوں کو لے اُڑا تھا۔

سی بیرس

اسے ہیڈیز (پاتال) کا کتا بھی کہا گیا ہے۔ ہیسیاڈ کے مطابق اس کے پچاس سر تھے اور دوسروں کے نزدیک تین۔ یہ ہیڈیز (پاتال) کے دروازے پر تعینات تھا۔ زندوں کو مردوں کے خطوں میں داخل ہونے اور مردوں کو یہاں سے فرار ہونے سے روکتا تھا۔
ہرکولیز سی بیرس کو پاتال میں سے ہاتھ پر اُٹھا کر زمین اور پھر زمین سے پاتال میں لے گیا تھا۔

اپنی زندگی میں اس سرد اور تاریک مملکت میں داخل ہونے والے سورماؤں نے محض ایک کیک سے سی بیرس کو خوش کر لیا تھا۔ مثلاً ٹرائے کے بادشاہ پرائی ام کے داماد اینئس نے۔ اس کے علاوہ میوز کیلئوپی کے بربط نواز بیٹے آرفیئس نے بربط کے سحر آفریں تاروں کو چھیڑ کر اس پر نیند طاری کر دی تھی۔

---

[1] the Balatant Beast

[2] Euryton

سفنکس

یونانی متھ کی ایک بلا جس کا سینہ اور سر خاتون کا اور جسم شیر کا ہے۔ تھیبیز[1] کے گرد و نواح میں یہ اکثر گھومتی پھرتی اور وہاں کے لوگوں سے کسی معمہ کا حل طلب کرتی اور معمہ حل نہ ہونے پر اُنہیں کھا جاتی۔ اہلِ تھیبیز بہت پریشان تھے۔ آخر ایک دن ایک ہاتف غیبی نے انہیں تبلایا کہ جونہی سفنکس کو اس کے کسی معمے کا جواب ملے گا وہ فی الفور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گی۔ سفنکس لوگوں سے پوچھتی کہ وہ کونسا جانور ہے جو صبح چار، دوپہر میں دو اور شام کو تین ٹانگوں پر چلتا ہے۔ ادھر تھیبیز کے قائمقام بادشاہ کریئن نے اعلان کیا کہ جو اس معمے کو حل کرے گا۔ وہ تھیبیز کی مملکت کے علاوہ جیکسٹا (شاہ کریئن کی بہن) کا بھی حق دار ہوگا۔ ایڈی پس[2] نے اس معمہ کا حل ڈھونڈ نکالا اور کہا کہ انسان بچپن میں چار، دوپہر (جوانی) میں دو اور شام (بڑھاپا) کو تین (لکڑی کے سہارے) ٹانگوں پر چلتا ہے۔ سفنکس نے یہ سنتے ہی اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ ایڈی پس کو

۱: یونان میں بیوشیا کا دارالحکومت۔ مشہور ہے کہ اس کی بنیاد کیڈمس نے رکھی۔ پنڈار کی جائے ولادت۔

۲: Oedipus

ایڈی پس، شاہ تھیبیز، لائی اس اور ملکہ جیکسٹا کا بیٹا۔ ایک ہاتف غیبی نے شاہ تھیبیز کو بتایا کہ وہ اپنے بیٹے ایڈی پس کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ ساتھ ہی اس نے اس بچے (ایڈی پس) کو ہلاک کرنے پر بھی مسلسل زور دیا۔ چنانچہ بچے کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ بادشاہ نے اسے ایک درخت سے الٹا لٹکوا دیا۔ (وہیں سے اس کا نام سوجے پاؤں والا پڑ گیا) ایک گڈریئے نے اسے اس مصیبت سے نجات دلائی۔ اپنی اصل سے لاعلمی کے سبب ایڈی پس نے بعد میں اپنے باپ کو ہلاک کر دیا۔ اور تھیبیز چلا گیا۔ جہاں سفنکس نے موت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ معمے کا حل ڈھونڈنے پر اسے تھیبیز کی مملکت اور جیکسٹا (ایڈی پس کی ماں) مل گئی۔ ایڈی پس اور اس کی بیوی جیکسٹا کے سنجوگ سے ان کے ہاں پولی نی سیز اور ایٹیوکلیز نامی دو بیٹے اور ازمینی اور اینٹیگنی نام کی دو بیٹیاں پیدا

اور [illegible] کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

حسبِ وعدہ تھیبیز کی مملکت بھی ملی اور بطور بیوی جیکسٹا بھی۔

ہائیڈرا

اس کے بہت سے سر تھے۔ جزیرہ نما پی لوپونی سس کی جھیل لرنا کا قرب وجوار اس سے پٹا پڑا تھا۔ اسے تباہ کرنا بھی ہرکولیز کی مہمات میں شامل تھا۔ عظیم یونانی ہیرو ہرکولیز اس کا ایک سر کاٹتا تو دو سر پیدا ہو جاتے۔ آخر میں ہرکولیز اپنے دوست ایولس کی عطا کردہ "دہکتی آہنی سلاخ" سے اسے ہلاک کرتا ہے۔

ارگس

اس عفریت کی سو آنکھیں تھیں جن میں سے کچھ سوتی اور کچھ جاگتی رہتی تھیں۔ دیوتاؤں

کے دیوتا زیئس نے اپنی لاڈلی ملکہ (بیوی) کے ڈر سے اپنی محبوبہ ایئو کو نوجوان بچھیا بنا دیا

تھا۔ ہیرا نے رقابت کے جوش میں اس کی حرکات کا جائزہ لینے کو ارگس کو اس کے پیچھے لگا دیا۔ لیکن ہرمیز دیوتا

نے زیئس کے اشارہ پر اپنے یونانی بربط (لائر) کے سُروں سے ارگس کو مسحور کر کے ہلاک کر دیا۔ ہیرا بہت قلق ہوا۔ اور

اس نے ارگس کی تمام آنکھیں اپنے مقدس مور کی دم پر سجا دیں۔ یونانی ہیرو یولی سس کے کتے کا نام بھی ارگس تھا جس نے

ہو گئیں۔ جب ماں بیٹے پر اصلیت ظاہر ہوئی تو ایڈی پس نے اس گھناؤنے فعل پر اپنی آنکھیں پھوڑ لیں۔ اور جیکسٹا نے گلے میں رسی ڈال کر خودکشی کر لی۔ بعد میں انٹیگنی اپنے اندھے باپ ایڈی پس کو کالونس (اٹیکا) لے گئی جہاں وہ مر گیا۔ باپ کی وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹے لڑ پڑے۔ پولی نی کیز مارا گیا۔ انٹیگنی نے شاہ کریٹن کے احکام کے خلاف راتوں رات بھائی کی لاش دفن کر دی۔ اس پر شاہ نے اسے زندہ درگور کرنے کا حکم دے دیا۔ انٹیگنی نے شاہی احکام کی تکمیل سے قبل ہی اپنے آپ کو ختم کر لیا۔ کریٹن کے بیٹے ہیمن کو انٹیگنی سے بےحد محبت تھی۔ چنانچہ اس نے اس کی قبر پر اپنی جان دے دی۔ یہ المناک

حادثہ سوفوکلیز کے المیوں میں سے ایک کا موضوع ہے۔

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ایڈی پس کے مرنے پر دونوں بھائیوں میں معاہدہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک باری باری (ہر تیسرے سال) حکومت کرے گا۔ لیکن جب پولی نیکیز

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فر

بیس سالہ غیر حاضری کے باوجود ڈرانے سے واپسی پر اپنے آقا کو پہچان لیا تھا۔

پائیتھن[1]

یہ اژدہا پرناسس کے ایک غار میں رہتا تھا۔ اس اژدہا نے کائنات کے اس تباہ کن طوفان کی کیچڑ سے جنم لیا تھا جس میں صرف پرومیتھیس کا بیٹا ڈیوکیلین اور بھتیجی پیرے بچی تھی۔ یہ دہشتناک اژدہا کئی ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا۔ جن دنوں زیئس کی محبوبہ لیٹو (رومی لیٹونا) حاملہ تھی ہیرا نے اسے اذیتیں پہنچانے کو پائیتھن کو اس کے پیچھے لگا دیا تھا۔ یہ اپالو کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

ٹیٹائی اس[2]

یہ بھی یونانی دیومالا کا ایک عفریت ہے اس نے اپالو اور ارٹمیس کی ماں لیٹو پر تشدد کرنا چاہا تو دونوں بہن بھائی اپنی ماں کی چیخیں سن کر دوڑے ہوئے آئے اور اسے

کی باری آئی تو اٹیا کلینر نے حکومت اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ دونوں میں ٹھن گئی۔ ارگس کے بادشاہ ایڈرسٹس نے پولی نیکیز کا ساتھ دیا۔ تھیبز کے گرد و نواح میں پہلے زبردست جنگ ہوئی اور پھر طے پایا کر دونوں بھائی آپس میں لڑ کر فیصلہ کر لیں۔ پس دونوں بھائی ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئے اور دونوں ہی مارے گئے۔ تھیبز کی جنگ میں شاہ ارگس کے سوا سبھی سردار (جن میں ساتوں سورما بھی تھے) کھیت رہے۔ "تھیبز کے خلاف سات" ایتھنز کے مشہور المیہ نگار اسکی لس کی تخلیق ہے۔

یونانی دیومالا میں ساتوں سورماؤں کے بیٹوں کو ایپی گون Epigone کا نام دیا گیا ہے۔ تھیبز کی جنگ کے پورے دس سال بعد ایپی گون نے شاہ ارگس ایڈرسٹس کی معیت میں اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لیے تھیبز کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔

[1]: Python

[2]: ڈیلفی سے چند میل دور شمال میں یونان کا ایک پہاڑ میوزز کے لیے مقدس اس کی چوٹیوں میں سے ایک اپالو اور ایک دوسری ڈائی نے سس کے لیے مقدس تھی۔

[3]: Tityus

نابود کر دیا۔ اس عفریت کو ہیڈیز میں پھنکوا دیا گیا تھا جہاں اس کا جگر ایک افعی مسلسل چباتا رہتا تھا۔ بعض جگہ کرگسوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ یعنی کرگس اس کا جگر نوچ نوچ کر کھاتے رہتے تھے۔

پولی فیمس[1]

جزیرہ سسلی میں دیوتما سائیکلوپیز[2] نامی عفریتوں کی ایک نسل رہتی تھی ہر سائیکلوپس کی پیشانی کے بیچ بیچ ایسی ایک آنکھ تھی۔ ان یک چشموں کا سردار پولی فیمس تھا۔ جو سسلی کے ساحل پر اپنی بھیڑوں کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ یولی سس ٹروجن وار سے واپسی پر بھٹک کر یہاں پہنچا تو وہ اور اس کے بارہ ساتھی پولی فیمس کے قابو میں آ گئے۔

پولی فیمس نے انہیں ایک غار میں بند کر دیا تھا۔ وہ ان میں سے ہر روز دو آدمیوں کو کھا جاتا۔ وہ صبح جب بھیڑیں چرانے جاتا تو غار کا منہ ایک وزنی چٹان سے بند کر دیتا۔ یہاں سے بچ نکلنا ناممکن تھا۔ یولی سس کو اپنا انجام دکھائی دے رہا تھا۔ آخر اس نے ایک تدبیر کی اور پولی فیمس کو مدہوش کر دیا۔ اور جب وہ سو گیا تو ایک جلتی لکڑی سے اس کی اکلوتی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ سائیکلوپیز چیخ مار کر اٹھا اور یولی سس کے پکڑنے کو غار کے دہانے پر آ بیٹھا۔ صبح جب بھیڑیں غار سے نکلنے لگیں تو پولی فیمس انہیں ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ اسی اثنا میں یولی سس ایک مضبوط بھیڑ کی اون پکڑ کر اس کے پیٹ کے ساتھ چمٹ گیا۔ اور یوں صحیح سلامت غار سے باہر نکل آیا۔

سائیکلوپیز کو آہن گر لنگڑے دیوتا ہیفیسٹس کے کارکن سمجھا جاتا تھا۔ پولی فیمس گلیشیا[3] نامی ایک سمندری پری سے پیار کرتا تھا۔ لیکن جب وہ سسلی کے خوبصورت چرواہے ۔ اے سس[4] کو دل دے بیٹھی تو وہ پولی فیمس سے بے اعتنائی برتنے لگی ایک دن اے سس گلیشیا کی خوبصورت باہوں میں سستا رہا تھا کہ پولی فیمس نے ایک گراں چٹان پھینک کر اسے کچل دیا۔ سمندری پری اپنے محبوب کو زندہ نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا اس نے اسے کوہ اٹینا کی تلہٹی میں ایک دریا بنا دیا۔

---

[1] Polyphemus

[2] Cyclopes — کائیکلوپیز

[3] Galatea

[4] Acis

سنطورز[1]

تھسلی کی افسانوی مخلوق، نصف گھوڑا نصف انسان۔ کوہ پیلیئن کی اس مخلوق کی کہانی (شاید) قدیم اہالیان تھسلی کی منت پذیر تھی جو گھوڑے سدھانے میں بے مثال تھے۔ اور نواحی بستیوں میں گھوڑوں پر دندناتے پھرتے تھے

سنطوروں اور لیپتھی[2] کے مابین لڑی جانے والی جنگ، پیری تھس، شاہ لیپتھی اور ہیپوڈیمیا (شاہ اینومئوس[3] کی دختر) کی شادی پر اُٹھ کھڑے ہونے والے جھگڑے کا شاخسانہ تھی۔ سنطور دعوت پر مدعو تھے۔ مے گلگوں سے لبریز جام گردش میں آئے تو وہ شراب کے نشے میں وحشت ہو کر میزبان خواتین کی بے حرمتی کرنے لگے اس پر شاہ لیپتھی نے کبیدہ خاطر ہو کر انہیں اپنے ملک سے باہر نکلوا دیا۔ یہی چپقلش جنگ پر منتج ہوئی سنطوروں میں بہت سے ہرکولیز کے ہاتھوں مارے گئے اور باقی ماندہ کوہ پنڈس کی جانب بھاگ نکلے۔ سنطور وحشی تھے مگر کیرن ان میں شریف طبع تھا۔ ذہانت اور طب میں مہارت کے سبب ہر کوئی اسے جانتا تھا۔

گارگنز[1]

تین بہنیں فورسس اور سیٹو کی دختران استھینو، یوریالی اور میڈوسہ نام تھے پہلی

1: Centaurs
2: اسی پہاڑ کے ایک درخت کو کاٹ کر اکیلیز کی تلوار بنائی گئی تھی۔
3: Lapithae
4: Oenomaus

پیلپس، ٹنٹے لس کا بیٹا اور پیلوپڈ سلطنت کا بانی جس سے پیلوپونیز نے اپنا نام اخذ کیا۔ ایک روایت کے مطابق اس کے باپ نے دیوی دیوتاؤں کو کھانے پر مدعو کیا۔ اور اپنے بیٹے پیلپس کو ذبح کر کے اس کا گوشت دیوتاؤں کے سامنے رکھا۔ دیوتا تو سبھی کچھ جانتے تھے چنانچہ انہوں نے ہرمیز دیوتا کو اسے پھر سے زندہ کرنے کا حکم دیا۔ اس روز دیوی ڈیمیٹر اپنی بیٹی پر سیفونی کے اغوا کے سبب افسردہ بیٹھی تھی۔ بے دھیانی میں اس کا ایک شانہ کھا گئی اس شانے کی جگہ Peplos کو ہاتھی دانت کا شانہ لگا دیا گیا۔ پیلپس نے اینومئوس کو رتھوں کی دوڑ میں شکست دے کر ہپوڈیمیا کو جیت لیا اس کے لئے اسے اینومئوس کے رتھبان مرٹی لس کو رشوت دینا پڑی بعد میں مرٹی لس نے اپنا صلہ مانگا تو اسے سمندر میں پھینک دیا گیا رتھبان کا یہ قتل پیلپس گھرانے کے لئے ایک سراپ (بددعا) بن گیا۔ پیلپس اور ہپوڈیمیا کے ایٹریس اور تھسٹیز نامی دو بچے پیدا ہوئے۔

Euryale[2] Gorgons[1]

وہ لافانی اور میڈوسہ فانی تھی۔ تینوں بہنوں میں میڈوسہ مشہور ہے۔ ماہرین علم الاصنام کی رائے میں ان کے سروں پر گیسوؤں کے بجائے سانپ تھے۔ دست و بازو پیتل کے اور اور ابدان ناقابل گذر فلس[1] میں نہاں تھے۔ دانت جنگلی سور کے بڑے دانتوں کی مثال تھے ان کی نگاہ جس پر پڑتی پتھر کا ہو جاتا۔
میڈوسہ پرسیئس کے ہاتھوں ماری گئی تھی

گرے ای[2]

گرے ای یا فرسڈز خاکستری رنگ کی تین بہنیں تھیں جو اپنے درمیان محض ایک آنکھ اور ایک دانت رکھتی تھیں۔ دریائے اوشن کے اس پار رہنے والی یہ عجیب و غریب بہنیں سمندری دیوتا فرسیئس کی بیٹیاں اور گارگنز کی ہمشیرگان تھیں۔

سائرنز[3]

پری جمال اور حور تمثال خواتین کے چہروں اور اڑن مچھلیوں کے جسموں والی یہ افسانوی مخلوق ایک سمندری جزیرہ میں رہتی تھی۔ تعداد میں یہ دو یا تین تھیں۔ ان کی آواز شہد آگیں اور فسوں خیز تھی جب کوئی جہاز ان کے جزیرے کے قریب سے گذرتا تو جہاز ران اور ملاح ان کے مسحور کن گیت سن کر از خود رفتہ ہو جاتے اور بے ساختہ ان کی طرف کھنچے چلے آتے اور یوں آسانی سے اپنی زندگیوں سے محروم ہو جاتے۔ ایک روایت کے مطابق پر تھی نوپی، لی جیا، اور لوکوشیا ان کے نام تھے۔ سسلی میں راس پیلورس کے قریب ایک جزیرے میں رہتی تھی۔ یولی سس کو سرسی[4] نے ان کی آواز کے جادو سے آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ جب ان کا جہاز اس آبی گذرگاہ سے گذرا تو یولی سس

---

[1]: چمکدار چھلکے جو مچھلی کے جسم پر ہوتے ہیں۔

[2]: Graiae

[3]: Sirens

[4]: ای ایا نامی جزیرے کی ایک جادوگرنی جو اپنی مہلک جڑی بوٹیوں کے سبب بہت

نے اپنے ساتھیوں کے کان موم سے بند کر دئے اور اپنے آپ کو ایک مستول کے ساتھ باندھ لیا اور اس طرح وہ صحیح سلامت بچ نکلے۔

سائرنز نے اپنے طلسمی گیتوں سے ان یونانی سورماؤں (ارگو نوٹس) کو بھی فریب دینے کی کوشش کی تھی جو ارگو نامی جہاز پر جیسن کی معیت میں سنہری اون کی بازیافت کو کالکس جا رہے تھے۔ لیکن آرفیس نے ان کی تمام کوششیں ناکام بنا دیں اور وہ بخیر و خوبی وہاں سے گذر گئے۔ افلاطون کی جمہوریت میں ان کے کردار کو احسن قرار دیا گیا ہے۔ ملٹن نے بھی اپنی نظم "سائرنز کا مبارک جوڑا" میں افلاطون کی تقلید کی ہے۔ بعد کی ایک روایت کے مطابق یولی سس اور اس کے ساتھیوں کے بچ نکلنے پر سائرنز کو بڑی ندامت ہوئی اور وہ سمندر میں ڈوب مریں۔ پرتھی نوپی کی لاش ڈھل ڈھل کر (مستقبل کے) نیپلز کے مقام پر ساحل میں مبدل ہو گئی۔

ہرپیز[1]

بڑے بڑے پنجوں والے تین خوفناک پردار عفریت، پوسیڈن اور ٹررا کی اولاد ایلو[2]، اوکی پیٹی[3] اور کلینو[4] نام سے۔ دیوتا ان کے ذریعے فانیوں کو اذیتیں پہنچاتے تھے۔

گذشتہ صفحہ سے:

مشہور تھی۔ جنگ ٹرائے سے مراجعت کے وقت یولی سس اس جزیرے میں اترا تو سرسی نے یولی سس کے رفقا کو ایک (مشروب سیال شے) پلا کر ہنس بنا دیا۔ لیکن جب یولی سس نے شمشیر کھینچی تو سرسی نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ یولی سس سرسی کے پاس ایک سال رہا۔ ٹیلی گونس اور ہیسیاڈ کے بقول اگرئیس اور ٹاتی نس نامی دو بچے ان کے ہاں پیدا ہوئے۔

[1]: Harpies

[2]: Aello

[3]: Ocypete

[4]: Calaeno

ان پریوں کو ہولناک دیویاں بھی کہا گیا ہے۔ ان کے سر خواتین کے، دھڑ عقاب نما پنجے اور پاؤں اژدہا ایسے تھے۔ ہرپی سنگدل اور خونخوار اور طوفانی ہواؤں کی علامت تھی۔ ٹرائے میں ہزیمت اٹھانے کے بعد جب شاہ ٹرائے پرائی ام کا داماد انیس اٹلی کی جمت عازم سفر ہوا تو ان ہرپیوں نے اسے لوٹ لیا تھا۔

تھریس کے بادشاہ اور پیش گو فی نیئس[1] نے اپنے بیٹوں (ان کی سوتیلی ماں کی جھوٹی بہتان تراشی پر) کی آنکھیں نکلوا ڈالی تھیں۔ اس ظلم کی پاداش میں دیوتاؤں نے اسے بھی اندھا کر دیا تھا۔ ہرپیاں اس نابینا حکمران کو ہمیشہ خوفزدہ رکھتی تھیں۔ جب ارگونوٹس یعنی جیسن اور اُس کے ہم جلیس سنہری اون کی تلاش میں راہ سے بھٹک کر تھریس پہنچے تو زیٹیز[2] اور کیلی[3] (اندھے بادشاہ کی پہلی بیوی کے بھائی) نے ہرپیوں کے عذاب سے اسے رہائی دلائی۔

---
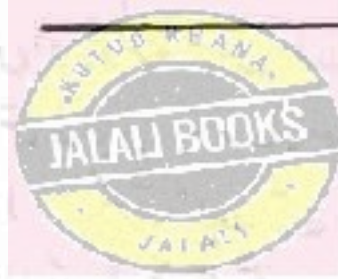
[1]: Phineus

[2]: Zetes

[3]: Calais — پرانا تلفظ کیلس

ڈائے کا قصہ

شاہ ایطولیہ کی دختر اور سپارٹا کے تاجدار ٹنڈیریس کی جمیل و خوش رو ملکہ لیڈا[1] کے بطن سے کئی بچے پیدا ہوئے جن میں سے چار یعنی کاسٹر، پولکس (پولی ڈیوکیس) کلائٹم نسٹرا[2] اور حسین و خوش اندام ہیلن اساطیری ادب میں بہت مشہور ہیں۔ بہت سی روایات (ہومر نہیں) کے مطابق پولکس کو زیوس اور اس کے توام بھائی کاسٹر کو ٹنڈیریس کا بیٹا کہا گیا ہے۔ بلاشبہ ہیلن زیوس کی دختر تھی۔ ہومر دونوں جڑواں بھائیوں یعنی کاسٹر اور پولکس کو فانی کہتا ہے۔ جبکہ ان کی شان میں کہے جانے والے ہومری بھجنوں میں یہ لافانی ہیں۔ رزمیہ شعر و نغمہ میں کاسٹر پولکس اور خوبرو ہیلن مکلاً انسان ہیں۔ اس کے باوجود ان تینوں کی دیوی دیوتا سمان پرستش کی جاتی۔ ہومر کے بعد تو یہ دونوں جڑواں بھائی زیوس کی اولاد کہلائے۔ دونوں بھائی ڈائے سکوری[3] کہلاتے تھے۔ انہوں نے ارگونوٹس کی مہم میں بھی حصہ لیا تھا۔ بعد میں انہیں ستاروں کا جھرمٹ جو کہ جیمینی[4] (جڑواں) کے نام سے مشہور ہے۔ بنا دیا گیا۔ کاسٹر اور پولکس ملاحوں، ماہیگیروں اور جہازرانوں کے مربی اور سرپرست اور سپارٹا کے معروف و مقبول دیوتا تھے۔ ہیلن شجر کی دیوی تھی۔

---

[1]: زیوس نے لیڈا کو دریائے جبروٹس میں نہاتے دیکھا تو اسے دل دے بیٹھا اور پھر بطخ کے روپ میں اس سے فیض یاب ہوا۔ ان کے ملاپ سے کاسٹر پولکس اور ہیلن عالم وجود میں آئے۔

[2]: Clytemnestra

[3]: بعض شواہد کی رو سے ہیلن لیڈا اور زیوس کے ملاپ سے خلق شدہ انڈے سے پیدا ہوئی۔ کیٹی ایک کے خیال میں یہ انڈا نیمی سس کی تخلیق تھا۔ بعد از آفرینش ہیلن کو لیڈا کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

[4]: the Dioscury   [5]: gemini

ہیلن کے بھائیوں (زیئس کے بیٹوں) نے اور بھی کئی مہمات میں حصہ لیا جس میں سے ایک میں کاسٹر کام آیا تو کاسٹر نے رو رو کر اپنا حال بُرا کر لیا۔ زیئس سے اس کا دکھ نہ دیکھا گیا۔ اور اس نے کاسٹر کو پولکس کی حیاتِ لافانی میں شراکت کی اجازت دے دی۔ لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ دونوں میں سے اگر ایک آسمان پر ہوگا تو دوسرے کو پاتال (ہیڈیز) میں رہنا ہوگا۔ اور یوں وہ باری باری مرتے اور زندہ ہوتے رہتے۔

بھائیوں کے برعکس ہیلن زیادہ متنوع اور مہماتی کردار کی حامل تھی۔ انتہائی نظر نواز دیدہ زیب اور جانفزا، عشاق اور دمسازوں کا ہر وقت اس کے گرد ہجوم رہتا۔ تھیسئس ان میں پیش پیش تھا۔ ہر پرستار ہیلن کو رفیقِ زندگی بنانے کا خواہاں تھا۔ تھیسئس ہیلن کو اس کے بچپن میں اُٹھا کر ایلفڈنائی (اٹیکا) لے گیا تھا۔ جہاں سے اس کے بھائی اسے جلد ہی نا کتخدا واپس لے آئے تھے۔ اور ساتھ ہی تھیسئس کی ماں ایتھرا کو بھی پکڑ لائے تھے۔ جو بطور کنیز ہیلن کی خدمت میں مصروف رہی۔

مینی لاس معزز یونانیوں میں سب سے زیادہ صاحبِ ثروت اور ذی وقار تھا۔ اس نے ہیلن سے شادی کی خواہش کی تو اس کے بھائی اگا میمنن (شاہ ارگس) نے جو سپارٹا کی شہزادی اور ہیلن کی بہن کلائٹم نسٹرا کا خاوند بھی تھا۔ اپنے بھائی کی وکالت کی پروانوں اور پرستاروں کی تعداد کے پیشِ نظر ہیلن کو اپنا بر چننے کی اجازت دے دی گئی اس دوران تمام دعویداروں اور مشتاقان نے ہیلن کی پسند کا احترام اور بوقتِ ضرورت اس کے خاوند کی معاونت کی قسم بھی کھائی۔ چنانچہ ہیلن نے اپنے لئے مینی لاس کو چن لیا۔

اس خوش نصیب جوڑے نے کئی برس بڑے اطمینان سے گذارے۔ اور ان کے ہاں ایک بیٹی ہرمیونی پیدا ہوئی۔ اور پھر ایک دن مینی لاس کی عدم موجودگی میں ٹرائجن شہزادہ پیرس (پیری) افروڈائٹی کی اعانت سے ہیلن کو لے کر فرار ہو گیا۔ اب تو مینی لاس اور

---

۱ : اہلِ ایتھنز کے بقول اس وقت تھیسئس وہاں موجود نہ تھا۔

۲ : اوڈی سیئس کے مشورہ پر حالانکہ وہ خود بھی ہیلن کا دلدادہ تھا۔ لیکن اپنے بارے میں اسے کوئی خوش فہمی نہ تھی۔

اس کے بھائی ایگا میمنن نے جو مقتدر اعلیٰ یعنی بادشاہ بلکہ شہنشاہ تھا ٹرائے کے خلاف یونان بھر میں آزردگی اور خشونت کی آگ بھڑکا دی اور دیکھتے ہی تمام یونانی سورما مہم جو اور جنگ باز ایگا میمنن کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے۔

پوری جنگی تیاری کے بعد جب یونانی بحری بیڑا آلس سے چلنے لگا تو الیفی جینیا[2] کا حادثہ اور پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک افعی نے درخت پر چڑھ کر ایک پرندے کے آٹھ انڈے ہڑپ کر لئے تھے۔ مادہ (پرندہ) چیختی چلاتی آئی تو سانپ اسے بھی چٹ کر گیا۔ اس پر زمیش نے طیش میں آ کر اسے پتھر کا بنا دیا۔ اس واقعہ سے غیب دان کیلکس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جنگ ٹرائے نو سال جاری رہے گی۔ اور دسویں سال میں شہر مفتوح ہو گا۔

ہومر کے بعد کی ایک روایت کے مطابق اس مہم میں کسی نہ کسی صورت تاخیر ہوتی چلی گئی۔ یونانی ایک جزیرے میں ایک غیر معروف دیوی کرائسی کے مندر میں قربانی دینا چاہتے تھے۔ فیلک ٹی ٹیز نے اس جزیرے تک یونانیوں کی راہنمائی کی۔ قربانی کے وقت ایک

---

[1]: ہومر کے ہاں یہ بات مشکوک ہے۔

[2]: ایک رزمیہ کہانی (ہومر کی تخلیق نہیں) میں الیفی جینیا دیوی نہیں شہزادی ہے۔ اور ایگا میمنن اور کلائٹم نسٹرا کی بیٹی، اس کے باپ نے ایک بار لاف زنی کی تھی کہ وہ ارٹیمس سے بڑا شکاری ہے۔ چنانچہ دیوی آزردہ ہو گئی اور اب جبکہ یونانی بیڑہ حرکت کر رہا تھا۔ تو اس نے باد مخالف چلا دی۔ کیلکس نامی غیب دان سے مشورہ کیا تو اس نے دیوی کی خوشنودی کے لئے الیفی جینیا کی قربانی کی رائے دی۔ چنانچہ اکیلز کے ساتھ شادی کے بہانے الیفی جینیا کو گھر سے بلایا گیا۔ جب کاہن نے الیفی جینیا پر مہلک ضرب لگائی تو وہ غائب ہو گئی اور اس کی جگہ ایک بارہ سنگا (ہرن) رکھ دیا گیا۔ (یہ واقعہ حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعہ سے ملتا جلتا ہے) ارٹیمس دیوی کو الیفی جینیا کی معصومیت پر ترس آ گیا تھا۔ اس نے الیفی جینیا کو اٹھا کر ٹوریس پہنچا دیا۔ اور اسے اپنے مندر کی ذمہ داری سونپ دی یعنی وہ کاہنہ بن گئی۔ یہاں

سانپ نے فی لکٹی ٹیٹز کے پاؤں کو ڈس لیا۔ مجبوراً اسے جزیرہ لیمنس کے ساحل پر چھوڑنا پڑا۔ اوڈی سیس نے اپنی ہوش مندی سے ٹرائے کے عنیب دان ہیلینس کو گرفتار کرادیا تھا۔ جس نے یونانیوں کو بتایا کہ ٹرائے کی فتح کے لئے ہرکولیز کے تیرازبس ضروری ہیں۔ چنانچہ ڈائی ایمیڈیز اور اوڈی سیس جزیرہ لیمنس سے فلک ٹی ٹیٹز کو لے آئے اسکلے پئس (اپالو اور کورونس کا بیٹا) کے دو بیٹے میکاؤن اور پوڈی لیمیریٹس بھی یونانی فوج میں شامل تھے۔ میکاؤن نے فیلک ٹی ٹیٹز کے زخم کو مندمل کیا اور اس کے بھائی پوڈی لیریئس نے شہزادہ پیرس کو قتل کر کے مہم کو کامیاب بنانے میں یونانیوں کی مدد کی۔

تاخیر کی دوسری وجہ کا تذکرہ ہومر کے ہاں نہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ یونانی بحری بیڑہ بھٹک کر ٹرائے کی بجائے جزیرہ می سیا جا پہنچا تھا۔ جہاں شاہ ٹرائے پرائی ام کے داماد ٹیلی فس کی حکمرانی تھی۔ یہاں یونانیوں نے اترنا چاہا تو اہل میسیا نے اجنبی سمجھ کر ان پر حملہ کر دیا۔ اس حملے میں ٹیلی فس، اکیلیز کے ہاتھوں زخمی ہوا۔ یونانیوں کی روانگی کے بعد ٹیلی فس نے ڈیلفی پہنچ کر اپالو کے ہاتف غیبی سے استمداد چاہی تو اس نے بتایا جس شخص

گذشتہ صفحہ سے:

ان ملک میں آنے والے تمام اجنبیوں کو ایفی جینا دیوی کے حضور قربان کر دیتی تھی۔ ایک دن ایفی جینیا کا بھائی اور سٹیز Orestes اور اس کا چچا زاد دوست پیلے ڈیز، دیوی کی مورتی چرانے ٹورس آئے تو پکڑے گئے حسب دستور انہیں قربانی کے لئے ایفی جینیا کے سپرد کر دیا گیا۔ بہن نے بھائی کو پہچان لیا۔ اور پھر وہ تینوں مورتی کے ساتھ یہاں سے فرار ہو گئے۔

لے: ہرکولیز نے کوہ اٹیا کی چوٹی پر چتا میں جلتے وقت، اپنے تیر کمان پولیئس کے سپرد کر دئے تھے۔ پولیئس کی وفات پر یہ مبینہ اس کے بیٹے فیلک ٹی ٹیٹز کی تحویل میں آگئے۔ فیلک ٹی ٹیٹز جنگ ٹرائے میں شریک سورماؤں میں سے تھا۔ اور اس جنگ کے لئے سات جہاز جنگجوؤں سے بھر کر لایا تھا۔

ٹے: سوفوکلیز اکیلیز کے بیٹے نیوپٹولیمس کا نام لیتا ہے جو جنگ کے دسویں سال یہ واقعہ ہوا۔ بعض جگہ لکھا ہے کہ شہزادہ پیرس اسکلے پئس کے ہاتھوں مارا گیا۔

نے اسے زخمی کیا ہے اسی کے ہاتھوں وہ اچھا ہوگا۔ چنانچہ ٹیلی فس ایک فقیر کے بھیس میں
یونانی چھاؤنی میں پہنچا۔ جہاں اکیلیز نے اپنے سنان کے زنگ سے اس کے زخم کو اچھا
کردیا۔ شکسپیئر اور چاسر، اکیلیز کے سنان کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں جان
لینے اور زخم کو مندمل کرنے کی صلاحیت تھی یونانیوں نے منزل پر پہنچ کر اپنے جنگی
جہازوں کو خشکی پر کھینچا اور آہستہ آہستہ ناکارہ کر دینے والی جنگ کے لیے ٹرائے کے سامنے
ڈیرے ڈال دئے۔

ٹرائے کی صورتِ حال یہ تھی

شاہ ٹرائے پرائی آم اور ہیکیبی[1] کا بیٹا پیرس[2] جنگجوؤں کا سربراہ تھا۔ دوسری طرف
امن پسند حزب اختلاف کا سرگروہ انٹی نر تھا۔ اس نے ہیلن کے اغوا کی شدید مخالفت کی تھی۔
اور اس دولت کے ساتھ جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی اسے لوٹانے پر باربار زور دیا تھا۔ ٹرائے
کی فتح پر یونانیوں نے انٹی نر اور اس کے اہل خاندان کو معاف کر دیا تھا۔ اور اسے ہدایت کر
دی تھی کہ وہ اپنے دروازہ پر تیندوے کی کھال لٹکا دے تاکہ اس کا گھرانہ لوٹ مار سے

---

[1]: Hecuba لاطینی میں۔ ہیکٹر کیسنڈرا اور پیرس کی ماں تھی جنگ کے
بعد بطور کنیز یولی سس کے حصے میں آئی اس کا انجام بڑا دردناک ہوا اور جوریپڈیز
کے المیہ کا موضوع بنی۔

[2]: ملکہ ہیکیبی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک مشعل کو جنم دیا ہے۔ اس کی تعبیر یہ نکلی
کہ ملکہ کے بطن سے جنم لینے والا بچہ (پیرس) ٹرائے کی تباہی کا سبب ہوگا۔ چنانچہ
جب پیرس پیدا ہوا تو پرائی ام نے اسے کوہ ایڈا پر پھنکوا دیا۔ جہاں ایک ریچھنی نے
اسے دودھ پلایا اور گڈریوں نے پرورش کی۔ ان ہی گڈریوں نے پیرس کو اس کی
دلیری کے باعث اسے الیکسنڈرس (سورما) کا خطاب دیا۔ اسی دوران اینونی نامی
دیوی سے اس کا معاشقہ چل نکلا جسے بعد میں ہیلن کی خاطر چھوڑ دیا۔ بہت دنوں بعد جب وہ
فیلک ٹی ٹیز کے ہاتھوں ہرکولیز کے زہر آلود تیر سے زخمی ہوا تو اس نے اینونی سے زخم
کے اندمال کی التجا کی لیکن اس نے انکار کر دیا اور جب پیرس مر گیا تو اینونی نے بھی
جان دے دی۔

محفوظ و مصئون ہے ۔

پرائی ام کے دانا و شہزادے اینیس کی ہمدردیاں اگرچہ اٹی نر کی جماعت کیساتھ تھیں لیکن جنگ کے دوران اس کی کارکردگی ایک محبِ وطن کی رہی۔ پھر بھی اس نے کوئی غیر معمولی کارنامہ سرانجام نہ دیا۔ پرائی ام کی مختلف بیگمات اور داشتاؤں کی پچاس بیٹوں میں سے ہیکبی کا لختِ جگر ہیکٹر سب سے نمایاں اور ممتاز ہو رہا تھا۔ سیاست میں اس کا کوئی مرتبہ نہیں۔ البتہ حرب و ضرب میں اس کا ثانی نہ تھا اور یونانیوں کے لئے تو یہ ایک ہوا تھا۔ صرف اکیلیز سے کچھ دبتا۔ ایٹین (شاہ تھیبی) کی بیٹی انڈرامیکی اس کی رفیقِ حیات تھی۔ اکیلیز ایک فاتح کی صورت شہر ٹرائے میں داخل ہوا تو ہیکٹر اپنے تمام بیٹوں سمیت اسے روکنے میں ناکام رہا اور اس کے نونائیدہ بچے مینڈریس (جنگ کے دوران پیدا ہوا) کے سوا اس کی اولاد میں سے کوئی نہ بچا۔

ہیکٹر سے یونانی اس قدر خوفزدہ تھے۔ (ہومر کے بعد کی روایات کے مطابق) کہ انہوں نے اس کی اولاد میں سے کسی کو جیتا نہ چھوڑا۔ انڈرامیکی کو بھی نیوپٹولیمس کی داشتہ بن کر جان بچانا پڑی۔ جورو پیڈیز کے بقول نیوپٹولیمس کی موت کے بعد اس نے شاہ پرائی ام کے بیٹے ہیلینس سے شادی کرلی جو ان دنوں ایپرس میں پناہ گزین تھا۔ اور اس طرح وہ مستقبل کے شاہان مولوسین کی جدِ امجدہ بنی۔

پرائی ام کے دوسرے بیٹے بیکار اور ناکارہ تھے۔ وہ ایک آن کو میدان کارزار میں آئے۔ کھیت رہے یا اسیر ہوئے۔ پرائی ام کا سب سے بڑا بیٹا پرائی لس اکیلیز کے مدمقابل ہو کر دونیم ہوا۔ قصے میں پرائی ام کی دو بیٹیوں کیسنڈرا (الیگزینڈرا) اور پولکزینا کا تذکرہ بھی ہے۔ اپالو نے پہلے تو مائل بہ کرم ہو کر کیسنڈرا کو پیشگوئی کا تحفہ عطا کیا۔ اور پھر ایک دن خفا ہو کر اسے سراپ دیا۔ کہ آئندہ کوئی اس پر اعتماد نہیں کرے گا۔ دیوتا اپالو نے اس کے المناک انجام سے بھی لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ کیسنڈرا نے ٹرائے پر منڈلانے والی ادبار کی گھٹاؤں کی کوئی پروا نہ کی۔ سقوط ٹرائے کے وقت وہ کنواری تھی۔ ٹرائے سے نکل کر اس نے ایتھنز[1] میں اتھینا کے حرم میں پناہ لی۔ لیکن وہاں بھی اسے سکھ نصیب نہ ہوا۔ ایجنز

---

[1]: ان بدبخت اور سوختہ نصیب ایتھنز کی کنواریوں سے متعلق ادبی اور تراشیدہ نگارشات موجود ہیں۔

کے شہریوں نے زبردستی حرم میں سے کھینچ کر اس کی تذلیل کی۔ دوسرے معنوں میں انہوں نے کیسنڈرا کی نہیں دیوی اتھینا کی بے حرمتی کی تھی جس کی پاداش میں اوپس کے لوکریاں کے سوا علی خاندانوں کی کنواریاں ہر سال اتھینا کے مندر میں بطور خادمائیں بھیجی جانے لگیں۔ راستے میں الیئن کے باسی اگر انہیں پکڑ لیتے تو فوراً موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ دوسری صورت میں انہیں اپنی زندگی کے باقیماندہ ایام کنیزیں بن کر اتھینا کے دوران میں گذارنے پڑتے یہ واقعہ محض علم الاصنام کا پروردہ اور آوردہ نہیں۔ بلکہ تاریخی حقیقت ہے۔ ایتھنز کی کنواریوں کا سلسلہ تقریباً ایک ہزار سال یعنی عیسائیت کی آمد تک جاری رہا۔

اپنی ذلت اور رسوائی کے بعد کیسنڈرا، مالِ غنیمت کے طور پر ایگامیمنن کے حصے میں آئی۔ اس کے بعد کلائٹم نسٹرا کے ہاتھوں ایگامیمنن کے ساتھ ماری گئی۔ پرائی ام کی دوسری بیٹی مولنس، انسان دوست اور شریف طبع تھی۔ اکیلیز اس سے محبت کرتا تھا۔ جب ٹرائے کے سرنگوں ہونے کے بعد یونانی مراجعت کر رہے تھے۔ تو اکیلیز کے بھوت نے عیاں ہو کر اپنی موت کا ذمہ دار پولکزینا کو ٹھہرایا۔ اور اس کے خون کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اکیلیز کے بیٹے نیوپٹولیمس نے اسے اکیلیز کے مقبرے میں لے جا کر ذبح کر دیا۔ تاکہ وہ اپنے آقا اکیلیز کے ساتھ دوسری دنیا میں رہ سکے۔

ٹرائے ساگا کے دوسرے تمام اہم واقعات میں ہیکیبی نمایاں اور پیش پیش رہی۔ اس اپنے تمام بیٹوں کو رزم گاہ میں پاش پاش ہوتے دیکھا۔ اور جب اس کا خاوند پرائی ام قصر شاہی کے آنگن میں نیوپٹولیمس کے ہاتھوں ڈھیر ہوا تو اسے اوڈی سیئس کو سونپ دیا گیا۔ واپسی پر ان کا جہاز تھریشائی ساحل سے لگا تو ہیکیبی کو اپنے آخری بیٹے پولی ڈورس کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ پولی میسٹر کی تحویل میں ہے۔ حالانکہ پولی میسٹر اس خزانے کی طمع میں جو پولی ڈورس اپنے ساتھ لایا تھا۔ اسے پہلے ہی قتل کر چکا تھا۔ لیکن ماں بیٹے کے انجام سے بے خبر

لہ : Polyxena اکیلیز، پولکزینا کے حسن و جمال کا شیدائی تھا۔ بعد کی روایت کے مطابق پولکزینا نے اپنے پرستار کو "اپالو تھائم مندر" میں ملاقات کی دعوت دی جہاں پیرس نے دھوکے سے قتل کر دیا۔ اس طرح اس کی ذمہ دار پولکزینا ٹھہری۔

تھی۔ پولی میسٹر بے حد طامع اور لالچی تھا۔ ہیکیبی کو اصل حالات کا پتہ چلا تو اس نے ایک پوشیدہ خزانے کے بہانے اسے اپنے خیمے میں بلوایا۔ ہیکیبی کی فرستادہ خواتین بے حد فرزانہ ثابت ہوئیں وہ پولی میسٹر کے بیٹوں کو بھی ساتھ لے آئیں۔ ہیکیبی نے باپ کے سامنے پہلے بیٹوں کو تہ تیغ کرایا۔ اور پھر ان خواتین کو اشارہ کیا جنہوں نے اپنی بروچ پنوں سے پولی میسٹر کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ انجام کار ہیکیبی بھی چڑیل بن گئی۔ اس کا حشر کیا ہوا؟ اس بارے میں کئی روایات ہیں۔ بہر حال وہ مر گئی اور ایڈنٹیرا اور ڈوڈ بینس کے درمیان پیوند خاک ہوئی۔ بعد میں یہ جگہ کینس سیما (یادگار سگ) کے نام سے مشہور ہوئی۔

جنگ ٹرائے کے اہم چند یونانی سورما یہ تھے۔

ایگا میمنن[1] ایٹریئس کا بیٹا یا پوتا) اور مینی لاس کا بھائی۔ ارگس کا حکمران۔ ہومر کے بعد کی تحریروں میں بھی مشہور ہوا۔ اعلیٰ منصب، با تمکنت و وقار صاحب ثروت لیکن بے حوصلہ اور متلون مزاج، باشعور اور ذی شان ضرور ہے۔ لیکن اکثر ہمت ہار دیتا ہے۔ ٹرائے کی شکست پر کیسنڈرا اس کے حصے میں آئی تھی۔ اس نے اسے بتایا تھا کہ اس کی بیوی اسے قتل کر دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ارگس پہنچنے پر اس کی بیوی کلائٹم نسٹرا نے اپنے عاشق ایجسٹھس[2] کے ساتھ ساز باز کر کے اسے ہلاک کر دیا۔

مینی لاس[3] شاہ سپارٹا۔ اپنے مشہور و معروف بھائی ایگا میمنن سے فن حرب میں کمتر صاحب

---

[1]: Agammemnon

[2]: اس سے قبل ایجسٹھس اپنے چچا ایٹریئس (ایگا میمنن اور مینی لاس کا باپ) کو قتل کر چکا تھا۔ ایگا میمنن اور مینی لاس جب ٹرائے کے محاذ پر روانہ ہو گئے تو ایجسٹھس نے کلائٹم نسٹرا سے تعلقات استوار کر لئے اور واپسی پر ایگا میمنن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں ایگا میمنن کے بیٹے اورسٹیز نے ایجسٹھس اور کلائٹم نسٹرا کو ہلاک کر کے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے لیا۔

[3]: Minelaus

استعداد، لیکن سورماؤں کی صفِ اوّل میں شامل نہیں۔ اکیلیز، ایگا میمنن، دونوں اے ایٹ ریز، ڈائی امیڈیز اور ٹروجن پرنس ہیکٹر جنگجوئی شان اور حربی آن میں اس سے کہیں آگے ہیں۔

اے ایئس اعلیٰ یا اجیکس[1]:۔ ہرکولیز کے دیرینہ رفیق، سلیمس کے بادشاہ ٹیلے من کا بیٹا اور جزیرہ سلیمس کے چھوٹے سے فوجی دستے کا سردار۔ تماگا کی شخصیت میں بہت نمایاں اور ممتاز ہے۔ بعض دوسروں کے برعکس کم بدلہ سنج اور کم گو، ذکی اور غیر متزلزل حوصلے کا مالک۔ اکیلیز کی عدم موجودگی میں یونانی اس پر بھروسہ کرتے خصوصاً مایوس کن حالات میں۔ اپنی جسارت، تہوری اور خود اعتمادی کے سبب متکبر بھی تھا۔ آخر میں یہی تکبر اس کی بربادی کا سبب بنا۔
اکیلیز کی موت پر یہ مسئلہ اُٹھا کہ اکیلیز کی زرہ اور جنگی آلات کا صحیح

---

[1]: Ajax

[2]: Saga ساگا سکنڈے نیویا کی سورمائی داستان یا سلسلہ کتب۔ ساگا دراصل سکنڈے نیویا کی قدیم زبان نارس Norse کا لفظ ہے۔ جس کے معانی کہانی کے ہیں۔ یہ لفظ ان نثری قصے کہانیوں کے لئے خصوصاً مستعمل ہوتا ہے جو زمانہ وسطیٰ میں آئس لینڈ یا ناروے میں تحریر و تسطیر میں آئیں۔ انگریزی زبان میں یہ ان نگارشات کے لئے مختص ہے جو آئس لینڈ کے کسی خانوادہ یا شاہان ناروے کی روایتی تاریخ کو تشکیل دیتی ہیں آئس لینڈ کے ساگاز (کہانیاں) بے انتہا قومی اور محدود نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اور ان کا تعلق ملک کے طبعی کردار، مرد و زن کی گوناگونی، حالات زندگی، قانون اور اخلاقیات سے ہے۔ سکنڈے نیویا سے قبل NORSE کا لفظ آئس لینڈ میں Norskr ناروے میں Norsk اور ڈچ زبان میں Noosch کہلاتا تھا۔

حقدار کون ہے! اجیکس اور اوڈی سیس نے اپنا اپنا حق جتلانا چاہا۔ یہ معاملہ مدعوئین کے سامنے پیش ہوا۔ جن کی صدارت ، اتھینا کر رہی تھی۔ ٹرائے جنگی قیدی بطور گواہ پیش ہوئے جنہوں نے اوڈی سیس کی حوصلہ مندی اور دلیری کی شہادت دی۔ اور اس طرح زرہ اور جنگی ہتھیار اسے مل گئے۔ اس فیصلہ پر اجیکس کا دماغ چل گیا۔ اور اس نے دیوانگی میں بہت سی بھیڑوں کو دشمن سمجھ کر ہلاک کر دیا۔ اور جب اپنے آپے میں آیا تو ندامت کے مارے خودکشی کر لی۔

اے ایمس اونی[1] : اس سورما کو ہومر نے ہمیشہ ناپسند کیا۔ بہترین جنگجو لیکن شقی القلب اور بے تمیز ، ناموری کے نااہل۔ کیسنڈرا کی بے حرمتی کے بعد وطن مراجعت کی تو راہ میں جہاز تباہ ہو گیا اور یہ پوسیڈن کی اعانت سے بمشکل بچا۔ اس کے بعد اس نے ایک چٹان پر کھڑے ہو کر یہ گپ ہانکی کہ وہ دیوتاؤں کی مدد کے بغیر بچا ہے۔ اس پر پوسیڈن کو طیش آ گیا اور اس نے وہ چٹان جس پر یہ سورما کھڑا تھا ریزہ ریزہ کر دی۔ اور یوں سمندر میں وہ غرق ہو گیا۔ ورجل کے خیال میں اتھینا نے (ناراض ہو کر) آسمان سے بجلی گرا کر اسے ہلاک کیا تھا۔

ڈائے ایمیڈیز[2] : پولی نیکیز کے دیرینہ رفیق ٹائی جس (شاہ ارگس) کا بیٹا آغاز کار ہی سے اپنی صولت شگفتگی طبع اور بطور مشیر اگیا میمنن ایلیڈ میں آگے آگے رہا ہے۔ اتھینا نے اس کے باپ کی طرح اس کی بھی مدد کی تھی۔ اور اسی کی اعانت سے اس نے ایریز اور افروڈائٹی کو گھائل کیا تھا۔ ٹرائے کا اتحادی سردار گلوکس میدان رزم میں ڈائے ایمیڈیز کا مقابل ہوا تو اسے پتہ چلا کہ ان دونوں میں تو خاندانی دوستی ہے۔ چنانچہ ڈائے ایمیڈیز نے اپنی زرہ گلوکس

[1] سب سے دلیر اور جنگجو یونانی ان اشیا کا حقدار تھا۔
[2] : Diomedes

کی سنہری زرہ سے بدل ڈالی۔ اس واقعہ سے یہ ضرب المثل بنی کر
کانسی کے بدلے سونا۔ ڈائے ایمیڈیز نے ٹرائے کے محاربے کے بعد اپنے وطن ارگس
دکلاتیڈن، پہنچا تو وہاں ایک انتشار اس کی منتظر تھی۔ ایک طرف افروڈائٹی اس کے لگائے
ہوئے زخم چاٹ رہی تھی، دوسری طرف اس کی بیوی اگیلیا اسے فریب دے رہی تھی۔ چنانچہ
ان خطرات کے پیش نظر اس نے ہیرا کی قربان گاہ میں پناہ لی۔ پھر لبیا اور آئی بیریا میں مارا
مارا پھرا۔ اطالیہ پہنچا اور وہاں اس نے کئی شہروں کی اساس رکھی اس کے بعد جزائر ڈائے
ایمیڈیز کی سیاحت کی۔ یہ جزائر مخصوص آبی پرندوں کی من بھاتی اور مرغوب جگہ تھی۔ جو
یونانیوں سے بہت مانوس اور اور غیر یونانیوں کے دشمن تھے۔ یہ آبی طیور دراصل ڈائے
ایمیڈیز کے ساتھی تھے جنہیں پرندوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ بعد از مرگ جب ڈائے
ایمیڈیز کی بیاں تدفین کی گئی تو یہ پرندے اپنی منقاروں میں پانی لاتے اور اس کی قبر
پر چھڑکتے۔ اس کے بعد ان جزائر اور دوسری جگہوں میں ڈائے ایمیڈیز کی پرستش
ہونے لگی۔ ڈائے ایمیڈیز کی وفات اور روپوشی کے متعلق کئی کہانیاں مشہور ہیں ایک
کہانی تو اتنی قدیم ہے کہ جتنا پنڈار خود۔ اس کہانی میں اتھینا اسے لافانی زندگی عطا کرتی
ہے۔ ڈائے ایمیڈیز نے ہرمائنی کے ساتھ شادی کی اور ڈائی اس کوری کے ساتھ رہا۔
ہومر سے پہلے کی ایک کہانی میں شہر ٹرائے سے پیلے ڈیئم لے جانے میں ڈائے
ایمیڈیز نے اوڈی سیس کی مدد کی تھی۔

<u>اوڈی سیئس</u>[3] : اتھاکا کا حکمران پینی لوپی[4] کا خاوند اور ٹیلی میکس کا باپ وہ اس
وقت تک سب پر بھاری ہے۔ ایام جنگ میں بلند رتبت اور دہشت خیز

---

[1] : لاطینی اور یونانی میں سپین کو کہتے ہیں۔ آئی بیرس دریا کے سبب۔
[2] : ہیلس اتھینا کا مجسمہ: جس کے بارے میں خیال تھا کہ یہ جس شہر میں ہوتا ہے اس شہر کے
تحفظ کا ضامن ہوتا ہے۔
[3] : Odysseus
[4] : ٹراجن وار کے اختتام پر جب اوڈی سیئس اتھاکا
نہیں پہنچا اور پینی لوپی کو اس کی کوئی خبر نہ ملی تو بہت سے ضدی رعویدار ملانے پینی لوپی کو گھیر لیا۔

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

حزور ہے۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ سب پر سبقت لے جائے۔ ہیکٹر کے مقابلے کے لئے قرعہ اندازی ہوئی تو یونانی اوڈی سیس کے بجائے ڈائے ایمیڈیز یا اگامیمنن کے حق میں دعا مانگ رہے تھے۔ اگرچہ خود اوڈی سیس نے ہیکٹر سے دو دو ہاتھ کرنے کی پیشکش کی تھی۔

اوڈی سیس حربی چالوں میں ماہر اور سودمند مشیر تھا۔ ایلیڈ میں آمدہ شب کی خطرناک ترین مہم پر وہ ڈائے ایمیڈیز کے ساتھ جانے کو آمادہ تھا بلکہ منتخب بھی ہوا۔ ہومر اور بعد کی کہانیوں میں ڈائے ایمیڈیز کے ساتھ اس کا اشتراک رہا ہے۔ دونوں اکٹھے ٹرائے گئے۔ اور اتھینا کی اس مورتی کو اٹھا لائے جس پر شہر ٹرائے کی خوش بختی اور تحفظ کا انحصار اور دار و مدار تھا۔ ہومر کے بعد اس کی قدر و منزلت میں نمایاں کمی آ گئی تھی۔ اوڈیسی میں اسے بے دیانت دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح رزمیہ نظموں خصوصاً اٹیکائی المیہ میں ایک منافق کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو اپنے ساتھ ڈائے ایمیڈیز کو بھی قعر مذلت میں لے گرتا ہے۔ جب ٹرائے کے خلاف یونانی سورماؤں کا اجتماع ہوا تو یونانی شہزادوں نے جنگ ٹرائے میں شمولیت پر آمادہ کرنے کو پیلے میڈیز[1] کو اوڈی سیس کے پاس بھیجا۔ اس وقت پینی لوپی اپنے خاوند کو روکنے کے لئے مصنوعی دیوانے پن کا اظہار کر رہی تھی۔ اپنی بیوی کے دیوانے پن کے پیش نظر اوڈی سیس نے پس و پیش کی تو پیلے میڈیز نے اوڈی سیس پر اس کی بیوی کی اصلیت ظاہر کر دی اس پر اوڈی سیس پیلے میڈیز کا دشمن بن گیا۔ اور پھر اس نے ایک دن شاہ ٹرائے پرائم کی طرف سے پیلے میڈیز کے نام ایک جعلی خط لکھا۔ جس میں یونانی سپاہ کو ٹرائے کی افواج

اور اس کے ساتھ شادی کرنے پر بضد ہوئے۔ پینی لوپی نے ان سے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ جب وہ مشجر (ٹیپسٹری) کا کام ختم کرے گی تب انہیں مطلع کر دے گی۔ معاملہ کو طول دینے کے لئے وہ دن میں جو کام کرتی شام کو اسے ادھیڑ ڈالتی بیس سال بعد آ کر اوڈی سیس نے اس کے دعویداروں سے اسے نجات دلائی۔

[1]: ایک یونانی سردار۔ جو بیا کے بادشاہ نوپلیئس کا بیٹا۔

کے ہاتھوں گرفتار کرانے کی تلقین کی گئی تھی۔ مزید براں اوڈی سیئس نے بہت سارا روپیہ پیلے میڈیز کے خیمے میں چھپا دیا۔ ان باتوں کا مطلب اسے غدار ثابت کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے ڈائے امیڈیز کے ساتھ مل کر پیلے میڈیز کو غدار ثابت کر دیا۔ اور پھر اس غداری کے جرم میں اسے سنگسار کر دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اوڈی سیئس اور ڈائے امیڈیز نے اسے کنویں میں پوشیدہ ایک خزانے کا لالچ دیا۔ اور جب وہ کنویں میں اترا تو دونوں نے اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔

نیسٹر[1]: بہتر طور پر جانے پہچانے یونانی سورماؤں میں سب سے ارفع اور بہتر کردار نیسٹر کا ہے۔ اور یہ سب کچھ محبت کے سبب ہوا۔ ایلیڈ میں اس کی شخصیت بذلہ سنج اور مزاحیہ ہے۔ نیسٹر پائی لس کے حکمران نیلیئس کا بچا کھچا بیٹا اور پوسیڈن کا پوتا ہے۔ یونانیوں میں سب سے عمر رسیدہ[2]، اس نے اپنی رعایا کو ٹرائے کی جنگ میں جھونک دیا تھا۔ اور اپنے متین مشوروں، ماضی کے دلچسپ قصوں اور بذلہ سنجی کے سبب یونانیوں کے دل جیت لئے تھے۔ ایلیڈ کا نصف حصہ اس کی طرف سے ایگامیمنن کو دی جانے والی پند و نصائح پر مبنی ہے۔ زاں بعد نوجوان شانوں پر کہنہ سر رکھنے والا ڈائے امیڈیز اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ بعد از جنگ جب نیسٹر اپنے وطن لوٹتا ہے تو وہی بذلہ سنجی پند و نصائح اور دیرینہ قصص کی رم جھم اس کے ہمرکاب ہوتی ہے۔ جنگ ٹرائے میں اسے بہت بڑا دھچکا لگا یعنی اس کا جری اور دلیر سپوت انٹی لوکس میمنن[3] کے ہاتھوں مارا گیا۔

۱: Nestor

۲: ایلیڈ کے آغاز میں اسے ساٹھ سالہ دکھایا گیا ہے۔

۳: تھونس اور ایتیس کا بیٹا۔ اوڈیسی میں اسے فانیوں میں حسین ترین کہا گیا ہے۔ ہومر سے پہلے کی کہانیوں میں وہ ایتھوپیا کا شہزادہ ہے جو اپنے چچا پرائم کی

اکیلیز[1] : پیلیئس[2] اور تھیٹس[3] کا پارہ جگر۔ اتیما ندہ یونانیوں میں سب سے زیادہ توانا تیز جری اور یونانی افواج میں سب سے بڑھ کر وجیہہ اور خوبرو جس کے متعلق ایک عجیب[4] سی کہانی مشہور ہے یعنی جب وہ بچہ تھا تو اُس کی ماں نے اُسے ایڑیوں سے پکڑ کر دریائے سٹائکس میں غوطہ دیا تھا جس کے نتیجے میں ایڑیوں کے سوا جو خشک رہ گئی تھیں اس کے تمام جسم میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی تھی کہ اس پر کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ (انجام کار اکیلیز کی موت ایڑی میں تیر لگنے سے ہوئی۔)

سنٹار کیرن نے اکیلیز کو فنون حرب اور موسیقی میں طاق کر دیا تھا اکیلیز کی ماں جانتی تھی کہ وہ ٹراجن وار میں تباہ ہو جائے گا اس لئے اس نے اکیلیز کو سکی رس نامی جزیرہ میں لائی کومیڈیز کے دربار میں بھیج دیا۔ جہاں وہ خواتین کے بھیس میں شہزادیوں کے درمیان رہا۔ اسی دوران لائی کومیڈیز کی بیٹی ڈیمیا سے اس کا معاشقہ چل نکلا۔ اور اس سے اس کا بیٹا پرھس (زرد بالوں والا) پیدا ہوا جو جنگ ٹرائے میں نیوپٹولیمس (نوجوان جنگجو) کے نام سے مشہور ہوا۔

اکیلیز اگرچہ ہیلن کے دلدادگان اور عاشقان میں سے نہ تھا پھر

گزشتہ صفحہ سے:

مدد کو جنگ ٹرائے میں شریک ہوتا ہے۔ اور اکیلیز کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔

[1]: Achilles

[2]: تھسلی میں فتھیا کا بادشاہ

[3]: ایک سمندری پری۔ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ باپ سے زیادہ نامور ہوگا۔

[4]: ابتدائی مصنفین کے ہاں یہ کہانی مفقود ہے۔ لے ایس اعلیٰ (اجیکس) کے بارے میں

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

بھی ٹرائے کی فتح اس کے بغیر ممکن نہ تھی۔ چنانچہ اوڈی سیئس اسے لانے کو جواہرات اور اسلحہ کے سوداگر کے بھیس میں لائی کومیڈیز کے دربار میں گیا۔ اکیلیز نے جواہرات کی بجائے ہتھیاروں میں دلچسپی لی اس لیئے اوڈی سیئس نے اسے پہچان لیا اور ٹرائے کے محاذ پر لے گیا۔ [2]

ابتدائی نو سال میں ہیلن کے مسئلہ کو ایک دو بار بات چیت کے ذریعے سلجھانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن بات نہ بنی۔ اس اثنا میں ٹرائے کے چھوٹے موٹے اتحادی شہروں خصوصاً سواحل کے عقبی علاقوں پر یونانیوں کے حملے جاری رہے۔ ٹرائے کے گرد محکم اور مضبوط فصیل تھی۔ شہر میں آلات حرب و ضرب اور جنگی سامان کے انبار لگے تھے۔ سامانِ خورد و نوش کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ علاوہ بریں اہل ٹرائے اور اس کے اتحادیوں کا ایک بڑا لشکر بھی ہمہ وقت چوکنا اور چوکس تھا۔ جسے محاصرہ کے ذریعے شکست دینا کسی صورت ممکن نہ تھا۔ دسویں سال وہ حالات رونما ہوئے جو بالآخر ایلیڈ کی تجسیم و تشکیل کا باعث بنے۔

اپالو کے کاہن کرائی سیز [3] کی بیٹی کرائی زیس بطور جنگی قیدی ایگا میمنن کی تحویل میں آئی۔ وہ اتنی جمیل اور اتنی سروپ تھی کہ ایگا میمنن نے اس کے عوض ہر قسم کی پیش کش ٹھکرا دی۔ اس پر کاہن نے یونانیوں کے حق میں بددعا کی۔ نتیجۃً یونانی کیمپ میں

بھی کہا جاتا ہے کہ ہرکولیز نے اسے ہر قسم کے گزند سے بچانے کو شیر کی کھال میں لپیٹ دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کوئی ہتھیار اثر نہ کرتا تھا۔ آخر میں اس نے ایڑی میں شمشیر گھونپ کر خودکشی کر لی تھی۔ مہابھارت کے دریودھن اور فردوسی کے شاہنامے میں اسفندیار رُوئیں تن کے جسم پر بھی کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہوتا تھا۔

لہ: Lycomedes اسی نے پرائی ام کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا۔
جنگی قیدیوں کی تقسیم کے وقت شہزادہ ہیکٹر کی بیوی انڈرامیکی اس کے حصے میں آئی تھی۔ لیکن جب اس نے مینی لاس کی بیٹی ہرمائنی سے شادی کر لی تو ہرمائنی کے منگیتر اورسٹیز نے اسے ہلاک کر دیا۔

[2]: بعض جگہ اوڈی سیئس کے ساتھ ڈائے ایمیڈیز کا نام بھی آیا ہے۔

[3]: Chryses

وبا پھوٹ نکلی جس سے نجات کا محض ایک ہی ذریعہ تھا۔ یعنی کرائی زیس کی غیر مشروط واپسی۔ ایگامیمنن بادلِ نخواستہ اِس پر رضا مند ہوگیا۔ لیکن ساتھ ہی اس نے اکیلیز کی بریزلیس نامی کنیز جسے اکیلیز بہت چاہتا تھا ہتھیا لی۔ چنانچہ اکیلیز

جنگ سے منہ موڑ کر اپنے خیمہ میں چلا آیا۔ اکیلیز کی غیرموجودگی میں اس کے دوست پیٹروکلیز نے جنگ کا میدان سنبھالا۔ اکیلیز کی تقلید میں اس کے دوست پیٹروکلیز نے بھی میدان کو چھوڑ دیا اس کے بعد اہل ٹرائے کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے پے درپے حملے کر کے یونانیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ یونانیوں کو اپنے بچاؤ کے لئے اپنی خیمہ گاہ کے گرد ایک فصیل تعمیر کرنی پڑی عارضی فصیل پر یورش کر کے ان کے ایک جہاز کو نذرِ آتش کر دیا۔ یونانی اس صورت حال سے بے حد پریشان تھے نیسٹر کے کہنے سننے پر پیٹروکلیز میدان میں اترنے پر مجبور ہوا ادھر اکیلیز نے اسے اپنی زرہ دیدی۔ چنانچہ وہ زرہ پہن کر غنیم پر ٹوٹ پڑا۔ دشمن اسے اکیلیز سمجھ کر پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔

لیکن جب ہیکٹر نے اپالو کی مدد سے پیٹروکلیز کو مار لیا تو یونانی بے دل ہو گئے۔

حالات اب پھر بگڑنے لگے تھے۔ ایگامیمنن نے نیسٹر کے مشورہ پر فینکس کے ایاس اوڈیسیس (یولی سس) اور فینکس پر مشتمل ایک سفارت اکیلیز کے پاس روانہ کی۔

اور برائی زلیس کے بدلے بھاری رقوم کی پیش کش کی۔ ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اگر یونانی ظفریاب ہوئے تو ٹرائے کی کسی بھی خوش رنگ اور خوش جمال شہزادی کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی۔ اور سات شہر جہیز میں دئیے جائیں گے۔ ان تینوں نے بالآخر اسے یونانیوں کا ساتھ دینے پر رضا مند تو کر لیا لیکن ایگامیمنن کے خلاف اس کے دل کی کدورت کو دور نہ کر سکے۔

اکیلیز کو اپنے دوست پیٹروکلیز کی ہلاکت کی خبر ملی۔ ادھر میدان کارزار میں ہیکٹر کو اپنی زرہ میں ملبوس دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ اور وہ زرہ کے بغیر ہی دیوانہ وار اپنے خیمے سے نکلا، خندق عبور کی اور جنگی نعرے لگاتا دشمن کی صفوں میں گھس گیا اس نے اغیار سے پیٹروکلیز کی لاش چھینی اور اپنے پڑاؤ میں واپس آگیا۔ دوسرے دن اکیلیز نے غنیم کے ہوش اڑا دئیے اور ایک مقابلے میں تن تنہا ہیکٹر کی جان لے لی اور اس کے بے جان لاشے کو اپنے جنگی رتھ کے پیچھے باندھ کر گھسیٹتا ہوا اپنے کیمپ میں داخل ہوا۔ اسی شب پرائی ام نے چوری چھپے اکیلیز سے ملاقات کی اور اپنے

لے: Briseis شاہ لرنے سس کی بیٹی۔ یونانیوں نے جب لرنے سس کو فتح کیا تو شہزادی بری زلیس اکیلیز کے حصے میں آئی۔

بیٹے کی لاش کے عوض اسے گراں رقم ادا کی۔ ہیکٹر کی تجہیز و تکفین پر ایلیڈ بھی اپنے انجام کو پہنچی۔

یونانی اپنی تمام تر کاوشوں کے باوجود ٹرائے کی رسد کاٹنے میں ناکام رہے تھریس اور ایشیا میں ٹرائے کے اتحادی موجود تھے۔ ٹرائے کی سب سے زیادہ مدد لیکیائی فوجی دستے نے کی۔ جس کی قیادت زیئس کا بیٹا سرپیڈن اور اس کا ایک عزیز گلوکس کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں تھریس کے بیباک اور دہشت گرد رزم جوؤں کی ایک جماعت بھی رھی سس کی کمان میں ٹرور پہنچ گئی۔ یہ اس شب کا ذکر ہے جب ہیکٹر یونانی پڑاؤ پر ضرب کاری لگانے والا تھا۔ اسی رات اوڈی سیئس اور ڈلائے ایمیڈیز دونوں جاسوسی کی غرض سے دشمنوں کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ اور ڈولن نامی جاسوس کو پکڑ کر اپنی فرودگاہ میں واپس آ گئے۔ انہوں نے اس سے بہت سی مفید باتیں معلوم کیں۔ اور پھر اسے قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اگر رھی سس کے گھوڑے ٹرائے کی چراگاہوں میں ایک بار چر لیتے اور پانی پی لیتے تو ٹرائے کو ہزیمت دینا کبھی ممکن نہ ہوتا۔ رھی سس میوزز میں سے ایک کا بیٹا ہونے کے سبب بعد از ہلاکت عام انسانوں کی سی موت سے بچ گیا۔ اور اسے تھریس میں نیم دیوتا بنا دیا گیا۔

ہیکٹر کے مارے جانے کے بعد دو اور قابل ذکر گروہ سامنے آئے جن میں سے ایک گروہ ایمزنوں کا تھا۔ جن کی قیادت ان کی ملکہ پینتھی سیلیا[1] (ایریز کی بیٹی) کر رہی تھی یہ ملکہ جتنی دلیر اور جری تھی اتنی ہی حسین اور پر شباب تھی۔ اس نے یونانیوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ آخر کار اکیلز کے مقابلے میں ماری گئی اس کی موت سے اکیلز کو بہت صدمہ پہنچا۔ اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اس پر تھرسی ٹیز[2] نامی ایک یونانی نے اکیلز کا مذاق اڑایا۔ تو اکیلز نے اسے بھی قتل کر دیا۔ خوبصورت اور نوبہار پینتھی سیلیا کے بعد ایتھوپیا کا شہزادہ میمنن میدانِ کارزار میں اترا۔ لیکن وہ بھی اپنی شمشیر کے جوہر دکھا کر

---

[1]: Penthesilea جنگجو خواتین ایمزن کی یہ ملکہ ہیکٹر کی وفات کے بعد ٹرائے کی مدد کو آئی تھی جنگجو خواتین کی نسل ہیروڈوٹس کے مطابق سیتھیا میں رہتی تھی۔ ٹرائے ہرکولیس اور تھیسیئس کی کہانیوں میں ان کا تذکرہ ہوا ہے۔

[2]: یونانیوں میں انتہائی چڑچڑا جھگڑالو اور ناپسندیدہ شخص

ایکیلیز کے ہاتھوں سرنگوں ہوا اس کے ایتھوپیائی ساتھی پرندوں کے جھنڈ میں مبدل ہوئے جو اب بھی اس کے مقبرے کے گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ میمنن کے مرنے کے بعد ایکیلیز بھی نہ بچا۔ اور وہ پیرس یا اپالو کے تیر سے گھائل ہو کر زمین بوس ہوا۔ اس کی لاش بمشکل میدان جنگ سے لائی گئی۔ اور اسے پورے فوجی اعزاز و احترام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ہومر کے بقول وہ عام انسان کی طرح ہیڈز میں چلا گیا۔ لیکن بعد کی روایات کے بموجب وہ لافانی ہوا۔ الیزین میدانوں میں اُسے جگہ ملی اور خوبرو ہیلن کے ساتھ شادی ہوئی۔

اب ایکیلیز کے بیٹے کی تلاش شروع ہوئی۔ کیونکہ اس کے بغیر ٹرائے کی فتح لاحاصل تھی۔ ٹرائے کی فتح کے کوئی آثار نہ تھے کہ یونانیوں کو ایک تدبیر سوجھی۔ اُنہوں نے اتھینا اور اے پیش نامی ہنرمند کے تعاون سے ایک بہت بڑا چوبی گھوڑا تیار کیا اور اس میں اپنے منتخب یونانی جنگجوؤں کا ایک دستہ چھپا دیا۔ اس کے بعد اُنہوں نے سینان نامی ایک شخص کو اس گھوڑے کے پاس چھوڑا۔ اور خود جنگی جہازوں میں بیٹھ کر واپس ہو لئے۔ سینان کو ٹرائے کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا۔ اس شخص نے اپنے آپ کو معصوم ظاہر کر کے ان کی ہمدردیاں جیت لیں۔ اور اُن سے کہا کہ یہ چوبی گھوڑا اتھینا کی نذر ہے۔ اسے اگر شہر میں لے جایا گیا تو شہر کبھی تسخیر نہ ہو گا۔ اپالو کے کاہن نے اس چوبی گھوڑے کو تباہ کرنے کی بار بار تلقین کی۔ اُنہیں بارہا سمجھایا کہ یہ بہت بڑا فریب ہے۔ مگر اہل ٹرائے تو یونانیوں کی پسپائی پر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ وہ گھوڑے کو دھکیل کر فصیل شہر کے قریب لے آئے۔ یونانیوں نے یہ گھوڑا دانستہ طور پر فصیل کے دروازوں سے اُونچا بنایا تھا۔ جب گھوڑا شہر میں داخل نہ ہو سکا تو اُنہوں نے فصیل کا ایک حصہ گرا دیا۔ اور گھوڑے کو کھینچ کر شہر میں لے آئے۔ ادھر کسینڈرا ابھی گھوڑے کی مخالفت میں چیختی چلاتی رہی لیکن اس کی بھی کسی ایک نے نہ سُنی۔ زاں بعد ہیلن گھوڑے کا طواف کرنے لگی۔ اس نے یونانی سورماؤں کی بیویوں کی آواز میں ان جنگجوؤں کا نام لے لے کر اُنہیں پکارا۔ یونانی تو فریب کھا چلے تھے لیکن مینی لاس، ڈائے امیڈیز اور اوڈی سیئس نے اُنہیں بولنے سے روکا۔

اب اہالیان ٹرائے مطمئن ہو گئے تھے۔ وہ چند سپاہیوں کو گھوڑے کے پاس چھوڑ کر واپس لوٹ گئے۔ اسی شب فرار ہونے والی یونانی افواج کے جنگی جہاز چپ چاپ ساحل کے ساتھ آلگے۔ اس وقت سینان یا کسی اور نے چوبی گھوڑے کا دروازہ کھول دیا۔

اور یونانی سورما شمشیر و سنان ہاتھوں میں تھام کر گھوڑے کے شکم میں سے نکلے اور شب کی سیاہی میں، اہل ٹرائے پر ٹوٹ پڑے۔ اُدھر یونانی سپاہ نے اپنے دلیروں اور جانبازوں کے جنگی نعرے سُنے تو فصیل کی طرف لپکے۔ اور مار دھاڑ کرتے ٹوٹی فصیل کے ذریعے شہر میں داخل ہو گئے۔ یونانیوں کی سازش کامیاب ہو گئی تھی۔ پرائی ام نیوپٹولیمس کے ہاتھوں مارا گیا۔ جبکہ شہزادہ اینیس اور دوسرے جان بچا کر بھاگ نکلے۔ سقوطِ ٹرائے کے بعد مینی لاس اور ہیلن میں صلح ہو گئی تھی اور وہ دونوں سپارٹا میں رہنے لگے تھے۔

لہ: انکی سیز (ٹراجن شہزادہ) اور افروڈائٹی (وینس) کا بیٹا اور پرائی ام کی بیٹی کری یوزا، کا خاوند جب فتح مند یونانی ایک جنون کے عالم میں شہر ٹرائے کو آگ لگا رہے تھے۔ اینیس اپنے گھریلو دیوتاؤں کو سمیٹ، اپنے باپ انکی سیز کو کاندھے پر بٹھا، اپنے بیٹے اسکے نیس کا ہاتھ تھام اور بیوی کو پیچھے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے چھپتا چھپاتا شہر ٹرائے سے نکل گیا۔ نفسا نفسی کے اس عالم میں اس کی بیوی اس سے بچھڑ کر ہمیشہ کے لئے کھو گئی۔
اینیس بیس جہازوں کے ساتھ کارتھیج پہنچا تو ملکہ ڈائیڈو نے خندہ پیشانی سے اس کی پذیرائی کی۔ ملکہ جلد ہی اسے اپنا دل دے بیٹھی۔ لیکن اینیس نے دیوتاؤں کے حکم کی تعمیل میں کارتھیج کو چھوڑ دیا۔ ملکہ ڈائیڈو نے اس کی جدائی میں خودکشی کر لی۔ شہزادہ اینیس سات سال سفر میں رہا۔ اس دوران اس کے تیرہ جہاز تباہ ہو گئے۔ اور وہ بمشکل ٹائبر پہنچا جہاں اس نے شاہ لیٹی نس کی بیٹی لیوینیا کے ساتھ شادی کر لی۔ اور لاطینی بادشاہ کے مرنے پر وارث تاج و تخت ہوا اینیس ایک قلیل عرصے حکومت کرنے کے بعد ائرسکنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے مارا گیا شہزادہ اینیس کی ترقی یافتہ کہانی لاطینی رزمیہ شاعر ورجل نے اینیڈ میں بیان کی ہے۔ دوسرے شعراء نے بھی اس کے کارنامے بیان کئے ہیں۔

خونِ انسان کی ارزانی

ایک دن مشرق، مغرب، شمال اور جنوب، چاروں جہتوں کے ارض و سما انسانی خون کے گلابوں اور لالائی خیابانوں سے مہک رہے تھے۔ انسانی لہو کے گہرے گھنیرے اور ارغوانی ساون ہر موسم اور ہر فصل میں گھمنڈ گھمنڈ افلاک کی سُرخ رفعتوں سے پیہم برستے رہتے تھے۔ سویرے خون، سانجھ خون، دن کے تیز اُجالوں اور شب کی گرم و سرد تیرگیوں میں خون۔ الغرض انسان کے بعید ماضی اور وقت کے گمنام گوشوں کے ہر مسام ہر جوڑ اور ہر پیچ و خم سے خون آدمی رِس رہا تھا۔ بعد از غروبِ آفتاب جب انسان مغرب میں سرمگیں ساحلوں کے بیچ سُرخ سُرخ اور نارنجی رنگوں کی ٹیڑھی میڑھی رواں جو ئبار اور صبح سویرے مشرق کے گلابی کناروں کے درمیان گلناری اور لالائی رنگ کی بہتی رودبار دیکھتا تو لرز جاتا۔ صبح و شام لہو رنگ۔ مشرق و مغرب پر نگاہ پڑتے ہی وہ اپنے معصوم سینے میں ایک انجانے خوف کا ارتعاش محسوس کرتا۔ گویا اس کائنات کی نیلی اور سجیلی رعنائیوں اور درخشانیوں کو اس کا لہو درکار تھا۔ گویا اب اس کی باری آنے والی تھی۔ اور گویا یہ جہان ان رنگین اور سرمگین آسمانوں کی غیر مرئی دیواروں تلے ایک بہت بڑی قربان گاہ تھا۔ جس پر انسان جگہ جگہ انسانی لہو کے چراغ جلائے۔ ان کی خونیں لرزتی لہراتی روشنیوں میں انسانی ابدان اور اجساد توڑ پھوڑ رہا تھا۔ فلاحِ آدمی اور بہبودِ انسان کی خاطر۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان عظیم معبودان و خالقان کی سنگین پیشانیوں پر پڑے ہوئے مرمر کے بل محض اس کے لہو سے ہی دھوئے جا سکتے ہیں۔ پتھروں اور چٹانوں میں نہاں ان کے بے نم ٹھوس قلوب میں اُٹھنے والا سنگین تموّج اسی کے خون کے گرم گرم نمکین چھینٹوں سے سکون اور طمانیت پا سکتا ہے۔

ان کے بے لوچ اور کڑے اجسام انسانی خون میں ڈوب تو جاتے اور ان کی بے نور و نم آنکھوں میں اس خون کی چمک بھی در آتی۔ لیکن پتھریلے قلوب و جگر میں کسک کی کوئی

بوند نہ پھوٹتی۔ آہ! انسان اور اس کی بے چارگیاں! وہ اجسام کے سہارے کو اجسام کو بے سہارا کر رہا تھا۔ کتنی بے کسی اور بے بسی تھی۔ گھومتے انسان پر رنگ رنگ اور ڈھنگ ڈھنگ کے دشنہ و خنجر چل رہے تھے۔ لیکن مہان خداؤں اور خلاقانِ کائنات کی چشم ہائے سنگین کی ہر درز بے آب و رنگ تھی۔ انسان انسانی بالیدگی اور آسودگی کے لئے عقائد و ایقان اور رسوم و روایات کے کاسوں اور کٹوروں میں انسانی لہو بھر بھر کے بے روح و جان معبودوں کو پیش کر رہا تھا۔ اور خود آنکھ اُٹھا کر انہیں دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔

قصہ کوتاہ عراق ہو یا مصر، یونان ہو یا روم، افریقہ ہو یا یورپ، امریکہ ہو یا آسٹریلیا ایشیا ہو یا پولی نیشیا ہر جگہ ان اصنام پرستوں کی رگ جاں پنجہ اصنام میں تھی۔ میمفس، پیور ارزوگ (دانوگ) اریدو، اُر، بابل، نینوا، کِش، لاگوش اور یونانی دیار و امصار کا تو مذکور ہی کیا۔ چھوٹے چھوٹے گمنام و بے نام شہر اور قصبوں کے درو دالان "ذی جان" کے خون میں رنگین تھے۔ طرفہ تماشا یہ کہ انسان کو ذبح اور قربان کرنے کے اسلوب اور ڈھنگ بھی نئے اور نرالے تھے کہیں انسانی پیکر شعلوں میں جلائے جا رہے تھے۔ کہیں ان سے لہو نچوڑا جا رہا تھا۔ کسی جگہ دھیرے دھیرے کھال اُتاری جا رہی تھی اور کہیں، کہیں قلوب و جگر کو لخت لخت اور پارہ پارہ کر کے کام و دہن کو لذت بخشی جا رہی تھی۔ دیوی دیوتاؤں کے ساتھ عقیدت اور والہانہ وابستگی کا یہ عالم تھا کہ ممتاز ہستیاں خصوصاً تاجداران و شاہان اور ان کی باوقار تاجور بیبیاں مرتے مرتے بہت سی جانیں اپنے ساتھ لے جاتی تھیں۔ مرنے والی مقتدر اور معزز ہستیوں کے لئے بیل اور بھیڑیں ذبح کی جاتی تھیں۔ سومیری بادشاہوں اور ان کی بیگمات وغیرہ کو جب شاہانہ تزک و احتشام، قیمتی زیور اور جواہر سے سجا کر قیمتی اشیا اور مورتیوں وغیرہ کے ساتھ دفنایا جاتا تھا۔ تو ساتھ ہی کافی تعداد میں خدام، کنیزیں، درباری اور محافظ بھی دفن کر دئے جاتے تھے۔

۲۸-۱۹۲۷ء میں سر لیونارڈ وولی نے اُر شہر کے کھنڈرات میں سے کسی نامعلوم بادشاہ کی "شوب آد"[1] نامی ملکہ کا ۲۶۵۰ ق م میں تعمیر شدہ مقبرہ دریافت کیا جو اپنی بیش بہا اشیا اور گراں مایہ نوادر کے سبب فرعون مصر توت آنخ آمن کے مقبرے کے بعد دنیا میں

---

[1]: بعد میں اس کا پورا نام پُو آبی پڑھا گیا۔

نصب ہے اور مشہور مقبرہ ہے۔ اس مقبرے میں سے سونے، چاندی اور قیمتی پتھروں کے برتن، جانوروں کے طلائی اور لاجوردی مجسمے، لاجورد اور عقیق کی اشیا، سونے اور لاجورد کے زیور، زریں خنجر، طلائی مینڈھے، بربطوں پر بنے ہوئے نقرئی اور طلائی چہرے، ملکہ کے سر کا سنہری آرائشی لباس اور مس کلم وگ نامی تاجدار کا سونے کا خود وغیرہ برآمد ہوئے۔ اس مقبرے میں بربطوں سمیت سازندوں، مسلح فوجی سپاہیوں اور شاہانہ زیب تن میں درباری خواتین کو زندہ دفن کیا گیا تھا۔

شہر بابل کے محافظ دیوتا بال مردوک کے مندر اور قربان گاہ کے بارے میں ہیرودوٹس کا بیان ہے کہ شاہی محل کی طرح مردوک کا معبد بھی محکم و سنگین حصار میں واقع ہے۔ جس کے بیچوں بیچ دیوتا کا زریں مجسمہ جھم جھم اور جلاجل طلائی تخت کی زینت بنا ہے۔ مندر سے باہر ٹھوس سونے کی دو قربان گاہ ہیں۔ جن پر بچوں کی بھینٹ دی جاتی ہے۔ عام قربان گاہیں مویشیوں کے لیے مخصوص ہیں آشوریہ میں بادشاہوں کی سوختنی قربانیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ زوال نینوا کے وقت شاہ نینوا نے ایک بہت بڑی چتا تیار کی اور اپنی بیگمات، داشتاؤں، خواجہ سراؤں اور شاہی خانوادہ کے دیگر افراد کے ساتھ اس میں زندہ جل مرا۔

عراقی عشتار[1] نے سرزمین دجلہ و فرات سے نکل کر دنیا کے مختلف ممالک میں مقبولیت و فروغ حاصل کر لیا تھا۔ اس کی سنگین شریانوں میں بھی خون آبجو کی مانند رواں تھا۔ بابلی ربۃ عظیم عشتار اور اس کے عاشق تموز (تمز) کی والہانہ چاہتوں کے قصے و چرچے عام تھے۔ ان کے وصال اور مہجوری کا جشن اور ماتم بابل، مصر، فلسطین، شام، قبرص، کریٹ، یونان[2] اور روما میں کئی دن منایا جاتا۔ فصل کے وقت سومیر کے مختلف قصبوں اور شہروں میں ایک عظیم تہوار آتا۔ اس وقت ایک نوعمر منتخب پجاری اور نوخیز، خوبرو پجارن کو شہر بھر میں

---

[1] : کئی ممالک میں اس دیوی کا نام عشتار ہی رہا لیکن خود عراق اور دوسرے ملکوں میں دوسرے ناموں سے پکاری گئی اور اس کی تقدیس تطہیر بھری پرچھائیوں سے نئی نئی دیویاں جنم لیتی چلی گئیں۔ [2] یونانیوں کا ایفرودتس۔

بڑے کروفر کے ساتھ جلوس کی صورت میں گھمایا پھرایا جاتا۔ شام پڑے یہ سندر نوجوان جوڑا جہا پروہت کی موجودگی میں مندر کے آنگن میں جنسی فعل سرانجام دیتا۔ اور اس کے بعد دونوں کو ذبح کر کے بیش بہا اور قیمتی اشیاء کے ساتھ زیرِ زمین دفن کر دیا جاتا۔

مصر میں آئی سس[1] اور اس کے مصری محبوب اوزیرس کی یاد میں ایک بڑا بھاری میلہ لگتا جس میں کاہن اور مہنت مذہبی رسوم کی ادائی کے بعد بیل کی قربانی دیتے۔ اس کے جسم میں میوۂ خشک بھرتے آگ پر بھونتے اور خوب مزے سے کھاتے۔ اس میلے میں دیوی آئی سس کے آشفتہ سر پرستار اپنے اپنے جسم پر ضربیں لگاتے اور ایذائیں پہنچاتے

روما میں سیبلی (عشتار۔ رھیا) کے عاشق عطیس[2] کی مرگ اور حیاتِ ثانی کا تہوار سب سے بڑا اور کئی دنوں پر محیط تھا۔ ۱۴ مارچ سے ۶ مارچ اور پھر ۱۵ مارچ سے ۲۷ مارچ تک حکومت کے زیرِ انتظام اور زیرِ نگرانی یہ تہوار منایا جاتا۔ کھیل تماشوں اور تفریحی اور عسکری کمالات کے بعد جب ایک چھ سالہ بیل کی قربانی دی جاتی۔ انسانی اژدہام میں کاہن اور پروہت جھانجھ، سنکھ، ناقوس اور بانسریاں بجاتے۔ عطیس کا مجسمہ اُٹھائے نالہ و شیون کرتے اور سودا زدہ لوگ ہیجان خیزی اور وجد کے عالم میں اپنے آپ کو قسم قسم کی جسمانی ضربیں لگاتے۔ پروہتوں اور کاہنوں کے جنون کا تو یہ عالم تھا کہ وہ جوش میں اپنے عضوِ مخصوصہ تک قربان کر ڈالتے[3]۔ ۲۷ مارچ کو مادرِ مہربان کا نقرئی مجسمہ بڑے

---

۱ : Isis

یہ عشتار ہی ہے فطرت کی دیوی کی حیثیت میں اس کی تشہیر مغربی ایشیا اور جنوبی یورپ (روما شامل ہے) میں پھیل گئی تھی۔

۲ : Attis

فریجین دیوتا جس کا تعلق عظیم ماں رھیا سیبلی اور ایجڈ سٹس (فریجین فطرت کی دیوی) سے ہے۔ یہ دریا کے دیوتا سنگارئیس کی حسین دختر ننا کا خوبرو بیٹا تھا۔ ایجڈ سٹس اس پر عاشق تھی۔ عطیس شاہ پیسی نس کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا دیوی نے اسے جنونی بنا دیا جس پر اس نے اپنے آپ کو کاٹ ڈالا اس کی روح صنوبر میں منتقل ہو گئی اور اس کے لہو سے بنفشہ کے پھول پیدا ہوئے۔

۳ : اکثر فریجین مخنث ہوتے اور زنانہ کپڑے اور خوشبوؤں میں بسے رہتے۔

تزک واحتشام سے نکالا جاتا۔ اور قربانی کے بیل کے خون سے اسی روز لے بپتسمہ دیا جاتا۔
سامیوں کے ہاں رواج تھا وہ پہلوٹھی کے مرد کو مار کر اس کا سر اُتار تے اسے نمک مسالہ لگاتے۔ اور پھر سونے کی ایک طشتری پر ایک مبہم اور غیر واضح رُوح کا نام لکھتے۔ اوراس کی عبادت کرتے۔
فنیقی اس چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ پٹی پر آباد تھے جسے صنوبر کے درختوں سے لدے پھندے لبنانی پہاڑوں نے براعظم سے جدا کر رکھا تھا۔ فنیقی عمدہ جہاز ران اور جفاکش تھے۔ انہوں ہی نے یونانیوں کو لکھایا پڑھایا۔ ان کی نوآبادیاں ایک طرف ساحل افریقہ پر قرطاجنہ (تیونس) سے پرے تک پھیلی تھیں۔ اور دوسری طرف جزائر یونان' قبرص اور اغلباً یونان خاص کے مشرقی سواحل پر سمندری پانیوں کے تھپیڑوں کے مقابل سینہ تانے کھڑی تھیں فنیقی چاند دیوی عشتارت اور سورج دیوتا بال کی پرستش کرتے تھے۔ اور اپنے اوّلین بیٹے کو اس کے حضور پیش کرتے تھے۔
ہیلینی دور سے پہلے جزیرہ کریٹ میں عظیم ماں (مادرارض) کو جو پاتال کی راج رانی بھی تھی۔ بطخ کی قربانی دی جاتی تھی۔ بعد میں گائے اور بھینسے کی قربانی کا رواج عام ہوا۔ اہل کارتھیج (قرطاجنہ) اپنے ناقابلِ تسخیر دیوتا بال کے قدموں میں بچوں کے علاوہ بڑوں کی جان کا حقیر نذرانہ بھی پیش کرتے تھے۔ حالیہ یورپ جو آج اپنے تئیں مہذب اور متمدن کہلواتے پھولا نہیں سماتا۔ اس کی مٹی کے ذرّے ذرّے سے انسانی لہو کی مہک آتی ہے۔ جزائر برطانیہ اس سلسلے میں سب سے آگے تھا۔ ابتدائی آئرلینڈ میں ہر سال ایک تہائی صحت مند اور تواں بچے مادر قوتوں کے نام پر محض اس لئے قربان کر دئے جاتے کہ وہ ان کے قبائل اور مویشیوں کو دودھ اور غلہ فراہم کرتیں۔ کروم کروچ آئرلینڈ میں نوآبادکاروں کا محبوب و مرغوب دیوتا تھا۔ لوگ ایرن (آئرلینڈ کا قدیمی نام) کے اس بادشاہ بت کے سامنے اشیاء میں سے سب سے پہلی شے اور نونہال ہر قبیلہ کو قربان کرتے۔ گرمیوں کے اختتام پر جب آفتاب کی تمازت وحدت ماند پڑ جاتی اور ترگیوں' سردیوں اور پاتالی دیوتاؤں کی قوتوں میں اضافہ ہو جاتا' یہ قربانیاں پیش کی جاتیں۔
گال اور جزائر برطانیہ میں جولیس سیزر کی آمد سے قبل' اپنے دیوتاؤں کی حصول اعانت کے لئے انہیں تازہ تازہ انسانی خون مہیا کرتے اور انسانی ابدان اور انسانی لہو

سے ان کے سنگین اور آہنین کلیجوں کو تابانی و تابش پہنچاتے۔
ٹیوٹس اور ہی سکس نامی گال دیوتاؤں کے متعلق لاطینی شاعر لوکین[1] لکھا ہے کہ ان کی قربان گاہیں ہمیشہ انسانی خون کی اوس میں بھیگی رہتیں۔ سیلٹس (گابز اور برٹینز) کی قربان گاہوں کے بارے میں اسی لاطینی شاعر کا کہنا ہے کہ ان بے رحم قربان گاہوں[2] اور شاہ بلوط کے کنجوں سے ہر آن انسانی خون کی اتنی مہک آتی ہے کہ شاہ بلوط کے درختوں پر پرندے تک بھی نہیں چہچہاتے۔ جزائر برطانیہ میں انسانی مذبح خانوں کا عروج و فروغ ڈروئنڈز[3] (سیلٹ قوم کے کاہنوں کا گروہ) کی کاوشوں اور برکتوں کا فیضان تھا۔ ان کے ایما پر دی جانے والی عظیم اور گراں انسانی قربانیوں پر تو ان کا دل بھی دہل جایا کرتا تھا۔ جو جاں گسلی اور خون فشانی کے کوئی خاص خلاف نہ تھے۔
کولمبیائی امریکہ سے پہلے ازٹیک[4] قبیلے (میکسیکو) کے لوگ بیج جواہرات اور سیم وزر[5] میں انسانی خون ملا کر دیوتاؤں کی نذر کرتے۔ انسانی خون میں شرابور یہ گراں بہا اشیا معابد کی بنیادوں

Lucan

1: (۳۹ - ۶۵ ق م) رومن شاعر غرناطہ (سپین) میں پیدا ہوا۔ اس کی شاعری کی شہرت نیرو کے حسد کا سبب بنی۔ نیرو نے عوام میں شعر نہ سنانے کی اس پر پابندی لگا دی تھی۔ فرسیلیا اس کا منظوم شاہکار ہے۔ اس سورمائی نظم میں سیزر اور رومی جرنل پومپی کے درمیان کشمکش کا تذکرہ ہے۔ پومپی سیزر کی بیٹی جولیا کا خاوند بھی تھا۔ پومپی کو ۴۸ ق م میں سیزر کے مقابلے میں فرسالس کے مقام پر شکست ہوئی اور یہ آبی سفر کے ذریعے مصر کی طرف چل دیا۔ جب یہ چھوٹی سی ایک کشتی کے ذریعے ساحل پر اترا تو سیپٹی مس نامی ایک سابق رومی تمندار نے اس کی پشت میں خنجر گھونپ کر ہلاک کر دیا۔

2: کیلٹس یا سیلٹس کی قربان گاہیں شاہ بلوط کے جھنڈوں میں پانی کے کنارے ہوا کرتیں۔

3: یہ روح کی لافانیت اور تناسخ کے قائل تھے۔ امربیل اور شاہ بلوط ان کے لئے قابل احترام تھے۔ آئرلینڈ اور ویلز کی قدیم روایات میں انہیں سحر کار اور پیش گو کہا گیا ہے۔

4: Aztecs

5: سیم وزر اور دوسری دھاتیں آرائش کے لئے نہ تھیں بلکہ انہیں جانداروں کے ساتھ دیوتاؤں کی نذر کیا جاتا۔

میں ڈالی جاتیں۔ جب میکسیکو سٹی کی تعمیر ہوئی تو اس کی اساس میں نادر اشیاء کے ساتھ ساتھ ریڈ انڈینز جنگی قیدیوں کا لہو بھی بھرا گیا۔ یہ سب اہتمام اس لئے تھا کہ دیوتا انہیں فتوحات اور زرخیز فصلوں سے نوازے۔

"شی پی ٹاٹ"، اک "ٹی پے نیکو" قبیلے کا کھال دیوتا تھا۔ جس کی تمام میکسیکو میں پُر جوش وخروش اور عقیدت واحترام سے پرستش کی جاتی۔ ایک سالانہ وحشیانہ تقریب میں اسے جنگی قیدیوں کی قربانی دی جاتی اور کھال اُتاری جاتی۔ جو سونا چراتے وہ گویا دیوتا کی بے حرمتی کرتے۔ اس کی پاداش میں اُنہیں بھی اپنی کھال کھنچوانا پڑتی۔ کھال ادھیڑ کر ان کے دل چیرے جاتے اور بدن کے پارچے تقریب میں رغبت سے کھائے جاتے۔ [2] اس موقع پر نوجوان جنگجو، قیدیوں کی کھالیں پہن کر جھوٹ موٹ کی جنگ لڑتے۔ تقریب کے بیس دن بعد جب ان کھالوں میں بدبو پیدا ہو جاتی تو اُنہیں غار میں پھینک دیا جاتا۔ اس کے بعد کھالوں کو زیبِ تن بنانے والے ایک اور تقریب میں اشنان کرتے اور جشن مناتے۔

قدیم امریکیوں میں ایک اور رواج عام تھا۔ وہ اونچے اونچے درخت کاٹ کر زمین میں گاڑ دیتے۔ زندہ بھیڑ بکریوں اور دوسرے مویشیوں کو ان میں لٹکاتے پھر دیوتاؤں (محبوں) کو وہاں لاتے اور ان کی موجودگی میں درختوں کو جانوروں سمیت نذرِ آتش کر دیتے۔

گرج چمک اور بارش کے دیوتا ٹلے لک (امریکی انڈین) کو نہ صرف میکسیکو کی جھیلوں میں بلکہ کوہساروں پر بھی نذرانے پیش کئے جاتے۔ اور بچوں کی بھینٹ دی جاتی۔ بعض ذبح کئے جاتے اور بعضوں کو جھیل میں زندہ غرق کر دیا جاتا۔ بچہ روتا تو سمجھتے بارش آنے والی ہے۔ اسی دیوتا کو کتوں اور انسانوں کی قربانی بھی دی جاتی۔ ان کے دل پھاڑے اور جلائے جاتے۔ راکھ سے دیوتا کے مجسموں کے چہرے کالے کئے جاتے دیوتا ٹلے لک اور دیوی "چل چی اوٹ لک وئیے" [3] کے نام پر قربان ہونے والے بچوں

---

[1]: Xipe Totec

[2]: جنگی قیدیوں اور سونا چوروں کی قربانی ان کے لئے باعثِ رحمت ہوتی جو اُنہیں پکڑتے۔

[3]: Chalchiuhtlive

کو قیمتی سنگریزوں اور رنگین پروں سے سجایا جاتا۔ ان کے خون کو آبِ جواہر سمجھا جاتا وہ دیوی دیوتاؤں کی بقا اور زندگی دہندہ نمی کا سبب بنتا۔ ٹلے لک کے شاندار تہوار پر کاہن اور دوسرے لوگ جھیلوں میں گھس جاتے۔ اور زندہ سانپ اور مینڈک پکڑ پکڑ کر نگلتے۔

ازٹیک قبیلے کے دو عظیم امریکی دیوتاؤں یعنی "وھٹ زل و پوچ ٹلی"[1] اور "تزکٹ لی پوکا"[2] کی شاندار تقاریب انسانی قربانی کی تاریخ میں دہشتناک ترین انوکھی اور عجیب وغریب ہیں۔ اوّل الذکر دیوتا کے مجسّمے سال میں دوبار (دسمبر میں سردیوں کے آغاز پر اور گرمیوں میں مئی کے شروع میں)، بنائے جاتے اور بڑے شوق سے کھائے جاتے۔ دسمبر کے تہوار کے موقع پر دیوتا کے پجاری بیج خوردنی پودوں اور نرم چوبی ٹکڑوں کو آٹے، شہد اور قربان شدہ بچوں کے لہو میں گوندھ کر دیوتا کا مجسمہ بناتے جس کے سامنے بادشاہ خوشبوئیں جلاتا۔ دوسرے دن ایک پجاری سنگین پھل دار تیر سے دیوتا کا سینہ چیر کر دل نکالتا اور کھانے کے لئے اس کے ٹکڑے بادشاہ کو پیش کرتا۔ باقیماندہ مجسمے کو بوڑھے نوجوان لڑکے بانٹ لیتے اور بچے کھاتے۔ خواتین کے لئے یہ شجر ممنوع تھا۔

مئی کی تقریب بھی دھوم دھام سے انعقاد پذیر ہوتی۔ جنگ دیوتا کی کنواری دیو داسیاں جنہیں دیوتا کی بہنیں خیال کیا جاتا بیج بھُنی مکئی اور شہد سے دیوتا کا ایک بہت بڑا مجسمہ بناتیں جس کی آنکھیں سبز، سپید اور نیلے سنگریزوں اور دانت مکئی کے دانوں سے بنائے جاتے۔ اسے نیلی کرسی پر بٹھایا جاتا۔ سپید کپڑوں میں ملبوس دیو داسیاں جنہیں دیوتا کی بہنیں خیال کیا جاتا۔ جن کے رخسار شنگرفی رنگ میں رنگے ہوتے سر پر مکئی کا تاج اور بازو سرخ طوطوں کے پروں سے آراستہ ہوتے۔ دیوتا کے مجسمے کو کھینچ کر سرخ پوش نوجوانوں کے سپرد کر دیتیں۔ یہ نوجوان موسیقی کے تموّج میں مجسمہ کے ساتھ مندر کی سیڑھیاں طے کرتے اور گلاب کے پھولوں سے بنے ایک چھوٹے سے کمرے میں رکھ دیتے۔ اب گل وغنچوں کے نذرانے پیش کئے جاتے۔ اس کے بعد دیو داسیاں مجسمہ کے ٹکڑے لاکر

---

[1]: Huitzilopochtli

[2]: Tezcatlipoca

نوجوانوں کے سپرد کر دیتیں جو انہیں مندر کی مورتی کے قدموں میں رکھ دیتے۔ پھر کاہنوں اور پروہتوں اور مہنتوں کا انبوہ اس دیوتا کی عبادت میں معروف ومگن ہو جاتا جس کی گردن اور سر پھولوں سے سجا ہوتا۔ وہ اس کے گرد گیت گاتے۔ رقص کرتے، عبادت کے بعد انسانوں کی قربانی دی جاتی۔ ان کے دل چاک کئے جاتے۔ اس موقع پر کنواری دیو داسیاں اور نوجوان مقدس رقص کرتے۔ اور دیوتا کی حمد وثنا کے گیت گاتے۔ اس وقت ارکان سلطنت ان کے گرد حصار باندھے نغمہ ورقص میں مگن ہوتے۔

بعد از دوپہر تک تمام کاہن روزہ رکھتے پھر مجسمہ کے پارچے تقسیم ہوتے ہر آدمی تعظیم اور خوف کی حالت میں آنسوؤں بھری آنکھوں سے اپنا اپنا حصہ لیتا کھاتا اور پھر تقریب ختم ہو جاتی۔

وھٹ زل ولیو چ ٹلی کی طرح اس کی بیوی ٹلے لک کو بھی بچوں کی قربانی کی احتیاج تھی۔ وہ انسانی لہو ہی نہیں انسانی دلوں کو بھی چاہتی۔ اسی لئے اس کی ہر قربان گاہ خون میں ڈوبی رہتی۔ جس طرح ہندوؤں کی کالی دیوی (ماتا) کی کمر میں انسانی ہاتھوں اور کھوپڑیوں کا کمر بند اور گلے میں انسانی سروں کی مالا ہوتی۔ اسی طرح امریکی دیوی کی گردن میں سونے چاندی کی کھوپڑیوں اور قلوب کا گنگا جمنی گلوبند ہوتا۔ اس دیوی کے مندر کو کھودا گیا تو وہاں سے بے شمار انسانی کھوپڑیاں برآمد ہوئیں۔

ازٹیک قبیلے کے سدا بہار دیوتا تز کٹ لی پوکا کا مذہبی تہوار بھی بڑی گہما گہمی میں منایا جاتا۔ اس دیوتا کا کردار ایک سال کے لئے میکسیکو کا ایک نوجوان ادا کرتا۔ پورے سال اس نوجوان کی توقیر وحرمت کی جاتی۔ اسے آنکھوں پر بٹھایا جاتا۔ یہ نوجوان ہاتھ منہ کالا کئے دن بھر کرشن بھگوان کی صورت گلی کوچوں میں بانسری بجاتا پھرتا۔ لوگ کورنش بجا لاتے۔ پھولوں اور جواہرات سے لاد دیتے۔ اس دیوتا نما نوجوان کو بہت سی لڑکیوں سے پیار کا حق حاصل تھا۔ چار کنواریاں اس کی عارضی بیویاں ہوتیں۔ سمندری گھونگھے، طلائی گھنٹیاں، قیمتی خذف ریزے اس کے زیور ہوتے۔ اور ایک بڑا سا لمبا موتی سینے پر پڑا دھڑکتا رہتا۔ سال کے اختتام پر اس نوجوان کا سر اڑا کر اور دل چیر کر قربان کر دیا جاتا۔ اور پھر عام مرد اور آدم خور کاہن اور پجاری مزے لے لے کر اسے کھاتے۔

اس تہوار کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس ضیافت سے دس دن قبل ایک کاہن دیوتا کی علامات وعادات کے ساتھ پھولوں کا ایک گچھا لئے مندر سے نکلتا اسی وقت اس کے منہ میں مٹی کی ایک بلند آہنگ مُرلی ہوتی۔ کاہن پہلے مشرق اور پھر باقیماندہ تین جہتوں میں جاتا۔ اور دیوتا کے بلانے کو اونچی لے میں بانسری[1] بجاتا۔ زمین پر سے اپنی انگلی سے تھوڑی سی مٹی اُٹھاتا۔ انگلی منہ میں ڈال کر چوستا۔ بانسری کی آواز سن کر لوگ احتراماً جھک جاتے۔ کاہن دس دن اپنا یہ عمل بار بار دہراتا۔

اہل پیرو کے ذوق وشوق اور جذبہ ایثار کا یہ عالم تھا کہ وہ بخوشی اپنے لخت جگر کو دو نیم کر دیتے۔ اور پھر اُس کے خون سے اپنے دیوتا کے چہرہ کو گلرنگ اور گلنار بناتے اور مندروں کے دروازوں میں رنگ بھرتے۔

امریکہ یورپ اور افریقہ کے توہم پرستوں اور اصنام پرستوں کے ساتھ ساتھ چین جاپان اور کوریا تک میں قربانی کی روایت رہی ہے۔ تنسُو ادب کی بہت سی کہانیوں میں بارش لانے اور لے جانے والے دیوتاؤں کے نام پر سپید کالے اور سرخ گھوڑے قربان ہوتے رہے ہیں۔ بارش کے تسلسل سے محفوظ رہنے کے لئے سرخ گھوڑے ذبح کئے جاتے۔ بارش ہی کے سلسلہ میں سمندری اژدہا کی خدمت میں بانس میں چاول رکھ کر پانی میں چھوڑے جاتے۔ چین کے باوا آدم فیوہی نے قربانی کے یہ چلن چینیوں کو سکھلئے۔ اس نے بذاتِ خود چھ قسم کے قربانی کے جانور رکھے ہوئے تھے۔ جن کی سال کے دو متبرک دنوں میں قربانی دی جاتی۔

برصغیر میں بھی بارشوں اور حصول زرخیزی کی رسُوم میں کالے گھوڑے کی بلی دی جاتی۔ ایک مقدس درخت کے نیچے زمین میں دبے ہوئے درگا دیوی کے پتھر کے سامنے بکریوں کا خون بہایا جاتا۔ اسی طرح ویدک دور کی رسُوم میں بکریوں، گھوڑوں اور بھینسوں کی بھینٹ دی جاتی۔ بعض اوقات انسان کو بھی دھر لیا جاتا۔ اس خونِ قربان کو نوآمدہ اشیا کا خوشگوار سایہ سمجھا جاتا۔ قربانی کی مخصوص جگہ یا مخصوص درخت ہوتا۔ آدمی کے مرنے پر ایک بکری جس کا تعلق اگنی یا ورن (دیوتا) سے ہوتا دیوتاؤں کی نذر کی جاتی محض اس اطلاع کے لئے کہ ایک انسانی آتما آسمانوں میں داخل ہو رہی ہے۔ اور آوارد اگنی (آگ) کے آریائی

---

[1] چین میں اب بھی سنگین اور بانسی بانسریاں مذہبی رسُوم میں بجائی جاتی ہیں۔

پجاری بھی اپنے مُردے آگ میں اس لئے جلاتے تھے (ہیں) کہ اس کی آتما پوتر ہو کر سورگ میں چلی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی قربانی تھی۔ دیوتاؤں کی اس بھینٹ یا نذر (مردہ) کو جونہی شعلوں میں ڈالا جاتا وہ آتشیں رنگ میں (بصورت آتما) کائنات کے تین خطوں یعنی دھرتی، فضا اور گگن میں سے ہو کر تاباں حالت میں دیوتاؤں کے شرن (قدموں) میں پہنچ جاتی۔

یہ محض اختصار و اجمال ہے۔ وگرنہ بعید ماضی تو ایک خونیں قلزم ہے۔ جس میں ہر رنگ ہر نسب اور ہر نسل کے انسانی خون کا تلاطم بپا ہے۔ اور لہو رنگ موجیں اُٹھ اُٹھ کر پیہم اور مسلسل تہذیب و تمدن کے ساحلوں سے ٹکرا رہی ہیں۔ اگر خدائے عزوجل اپنے بندوں پر رحم نہ فرماتے اور اپنے پیارے اور سچے نبیوں خصوصاً نبی اکرم کو اس کائنات کی قتل گاہ میں نہ بھیجتے تو نہ جانے اب تک کتنے اور معصوم ان سنگین بے رُوح اور بے قلب و نظر اصنام کی سنگیں خوشنودی کی بھینٹ چڑھ جاتے۔ انسان پر معبودِ حقیقی کا یہ ایک اور بہت بڑا احسان ہے۔

لہ: ہومری دور کے اکیائی بھی آگ کے ذریعے اپنے مُردوں کی ارواح کو ہیڈیز میں منتقل کرنے کو جلاتے یہی رواج بابل اور یورپ میں تھا۔ شمالی یورپ کے سواحلی علاقوں میں مردے کو کشتی میں بہاتے یا غاروں میں دفناتے یا پھر درندوں کے سامنے ڈال دیتے یا خود کھاتے۔ منگولوں میں خزاں یا سردیوں میں مرنے والوں کی لاشوں کے انبار جنگل کے بیچ شہتیروں کے ایک کمرے میں لگا دئے جاتے اور جب مئی میں پہلی بار کونپل کوکتی تو لاشوں سمیت اس کمرے کو آگ لگا دیتے جو گرمیوں میں مرتے اُنہیں فوراً جلا دیا جاتا۔

دیوی دیوتاؤں کی تعظیم

جن ایام میں آج کا ہوش مند، دردمند اور متمدن مغرب، جاہلی اور گمنامی کے دبیز اندھیروں اور گہری تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وادی دجلہ و فرات (عراق) وادی نیل (مصر) اور ہیلاس (یونان) ایک منظم اور باضابطہ زندگی سے روشناس ہو چکے تھے۔

اہل یونان کے ہاں جہانبانی، جہاں تابی اور جہاں آرائی کے کچھ اصول تھے۔ کچھ باتیں اور کچھ قواعد و ضوابط اور نظریات تھے۔ ان کا معاشرہ ایک اُجلا اور روشن معاشرہ تھا۔ جہانبانی کے یہ لیل و نہار، اصنام پرستی قربانی عزائی تمثیل، تہوار اور تعزیاتی تصور سرزمین ایشیا سے اخذ کردہ تھا۔ یونانی صنمیات اور دیو مالا کا رنگین اور دلآویز سلسلہ شعر و نظم کی دلکش صورت میں دور تک پھیلا ہوا تھا۔ قدیم یونانی شعر و ادب، قصے کہانیوں کی مالا بلکہ دیو مالا ہے جس میں انسان نما انسان صورت اور انسان پیکر مجسم اور پری تمثال دیوی دیوتاؤں کے جسمانی اوصاف و محاسن اور قہر و جلال اور انسانی عقائد و ایقان کی نمود و نمائش کی گئی ہے۔ اخلاقی رنگ ان میں دھیما اور پھیکا ہے۔

یونانی دیوتا جلیل القدر اور صاحب شان شہنشاہوں کی صورت رونما ہوتے ہیں۔ اور انسانی قلب و ذہن کو اپنی سحر کاریوں البیلی اداؤں اور حیران کن کارناموں سے مرعوب اور مسحور کر کے چلے جاتے ہیں۔ وہ فانیوں کے معاملات میں عین مین جابر اور قہر آزما حکمرانوں کی طرح دخیل ہیں۔ یہی نہیں ان کے بغیر تو ہوا بھی نہیں سرسراتی۔ وہ قوت و توانائی کا مظہر اور جور و جبروت کا سرچشمہ ہیں۔ وہ کائنات کے خالق پالن ہار اور آقا ہیں۔ کھیلوں کے مربی و محافظ بلکہ بہترین کھلاڑی ہیں۔

زیئس اولمپک کھیلوں کا سرپرست تھا۔ اپالو نے ہرمیز کو دوڑ میں اور ایریز کو کشتی میں شکست دی تھی۔ اندر سبھا کی طرح اولمپس پر بھی محفل رقص و سرود جمتی شباب اور جوانی کی دیویاں ہیں اور گاہے گاہے ٹرائے کی شگفتہ اور نوخیز شہزادی گینی میڈ ساغر و مینا حسین

ہاتھوں میں مختلف دیوتاؤں کو سے آتش رنگ اور شراب گلگونی پیش کرتی محفل آرائیوں اور رزم آفرینیوں کے دوش بہ دوش ان کی چاہتیں اور معاشقے بھی عروج پر تھے۔ کہیں جاودانی اور یکتائے زمانہ عشق نے حسن فانی کو اپنے ملکوتی دام میں الجھایا تو کہیں فانی عشق وجنون نے رعنائی وجمال کی حامل لافانی ہستیوں کو اپنی چاہتوں سے متاثر کیا۔ لافانی اور فانیوں کے روشن عارض اور شہد رنگ گیسوؤں کے پیچ وخم میں الجھ کر ان کے بچوں کے باپ بنے۔ اوراسی طرح عزت مآب مقدس اور تابندہ جمال دیویوں نے اپنی لافانی حسن سے فانیوں کو فیض پہنچایا۔

جابر قہرمانان کے نائبین اور کارندوں کا یونانیوں کو جس طرح دھڑکا لگا رہتا۔ بعینہٖ وہ دیوی دیوتاؤں کے معاونین اور ادنیٰ کارپردازان سے سہمے سہمے رہتے۔ فانی پھر فانی ہے۔ وہ ہر آن اپنے معبودوں کے روٹھ جانے کے خیال سے ہما بے چین اور مضطرب رہتے۔ نوبہ نو نذرانوں، بھینٹ، جادو ٹونے، منتر، موسیقی، نالہ وشیون، قربانی، تہوار اور ذی شان تقاریب سے ان کے سنگین دلوں کو رجھاتے۔ ان کی خوشنودی کے ادراک اور نگاہ کرم کے اکتساب کی غرض سے ان کی منتیں اور خوشامدیں کرتے۔

فانی ان سے بچ کر کہاں جاتے۔ ہر موڑ، ہر گلی، ہر قریہ اور ہر شہر میں کوئی نہ کوئی دیوی کسی نکڑ پر اور کوئی نہ کوئی دیوتا کسی موڑ پر کھڑا دکھائی دیتا۔ یونانیوں کا کوئی گھر، کوئی قبیلہ، کوئی معاشرہ، شہر یا مملکت ان خود ساختہ خداؤں اور خود تراشیدہ معبودوں کی رسائی سے باہر نہ تھی۔ ولادت وافزائش سے لیکر چولھے اور الاؤ تک ان کے زیرنگین تھے۔ ان ہی کے فیضان سے ساحروں، عاملوں کاہنوں، پجاریوں اور ہاتفوں کی بن آئی تھی۔ پگ پگ پران کا راج تھا۔

دستور وقت سے شمہ بھر انحراف انسان کو مصائب اور آلام کے گڑھوں میں دھکیل سکتا تھا۔ اسی لئے ایک غیر مرئی اور انجانے خوف کے سبب اس نے آناج اشجار حشرات الارض اور جانوروں تک کو پاکیزہ سمجھ کر ان کی پوجا شروع کر دی تھی۔ اور کتے سؤر اور سانپ جیسے نجس اور موذی کی منزگی اور تقدس کا اعتراف کرنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ اوائلی عہد میں سورماؤں اور بہادروں کے وجود میں بھی اسے دیوتائی شان دکھائی دینے لگی تھی۔

دیوتا خدائے دو جہان تھے۔ وہی بگاڑتے، وہی سنوارتے، دینے والے بھی وہی اور لینے والے بھی وہی تھے۔ حیات و کائنات ان کے تابع تھی۔ تشکیل، تجسیم، تخلیق اور بعد از مرگ جھمیلے اِن ہی کے مرہونِ احسان تھے۔ دیوی دیوتا خفا ہوتے تو کائنات روٹھ جاتی وہ خوش ہوتے تو عافیت عافیت بن جاتی۔

دیوتاؤں کی ذمہ داریاں بہت زیادہ تھیں۔ زمانے بھر کے امور انہیں سرانجام دینا پڑتے۔ دیوتا تھک جاتا نڈھال ہو جاتا یا بعض حالات میں مرجاتا تو اس کی حیات ثانی یا زیست نو یا پھر مضمحل اور مردہ رگوں میں خون تازہ داخل کرنے کے لئے قربانیاں دی جاتیں۔ اور یوں سرچشمۂ زندگانی جاری وساری رہتا۔ ہر معبد میں ایک قربان گاہ تھی۔ جس پر کسی جاندار کی قربانی یا کسی انسان کی بھینٹ دی جاتی۔ بعض اوقات آدمی کے ساتھ اس کے ہتھیار دفن کر دئے جاتے۔ یا کسی دوشیزہ کے ساتھ اس کا خوشبودار پیرہن، کنگھیاں، زیور اور دوسرا سامان آرائش سپرد خاک کر دیا جاتا۔

اہل یونان کے ایقان کے مطابق ذبیحہ کا لہو درماندہ یا مردہ دیوی دیوتا کی شریانوں میں منتقل ہو جاتا۔ پیدائش، افزائش، صحت، فتح مندی، خوش حالی اور دوسری ان گنت باتوں کے لئے قربانیاں دی جاتیں۔ عذاب نازل ہوتا، خشک سالی آتی یا بیماری سے واسطہ پڑتا تو دیوی دیوتاؤں کی دلجوئی کا اہتمام کیا جاتا۔ قربانی سے بلا ٹل جاتی۔ زمین کی شادابی اور ہریالی عود کر آتی اور بیماری دور ہو جاتی۔

کسی وقت ملکی وملی فلاح کی خاطر شاہانِ وقت کو بھی جان کی بھینٹ دینا پڑتی۔ شادی بیاہ کے موقع پر بھی انسانی قربانی ناگزیر تھی۔ انسانی خون سے نو بیاہتا جوڑے کی زندگی گل رنگ اور لالہ سماں ہو جاتی۔ قربانی کوئی نجی یا سطحی مسئلہ نہ تھا۔ اس میں قبیلہ شہر یا سلطنت کی بہتری نہاں تھی۔ قوم یا قبیلہ کی یہ خاص الخاص تقریب ایک اجتماعی مسئلہ تھا۔ قربانی کا تصور کوئی نیا تصور نہ تھا۔ تاریخی دھارا پھوٹنے سے کہیں قبل یہ رسم یہاں موجود تھی۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ موزوں ہے کہ اس نے انسان کے ساتھ جنم لیا۔ اور وقت آنے پر اسی کے ساتھ دفن ہو جائے گی۔

آدم علیہ السلام کے جلو میں یہ پھلی پھولی۔

ہابیل اور قابیل کی باہمی مخاصمت اور المیہ میں بھی قربانی کار فرما رہی۔ اقلیما سے

شادی کے معاملہ میں ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور قابیل کی مردود۔ نتیجتاً اقلیما ہابیل کی تحویل میں آئی۔ اس کے بعد قربانی حیاتِ انسان کا جزو بن گئی۔ اور انسان ہر قدم اور ہر مرحلہ پر اس کا محتاج و دست نگر بنتا چلا گیا۔ چنانچہ عہد نامہ عتیق سے عہد نامہ جدید[2] تک قربانیوں[3] کا ایک طویل اور لا لائی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان دنوں بات بات پر قربانی دی جاتی۔ یہاں تک کہ جھوٹ بولنے اور نجاست کو چھو لینے پر قربانی دینا پڑتی۔ یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا اور آج بھی موجود ہے۔ انجیل مقدس میں بچوں تک کی قربانی کا ذکر موجود ہے۔ قرآن حکیم سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہنود کا ماضی بھی اسی رنگ میں رنگا[4]

حتّی کے بقول سامانیوں کی طرح عبرانیوں کے دور میں بھی عمارتوں کی بنیادوں میں بچوں کی تدفین کی جاتی۔ دستورِ عام کے مطابق بچوں کے سر کے بل برتنوں میں رکھ کر فرش کے نیچے دبا دیا جاتا۔ قبل از اسلام کے عرب تو ہمیں یاد ہی ہیں۔ اور ہندوؤں کی رسمِ ستی بھی کوئی دور کی بات نہیں۔

دوسرے اصنام پرستوں کی طرح یونانیوں کی کہنہ و دیرینہ زندگانی کا انگ انگ بھی خون آلودہ ہے۔ یونانیوں کی خوش رنگ اور خوش جمال دیویوں کا حسنِ تبسم، جمیل و شکیل دیوتاؤں

---

[1]: انہوں نے سوختنی قربانی دی۔

[2]: پرانے اور نئے عہد نامہ کا درمیانی عرصہ قریباً ساڑھے تین یا چار صد سال بتایا جاتا ہے۔

[3]: پرانے عہد نامے میں آیا ہے کہ جب ہلاکت خیز طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے باہر نکلے تو سب سے پہلے چند جانوروں کی سوختنی قربانی دی۔

[4]: ہندو دھرم اور ہندو جاتی کے نزدیک خاوند کی موت کے بعد ہندو استری کو جینے کا کوئی حق نہ تھا خاوند دیوتا سمان تھا وہ مرتا تو اس کے مردہ کے ساتھ ہی بیوہ کو بھی چتا میں زندہ جلا دیا جاتا۔ ہندو راجپوت جیالے جب میدانِ رزم میں کام آتے تو ان کی بیویاں سج دھج کر مقدس آگنی میں جل مرتیں۔

آج بیسویں صدی کے متمدن دور میں بھی انسانی جانیں تیرتھوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ کئی کئی ہاتھ کئی کئی سر اور لمبی لمبی زبانوں والے بتوں اور کالی ماتا کے شرنوں میں آج بھی شودروں کی جانیں نذر کر دی جاتی ہیں عیاں بھی اور نہاں بھی۔

کے بلند آہنگ قہقہے ان کی خفگیاں اور ان کی بیزاریاں انسانی لہو سے نم آلود تھیں۔ دل میں خوشی کی کسی کرن کے طلوع ہونے یا کسی معمولی سی بیماری پر کسی نہ کسی ذی جان کی قربانی لازمی امر تھی۔ مویشی کا گھر میں ہونا یا رکھنا باعث رحمت تھا۔ مویشی اپنے دامن میں بلائیں سمیٹ لیتے۔ ان ہی کے طفیل اہل خاندان پر معبودان کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتیں۔ یونانیوں کے نزدیک یہی بیماری اور مرگ سے محفوظ رکھتے۔

قدیم یونانیوں کی ہر رات خون میں رنگین ولعلگوں اور ہر دن لہو کی رنگینی سے شفق آسا تھا۔ کیونکہ ان کے نیقن کی رو سے شوق عبادت اور ذوق سجود کے لئے خونین ماحول بہت ضروری تھا۔ یونانی قصص اور روایات اس بات کی بہترین شاہد ہیں۔ پانچویں صدی ق م میں سوفوکلیز اور یوری پڈیز کی الیکٹرا اور ایفی جینیا نامی تمثیلات میں خون انسان کی بوندوں کی سرخ کھنک صاف سنائی دیتی ہے۔

جب افروڈائٹی نے حسب وعدہ دنیا کی حسین ترین ہیلن کو پیرس (شہزادہ) نامی گڈریئے کے سپرد کر دیا۔ تو تمام ماحول مرتعش ہو گیا۔ ہیلن کے سویمبر میں شریک تمام سورما اس کی بازیابی کے لئے ایک پرچم تلے جمع ہو گئے۔ مینی لاس کا بھائی اگا میمنن سورماؤں کی اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ یونانیوں کے بحری بیڑہ کو جب جزیرہ اولیس کے قریب مخالف ہواؤں نے گھیر لیا تو سالار لشکر اگا میمنن کو دیوی ارٹیمس کی خوشنودی کی خاطر اپنی محبوب کنواری بیٹی ایفی جینیا کی قربانی دینا پڑی۔

ایفی جینیا کی قربانی کا یہ واقعہ حضرت اسمعیلؑ کی قربانی کے واقعہ سے قطعی مماثل ہے وہاں حضرت اسمعیلؑ کی جگہ دنبہ قربان ہو جاتا ہے۔ اور یہاں ارٹیمس دیوی ایفی جینیا کو غائب کر کے اس کی جگہ بارہ سنگا کو قربان ہونے کے لئے رکھ دیتی ہے۔

---

۱ : ایفی جینیا کی بہن

۲ : مینی لاس شاہ اسپارٹا کی ملکہ

۳ : ایک دفعہ اگا میمنن نے ارٹیمس کا بارہ سنگا ہلاک کر دیا تھا جس کی سزا اب اسے مل رہی تھی۔

انسانی قربانی میں دیوتا کو انسان یا دیوتا کا مثیل ٹھہرا کر قربان کیا جاتا۔ ڈائی اینی سس کے حضور انسانی بدن کو پارہ پارہ کر دیا جاتا۔ بعض جگہوں پر اسی دیوتا کو بچے کا کچا لہو پیش کیا جاتا۔ یونانیوں کے خیال میں بچہ اور جوان دونوں دیوتا کی نمائندگی کرتے۔ سپارٹا کے ابتدائی دنوں میں جنگ کے دیوتا ایریز کو جوانوں کی بھینٹ دی جاتی۔ قربانی کے لئے جنگی قیدیوں میں سے انتخاب کیا جاتا۔ سِتھیا میں اسی دیوتا کی شمشیر کے سامنے مویشی اور گھوڑے ذبح کئے جاتے۔

دیوتاؤں کی تحریم کے بعد ریاستی آئین کی توقیر بہت ضروری تھی۔

سپارٹا میں طفل کشی کی اس ظالمانہ اور جابرانہ رسم نے سپارٹا کے آسمانوں تک کو شفق گوں بنا دیا تھا۔ جب کسی گھرانے میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے محب وطن منصفین کے سامنے پیش کیا جاتا۔ وہ اس بچے کی بدنی ساخت وصحت کا جائزہ لیتے۔ بچہ معیار پر پورا اُترتا تو تحفظ وطن کی غرض سے ریاست کو سونپ دیا جاتا۔ دوسری صورت میں اس معصوم کو پتھروں کی سلوں پر پٹخ پٹخ کر ریاست کے نام پر قربان کر دیا جاتا۔

آرکیڈیا میں ارتمیس کی خدمت میں لڑکیوں کی جان کا نذرانہ پیش کیا جاتا۔ اسی طرح اس ہول آفریں عہد کے دوسرے دیوی دیوتاؤں کے سنگین لب بھی بے رنگ اور نم نہیں تھے۔ ان کی سنگین تشنگی بجھانے کے لئے انہیں بھی عبودیت کے مضبوط کاسوں میں سُرخ سُرخ اور تازہ تازہ انسانی لہو دیا جاتا۔ دھیرے دھیرے انسانی خون کی ارزانی اور ضیاع کا احساس لوگوں کو ہوتا چلا گیا۔ اور اب اپنی زندگیوں کو رواں دواں رکھنے کی خاطر انہوں نے اپنے سنگین خداؤں کو جانوروں کا لہو چٹانا شروع کر دیا۔

اب زرخیزی شادابی توانائی افزائش اور استحکام وغیرہ کے لئے جانوروں کی قربانیوں کو مقدس سمجھا جانے لگا اور یوں ملک بھر میں بکری بچھڑا بیل سانڈ ہرن اور ریچھ کی قربانی کو عروج حاصل ہوا۔ ان کی بھینٹ عام دی جانے لگی۔ اور ان کے تقدس کے نغمے الاپے جانے لگے۔ قربانی کے جانوروں میں بکری اور سانڈ بہت اہم تھے۔ کیونکہ یہ دونوں خدا کا روپ تھے۔

خدائے بحر پوسیڈن کے نام پہ سیاہ سانڈ ذبح کئے جاتے۔ اور اکثر انہیں سمندر میں زندہ پھینک دیا جاتا۔ یہ دیوتا کبھی سیاہ مشکیں گھوڑے کی قربانی بھی قبول کر لیتا۔

ہیرا کے احترام میں مصنوعی عروس کے مجسمہ کو مویشیوں کے ساتھ قربان گاہ سمیت نذر آتش کر دیا جاتا۔ اسی طرح ، اپا توریا ، نامی تہوار پر اتھینا کے سامنے قربانیاں دی جاتیں۔ ارٹیمس کی ایک خاص تقریب میں لکڑیوں کا ایک اونچا الاؤ تیار کیا جاتا جس میں رنگ رنگ کے جنگلی پھول پھل اور پالتو جانور ڈالے جاتے۔

پاتال کے تاجور کو سیاہ رنگ جانور پسند تھے۔ ہیڈیز قربانی کا کوئی خاص شائق نہیں۔ اس کے باوجود یونانی سیاہ رنگ جانوروں کا خون زمین پر چھڑکتے۔ اور لوں دیوتا تک یہ خون پہنچ جاتا۔ جزیرہ کریٹ میں ڈائنی سس کے اعزاز میں کاہن اور پجاری وحشیانہ موسیقی کے بے پناہ سیلاب میں اپنے دانتوں سے سانڈ کی تکا بوٹی کر دیتے اپالو دیوتا کے نام پر ہر سال ایک رتھ اور چار مضبوط گھوڑے سمندر کی نذر کیے جاتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اپالو ہر صبح اپنے زرّیں خلعت میں رتھ پر سوار ہو کر مشرق کی خنک اور رنگین گھاٹیوں میں سے نمودار ہوتا اور اپنا رتھ دوڑاتا ہوا انتہائے مغرب تک چلا جاتا۔ اس مسلسل یک سالہ دوڑ دھوپ میں اس کا رتھ اور چاروں گھوڑے ناکارہ ہو جاتے۔ جس کے عوض یونانی ایک نیا رتھ اور چار تازہ دم گھوڑے اسے فراہم کرتے تاکہ یہ کاروبارِ جہاں چلتا رہے۔ جنگ کے موقع پر دیوتا اریز کو خوش کیا جاتا۔

یونانیوں میں قربانی کی ایک مرکزی حیثیت تھی۔ ان کے لیل و نہار کا کوئی حصہ بھی خون کی سُرخی سے بے رنگ نہ تھا۔ شادی اور ورزشی کھیل کے وقت بکری کی قربانی کا ایک خاص درجہ تھا۔ یونانی بکری کو "تری گوس" اور جو بکری بن کر طائفہ میں نمودار ہوتے اُنہیں تریگوڈو کہتے۔ لفظ ٹریجیڈی اسی سے اخذ کیا گیا۔

قربانی کے ساتھ مختلف نذرانے یعنی روٹی شہد شراب دودھ گل ثمر اشجار کی ٹہنیاں اور گوناگوں خوشبوئیں بھی قربان گاہ پر چڑھائی جاتیں۔ یونانی پہلے قربان گاہ اور پجاریوں پر آبِ مقدس چھڑکتے اور پھر قربانی کے جانور کو پھولوں وغیرہ سے سجا کر قربان گاہ پر لاتے۔ قربانی کے جانور پر اور اس کے آس پاس جَو کے دانے بکھیرتے۔ کچھ بال جلاتے اور جانوروں کا گلا گھونٹ کر اس کے خون سے قربان گاہ کو رنگ دیتے۔ گناہ اور جرم کی صورت میں پجاریوں پر لہو چھڑکا جاتا اس وقت پجاری ننگے سر ہوتے، ہاتھوں میں زیتون کی شاخیں ہوتیں جن کا رُخ آسمان کی طرف ہوتا۔

موسمِ بہار قربانیوں کے لئے زیادہ مناسب اور موزوں تھا۔ اس رُت میں زمین کی زرخیزی شادابی اور رعنائی نمایاں ہو جاتی۔ نئے نئے پھول سبز سنہری کونپلیں، نوزائیدہ

سبزہ اور نوخیز تازگی اپنا اپنا جلوہ دکھاتیں۔ گویا اس وقت زمین اپنے روپ سے اپنا انگ انگ اور جوڑ جوڑ سجا لیتی۔ اور سولہ سنگار کر کے اپنی پوری پھبن اور پوری دھج کے ساتھ انسان کے سامنے آجاتی، ماحول رنگین، ہوائیں تعطر پاش اور فضا منور اور روشن ہوتی۔

جشن بہاراں اصلاً زرخیزی شادابی شگفتگی و نشوونما اور بالیدگی کے خداؤں کا مخصوص موسم تھا۔ یہ بخشنے بخشانے کے دن تھے چنانچہ یونانی پورے جوش، پورے ایقان، پورے خلوص اور پوری عقیدت کے ساتھ مذہبی رسوم ادا کرتے۔ باغوں بنوں میدانوں اور کوہساروں رنگا رنگ تقریب مناتے بڑے بڑے جلوس نکالتے اور کھیل کود تماشوں، سوانگ اور ناٹک کے ذریعے اپنی دیویوں اور دیوتاؤں کی زندگی کے مختلف روپ پیش کرتے۔

رب الارباب زیئس اور ملکہ افلاک ہیرا کی شادی ڈرامائی صورت میں دہرائی جاتی۔ ڈائی اینی سس کی ولادت کا راگ الاپا جاتا۔ دیویوں کی مورتیوں اور مجسموں کو نہلا دھلا کر چھپا دیا جاتا اور اُنہیں ڈھونڈا جاتا۔ قربانی یونانی عزائی تمثیلوں اور تقاریب کی جان تھی۔ اہل یونان نے عزائی تمثیلوں اور رسوم کا تصور مصر وغیرہ سے اخذ کیا تھا۔ یہ عزائی تمثیلیں اور قصے بتدریج پھلتے پھولتے رہے۔ اور ایک دن یونانیوں نے اُنہیں ڈرامائی شکل دے کر مستقلاً محفوظ اور منضبط کر لیا۔

یونان میں عزائی تمثیلوں اور ناٹک کو عبودیت کا درجہ حاصل رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے یونانیوں نے ان کے ارتقا میں روحانی اضطراب اور قلبی و ذہنی بے کلی سے کام لیا۔ ڈراما اور مذہب، ہم آواز اور ہم آہنگ تھے۔ اُنہیں ان ڈراموں کی غیر موجودگی میں مذہب پھیکا پھیکا دکھائی دیتا اور مذہب کے بغیر ڈراما بے روح اور سوگوار سی وہ تصور تھا جس کے تحت یونان میں ڈراما امر بیل کی طرح بڑھتا اور پھیلتا چلا گیا۔ یونانیوں کے شعور ان کی تخلیقی صلاحیت، ان کے جمالیاتی ذوق اور رومانی حس نے قصر ڈراما میں نئے نئے چراغ جلا کر ان کی لطیف اور خوشگوار روشنیوں سے ہر جالی اور جھروکے

ا : چھٹی صدی ق م تک عزائی تمثیل، عام ارتقائی منزلیں طے کر کے باقاعدہ ڈراما کا روپ دھار چکی تھی۔ یونانی ڈرامائی شاہکاروں نے یورپی ڈرامے اور ادب کو مرعوب اور متاثر کیا۔

کو تابان کر دیا۔

تھیٹر ڈراما میں چراغاں کرنے والوں میں پنڈار[1]، اسکی لس[2]، یوری پڈیز[3]، سوفوکلیز[4]، ارسٹو فینیز[5] اور اپالونیئس[6] وغیرہ ممتاز اور نمایاں تھے۔ انہیں یونان میں بہت زیادہ

1: پنڈار (۵۲۲-۴۴۵ ق م) عظیم یونانی غنائی شاعر تھیبس کے قریب ولادت ہوئی پنڈار نے چھوٹی عمر میں شہرت حاصل کر لی تھی۔ کھیلوں کے فاتحین نے اپنی ظفر مندی کو شعر و نغمہ میں جگہ دلانے کے لئے اس کی خدمات مستعار لیں۔ پنڈار نے ان کی شان میں قصائد لکھے۔ پنڈار نے کئی اصناف سخن یعنی نظم، بھجن، قصائد وغیرہ میں طبع آزمائی کی۔ لاطینی شاعری پر اس کا بہت زیادہ اثر ہوا۔

2: اسکی لس (۵۲۵-۴۵۶ ق م) ایتھنز کا عظیم المیہ نگار شاعر، جنگ مراتھن میں یہ فوج میں تھا۔ جزیرہ سلامس کی بحری جنگ میں بھی شاید حصہ لیا۔ ۴۶۸ ق م میں اس نے اپنے نوجوان حریف سوفوکلیز کے مقابلے میں شکست کھائی۔ سسلی میں گیلا کے مقام پر فوت ہوا۔ ایک روایت کے مطابق اس کی موت عجیب طریق پر ہوئی ایک گدھ نے ایک کچھوے کو گرایا تو اس نے اسے چٹان کی ننگی چوٹی سمجھ لیا۔

3: جوری پڈیز (۴۸۰-۴۰۶ ق م) تین عظیم ایتھکی المیہ نگاروں میں سب سے کم عمر۔ جزیرہ سلامس کی سمندری جنگ میں جس دن ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس دن جزیرہ سلامس میں پیدا ہوا۔ اس کے ڈرامے زندگی کے زیادہ قریب ہیں۔ ان میں روز مرہ زندگی کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس نے نو ڈرامے لکھے جن میں دیوانہ ہرکولیز، خاتون ٹروجن، ہیلن، الیکٹرا۔ اور سائیکلوپس وغیرہ شامل ہیں۔

4: سوفوکلیز (۴۹۶-۴۰۶ ق م) تین ایتھکی المیہ نگاروں میں سے ایک۔ ایتھنز کے نزدیک کولونس میں پیدا ہوا۔ سوفوکلیز کو پہلی بار اس وقت شہرت حاصل ہوئی

(دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

مقبولیت ملی۔ اسکی لس نے ستر ڈرامے لکھے اور تیرہ بار انعام حاصل کیا اس کے سات ڈرامے ہم تک نہیں پہنچے۔ ڈراما اور مذہبی رسوم صدیوں ہم لہجہ اور ہم رنگ رہے۔ کہیں

جب اس نے ۴۶۸ ق م میں اپنے حریف اسکی لس کے مقابلے میں انعام جیتا اس نے ڈراما میں دو کی بجائے تین کرداروں کو جگہ دی۔

۵: ارسٹوفینیز (۴۴۸۔ ۳۸۰ ق م) ایتھنز کا عظیم مزاحیہ شاعر جس کی مزاحیہ نگارشات اپنے دور کی عظیم ہستیوں کی شخصیتوں کو مسخ اور اپنے زمانے کے حالات پر تبصرہ کرنے کے اعتبار سے تاریخی نوعیت کی ہیں۔ اس کی تحریروں میں نائٹس، بادل، اون، بھڑ، طیور، مینڈک، پلوٹس وغیرہ ہیں۔ اس نے یوری پڈیز کو بھی نشانۂ تمسخر بنایا۔

۶: اپالونیئس: سکندریہ کا مشہور شاعر اور گرامر دان تیسری صدی ق م کے اواخر سے دوسری صدی ق م کے آغاز تک نکھارا۔ اس نے اپنی نظم ارگوناٹیکا میں ہومر کے اسلوب کی پیروی کی۔ اپالونیئس نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ رہوڈز میں گذارا سکندریہ میں چیف لائبریرین بھی رہا

۷: یونانی ڈراما کا آغاز پانچویں صدی ق م میں ہوا۔ ڈراما کی اصل، دراصل کورس کے وہ نغمات اور رقص تھے جو شراب کے دیوتا ڈایونی سس کے احترام میں پیش کئے جاتے۔ کورس کا سربراہ نغموں اور گیتوں کے درمیانی وقفہ میں قصے سنانے سامنے آتا۔ کہا جاتا ہے کہ ایتھنز میں تھس پس نے کورس کے سربراہ کو ایکٹر کی صورت میں ترقی دی۔ اکیلس نے اس میں ایک اور ایکٹر کا اضافہ کیا۔ اس کے نوجوان ہم عصر سوفوکلیز نے اس میں تیسرے ایکٹر کی جگہ نکالی۔

ڈائنی سسس کے احترام میں، کہیں ز یئس کی تعظیم میں اور کہیں ہیرا کی حرمت میں نئے نئے انداز اور نئے نئے اسلوب اپنائے جاتے رہے۔ کسی جگہ شاہ سپارٹا کے بھائی اور جنگ ٹرائے میں شریک سورماؤں کے سپہ سالار ایگامیمنن کے قتل کا المناک منظر پیش کیا جارہا ہے تو کسی مقام پر کسی اور حکمران یا سورما کی تباہی اور مصائب کے قصے دہرائے جارہے ہیں غرضیکہ ان ایام میں خالقان ڈراما، یونانی اساطیر کے دلچسپ واقعات اور ممتاز کرداروں کو موثر ڈھنگ سے اور انوکھے انداز میں سامنے لاتے۔

ابتداً ایتھنز کریٹ اور دوسری جگہوں میں ڈائنی سسس کی عزائی تمثیلیں ہی مروج تھیں۔ پروہت جن کا اہتمام کرتے۔ ان تمثیلوں میں مقدس رقص اور پاکیزہ موسیقی کا موتج ہوتا۔ مقدس طائفے جگہ جگہ رقص و سرود کا مظاہرہ کرتے رہتے عزائی تمثیلوں اور راگ رنگ کے پس پردہ، مذہبی اور اتفاقی عوامل اور محرکات برسرپیکار تھیں۔ اسی مذہبی جذبے نے فنکاروں اور ڈراما نگاروں کی روح کو دھیمی دھیمی اور لطیف آنچ دی۔ اور پھر اس دھیمی دھیمی اور لطیف آنچ نے ان ڈراما نگاروں اور فنکاروں کے خلوص لگن حسن جمالیات اور فکر و تدبر کو آب دی۔ اور پھر ڈرامے کے رنگین اور مقدس کنج میں ڈراما نگار کی روح سریلی کوئل بن کے کوکنے لگی۔ اور اپنی شیریں اور حلاوت زدہ کوک سے سامعین و ناظرین کے قلب و جاں کو لوٹنے لگی۔

لوک ناچ، لوک گیت، لوک سنگیت اور سوگ بھی دیوی دیوتاؤں کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور عقیدت کا ردِ عمل تھا۔ جمالیاتی حسن سنجتگی شعور اور جذبۂ انہماک نے تعمیری

لہ: ایتھنز کے حفاظتی قلعہ کی جنوبی ڈھلان پر ڈائنی سسس کا عظیم تھیٹر تھا جس کی آگے کو جھکتی اور اُبھرتی نشستیں نیم دائرہ میں سٹیج سے پرے نیلگوں ایجیئن پر چٹانیں کاٹ کر بنائی گئی تھیں۔

اس تھیٹر میں شہر کے تمام آزاد مردوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ یہاں سال میں دو بار کئی دن تک یونانی شاہکار ڈرامے پیش کئے جاتے۔ یہ ڈرامے تفریح کی بجائے مذہبی اور ذہنی تربیت کے لئے تھے۔ یہ ڈرامے دراصل ریاستی خرچ پر ایک قسم کی تعلیم بالغاں کی حیثیت رکھتے۔

و تخلیقی اقدار کو جلا بخشی۔ تصورات و افکار نے انہیں مہکایا اور اس طرح یونانی ڈراما حسین سے حسین تر بن کر کام و دہن میں شہد ٹپکانے لگا۔ اپالو کی مقدس بستی ڈیلفی، اولمپک کھیل اور میرا تھن دوڑ سب اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

زمانہ بعد کے بہت سے فلسفیوں نے دیوی دیوتاؤں کے تصور کو بہت نقصان پہنچایا۔ اور ان کے سحر سے لوگوں کو نکالنے کی بہت کوشش کی۔ انہوں نے کسی حد تک ان کی سوچ کے دھارا کا رخ بھی موڑ دیا۔ مثلاً افلاطون حقیقت پسندی کا حامی تھا سب سے با اثر فلسفی ارسطو سائنسی توضیح اور قطعیت پر زور دیتا ہے۔ اور کائنات کی بالا ترین سطح کو خدا قرار دیتا ہے۔ اسی طرح دبستان ایلیا کے ہمنوا سٹوا کس، سوفسطائیوں یعنی رجعت پسندوں کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور تعیش و تلذذ سے اجتناب کا درس دیتے ہیں۔

یونانیوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ روح فانی نہیں۔ وہ سزا و جزا کے قائل تھے۔ بعد از مرگ انسانی اعمال کا محاسبہ ہوتا۔ اور اعمال کے مطابق جزا و سزا ملتی۔ مرنے کے بعد روح کو دریائے شکس[1] (سٹائکس) عبور کرنا پڑتا۔ جہاں کیرن نامی ملاح اپنی کشتی لے ساتھ موجود ہوتا۔ دریا عبور کرنے پر ارواح کو ہیڈیز کے محل میں حاضری دینا پڑتی۔ جہاں پاتال کے تینوں منصفین ان کے اعمال کا جائزہ لیتے۔ بداعمالوں کو دائمی دوزخ میں پھینک دیا جاتا۔ اور نیک ارواح کو الزئیم[2] میں بھیج دیا جاتا۔

یونانیوں کا دوزخ ایک ایسی ظلمتوں بھری جگہ میں تھا۔ جہاں روشنی کی کوئی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ہومر کے بقول جہاں مردوں کے بھوت چمگادڑوں کی صورت میں پرمارے پھرتے۔ تینوں دریاؤں یعنی سٹائکس، کوکی ٹس[3] اور اکیرن کو عبور کر کے ارواح یہاں پہنچتیں دوزخ کی سزائیں عجیب تھیں۔ ٹینٹلس نے غذائے ربانی چرا کر فانیوں کو دے دی تھی چنانچہ اسے

---

[1] : Styx ہیڈیز یا پاتال کا ایک دریا۔ دیوتا جس کی قسم کھاتے۔ اوڈیسی میں اکیرن پاتال کا سب سے بڑا دریا ہے اور سٹائکس اس کی پانچ شاخوں میں سے ایک ہے۔

[2] Elysium (بہجت، افزا، جنت) مغربی اوشن میں ایک جگہ یا ایک جزیرہ جہاں یونانی دیومالا کے مطابق نیک ارواح راحتوں اور خوشیوں سے

بھوک پیاس کی سزا ملی۔

اکزائی ان نامی ایک اور گناہگار مسلسل عذاب میں سے گذر رہا تھا۔ اسے ایک گھومتے پہیہ پر سانپوں کے ساتھ کس دیا گیا تھا۔ ایک اور بد نصیب سسی فس ایک وزنی چٹان کو دھکیل کر پہاڑ کی چوٹی پر لے جاتا۔ اور جب چوٹی کے قریب پہنچتا تو وہ وزنی چٹان لڑھک کر دوبارہ زمین پر آجاتی۔ یہ دائمی سزا تھی۔

دوسری ارواح بھی مستقل اور مسلسل عذاب میں گھری تھیں جن پر فیوریز پیہم کوڑے برساتی رہتی تھیں۔

الیزیم یعنی فردوس نیک اور پاکبازوں کا مسکن تھا۔ فرحتوں اور راحتوں سے مالا مال۔ جہاں ہر قسم کا تعیش موجود تھا ہرے بھرے سبزہ زار رنگ برنگے گلستان پھولوں بھرے خیابان اور مہکتے چمکتے مرغزار، اس سرزمین میں سبک خرام شفاف اور مصفا چشمے بہتے۔ عنبر بار اور معطر ہوائیں چلتیں، خوش الحان اور خوبصورت پرندے چہچہاتے رہتے۔ ہر جہت آنکھوں کو طراوت دینے والی روشنیاں برستیں خوشگوار اور سہانی دھوپ کھلی رہتی۔ یاس و ملال کا یہاں نام و نشان بھی نہ تھا۔

یونانی دیوی دیوتاؤں کے معابد اور خانقاہیں بنوں، گھاٹیوں، وادیوں یا کہساروں پر تعمیر کی جاتیں۔ ابتداً یہ منادر اور خانقاہیں سونی تھیں نہ کوئی دیوی نہ کوئی دیوتا

لے Ixion شاہ تھسلی، اس نے جب ڈیونیش کی بیٹی ڈس کے ساتھ شادی کی تو اپنے خسر کو کوئی چیز دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن بعد میں منکر ہو گیا ڈیونیش نے اس کے بدلے میں اس کے گھوڑے چرا لئے چنانچہ اکزی ان نے ایک دن ڈیونیس کو دعوت پر مدعو کر کے اسے اگنی کنڈ میں دھکا دے دیا۔ اس نے مزید حماقت یہ کی کہ جب زیئس اسے افلاک پر لے گیا تو اس نے ملکہ افلاک ہیرا کی تعظیم کے بجائے اس سے عشق کا اظہار کر دیا۔ اور اسے ورغلانے لگا۔ اس پر زیئس نے اسے یہ سزا دی۔

؎ : Sisyphos سی فس ہوا کے دیوتا ایولس کا باپ اور دختر اطلس میروپی کا خاوند، سی فس کورنتھ کا عیار بادشاہ تھا۔ پس از مرگ اسے اس کی بداعمالیوں کے سبب دوزخ میں بھیج دیا گیا۔ اور یہ سزا تجویز ہوئی۔

پھر رفتہ رفتہ صنم اور اصنام سے آباد ہوتی چلی گئیں۔ منادر اور معابد میں مجسموں کا آغاز ایتھنز کی تاسیس کے بعد ہوا۔ اس وقت ان بُتوں میں کوئی دلکشی اور رعنائی نہ تھی دھیرے دھیرے پتھروں کے ان ناتراشیدہ مجسموں میں سے حسن پھوٹنے اور ٹپکنے لگا۔ وُہ پتھروں اور چٹانوں میں سے نکل نکل ہاتھی دانت، چاندی سونے اور قیمتی پتھروں میں مسکرانے اور سسمانے لگے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے داخلی حسُن کے پہلو بہ پہلو ان کا خارجی جمال بھی دلنوازیاں اور دل ستانیاں کرنے لگا۔

قربان گاہیں سنگین معبودوں کے عین جلو میں تعمیر کی جاتیں۔ ان کی تعمیر میں اینٹیں یا سنگ۔ استعمال ہوتا کبھی ان پر سنہری چادروں کا خول چڑھا دیا جاتا۔ ان کے آس پاس ہر وقت نوبہ نو خوشبوؤں کے غبار اور مرغولے اُٹھتے رہتے۔

یونانیوں نے اخلاقی اقدار پر زیادہ زور نہیں دیا اُنہیں تو بس دیویوں یا دیوتاؤں کی رضا اور خوشنودی مطلوب و مقدم تھی۔ "ندائے ربانی" کے وہ قائل تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اصنام پیش گوئی کرتے اور اپنی غیبی آوازوں سے بنی نوع انسان کی راہنمائی کرتے ہیں۔ پتوں کا کھڑکنا زیئش کی آواز متصور ہوتی۔ شہر ایپی رس میں ڈوڈونا[1] کے نزدیک شاہ بلوط کا ایک باغ تھا جس کے پیڑوں کے پتوں سے جب سرسراہٹ کی آواز آتی تو اسے دیوتا زیئش کی غیبی آواز سمجھ لیا جاتا۔ اس غیبی آواز یا مکاشفہ کی ابتدا ایک خاتون سے ہوئی جسے مصری دیوتا آمن کے مندر سے اغوا کر کے لایا گیا تھا۔ اور شہر ایپی رس میں بطور کنیز فروخت کر دیا گیا تھا۔ یہ خاتون بڑی عیار اور مکار تھی۔

غلامی کی لعنت سے بچنے کو اس خاتون نے فریب سے کام لیا۔ وہ شاہ بلوط کے باغ میں رہا کرتی تھی۔ ایک دن کہنے لگی میں زیئش کی غیبی باتیں سنتی رہتی ہوں اور پیش گوئی کر سکتی ہوں۔ چنانچہ اسے بڑی عزت ملی۔ اس کی وفات کے بعد لوگوں

---

[1] : Dodona ڈوڈونا ایپی رس نامی شہر میں زیئش کے مشہور ہاتف غیبی کی نشست تھی یونان میں سب سے قدیم۔

نے اس سوُد مند پیشے کو مستقلاً اپنا لیا۔

مکاشفہ اور غیبی آوازوں کے لئے شہر ڈیلفی میں اپالو کا مندر بھی بہت مشہور تھا کوہ پرناسس کی ڈھلان پر واقع اس مندر کی اتنی شہرت تھی کہ عوام تو کیا دور دراز سے شہزادے اور شاہان بھی کھنچے چلے آتے اور استشارہ کرتے۔

ہوتا یوں تھا کہ ایک کاہنہ کو تپائی پر بٹھا کر کاہن منتر پڑھتا جس سے کاہنہ پر ایک خاص نوعیت کی از خود رفتگی چھا جاتی اور وہ اس حالت میں دیوتا کی طرف سے سائل کو جواب دیتی جو اکثر پیچیدہ اور منظوم ہوتا۔ اس مندر کی شہرت کے سبب کاہنوں کی عظمت میں اضافہ ہوا۔ اور وہ امور سلطنت میں دخل دینے لگے۔

اولمپک کھیلوں اور ایمفیکٹیونک کونسل[1] کی طرح ڈیلفی کا مکاشفہ بھی چھوٹی چھوٹی یونانی ریاستوں کی یکجائی اور اتحاد کا ایک ذریعہ بن گیا۔ بہبودی امور عامہ کی تجاویز اور تدابیر بھی اسی مکاشفہ کی بازگشت تھیں۔ دیوتا جو کہتا اس پر عمل ہوتا۔ ڈیلفی کے مندر کی شان اور توقیر کا یہ عالم تھا کہ یونانی خانہ جنگیوں اور باہمی محاربوں میں کسی وقت بھی اسے کوئی گزند نہیں پہنچا۔

---
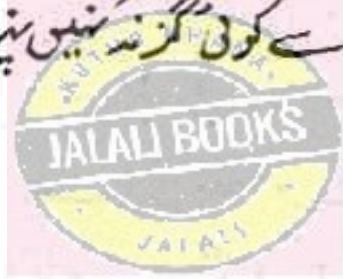
[1] Amphictyonic Council اس مجلس کی بنیاد ایمفکٹائن نامی ایک شخص نے رکھی تھی۔ اس مجلس میں ہر ریاست کے دو نمائندے شریک ہوتے یونانی ریاستوں کے ملکی و ملی جھگڑے نہیں طے ہوتے۔ دوسرے ممالک سے صلح و جنگ کی بات چیت بھی اسی کی معرفت ہوتی۔ اپالو کے مندر کو گزند پہنچانے والے غداروں کے خلاف صف آرا ہونا اس مجلس کے نمائندگان پر واجب تھا۔

یونانی طرزِ تعمیر اور منادر

"آہ! آہ!! تعمیر! تعمیر!!
فنون تمام میں سب سے تابندہ
اور سب میں روشن فن، تعمیر ہے۔"

"ورڈز ورتھ"

یونانیوں کی بیشتر تہذیب مشرق سے حاصل کردہ ہے۔ لیکن انہوں نے اپنی روحانی لگن، جمالیاتی حس، جذبہ اجتہاد اور فنکارانہ داخلی استعداد سے اس میں گوناگونی اور دلپذیری پیدا کر کے اسے کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔ چنانچہ کسی یورپی مفکر نے سچ کہا ہے۔

"حسن اور خوبصورتی میں سے جو ہمیں ملا اس کا نصف یونانی ہے۔"

وہ تمام معابد، خانقاہیں اور اہم عمارات جو ۷۰۰ ق م سے ۱۴۶ ق م کے دوران تعمیر و تشکیل پائیں، ہیلنی دور سے متعلق ہیں۔ لیکن یونانی شاہکار عمارتیں فارسیوں کی ہزیمت اور انتشار (۴۸۰ ق م) اور سکندر اعظم کی وفات (۳۲۳ ق م) کے مابین معرض وجود میں آئیں۔ زیادہ تر یونانی شہر پہاڑیوں پر یا ان کے قرب و جوار میں جنہیں شہر بالا کہا جاتا، آباد تھے اور یوں حفاظتی قلعے بن گئے تھے۔ یہ جگہیں محفوظ تھیں۔ اس لئے یہاں بڑے بڑے معابد، اہم خانقاہیں اور خزائن تخلیق کئے گئے۔ چنانچہ ایتھنز اور ڈیلفی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

شہر بالا ایتھنز ان عبادت گاہوں کے سبب بہت مشہور رہا ہے۔ اہل ایتھنز کے لئے یہ عبادت گاہیں باعث تکبر اور باعث آن تھیں۔ اولمپیا، ڈیلفی، ایپی ڈورس کورنتھ، ایلیوسس اور جزیرہ ڈیلس یونانی فن تعمیر اور طرز تعمیر کے دوسرے اہم مراکز تھے۔ یونان سے باہر اس قسم کے آثار جنوبی اطالیہ (میگنا گریشیا) کی ڈوریائی اور ایشیائے کوچک کی ایونیائی نو آبادیوں میں ملتے ہیں۔ ہیلینی دور کی انتہائی نمایاں عمارات خارجی اثرات کے تحت تعمیر ہوئیں [illegible] اپنے برتر اور عظیم دیوی دیوتاؤں کے شایانِ شان بنانے میں یونانیوں نے ان کی بے حد نفیس سنگین نقش و نگار، سبک بیل بوٹوں اور صنم تراشی کے دلفریب اور زندہ جاوید نمونوں سے تزئین[1] کی۔

---

[1]: یونانیوں کی اہم معدنی دولت یعنی عمارات میں کام آنیوالی اشیا میں سب سے اہم چیز سنگ مرمر تھا ہائی میٹس اور پین ٹیکس کی پہاڑیوں اور جزائر پارس اور نیکساس میں مرمر کثرت سے ملتا ہے۔ اسی لئے یونانی اس کے استعمال میں پیش پیش تھے اور سنگ تراشی اور صنم تراشی میں ان کا کوئی حریف اور ثانی نہ تھا۔

مذہب اور فنِ تعمیر میں ہر جگہ قریبی تعلق رہا ہے۔ یونانیوں کو بھی اپنی حسین و دلکش دیویوں اور جلیل اور قاہر دیوتاؤں سے والہانہ پیار تھا۔ اسی لئے وہ ان کے منادر کی دلکشی اور جاذبیت کو مقدم سمجھتے۔ اور پوری دلی لگن اور بھرپور جذبے کے ساتھ ان کی تخلیق، تعمیر اور آرائش میں حصہ لیتے۔

رومیوں کی طرح انہوں نے بھی عمارات کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ البتہ کہیں کہیں اگورا[1] سٹوئے[2] سٹیڈیا[3]، ہیپوڈرمے[4]، جمنیزیا[5] اور بے سیلیکا قسم کی عمارات دکھائی دے جاتی ہیں۔

---

[1]: Agora اگورا۔ اجلاس اور کاروباری لین دین کے لئے ستونوں میں گھری ہوئی کھلی جگہ۔

[2]: سٹوئے: ستونوں کی قطار: کھلی فضا میں تعمیر شدہ یہ یونانی عمارتیں یونانی زندگی کی ترجمان تھیں مندر یا تراپر آنے والوں کے تحفظ اور پناہ کی خاطر ان کی تعمیر کی جاتی۔ جس طرح ہندوؤں کے ہاں دھرم شالے۔ سب سے اہم سٹوئے اولمپیا میں تھا۔ یہ تین سو فٹ طویل اور تیس فٹ عریض تھا۔ اسکولاپیس کے مندر کے زائرین اور مریضوں کے لئے ایپی ڈورس میں دو سٹوئے تعمیر کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ تین سٹوئے ڈیلفی میں اور ایک ایتھنز میں تھا۔

[3]: Stadion (سٹیڈیئن) یہاں دوڑ (پیدل) اور تن سازی کے مقابلے ہوتے۔ جہاں سے دوڑ کا آغاز ہوتا وہاں یہ سیدھے اور دوسرے سرے پر نصف دائرہ یا قوسی شکل میں تھے۔ ۶۰۰ فٹ طویل عموماً پہاڑی کے دامن یا اس کے پہلو میں بنائے جاتے۔ پہاڑی کو کاٹ کر تماشائیوں کے لئے نشستیں تراشی جاتیں۔ تھیبز، ایتھنز اور ایپی ڈورس میں اس قبیل کے سٹیڈیئن تھے۔ بعض جگہ (ایتھنز اور افی سس وغیرہ) مسطح میدان میں بھی تعمیر کئے جاتے۔ ایتھنز کے سٹیڈیا میں اب بھی ۵۰ ہزار افراد کے لئے گنجائش ہے۔ آج کے سٹیڈیم اسی کا روپ ہیں۔

اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

یونانی عبادت گاہیں عموماً ایک متبرک احاطہ میں تعمیر کی جاتیں جن کی تین سیڑھیاں یا قدمچے ہوتے۔ بت کدہ میں دیوی یا دیوتا کا مجسمہ ہوتا جسے پلان میں مرکزی حیثیت حاصل ہوتی۔ بعض اوقات مندر میں پس و پیش کی غلام گردشوں کے علاوہ خزانے کا ایک کمرہ بھی ہوتا۔ بعض بڑے یونانی مندروں میں ستونوں پر ستون ایستادہ کر کے چھتوں کو سہارا دیا جاتا۔ عموماً مندر کی پیشانی پر ایک تکونے فریم (پلوڈیئم) میں مجسمے سجائے جاتے۔ شہتیری فریموں سے سقف بنائی جاتی جس میں مرمر کی سلیں جڑی ہوتیں ستون دار غلام گردش کے عقب میں عموماً شرقی دیوار کے عین وسط میں دروازہ ہوتا مشرقی جہت میں دروازہ اس لئے بنایا جاتا کہ سورج کی روشنی مجسمہ پر پڑتی ہے۔ اگری جنتم کے مقام پر تعمیر شدہ مندر کے سوا اور کسی یونانی مندر میں کھڑکی وغیرہ نہیں تھی۔ یونان کے نیلے نیلے آسمان تلے سورج کی روشنی محض دروازہ ہی سے اندر آتی۔ بڑے مندروں (جیسا کہ ایتھنز میں اولمپئین اور ملی ٹس میں اپالو کا مندر) میں روشنی کے لئے چھتوں میں بڑے بڑے روزن بنائے جاتے۔

یونانیوں کی بڑی بڑی اور اہم عبادت گاہیں اور منادر یہ تھے۔
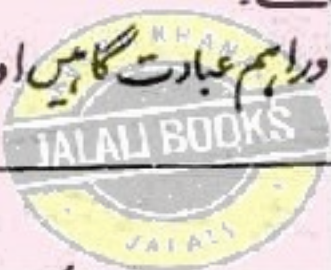
۴: Hippodrome رومی سرکس کی طرز کی یہ عمارت گھڑ دوڑ کے لئے تھی۔ پہلی گھڑ دوڑ کا بیان (رتھوں کی دوڑ کے حوالے سے) غالباً ہومر کی ایلیڈ میں ہوا ہے۔ رتھوں کی دوڑ کا آغاز اولمپیائی کھیلوں سے ہوا یونانیوں کے تمام قومی کھیلوں میں ان دوڑوں کے مقابلے ضرور ہوتے۔

۵ gymnas ia جمنیزیا۔ یہ رومی حمام کی طرز کے تھے۔ اولمپیا، الفی سس اور پرگامن میں تھے۔ ان میں تن سازوں کے دنگل، نہانے کے تالاب، تقاریر کے چبوترے اور تماشائیوں کے لئے سیٹیں ہوتیں۔

سانڈوں کی مقدس جگہ ڈیلس میں تھی ۲۱۹ فٹ لمبی اور ۳۰ فٹ چوڑی۔ اس کا تعلق مندری رسوم سے تھا۔ ایک روایت کے مطابق یہاں ڈیلائی خواتین کا مذہبی رقص ہوتا۔ یہاں ایک لمبا ہال بنایا گیا جس کے وسط میں ایک پچکی جگہ تھی اور

دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

ہیریان، اولمپیا

یہ مندر ہیرا کی نذر تھا۔ آثارِ قدیمہ کے اعتبار سے یونانی منادر میں سب سے قدیم۔ اس کے فقط دو بیرونی دریچے تھے۔ مندر کی لمبائی ۱۶۸ فٹ اور چوڑائی ۴۶ ½ فٹ تھی۔ بت خانے کے دونوں طرف آٹھ آٹھ ستون تھے جن کی لمبائی ۱۰ فٹ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ستون پہلے چوبی تھے۔ پھر ان کی جگہ سنگین ستونوں نے لے لی۔

پلوسیڈن کا مندر، پیسٹم (۴۵۰ ق م)

یونانی ابتدائی مندروں میں سب سے زیادہ اسے محفوظ ملا۔ ۹۸ فٹ لمبا اور ۸۰ فٹ چوڑا یہ مندر کھردرے پتھروں سے تعمیر ہوا اور پھر عمدہ شکوہ سے اسے ڈھانپا گیا۔ اس کے اٹھائیس فٹ اونچے ستون ڈوریائی طرز کے تھے۔ جن کا قطر پونے سات فٹ تھا۔ مندر کی تین سیڑھیاں تھیں۔

زیئس اولمپس کا مندر، اگریجنٹم (۴۷۰ ق م)

سائز کے اعتبار سے یونانی مندروں میں دوسرے نمبر پر تھا۔ اس کی تعمیر میں کھردرے اور ناتراشیدہ پتھر استعمال ہوئے جنہیں مرمر کے پوڈر میں چھپا دیا گیا۔ اس مندر کے بت خانہ میں کھڑکیاں بنی تھیں۔

زیئس کا معبد اولمپیا (۴۶۰ ق م)

خدا دیوتا اور ربّ الافلاک کے اس مندر کی پیشانی پر ایک تکونے فریم (پوڈیم) میں خوبصورت

اس کے اختتام پر ایک نشیبی کمرہ میں سیڑھیاں اُترتی ہیں۔ نشیبی کمرے کے دروازہ پر ڈوریائی ستون ایستادہ کئے گئے تھے جن کے بالائی سروں پر سانڈ کندہ تھے۔

لہ: بت کدہ (naos) نیوس وہ کمرہ جس میں دیوی یا دیوتا کا بت رکھا جاتا۔

۲ہ: Podium

مجسمے بنائے گئے تھے جن کے باعث یہ بہت مشہور تھا۔ اس مندر کو لبن نے ڈیزائن کیا تھا۔

تھسیان۔ ایتھنز (۴۲۸ ق م)

اب خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہیفیسٹس کا مندر تھا۔ یہ یونانی ڈوریائی مندر اگرچہ محفوظ ہے۔ لیکن اس کا نام اور تاریخ تعمیر مشتبہ ہے۔ چونے کے مصنوعی بلاکوں پر ایستادہ یہ مندر سنگ مرمر سے بنا ہے۔ اس کے دو قد مچے ہیں۔ پیشانی اسی مخصوص انداز میں بتوں سے سجی تھی۔ لیکن اب ان میں سے کوئی موجود نہیں۔ ازمنہ وسطیٰ میں اس عبادت گاہ کو چرچ میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔

پرتھینن[1]۔ ایتھنز (۴۴۷ - ۴۳۲ ق م)

یہ مندر پریکلیز کے عہد میں اتھینا کے دیرینہ مندر کے جنوب میں شہر بالا پر تعمیر ہوا۔ یہ مندر اتھینا پرتھینن (کنواری اتھینا) کے نام سے منسوب تھا۔ اکٹی نس اور کیلے کریٹیز اس کے معمار تھے۔ سنگتراشی مشہور یونانی سنگ تراش فیڈیاس کی مرہون منت تھی۔ اس مندر کے اندر دونوں جانب سترہ سترہ ستون تھے۔ ۶۳ فٹ چوڑے صنم خانہ (ناؤس) میں دس دس ڈوریائی ستونوں کی دو قطاریں تھیں۔ بُت خانے کے مغرب میں پرتھینن یا کنواری کا حجرہ تھا۔ جس کی چھت چار ایونیائی ستونوں پر دھری تھی۔ ناؤس اور کنواری کا حجرہ چار فٹ دبیز دیوار میں گھرے تھے۔ ناؤس کے مغربی اختتام کے نزدیک اتھینا پرتھینن کا مشہور مجسمہ (فیڈیاس کی عظیم تخلیق) ایستادہ تھا۔ اس مجسمہ میں اتھینا کو مکملاً یعنی نیزہ خود زمیں کی ایجس نامی ڈھال اور شیلڈ کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔ وہ پوری طرح مسلح تھی۔ دائیں ہاتھ میں طوفانی فتح مندی کا نشان تھا۔ ہاتھی دانت اور سونے کا یہ مجسمہ معہ پایہ ۴۰ فٹ بلند تھا۔

زریں پلیٹیں (جو دیوی کے بدن کے گرد لپٹے ہوئے کپڑے کو ظاہر کرتی تھیں) زرہ اور دوسری جزو بدن اشیا بوقت خطرہ الگ کی جا سکتی تھیں۔ اتھینا کا دلکش اور جمیل چہرہ اور خوبصورت ہاتھ پاؤں ہاتھی دانت کے تھے۔ سحر آفریں آنکھیں قیمتی اور نایاب پتھروں سے تخلیق کی گئی تھیں۔ معبد کے ۳۴ فٹ بلند اور سوا چھ فٹ قطر کے

[1] Parthenon

مرمریں ستونوں میں سے بتیس ابھی تک اپنی جگہ پر ایستادہ ہیں۔

۳۳۴ ق م میں سکندر اعظم نے کانسی کی ایک شیلڈ اس معبد کی نذر کی تھی۔ (جس پر کانسی ہی کے حروف میں اس دیوی کو ہدیہ تبریک پیش کیا گیا تھا) مندر کی چھت ٹیکو ناریا اور مرمریں شہتیروں پر رکھی تھی جن میں سے چند شہتیر اس وقت بھی مغربی کنارہ پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

مندر کا پلیٹ فارم فنڈیاس کے تراشیدہ مجسموں سے مزین تھا۔ مشرقی حصہ کی پیشانی کے تکونے فریم (پیڈیمنٹ) میں اتھینا کی پیدائش کی کہانی پتھروں کی زبان میں لکھی تھی۔ اور مغربی سمت میں سرزمین اٹیکا کے لئے اتھینا اور پوسیڈن کے مابین جنگ کا نقشہ سنگین الفاظ میں کھینچا گیا تھا۔

مندر کے اندر تراشیدہ سنگین پھول پتیاں اور گوناگوں مجسمے، فرش میں بڑی مرمریں سلوں کی روشنی میں منعکس ہوتے تھے۔ ہر چار سال بعد دیوی اتھینا کی نذر و نیاز کے سلسلے میں نکلنے والے جلوس کو بھی سنگ تراشی کے ذریعے مندر میں دکھایا گیا تھا۔ یہ جلوس اتھینیائی ناٹیوں کی تیاریوں کا عکس تھا۔ گھڑ سواروں، رتھوں، شاخ زیتون بردار لوگوں، سازندوں، نوجوانوں، قربانی کے جانوروں، قربانی کے برتن اٹھائے ہوئے عورتوں، مجسٹریٹوں اور دیوتاؤں پر مشتمل یہ جلوس مندر کے بڑے دروازہ پر پہنچتا جہاں سے دیوی اتھینا کا ناؤس میں رکھا ہوا عظیم مجسمہ (کھلے دروازہ میں سے) صاف دکھائی دیتا۔

معبد کا آرائشی کنگرہ تین وسطی مجسموں کے علاوہ اپنی اصل حالت میں ہے مندر کی شمالی، جنوبی اور مشرقی جہتوں کے بہت سے مجسمے برٹش میوزیم کی زینت بنے ہیں۔ مشرقی کنگرہ کے آٹھ ٹکڑے لاورے میں موجود ہیں۔ معبد کی مشرقی پیشانی پر دیوتاؤں اور عفریتوں، مغربی پر یونانیوں اور ایمزینوں اور جنوبی پر سنٹارز اور لیپھے کے مابین جنگ دکھائی گئی تھی۔ شمالی پیشانی پر ٹرائے کے محاصرہ کا ایک منظر پیش کیا گیا تھا۔

چھٹی صدی عیسوی میں پرتھینن کو عیسائی چرچ میں بدل دیا گیا تھا۔ ۱۲۰۴ء میں یہ لاطینی کلیسا بنا۔ ۱۴۵۶ء میں اسے مسجد بنا دیا گیا۔ ۱۶۶۸ء میں ترکوں کے ہاتھوں اسے کافی نقصان پہنچا۔ ۱۸۰۱ء میں اس مندر کے بہت سے مجسمے برٹش میوزیم میں پہنچا دیے گئے۔ ۱۸۳۱ء میں یونان آزاد ہوا۔ اور اب پرتھینن اس کی عظیم تاریخی عمارت اور گراں بہا ورثہ ہے۔

اپالو ایپی کیوریئس - بیسے۔ (آرکیڈیا میں فجیلیا کے قریب) (۴۵۰ ق م)

اکٹی نس اس کا معمار تھا۔ اس کا ڈیزائن غیر معمولی تھا جس میں ڈورِیائی، ایونیائی اور کورنتھی طرز تعمیر کام میں لایا گیا۔ اس کے دائیں بائیں پندرہ پندرہ ستون ہیں۔ کل ۳۴ ستونوں کا اس کے گرد ہالہ ہے۔ یہ عمارت سخت اور بھورے چونے کے پتھر پر تعمیر کی گئی ہے۔ اور خوبصورت گلابی لائیکن دکانی سے ڈھکی ہے جس نے اسے بہت ہی دلکش اور دیدہ زیب بنا دیا ہے۔ اپالو کا مجسمہ جنوبی سرے پر تھا۔ مشرقی دیوار کے ایک روزن میں سے روشنی آتی۔ چھت شفاف ٹائلوں سے آراستہ تھی اس کے آرائشی کنگرہ پر بھی مجسمے تراشے گئے تھے۔ جس کے کچھ حصے برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔ یہ دو فٹ اور پچ سو فٹ لمبے ہیں۔ ان پر سنٹارز اور لی پیتھے اور اہل ایتھنز اور ایمزنیوں کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ اس کی چھت پیریئن ماربل کی سلوں سے بنی تھی۔

یونان اور ایشیائے کوچک میں ایونیائی منادر درج ذیل تھے۔

الی سس پر مندر - ایتھنز (۴۵۰ ق م)

اس چھوٹے سے خوبصورت مندر کو ۱۷۸۰ء میں ترکوں نے تباہ کر دیا تھا۔ اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

نائیکے ایپیٹرس کا مندر - ایتھنز (۴۲۶ ق م)

یہ خوبصورت "ایونیائی مندر" بے پر فتح" کے نام سے منسوب تھا۔ اتھینا نائیکے

کا یہ مندر شہر بالا کی جنوب مغربی سمت میں نکلی ہوئی ایک پہاڑی پر بنایا گیا تھا۔ چٹان پر ایستادہ یہ مندر تین اطراف میں چٹانوں سے گھرا تھا جن پر بہترین سنگ تراشی کی گئی تھی۔ مندر کے دروازہ کی مشرقی جہت میں دیوتی کی قربان گاہ تھی۔ چھوٹا سا یہ دلکش مندر ۲۳ فٹ اونچا تھا جس کی تین سیڑھیاں تھیں اس کے چودہ ستونوں پر مبنی آرائشی کنگرہ کی چار سلیں برٹش میوزیم میں ہیں۔ ۱۶۸۷ء میں ترکوں نے اسے مسمار کر دیا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں اسے اس کی اصل جگہ پر دوبارہ تعمیر کر دیا گیا۔

ارکتھیان۔ ایتھنز (۴۳۰ - ۳۹۳ ق م)

"منی سکلیز" نے اسے ڈیزائن کیا۔ پرتھینن کے شمال میں شہر بالا پر ایستادہ ہے۔ یہ اس کہنہ مندر کی جگہ پر بنا ہے جسے ۴۸۰ ق م میں فارسیوں نے آگ لگا دی تھی۔ اس مندر کی خاص تعظیم کی جاتی۔ کیونکہ یہ ان یادگاروں پر مشتمل تھا جن کا تعلق ریاستی مذہب سے تھا۔ یعنی شجر زیتون (جسے پوسیڈن کے مقابلے میں ایتھینا نے جنم دیا تھا) ترسول سے پیدا کردہ پوسیڈن کے نمکین کنوئیں، مقبرہ سیرولیس اور چوب زیتون سے تراشیدہ ایتھینا پولیاس کے قدیم دور کے مجسمے پر مشتمل تھا۔ یہیں پر کیلی مکیس کا وہ زریں چراغ بھی تھا۔ جسے یونانیوں نے دوسری گراں بہا اشیاء کے ساتھ فارسیوں سے چھینا تھا۔ پلان میں اس مندر کی چاردیواری کے اندر تین اور منادر بھی تھے۔ اس کے مشرقی حصے میں ایتھینا پولیاس (محافظ شہر) کا معبد تھا۔ غربی حصے میں ایرکتھیس[1] اور پوسیڈن کے مندر تھے جبکہ نیڈروسین کا معبد غالباً معبد خاص کے مقدس غربی احاطہ میں تھا۔ ایرکتھیان کے شمال مشرق میں ایونیائی طرز کی غلام گردشیں تھیں۔ اسی طرح جنوبی سمت میں ایک نمایاں چبوترہ پر غلام گردش بنی تھی۔ جس کی مرمریں چھت کو ستونوں کی بجائے خواتین کے پونے آٹھ آٹھ فٹ بلند چھ سنگین مجسموں نے اپنے سروں پر اٹھایا ہوا تھا۔

۱: Erechtheus ایتھنز کا صنمیاتی بادشاہ

یہ مجسمے آٹھ فٹ بلند اونچی محکم دیوار پر ایستادہ تھے۔ اس غلام گردش میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جہاں سے نیچے مغربی ناوؑ ۳ میں سیڑھیاں اُترتی تھیں۔ خواتین کے تمام مجسموں کے رُخ جنوبی سمت میں تھے۔ خواتین کے ان مجسموں میں سے تین اس وقت برٹش میوزیم میں ہیں۔ اور ان کی جگہ پختہ سرخ مٹی کے تین بُت نصب کر دیئے گئے ہیں۔ شمالی غلام گردش، مشرقی غلام گردش کی نسبت دس فٹ نیچی ہے۔ اور ایونیائی طرز کی بے حد مرصع اور مسبع غلام گردش ہے۔ جس کے ستونوں کے بالائی حصے کانسی اور رنگدار پتھروں سے سجے تھے۔ مشرقی غلام گردش کے ستون جس میں اغلباً مندر کا دروازہ تھا۔ دو فٹ قطر کے تھے۔ بڑی عمارت اور غلام گردشوں کے آرائشی کنگرے سیاہ رنگ کے الیوسائی ماربل سے بنے تھے۔ جن پر سپید مرمر کے مجسمے دھاتی میخوں کے ساتھ بڑی نفاست کے ساتھ جوڑے گئے تھے۔

ارکھتیان نے بڑے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ رومیوں کے عہد میں اس کی غربی دیوار میں چار نصف ایونیائی ستونوں اور تین کھڑکیوں کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد جسٹی نیان (شہنشاہ قسطنطنیہ) نے اسے گرجے میں تبدیل کر دیا۔ ترکوں کے قبضے میں آنے پر یہ مسجد بنا۔ ۱۸۲۷ء کی یونانی بغاوت میں اس کی شمالی غلام گردش، بیش بہا سقف اور دوسرے حصے منہدم ہو گئے تھے۔ محض ستون نما خواتین کے تین مجسمے باقی بچے۔ ۱۸۳۸ء میں اس کی دیواریں از سر نو تعمیر کی گئیں۔ ۱۸۴۷ء میں مجسموں کی حامل غلام گردش دوبارہ بنائی گئی۔ ۱۸۵۲ء میں طوفان کے باعث اس عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔

ارٹیمس کا مندر: ایفی سس (۳۵۶ ق م)

ہیلنی طرز کا یہ مشہور مندر دو یا دو سے زیادہ مندروں کی جگہ تعمیر ہوا تھا۔ ۴۰۰ ق م میں آتش زنی کے باعث اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ سکندر اعظم کی پیدائش کے دن یہ مندر ایک بار پھر جل کر خاکستر ہو گیا۔ اس متروک مندر کے ستون ۵۱ فٹ ۷ انچ بلند تھے جن میں ایک اس وقت برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ یہ مندر تیسری بار عہد سکندری میں تعمیر ہوا۔ اسے ڈینو کریٹس نے ڈیزائن کیا تھا۔ اور سکوپس نامی سنگتراش

نے مجسمہ سازی کے فرائض انجام دئے تھے۔ ارٹمیس کا یہ مندر تمام ایشیائی نوآبادکاروں کے ایونیائی تہوار کا مرکز تھا۔

یہ مندر دنیا کے سات عجائبات میں سے تھا۔ اور ہر عوامی تقریب کے لئے مخصوص تھا۔ بہروپیوں شاعروں اور پیشہ گروں کے علاوہ اس کے مخصوص پجاری اور پجارنیں بھی تھیں۔ کثیر آمدنی والا یہ مندر بھگوڑوں کی پناہ گاہ بھی تھا۔ اس میں عجائب گھر خزانہ اور ایک بینک بھی تھا۔ اس کے سو ستون تھے۔ جن میں سے چھتیس کے نچلے حصوں پر بُت تراشے گئے تھے اور خوب تزئین کی گئی تھی۔ ارٹمیس کے مجسمے سے آراستہ ناؤس خوبصورت ستونوں میں گھرا تھا۔ جن کی کرسیاں گول اور چوکور تھیں۔ اس مندر کے سامنے اور عقب میں سولہ سولہ ستون تھے۔ جن کی اونچائی ساٹھ یونانی فٹ تھی۔ مندر کی کرسی بھی بتوں سے سجی تھی۔ یہاں ارٹمیس کو اپنے عقید تمندوں اور چاہنے والوں کے درمیان مادرانہ شفقت کے ساتھ دکھایا گیا تھا۔ جبکہ عقید تمند اپنی دیوی کے حضور نذرانے پیش کر رہے تھے۔ اسی طرح مندر کی پیشانی پر ارٹمیس راج سنگھاسن پر براجمان تھی۔ اس خوبصورت مندر کے ڈھانچے میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔ ایک وقت وہ تھا جب شہر جاں ایک ہی آواز سے گونجا کرتا۔ یعنی

"ایفی سس کی ارٹمیس عظیم ہے۔"

اگرچہ گوتھوں کے ہاتھوں اس مندر کو کافی نقصان پہنچا۔ پھر بھی یہ مندر اور اس کی رسوم تھیوڈوسیئس (جس نے تمام منادر بند کر دئے تھے) کے عہد ۳۹۲ء تک برقرار رہیں۔ اس کے بعد اس کا بیشتر سازوسامان سینٹ جان (چرچ) میں منتقل کر دیا گیا اور گہرے سبز رنگ کے آٹھ ستون سینٹ صوفیہ (قسطنطنیہ) میں پہنچا دئے گئے۔ باقیماندہ عمارت کو مٹی میں دبا دیا گیا۔ اس مندر کی بعض اشیاء برٹش میوزیم کی زینت بنی ہیں۔

۱۸۶۹ء میں اس مندر کی کھدائی کی گئی تھی۔

اپالو ڈائی ڈمیس کا مندر۔ ملی ٹس (۳۳۵ - ۳۲۰ ق م)

اس متروک مندر کے راستے میں نشستہ مجسمے تھے۔ دروازہ پر ابوالہول اور شیر

کا ایک مجسمہ ایستادہ تھا جو اپالو کے لئے وقف تھے۔ اس مندر کے مجسموں میں سے دس جن میں ابوالہول اور شیر کے مجسمے بھی شامل ہیں برٹش میوزیم میں رکھے ہوئے ہیں۔ ۴۹۶ ق م میں یونیائی بغاوت کو کچلتے وقت شہنشاہ فارس دارا نے اس مندر کو مسمار کرا دیا تھا۔ زاں بعد اہل ملی ٹس نے اس کی دوبارہ تعمیر کی۔ مشہور مورخ اور جغرافیہ دان سٹرابیو[5] کا کہنا ہے۔

"اپالو ڈائی ڈمیس کا مندر تمام مندروں میں بڑا ہے۔ اپنی وسعت کے سبب یہ چھت سے محروم رہ گیا ہے۔ اور اب اس کے اندر باہر لارل نامی قیمتی جھاڑیوں کے جھنڈ اُگ گئے ہیں۔"

اس کے دونوں جانب سیڑھیاں تھیں۔ کھدائی میں برآمدہ کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے ستونوں کے بالائی حصے سنگین نقش و نگار سے آراستہ تھے۔ اور ان پر گریفنز اور لائنز کی ٹولیاں دکھائی گئی تھیں۔

اتھینا پولیاس۔ پرائینے (۳۳۵ ق م)

ملی ٹس کے قریب ایک تھیٹر نکیلو میں فصیل نما مضبوط دیواروں میں گھرا تھا۔ اس کے دائیں بائیں چالیس فٹ اونچے اور سوا چار فٹ قطر کے گیارہ گیارہ ایونیائی ستون تھے۔ اس مندر کے بعض حصے برٹش میوزیم میں دیکھے جا سکتے ہیں

کورنتھیائی منادر

یونانیوں نے ڈوریائی اور ایونیائی فن تعمیر کے مقابلے میں کورنتھیائی طرز تعمیر میں کم دلچسپی لی۔ کورنتھیائی طرز تعمیر میں ستونوں کے بالائی حصوں پر کانسی کا کام کیا جاتا تھا۔ یہ حصے مصری اور آشوریائی ستونوں کے بالائی حصوں سے مماثل تھے۔ کورنتھ کے باسی اپنی عمارات کے نقش و نگار اور سنگین آرائشی اشیا میں

---

[5] Strabo (۶۳ ق م) جس نے تاریخ اور رومی سلطنت کا جغرافیہ سترہ جلدوں میں لکھا۔

لارل کے پتوں، ڈولفن مچھلیوں اور دیگر مضمونوں کا خاص اہتمام کیا کرتے۔

اولمپیئن ایتھنز (۱۷۴ ق م)

ایک قدیم ڈوریائی مندر کی جگہ تعمیر کیا گیا تھا۔ شام کے انٹوکس ایپی فینیز نے کاسوٹیش نامی رومی ماہر تعمیرات کے ڈیزائن کو سامنے رکھ کر اسے بنانا شروع کیا تھا۔ لیکن یہ ادھورا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ ۸۰ ق م میں سُلا نے جوپیٹر کیپی ٹولی نس کے مندر کے لئے چند ستون منگوائے تھے۔ ۱۳۱ء میں یہ عمارت ہڈریان دیوتا کی نذر کی گئی تھی۔ لیکن اب اس کے محض چند ستون کھڑے ہیں۔ یہ مندر ۳۶۲½ فٹ طویل اور ۱۴۵½ فٹ عریض رقبہ میں تعمیر ہوا تھا جس کے گرد ۶۸۰ فٹ لمبی اور ۴۲۴ فٹ چوڑی ایک شاندار دیوار تھی۔ مندر کے چھپن فٹ اونچے اور چھ فٹ چار انچ قطر کے سو ستون تھے۔
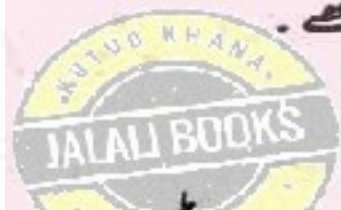
یونانی تھیٹر

سرودگاہ (آرکسٹرا) آڈیٹوریم اور سٹیج پر مبنی، یونانی تھیٹر عموماً شہر کے نزدیک پہاڑی ڈھلان کو کھود کر بنایا جاتا تھا۔ یہ چھت کے بغیر ہوتا۔ اور دن میں کام میں لایا جاتا۔ آرکسٹرا یونانی تھیٹر کا نقطہ آغاز تھا۔ یہ مکمل دائرہ کی شکل کا تھا! جہاں طائفہ ناچتا گاتا۔ سٹیج پر پیش کردہ ڈرامے کی کہانی اشاروں کنایوں اور آوازوں کے ساتھ بیان کرتا۔ ٹھوس اور سنگین چٹانوں کو کاٹ کر متوازی اور بتدریج ابھرتی نشست بردار قطاریں بنائی جاتیں۔ اور یوں ان نشستوں کے ساتھ مدور آڈیٹوریم اٹھتا ابھرتا چلا جاتا۔ بعض اوقات ان نشستوں پر مرمر کی نشستیں جڑ دی جاتی تھیں۔ یہ نشستیں آرکسٹرا کے دونوں جانب سٹیج سے دور ہوتی تھیں۔

یونانی تھیٹروں میں چند کرداروں کو پیش کرنے کے لئے تنگ اور لمبے چبوترے کی شکل کے سٹیج بنائے جاتے جن کے عقب میں ڈریسنگ روم ہوتے

جنہیں سکین[1] کہتے ہیں۔

یونان میں سٹیج نے بتدریج ترقی کی۔ ابتدائے کار یعنی باضابطہ تھیئٹروں کی تعمیر و تشکیل سے قبل ایک ایکٹر منبر پر چڑھ جاتا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دیوتا ڈائی اینی سس کی قربان گاہ کے چبوترے پر کھڑا ہوتا ہو۔) اور طائفے اور رقاصوں سے ہم کلام ہوتا۔ پانچویں صدی ق م میں داگرچہ ٹھوس شواہد موجود نہیں) سیڑھیوں کے ذریعے آرکسٹرا سے ملحقہ نیچا چوبی سٹیج ہوا کرتا۔ پھر چوتھی صدی ق م میں پلیٹ فارم نما چوبی سٹیج بنائے گئے۔ مثلاً میگا پولس کا تھیئٹر جس میں سوا تین فٹ سے لیکر ساڑھے چار فٹ اونچا ایک چوبی پلیٹ فارم بنایا گیا تھا۔ اس پلیٹ فارم کے عقب میں ستونوں کی ایک قطار تھی۔ ایپی ڈورس میں ایک تھیئٹر میں بارہ فٹ اونچی دیوار پر چوبی پلیٹ فارم تیار کیا گیا تھا۔ بعد کے ہیلینی اور رومی ادوار میں یونانی سٹیج دس سے بارہ فٹ اونچے بنائے جانے لگے تھے۔

ڈائی اینی سس کا تھیئٹر۔ ایتھنز

یہ تھیئٹر ۳۳۰ ق م میں مکمل ہوا۔ اس میں سترہ ہزار تماشائیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ یہ تھیئٹر شہر بالا کی ایک چٹان کو کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا۔ گویا شہری زندگی کے مرکز میں تھا۔ یہاں ایتھنز کے ڈراما نگاروں کے ڈرامے پیش کیے جاتے۔ تہواروں پر مقابلے بھی ہوتے اور جیتنے والوں کو انعام دیئے جاتے۔

ایپی ڈورس کا تھیئٹر (۳۵۰ ق م)

اسے پولی کلیٹس[2] نے ڈیزائن کیا۔ یونانی تھیئٹروں میں سب سے زیادہ اس کی دیکھ بھال کی گئی۔ بے حد خوبصورت ہے۔ آرکسٹرا کا چھیاسٹھ فٹ قطر کا دائرہ صحیح سلامت ہے۔ تھیئٹر کا کل قطر ۳۷۲ فٹ ہے۔ اس کی نشست بردار ۳۲ قطاروں میں سے

---

[1]: Skene جدید تھیئٹروں میں "سین" اسی لفظ سے اخذ کردہ ہے۔

[2]: Polycletus سکیاں کا سنگ تراش۔

۲۰ نچلے درجے اور ۱۲ بالائی درجے کے لئے وقف ہیں۔ دونوں درجوں کے بیچ ایک چوڑا راستہ ہے۔ اس قسم کے تھیٹر ہر یونانی نوآبادی مثلاً ڈیلفی' ایجسٹا' سیراکیوز' ارگس اور ایلی سس وغیرہ میں تھے۔ جن میں بعد میں رومیوں نے ردّ و بدل کر لیا تھا۔

براڈ فیلڈ کالج تھیٹر

یہ تھیٹر چاک کے ایک گڑھے کو تراش خراش کر بنایا گیا ہے۔ اور چھوٹے سائز کے ایک خوبصورت یونانی تھیٹر کا تصور پیش کرتا ہے۔ اس میں کنکریٹ کی نشستیں اور قدمچے بنائے گئے ہیں۔ سٹیج چوبی ہے یہاں یونانی ڈراموں کے مختلف انگ حقیقی روپ میں پیش کئے جاتے رہے ہیں۔

رومتہ الکبریٰ[1]
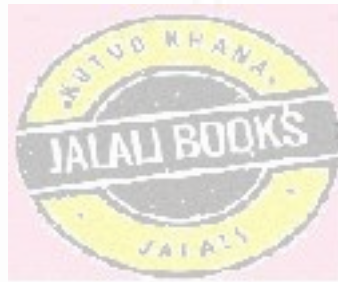
"ہمارا مرکزِ مطالعہ، ہماری منزل افکار
اور وہ نکتہ جس میں سب راستے آگے
بڑھ کر جذب ہوتے اور پھر از سرِ نو جنم
لیتے ہیں۔ رُوما اور اس کا ابدی عمل
ہے۔"

فری مین[1]

---
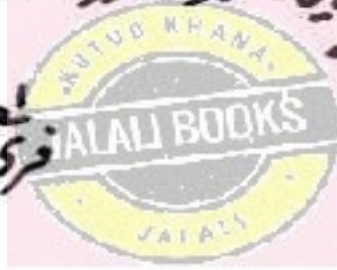
[1]: Freeman (۱۸۲۳ - ۱۸۹۲ء) ٹرینٹی کالج آکسفورڈ
کا ایک عالم اور تاریخ کا پروفیسر

جس طرح یونان نے تہذیب و تمدنی چراغ روشن اور فروزاں کئے۔ اسی طرح اہلِ
رُوما نے نظم و تنظیم اور قانونی کہکشاں سے افلاک ادوار سجائے ہیں۔ روما کا سب
سے بڑا فریضہ تشکیلِ مملکت اور اس کی نگہداری تھا۔ اسی لئے اس نے اپنے آپ کو
ازسرِنو منظم کیا۔ اور اپنی پراگندہ صفوں میں اتحاد و یگانگت کا صُور پھونکا چنانچہ
ایک اطالوی شاعر ان سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ دوسرے لوگ پیتل کو بڑی نفاست سے پیچ و خم دیں
گے۔ زندگی کو سنگِ مرمر سے حسین و دلکش خد و خال عطا کریں گے۔ بہتر
دلائل دیں گے۔ چھڑی سے آسمانی راہوں کی نشاندہی اور طلوع ہوتے
ستاروں کی وضاحت کریں گے۔
لیکن اے رُوما کے باسیو!
امن و آشتی کا فروغ، بے کسوں کی دستگیری اور
اہلِ غرور کی بیخ کنی تمہارا فن ہو گا۔"

تاریخ رُوما دیہاتی گروہ کی شہری ریاست، شہری ریاست کی اطالوی مملکت اور
اطالوی مملکت کی عالمی سلطنت میں منتقلی اس کی نشوونما کی تاریخ ہے۔
ایتھنز نے جو کچھ ایٹیکا کے لئے کیا تھا۔ وہی کچھ دریائے ٹائبر کے کنارے آباد
ایک چھوٹے سے گاؤں نے اپنے مضافاتی پہاڑوں کے لئے کیا۔ لیکن اطالیہ میں یہ سلسلہ
آگے بڑھتا رہا جبکہ ایتھنز تمام یونانیوں کی خاطر ایسا کرنے میں ناکام رہا۔ اور سیاست
میں جو سکندر اعظم نہ کر سکا وہ رومیوں نے دنیائے بحیرہ روم کی خاطر کر دکھایا۔ بلاشبہ
بعد کے یونانیوں نے بہت کچھ کیا یعنی انہوں نے حروف فنون اور سائنس وغیرہ کو منظم
اور مربوط کر کے آئندہ زمانے کو سونپا۔ لیکن اہلِ روما کے حصے میں ایک اور سعادت
آنے والی تھی۔ یعنی مستقبل کے انسان کے لئے گنجینۂ انسانیت کا تحفظ۔ انہیں تہذیب
تمدن سے مغربی وحشیوں کو روشناس کرانا تھا۔ اور پھر اس مغرب نو اور مشرق کی
یونانی ریاستوں کو یکجا کر کے ایک وحدت میں ضم کرنا تھا۔ ایک سیاسی وحدت میں اور پھر

اس دنیاوی ریاست کو قوانین اور فلاحی اداروں کی رنگارنگی سے زینت و آرائش عطا کرنا تھی۔ ان قوانین اور ان اداروں سے جنہوں نے مستقبل میں ایک دنیا کو متاثر کرنا تھا۔

روما کا شاہی فریضہ یعنی دنیا کو رومی بنانا، محض ان کی جنگی و حربی صلاحیت کا شاخسانہ نہ تھا۔ بلکہ اس میں ان کی فرزانگی اور تنظیمی قوت کا بھی دخل تھا۔ رومی بے لوچ اور سخت گیر تھے۔ لیکن ساتھ ہی عاقل، مطیع، مؤدب اور قانون پسند، تربیت یافتہ اور منظم تھے۔ احکام کی تعمیل ان کا جزو ایمان تھا۔

یونانیوں اور رومیوں کی کاوشیں ہم رنگ و ہم آہنگ ہیں اور ان کا باہمی تعلق ہے۔ ہر دو نے دنیا کو کچھ نہ کچھ دینے کی سعی کی ہے۔ یونانیوں نے فلسفہ اور فن دیا۔ جبکہ رومیوں نے قانون اور سیاسی اداروں سے دنیا کو متعارف کرایا۔ جہاں تک کہ شعراء اور دانشوروں کا تعلق ہے۔ تو ان میں سے ایک (یونانی) محض گفتار و افکار کا حامل تھا۔ اور دوسرا (رومی) صاحب کردار اور باعمل تھا۔ یونانی اپنی انفرادیت کا قائل اور رومی اطاعت قانون پر ایقان رکھتا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ادب میں انگریزی کے سوا یونان کا کوئی مد مقابل نہیں تو یہ بھی درست ہے کہ قانونی اور سیاسی تخلیقی قوتوں میں اینگلو سکسن کے علاوہ رومیوں کا کوئی ہم سر نہیں۔

سمندر اور کوہ ایلپس سے گھرا ہوا جدید اطالیہ دو نمایاں حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ پہلا حصہ وادی پو پر مبنی ہے جو شرقاً غرباً پھیلا ہے۔ دوسرا حصہ چھوٹی موٹی پہاڑیوں پر مشتمل ایسا جزیرہ نما ہے جو اپنے جنوبی حصہ سے بحیرہ روم تک چلا گیا ہے۔

روما کو تین باتیں جزیرہ نما یونان سے ممتاز کرتی تھیں۔

لہ: یہ محض مغربی مفکرین کا خیال اور مبالغہ ہے۔ ورگرنہ تاریخ میں اتنی کتنی ہی مثالیں ملتی ہیں جس میں انہوں نے وعدوں سے انحراف کیا۔ اور دھوکہ اور فریب کو اپنا شعار بنایا۔ (مصنف) ۲ء ۱ء ۲۷ ق م تک گال کا حصہ سمجھا جاتا رہا۔

سیاسی اتحاد

اس کی وادیاں اور کوہسار آسان راستوں کے ذریعے منسلک تھے۔ یونان کے برعکس اس کے شہروں کے درمیانی فاصلے بھی کم تھے۔ رومیوں کے سیاسی اتحاد کے میلان کو دوسری چند اور باتوں نے بھی تقویت پہنچائی۔ اطالیہ میں بندرگاہوں، گہری خلیجوں اور بکھرے جزائر کا فقدان تھا۔ اسی لئے یونانی تجارت کی غرض سے یہاں پہنچے۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے محصور اطالیہ زرخیز میدان اور پربتوں کی سرسبز و شاداب ڈھلانیں زراعت اور گلہ بانی کے لئے بے حد موزوں اور مناسب تھیں۔ جہاں تہذیب بھی بعد میں پہنچی۔ علاوہ بریں اہلِ رُوما کی کوششیں اور قوت ان کے اپنے وطن میں محفوظ تھی۔

بیرونی سمت میں اوّلین کوشش

اطالیہ کی لشت پر واقع سلسلہ کوہ ایپی نن نہ صرف اطالیہ کی اندرونی پیش رفت کو سہارا دیا۔ بلکہ اس کی بیرونی تحریک کی اوّلین کوشش کو بھی متعین کر دیا۔ اطالیہ اور یونان کی پشت سے پشت ملی تھی۔ مغرب میں سپین تھا۔ اور سسلی کے ذریعے افریقہ کا راستہ کھلا تھا۔ رُوما جب بیرونی دنیا کی طرف مائل ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنے تازہ دم جنگجو سپاہیوں کے ساتھ ان ہی ملکوں کو فتح کیا اور تہذیب سے روشناس کیا۔

مرکزی حیثیت

یورپی تہذیب کا آغاز اسی جزیرہ نما میں ہوا۔ اور یوں اطالیہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ یورپی بن گیا۔ بحیرہ روم کی بکھری ریاستوں کو متحد کرنے والی قوت بھی اسی سرزمین میں اُبھری۔ صحیح تاریخی اعتبار سے اطالیہ کی مرکزی حیثیت نے اسے عظیم مملکت کی داغ بیل ڈالنے کے قابل بنایا اور اسی مرکزی حیثیت کے باعث اطالیہ،

قرطاجنہ اور سپین کو ان کے اتحادی یعنی ہیلینیز (یونانی) سے الگ کرنے اور اپنے محدود سلسلۂ مواصلات کے باوجود دشمن پر کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہوا۔

حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے چند صدیاں قبل اور بعد میں اطالیہ کو دنیا کی ایک عظیم قوت بنا تھا۔ لیکن کبھی وہ ایام بھی تھے۔ جب اطالیہ طاقتور اقوام کی زد میں تھا۔ تاریخی ادوار سے قبل اس کی زرخیزی اور دلپذیری کی شہرت کوہ ایلپس اور ایڈریاٹک کے اس پار تک سے حملہ آوروں اور لٹیروں کو دعوتِ نظارہ و مبازرت دیتی رہتی تھی۔ آغازِ تاریخ کے وقت بھی یہ ہری بھری اور مناظر و مظاہرِ فطرت سے مالا مال سرزمین، مختلف اقوام کی سیرگاہ بنی تھی۔

اطالویوں کا اصل مسکن اطالیہ کا مرکز تھا۔ اس وقت اطالوی مشرقی اور مغربی شاخوں میں منقسم تھے۔ مغربی اطالوی چھوٹی پہاڑیوں والے سرسبز میدانی علاقوں میں آباد تھے اور لیشیم کے لاطینیوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ مشرقی اطالوی تعداد میں زیادہ اور کوہستانی علاقوں میں رہتے تھے۔ سبائنی[1]، سمنائٹ[2]، والسیئن[3]، ایقوئی آن[4] اور لوکی آن وغیرہ ان کی ذیلی شاخیں تھیں۔

میدانی علاقوں کے لاطینیوں اور سخت کوش کوہستانیوں کے مابین جنگ ایک عام سی بات تھی۔ اطالیہ کی دوسری اقوام میں مختلف ادوار میں آنے والے نووارد ان شامل تھے۔ مثلاً جنوب میں یونانی، شمال میں گال اور اٹرسکن[5] بعد میں آئے اور وادی پر قابض ہو گئے۔ گال کوہ ایلپس کے اس پار رہنے والے ان گالوں کا ایک حصہ تھے جو رومی غلبہ تک وحشی رہے ہے۔

اٹرسکن پُراسرار تھے۔ ایک تاریخی پہیلی موجودہ ادبا کے خیال میں وہ چوڑے

1: Sabines

2: samnite

3: Volscirnn

4: Aequian

5: Etruscans

سر کی الپائن نسل کے افراد تھے۔ ابتداً اطالیہ کے بڑے حصّے پر قابض رہے وادی پو، اٹروریا اور کمپینیا ان کی نیم وفاقی ریاستیں تھیں۔ لیشیم بھی ان کے زیر اثر رہا۔ اس وقت کوہ ایلپس سے جنوب کے یونانی شہروں تک چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے تمام میدان ان کی جولان گاہ تھے۔ تفصیلی تاریخ کے دور سے پہلے لاطینیوں اور سمنائٹ نے انہیں دریائے ٹائبر کے جنوبی علاقوں سے نکال باہر کیا تھا۔ اسی طرح حملہ آور گالوں نے وادی پو ان سے خالی کرالی تھی۔ اب اٹرسکن عملاً دریائے ٹائبر کے اس پار مرکزی ضلع اٹروریا میں محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ ان ہزیمتوں کے باوجود وہ ابھی تک اطالیہ کے مہذب افضل اور ہنر مند معمار تھے۔ ان کی تعمیر کردہ عمارات کے بہت سے کھنڈرات اپنی تحریروں کے ساتھ اس وقت بھی موجود ہیں۔ بد قسمتی سے پتھروں پر کندہ نگارشات کو اب تک کوئی نہیں پڑھ سکا۔

اٹرسکن آہن اور پیتل کے کام میں بھی ماہر تھے۔ وہ اطالیہ کے سب سے پہلے تجار تھے۔ فنیقیوں اور یونانیوں کے بہت سے فنون سے اطالویوں کو انہوں ہی نے روشناس کرایا۔ بعد کے ایام میں وہ سلطنت روما (جسے ان کی تہذیب کا وارث بننا تھا۔) کی ابھرتی قوت سے پہلے ہی تیزی سے زوال پذیر ہو گئے۔

اٹرسکن حکمرانوں اور بانی میانیوں نے روم میں عقبی دیواریں (ریشتے) تعمیر کیں۔ دلدلوں کو صاف کیا۔ دریائے ٹائبر کے کناروں کو درست کر کے گھاٹ بنوائے رومی پیرہن (ٹوگا)، رومی گھر، رومی سامانِ تفریح (قدیم رومی مدور تماشہ گاہیں) اور سب سے بڑھ کر رومی مذہب[1] اور فنِ تعمیر ان ہی کا آوردہ ہے۔

ان چار عظیم اقوام کے علاوہ اطالیہ میں ابتدائی لوگوں کی ٹکڑیاں بھی بکھری پڑی تھیں۔ یہ اجڑ کوہستانی تھے۔ ان میں ایاپیجیئن[2] وینیٹی[3] اور لی قورئین[4] شامل تھے۔

---

[1]: اجتماعی پرستش اور قسمت کا حال بتانا۔

[2]: Iaphygiars

[3]: Veneti

[4]: Liqurians

لی توریئن اپنے گڈاڑوں اور گپھاؤں کی خاطر اٹرسکنوں اور گالوں سے وحشیانہ طور پر لڑتے رہتے تھے۔ انہوں نے رومی دستوں کے خلاف گوریلا جنگ میں خوف و ہراس پھیلایا اور پھر ہلکے پھلکے رومی دستوں میں شامل ہو گئے۔

حالیہ اطالیہ کے قریباً وسط میں دریائے ٹائبر کے کنارے رومؔ[1] آباد تھا۔ اس دریائے ٹائبر کے کنارے جو کچھ آگے بڑھ کر بحیرہ روم کی آغوش میں جذب ہوجاتا ہے روم عام اطالوی قصبوں کی صورت محض ایک قصبہ ہی تھا۔ لیکن یہاں ایک سوال اُبھرتا ہے کہ یہی قصبہ حکمران کیوں بنا۔ یہ بتانا تو مشکل ہے پھر بھی قصبہ روم کی عظمت اس کے جغرافیائی حالات کی منت پذیر تھی۔

اس کی برتری و عظمت کی طبعی خارجی وجوہ چار تھیں۔

مرکزی حیثیت

روم مرکز میں واقع تھا اس لئے اطالیہ کی مضبوطی اور استواری کا فائدہ اسے حاصل تھا۔

تجارتی مقام

اطالیہ میں دریائے ٹائبر ہی میں جہاز رانی ہو سکتی تھی۔ قدیم ایام میں جہاز اور بڑی بڑی کشتیاں کوہستانی علاقوں سے گندم اور شراب وغیرہ لے کر اسی دریا سے روم پہنچتی تھیں گویا اسے بندرگاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ غنیم اور بحری قزاقوں کی اچانک یلغار سے یہ محفوظ تھا۔ تجارتی منڈی کے طور پر اس کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ نتیجتہً یہاں ثروت مند اور زردار تاجر اور امراء رہتے تھے۔

سرحدی ریاست

قصبہ روم دریائے ٹائبر پر لاطینی آبادی ہونے کے باعث بہت اہم تھا مزید

---

[1]: اسکی اساس کی تاریخ غیر یقینی ہے عموماً ۷۵۳ ق م خیال کی جاتی ہے۔

برآں یہ دو دشمن اقوام یعنی اٹر با اور سبائنی کے درمیان واقع تھا۔ گویا ان دونوں کے درمیان یہ ایک سرحدی ریاست تھا جس سے دونوں قومیں اکثر راہنمائی حاصل کرتی تھیں۔

سات پہاڑیاں

روم کی برتری کی سب سے نمایاں اور ممتاز وجہ یہ تھی کہ یہ سات پہاڑیوں کا شہر تھا۔ اطالوی قصبے، یونانیوں کی طرح اپنے خانوادے حفاظتی یا پہاڑی قلعوں میں رکھتے تھے۔ لیشم کا بھی یہی حال تھا۔ روم کی ساتوں پہاڑیاں الگ الگ نوآبادیوں کے قابل تھیں۔ اور ایک دوسرے کے اتنی قریب کہ ان کی باہمی دشمنی اور دوستی ان کے مستقبل پر اثر انداز ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر روم ان جداگانہ پہاڑیوں کی نوآبادیوں کے اتحاد و اتفاق کا باعث بنا۔ ان جداگانہ نوآبادیوں کے آثار اب بھی ملتے ہیں۔

ایک مفصل کلاسیکی کہانی کے مطابق (۷۵۳ سے ۵۱۰ ق م) روم پر سات حکمرانوں کی عملداری رہی۔ شہر روم کا بانی اور اولین حکمران رومیولس تھا ـــــ رومیولس کو ایک مادہ بھیڑیئے نے دودھ پلایا تھا۔ اور گڈریوں نے پرورش کی تھی اور پھر اس نے ان ہی کی اعانت سے بھیڑیئے کے بھٹ کے اوپر "پلے ٹائن مونٹ"

۱: بعض کے نزدیک شہر روم کا سنگِ بنیاد ۷۵۴ ق م میں رکھا گیا۔

۲: روم کا روایتی بانی Romulus اور اولین حکمران۔ مارز (جنگ کا دیوتا) اور لاطینی شہزادی (ریہ سلویا، شاہ البا کی دختر) الیا کا بیٹا۔ ریمس اس کا جڑواں بھائی تھا۔ شاہ البا کے بھائی ایمولیئس نے اپنے بادشاہ بھائی کے تخت پر قبضہ کر کے ان دونوں جڑواں بھائیوں کو دریائے ٹائیبر میں پھنکوا دیا تھا۔ قسمت سے دونوں بچ گئے۔ ایک مادہ بھیڑیئے نے انہیں دودھ پلایا۔ اسی دوران ایمولیئس مارا گیا اور شاہ البا کو اس کی حکومت دوبارہ مل گئی تھی۔ رومیولس نے جب شہر روم کی اساس رکھی تو اس کے بھائی ریمس نے اس کا مذاق اڑایا اس پر رومیولس نے اسے قتل کرا دیا۔

پر ایک شہر تعمیر کیا۔ یہاں اس نے جلاوطن اور بھانت بھانت کے قانون شکن لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا کیا۔ اور سبائنی قبیلے کی لڑکیاں چھین کر انہیں اپنی بیویاں بنایا اس کے بعد رومیولس نے رُومیوں اور سبائنیوں (جو اس وقت ایک قریبی پہاڑی پر آباد ہو گئے تھے) کو یکجا کر کے قبائل ترتیب دئے۔ اور ایک سنیٹ[1] کا تقرر کیا۔

رومیولس نے بہت سی جنگیں لڑیں اور فتوحات حاصل کیں۔ اور پھر ایک دن اسے طوفان باد و باراں میں دیوتاؤں نے آسمان پر بلا لیا[2]۔ نوما دوسرا بادشاہ تھا۔ جو کافی وقفے کے بعد منتخب ہوا۔ اس نے مذہبی تنازعات نمٹائے اور اپنی رعایا کو قوانین اور فنون امن (جو اسے راتوں میں ایجیریا نامی پری نے ایک مقدس جھنڈ میں سکھائے تھے) سکھائے۔ ٹلس ہوسٹی لیس[3] ایک جنگجو فاتح اور رومیولس کا سایہ تھا۔ آنکس مارشیس نوما کی دھندلی شبیہ تھا۔ پانچواں بادشاہ ٹرے قوینی اول[4] ایک اٹروسکن مہم جو تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا (کنیز زادہ) سرویئس ٹیولیئس تاجدار بنا اور پھر متکبر ٹرے قوینی دوم اورنگ شاہی پر جلوہ آرا ہوا۔ جسے عوام نے تخت سے اتار کر جمہوریت قائم کر لی۔ اب شاہ کی جگہ یک سالہ دو کونسلیں بن گئی تھیں۔

یونانیوں کے بقول آخری تین حکمران ظالم اور جابر تھے۔ روم کے ان شاہان نے طبقہ امراء کے خلاف غلاموں اور ادنیٰ طبقوں کے افراد کی اعانت کی رُومی مملکت کو پھیلایا اور مفید امور سر انجام دئے۔ دو سو برس کے دوران یعنی ۳۰۰ ق م تک اطالیہ میں قومی احساس پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔

سات پہاڑیوں کے اتحاد کے بعد بھی روم کا علاقہ دریائے ٹائبر کے ساتھ ساتھ محض ایک تنگ سی پٹی تک محدود تھا۔ دو میل دریا کے بہاؤ کے رُخ اور پانچ میل مخالف سمت میں۔ ہر جہت سے محدود یہ شہر اٹروجن کے خلاف فقط ایک چوکی دکھائی دیتا تھا۔ پھر

---

[1]: قدیم روما کی مجلس عیان۔

[2]: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے سینیٹ نے حسد کے سبب قتل کرا دیا تھا

[3]: Tullus Hostilius

[4]: Tarquin [5] بعض نے ۵۰۹ ق م اور بعض نے ۵۱۰ ق م لکھا ہے۔

رُوم نے آہستہ آہستہ اپنے بازو پھیلانا شروع کیے۔ رومی سپاہ نے کئی لاطینی قصبے تباہ کر ڈالے اور اُن کے باشندوں کو گھیر کر رُوم میں لے گئے۔ اسی طرح اس نے لاطینی وفاقی ریاستوں کے سربراہ البا لونگا (سفید شہر) کو زمین بوس کر دیا۔ اور خود اس کی جگہ لے لی اب دریائے ٹائیبر کی پہاڑیوں میں سے تین کی نوآبادیوں نے ایک وفاق قائم کر کے تین قبائل یعنی رمنسز، امبرٹی ٹائیٹیز اور لیکیریجنا تے۔ جن کے افراد، طبقہ امراء کے افراد اور پیٹری شیئن کہلاتے تھے۔ عرصہ دراز تک صرف یہی مکمل شہری تھے سوائے مفتوحہ علاقوں کے اِن گِنے چُنے افراد کے جنہیں کبھی کبھار یہ اپنے زمرہ میں شامل کر لیا کرتے۔ غلاموں کی اولاد اپنے آقا کے خاندان میں غلام ہی رہتی۔ البتہ نو واردانِ رُوم حصولِ تحفظ کی خاطر طبقہ امراء کے افراد تک رسائی پا لیتے تھے۔ مفتوحہ علاقوں کے باشندے بادشاہ کے کلائنٹ بن جاتے۔ اس پر انہیں پلے بینز (طبقہ ادنیٰ کے افراد) کا خطاب دے دیا جاتا۔ لیکن طبقہ امراء کی طرح انہیں شہری حقوق نہ ملتے اور نہ یہ شہری ریاست، قوانین اور مذہبی امور میں کوئی حصہ لے سکتے تھے۔ اس وقت کی حکومتی مشینری کے تین اہم پُرزے یہ تھے۔

۱۔ بادشاہ
۲۔ بڑوں کی کونسل
۳۔ افراد قبائل کی مشہور اسمبلی

بادشاہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ وُہ رومی خانوادہ کا باپ تھا منصف کی حیثیت میں اس کا فیصلہ آخری تھا۔ وُہ تنہا اسمبلی بنا سکتا تھا۔ تمام شہریوں پر اسے فوقیت حاصل تھی۔ نئے بادشاہ کے انتخاب پر اسمبلی کی منظوری ناگزیر تھی بادشاہ کسی کے سامنے جوابدہ نہ تھا۔ البتہ اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وُہ بڑوں کی کونسل کے مشوروں پر ہمدردانہ غور کرے گا۔

بڑوں کی کونسل ایک قسم کی مشاورتی کمیٹی تھی۔
اسمبلی نئی باتوں کی منظوری دیتی اور شاہ کی طرف سے تقرریوں کی تائید کرتی۔

رومی اگرچہ بادشاہت سے متنفر تھے۔ لیکن اس کے باوجود ایام خطرات میں دیرینہ بادشاہت ایک نئے عنوان سے معرض وجود میں آگئی۔ یعنی کونسل سینیٹ کے مشورہ سے ایک ڈکٹیٹر منتخب کرنے لگی جو روم کی قسمت کا تنہا مالک ہوتا اس کے منصب کی معیاد چھ ماہ ہوتی۔ وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کر سکتا تھا۔

روم میں بادشاہت کا اختتام جمہوریت کی طرف صحیح قدم نہ تھا۔ روم اب شاہان کی بجائے طبقہ امراء کے ہاتھوں میں چلا گیا تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر طبقہ ادنیٰ نے بھی ہتھیار اٹھا لئے اور بہت سے حقوق حاصل کر کے ایک اسمبلی کی صورت میں اقتدار میں شامل ہو گئے۔

۵۱۰ ق م کے بعد روم گردش میں آگیا۔ لاطینی قصبے ان کی گرفت سے نکل گئے اٹروسن نے اپنا بہت سا کم کردہ علاقہ واپس لے لیا۔ حقیقتاً آئندہ ساٹھ سالوں میں روم کی جان پر بنی رہی۔ اور اس کے دشمن اٹروسن، والیئن اور سبائن وغیرہ جنگیں لڑتے رہے۔ بالآخر لاطینی لیگ ایک معاہدے کے ذریعے روم سے وابستہ ہو گئی۔ ۳۹۰ ق م گذر نے پر روم نے پھر اپنے سلکے کو ڈھیل دی۔ اس نے لیشیم پر قبضہ کر لیا۔ جنوبی ایٹوریا چھین لیا۔ حتیٰ کہ لاطینیوں نے بھی اس کی برتری تسلیم کر لی۔ متحدہ اطالیہ کو بحیرہ روم کی سرزمین پر اقتدار کلی کے حصول میں قریباً ڈیڑھ سو سال لگے۔ اس وقت مملکت اطالیہ کے ڈانڈے میگا یونان (جنوبی اطالیہ) سے جا ملے تھے جہاں یونانی نوآبادکاروں کی ریاستیں قائم تھیں۔ ۲۷۲ ق م میں رومیوں نے میگا یونان کو بھی اُچک لیا۔ جنوبی اطالیہ پر رومیوں کا قبضہ، سسلی میں ماننگا گریشیا کے ساتھ تعلقات کا باعث بنا۔

اب رومیوں کا مغرب میں فقط ایک رقیب تھا۔ اور وہ تھا قرطاجنہ۔ مغربی بحیرہ روم پر غلبہ پانے کے لئے قرطاجنہ یونانیوں سے کافی عرصے تک برسرپیکار رہا تھا۔

لہ: کارتھیج شمالی افریقہ کے ساحل کے عین وسط میں واقع تھا۔ کارتھیج یا قرطاجنہ اور اہلِ روما کے مابین ۱۲۰ سال جنگوں کا سلسلہ جاری رہا جو پیونک جنگوں کے نام سے مشہور رہے۔ تین اہم جنگیں لڑی گئیں جو بالآخر قرطاجنہ کی تباہی پر منتج ہوئیں جولیس سیزر کے عہد میں قرطاجنہ سلطنت روما کے افریقی صوبے کی بندرگاہ بن گیا تھا۔

فنیقیوں کی یہ افریقی نوآبادی شمالی افریقہ کی عمدہ ترین بندرگاہ تھی۔ سپین سسلی اور اور سارڈینیا پر قبضے کے بعد قرطاجنہ نے اپنی بحری و بری قوت میں کافی اضافہ کر لیا تھا۔ قرطاجنہ کی تہذیب مشرقی تھی۔ فنیقی سورج دیوتا بال اور عشتارت کی پرستش کرتے تھے۔

سسلی کا مشہور جزیرہ اصلاً اطالوی جزیرہ نما ہی کا ایک سلسلہ تھا جو افریقی ساحل کی جانب ۹۰ میل دور تک سمندر میں چلا گیا تھا۔ پانی میں دھنسی ہوئی اس منیڈھ (پہاڑی سلسلہ) نے بیک وقت دو براعظموں کو ملانے میں مدد دی۔ دونوں براعظموں کے درمیان واقع اس وسطی پارۂ ارض پر یورپیوں اور افریقیوں نے تسلط کی خاطر صدیوں تگ و دو کی تھی۔ اور ابھی اسے صدیوں تک یورپی رومیوں، نارمنوں، افریقی غارت گروں اور عربوں کی جولان گاہ بننا تھا۔

اہل قرطاجنہ اور رومیوں میں خوشگوار تعلقات قائم تھے۔ لیکن جب رومیوں نے اپنے بحری جنگی بیڑے میں اضافہ کر کے سسلی کے معاملات میں دخل اندازی شروع کر دی تو قرطاجنہ سے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۲۶۴ ق م میں ان دونوں ملکوں کے بیچ پہلا معرکہ گرم ہوا۔

قرطاجنہ کی قوت اس کے جنگی بیڑے اور دولت میں مضمر تھی۔ ادھر رومی اپنی حربی استعداد اور عوامی جذبے پر نازاں تھے۔ ۲۵۶ ق م میں قرطاجنہ کے مقابلے میں رومیوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور قرطاجنہ کو سسلی کے علاوہ بھاری تاوانِ جنگ بھی ادا کرنا پڑا۔

دوسری پیونک وار (۲۱۸ - ۲۰۲ ق م) زیادہ تر سسلی میں لڑی گئی۔ اطالوی اسے ہنی بال کی جنگ کہتے ہیں۔ ہملکر قرطاجنہ کا بہت بڑا جنرل اور پہلی جنگ کا ہیرو تھا۔ اسے قرطاجنہ کی شکست اور بحیرہ روم کے جزائر چھن جانے کا بڑا قلق تھا چنانچہ

ف: بعد میں قرطاجنہ کے کرائے کے سپاہیوں نے بغاوت کر کے سارڈینیا اور کارسیکا کا علاقہ بھی رومیوں کے حوالے کر دیا تھا۔

اس نے قرطاجنہ کے نقصان کی تلافی کے لئے سپین میں قرطاجنہ کی مملکت کو استوار کرنے اور وہاں کی معدنیات اور سخت جان قبائل سے فیض اٹھانے کا تہیہ کر لیا۔

۲۳۶ ق م میں جب وہ سپین جانے لگا تو اس نے قربان گاہ کے قریب کھڑے ہو کر اپنے بیٹے ہنی بال کی قسم کھائی کہ وہ روما کا ابدی دشمن ثابت ہوگا۔

اس وقت ہنی بال کی عمر نو سال تھی۔ بعد میں ہنی بال نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر بڑا نام کمایا۔ چھبیس سال کی عمر میں اس نے سپین کی باگ ڈور سنبھالی۔ وہ ایک بہترین سیاست دان اور تاریخ کا عظیم جنرل تھا۔ رومی وقائع نگاروں نے اس کے مرتبے اور منصب کو گھٹانے کی بہت کوشش کی ہے۔ لیکن بقول کرنل ڈاج:۔

"تمام تاریخ میں پاکیزگی کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کوئی شریف نہیں۔ حب الوطنی میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ ذہانت میں یکتا اور بے مثل لیکن اپنی بدنصیبی میں انتہائی دردناک"

ہنی بال ۲۲۱ ق م میں نمودار ہوا۔ قرطاجنہ کا یہ عظیم سپوت اور وقت کا برترین سپہ سالار جنگجوئی اور دلیری میں سکندر اعظم، اٹیلا اور چنگیز خان وغیرہ سے کسی طور کم نہ تھا اس نے پہلے سپین میں گال قبائل کو مطیع کیا اور پھر ایک لاکھ فوج کے ساتھ کوہ ایلپس کے غیر معروف اور ناقابل گذر دروں میں آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ وہ ابرو اور وادی پو کے درمیان اوگھٹ گھاٹیوں اور سنگلاخ راستوں میں اپنی تین چوتھائی افواج گنوا کر اطالیہ میں داخل ہوا۔ پانچ لاکھ رومیوں کے مقابلے میں اس کی کمان میں محض ساٹھ ہزار سپاہی تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے رومیوں کو پے در پے شکستیں دیں اور تمام اطالیہ میں نیزوں اور تلواروں کی آگ پھیلا دی

جنگ کنائی، جنگ نہیں انسانوں کا قتل عام تھا۔ اس جنگ میں ساٹھ ہزار رومی اور چھ ہزار ہنی بالی سپاہی کھیت رہے۔ بیس ہزار رومیوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ ہنی بال نے مقتول رومی سرداروں کی کلائیوں سے جو زریں کڑے وغیرہ اتارے ان

کا وزن دو من بارہ سیر تھا۔ ادھر رومیوں نے بھی اس شکست کے باوجود دل نہیں ہارا۔ انہوں نے قیدیوں غلاموں بوڑھوں اور لڑکے بالوں پر مشتمل ڈھائی لاکھ فوج میدان رزم میں لا کھڑی کی۔

ہنی بال کو اس تمام عرصے میں کہیں سے کوئی کمک نہ پہنچ سکی۔ رومی ایک طرف ہنی بال کی سپلائی لائن کو زک پہنچاتے رہے۔ اور دوسری طرف ہر آن تازہ دم سپاہ کا ان میں اضافہ ہوتا رہا۔ مالی اور فوجی کمک کے بغیر بھی ہنی بال اطالیہ میں تیرہ سال سے زیادہ دشمن کے خلاف برسرپیکار رہا۔ اور وہی حربی استعداد بروئے کار لاتا رہا جو اس نے سپین، سسلی، مقدونیہ اور افریقہ میں روا رکھی تھیں۔ اور جب ہنی بال کے آزمودہ اور تجربے کار سپاہی میدانِ جنگ میں کٹ مرے تو اس نے اطالوی سپاہی اپنی فوج میں بھرتی کرنے شروع کر دئے اور اس طرح اطالوی اپنے عظیم دشمن کے حربی وضربی گر سیکھ گئے۔

ہنی بال روم کی دیواروں تلے جا پہنچا تھا۔ اور اطالوی مائیں اپنے بچوں کو ڈرا رہی تھیں۔ "ہش! ہنی بال دروازہ پر آپہنچا ہے۔" رومیوں کے وہ لیل ونہار انتہائی طویل اور تاریک ترین تھے۔ ہنی بال کا بھائی ہسڈروبال اپنے عظیم بھائی کی مدد کو پندرہ ہاتھیوں اور پچپن ہزار جنگجوؤں کے ساتھ کوہ ایلپس عبور کر کے اطالیہ میں در آیا تھا۔ اس وقت دونوں بھائیوں کے گرد لاکھوں رومیوں کا ہجوم تھا۔ اور پھر ایک دن اچانک ان گنت رومی ہسڈروبال کے خیمے پر ٹوٹ پڑے۔ اور وہ اس بُری گھڑی سے نہ بچ سکا۔

اسی دوران رومیوں نے ایک چال اور چلی۔ انہوں نے قرطاجنہ پر ضرب لگانے کو اپنی فوج روانہ کر دی۔ دو سال بعد ہنی بال کو اجباراً دشمن کی سرزمین چھوڑنا پڑی۔ ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے نزدیک زما کے مقام پر دونوں حریفوں کے مابین گھمسان کا رن پڑا جس میں ہنی بال کو شکست ہوئی۔ اس ہزیمت کے بعد قرطاجنہ رومیوں کا باجگزار بن گیا۔

• عظمت کے لئے فتوحات ضروری نہیں ہیں

رومیوں کی آتش رقابت سرد نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے قرطاجنہ سے ہنی بال کا مطالبہ کیا تو وہ مشرق میں نکل گیا۔ رومیوں کی منافرت ایک ملک سے دوسرے ملک میں اس کا پیچھا

کرتی رہی۔ اور بالآخر اس نے ۱۸۳ ق م میں خودکشی کرلی۔

رومی افواج سالہا سال سپین میں پڑی رہیں۔ ان میں سے بہت سوں نے سپین کی خواتین سے شادیاں کرلیں اور فوج سے فارغ ہوکر وہیں پر آباد ہو گئے۔ اور سپین روم سے زیادہ رومی بن گیا۔ رومیوں نے تیسری بار جلد ہی قرطاجنہ کے خلاف ہتھیار اُٹھا لئے۔ قرطاجنہ کی دولت اور اسلحہ کے انباروں کا سُن کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ قرطاجنہ میں اب دم خم نہ تھا۔ اسے جُھک کر اطاعت کی بھیک مانگنی پڑی۔ رومیوں کی کڑی شرائط کے سبب قرطاجنہ کو اپنے عالی نسب خاندانوں کے تین سو لڑکے پیش کرنا پڑے۔ ان کی لہلہاتی فصلیں اور اسلحہ خانے مسمار کر دیئے گئے۔ علاوہ بریں تین ہزار منجنیقیں، کئی سو جنگی جہاز، دو لاکھ ہتھیار اور دوسرا بے شمار حربی و ضربی سامان چھکڑوں اور گاڑیوں کی ایک طویل قطار میں رومی افواج کے پاس اٹیکا پہنچا دیا گیا۔ جب قرطاجنہ قلاش ہو گیا تو رومیوں نے ایکا ایکی قرطاجنہ شہر کی تباہی اور شہری آبادی کی جلاوطنی کے احکام صادر کر دیئے۔

تباہی اور جلاوطنی سے بچنے کے لئے قرطاجنہ کا بے در و دیوار شہر ایک ورکشاپ بن گیا۔ گلی گلی کوچے کوچے اور گھر گھر ہتھیار بنائے جانے لگے۔ اس مقصد کے لئے معابد اور خانقاہوں کو گرا کر شہتیر اور دھات حاصل کی گئی۔ خواتین نے منجنیقوں کی رسیوں کے لئے اپنے لمبے لمبے بال کاٹ کر پیش کر دیئے۔ قرطاجنہ بیماریوں، تباہ کن کیڑوں مکوڑوں، قحط اور خستہ حالی کے باوجود پورے چار سال رومیوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ گھر گھر، محلے محلے جنگ لڑی گئی۔ قدم قدم پر خونیں معرکے ہوئے۔ آخر ۱۴۶ ق م میں سات لاکھ کی آبادی میں سے پچاس ہزار نے ہتھیار ڈال دیئے۔ شہر کے فوجی سربراہ ہسڈروبال (ہنی بال کا بھائی نہیں) نے اپنے دو نوجوان بیٹوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر خودکشی کرلی۔

رومیوں نے کئی دن شہر میں قتلِ عام کیا۔ پہلے شہر کو آگ لگائی اور پھر ہل پھروا دیا۔ قرطاجنہ رومی صوبہ بن گیا۔ اور ایک طویل مخاصمت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ ان جنگوں میں رومیوں کے پانچ لاکھ آدمی کام آئے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس وقت (۱۲۹ ق م) ایک عظیم قوت تھے۔ سکندرِ اعظم اور قرطاجنہ کے وارث، مصر و شام

لگے آگا۔

روم میں سینیٹ حکمران رہی۔ پھر ماری اس، سلا، پومپی اور سیزر کی نراجی (فوجی) حکومتیں اس عظیم سلطنت میں سیاہ و سپید کی مالک بنیں۔ پومپی نے کامیاب جنگیں لڑیں۔ (۸۰۔ ۵۹ ق م) اور پونٹس اور آرمینیا پر قبضہ کر کے رومی سلطنت کو دریائے فرات تک پھیلا دیا۔

جولیس سیزر عوامی لیڈر اور رومی تاریخ کا ذہین ترین انسان، طبقہ امراء میں سے تھا۔ وہ کونسل بنا۔ گال کے صوبوں پر پانچ برس حکمرانی کی۔ دریائے رہائن اور برطانیہ میں فوج کشی کی۔ آمر جولیس سیزر کے عہد میں مملکت روما اپنے شباب پر تھی۔ سپین گال، مصر عراق، شام، یونان، آرمینیا، ایشیائے کوچک اور انگلستان تک رومیوں کے زیر نگیں تھے۔ سیزر کے قتل کے بعد پندرہ سال خانہ جنگی میں گذر گئے۔ قاتلوں کو صلے کی اُمید تھی۔ آس پاس بھی تو دو گیارہ ہو گئے۔ ان ایام میں اطالیہ کا اقتدار دو شخصیتوں یعنی انٹونیئس اور آکٹے ویئس کے تصرف میں تھا۔

انٹونئیس سیزر کا ایک دیرینہ افسر تھا۔ عیاش باعزم اور دلیر۔ آکٹے ویئس سیزر کے بھائی کا پوتا اور سیزر کا لے پالک تھا۔ ایک وقت وہ نحیف اور کمزور نوجوان تھا۔ لیکن جلد ہی روم الکبریٰ کا عظیم سیاست دان بن گیا۔ کچھ عرصے روما کی یہ دونوں مقتدر شخصیتیں متحدہ طور پر دشمنوں کے مقابل شمشیر بکف رہیں۔ اور پھر وسیع و عریض مملکت کو دوپارہ کر لیا۔ مشرق انٹونیئس کے حصے میں آیا۔

مصر کی قلوپطرا ؛ حسین رنگین قلوپطرا اپنے ٹھوس حسن و جمال کے اعتبار سے سراپا

لہ: ایک پرانی کہانی کے مطابق جب جولیس سیزر نے خنجر بردار حاسدوں کو دیکھا جن کی راہنمائی بروٹس اور کے سیئس کر رہے تھے تو مدافعت پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن جب اس نے اپنی محبوب اور بااعتبار ہستی بروٹس کو غراتے دیکھا تو افسردگی کے عالم میں کہا، کیا بروٹس تم بھی؟ اس نے پرسکون انداز میں اپنا ٹوگا کھینچا۔ اور مدافعت کا خیال چھوڑ دیا اور پھر حاسدوں کے ہاتھوں تیئس زخم کھا کر پومپئی کے مجسمے کے قدموں میں گر پڑا۔

زہر بھی انٹونیئس نے اس کے زہر کا دل نشیں پیالہ پی کر مشرق کے تمام امیر ترین صوبے اس کے قدموں میں ڈال دیئے۔ یہ افواہ بھی گرم ہوئی کہ وہ روم کی بجائے سکندریہ کو دارالسلطنت بنانے کا خواہاں ہے۔ چنانچہ سینیٹ نے ۳۱ ق م میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ جس میں مغرب ایکیلا پھر سرخرو ہوا۔ آکٹے ویئس جب ۲۹ ق م میں مصر سے ظفر مند و کامران لوٹا تو جینس[1] کے مندر کے تمام دروازے علامتِ امن و آشتی کے طور پر بند کر دیئے گئے۔

۲۷ ق م میں رومی سینیٹ نے آکٹے ویئس کو آگسٹس[2] (۶۳ - ۱۴ ق م) کا نیا خطاب عطا کیا جو اس سے قبل صرف دیوتاؤں کے لئے مخصوص و مستعمل تھا۔ روما میں آغاز شہنشاہی یہیں سے ہوا۔ اس وقت رومتہ الکبریٰ کی آبادی (مع غلامان) پانچ کروڑ تھی۔

آگسٹس نے روما میں بہت سے تھیٹر، بارہ دریاں، غلام گردشیں اور بارہ مندر تعمیر کرائے اور بیاسی شوالوں کی تزئین و مرمت کرائی۔ اس کی تقلید میں امراء و صاحب ثروت افراد نے اپنے دیار و امصار میں اس قسم کی عمارات کی اساس رکھی۔ عہد آگسٹس کی سب سے مشہور عمارت پینتھیون تھی۔ ایک وزیر کی تعمیر کردہ یہ عمارت تمام ولیوں کا معبد اور کل دیوتاؤں کا مندر تھا۔ جس کا قطر بھی ۱۴۲ فٹ اور بلندی بھی ۱۴۲

---

[1] : اطالیہ کا قدیم اور دروازے کے راستے (جنوآ) کا دیوتا۔ جو گھر اور شہر کے دروازوں کا نگران بھی تھا۔ سال کی صدارت اسے تفویض تھی۔ جنوری اس کا خاص مہینہ اور جنگ کے دوران ریاست کی سلامتی اس کی ذمے داری تھی۔ امن کے ایام میں اس دیوتا کے معبد کے دروازے بند رہتے تھے۔ اور ایام جنگ میں انہیں کھول دیا جاتا تھا۔ یہ دروازے ایک بار قبل از تاریخ اور دوسری بار روایتی شاہ نوما کے عہد میں بند ہوئے تھے۔

[2] : لاطینی لفظ آگیو Augeo سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی ذی شان یا محترم کے ہیں یہ خطاب ۲۷ ق م میں سینیٹ نے احتراماً جولیئس سیزر کو عطا کیا تھا آگسٹس اپنی موت تک شہنشاہ رہتا تھا بعد میں یہ خطاب رومی شہنشاہوں کے لئے مستقلاً استعمال ہونے لگا تھا۔

فٹ تھی۔ ۲۶ فٹ قطر کا ایک ذی شان گنبد جس پر کانسی کی ٹکڑیاں جڑی تھیں۔ شاہی تاج کی مانند اس کی زینت بنا تھا۔ یہ گنبد ایک روزن کے سبب تاباں و منور رہتا تھا۔ معبد کی چار دیواری میں سنگِ زرد کا ایک دیدہ زیب اور جانفزا ستون تھا۔ جس نے شاندار کمانوں کے ذریعے ایک محراب کو سہارا دیا تھا۔ اس محراب پر بھی کئی ستون ایستادہ تھے۔ محرابوں کی ایک اور خوبصورت قطار گنبد کی بنیادوں تک چلی گئی تھی۔ ستونوں کے وقفوں کے بیچ قوم اور مذاہب کے دیوتاؤں کی مورتیاں رکھی تھیں۔ یہ مندر دراصل رومتہ الکبریٰ کے تمام رومیوں کی بردباری اتحاد اور یکتائی کا مظہر تھا۔

رومیوں نے جگہ جگہ ایسے ستون تعمیر کئے جن پر کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا کا مجسمہ ہوتا تھا۔ شہنشاہی دور میں اہلِ روما نے یونانی فن تعمیر اپنا پسندیدہ اور مرغوب فن بنا لیا تھا۔ ان دنوں سب سے بڑا منصوبہ عرض سے تین گنا طویل ایک عظیم ہال کی تعمیر تھی۔ جس میں ایک گول چبوترہ متعدد منصفین کے بیٹھنے کو تھا۔ دروازہ سے نافِ ہال تک ستونوں کی روؤں کے ذریعے ہال کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ ستونوں کی روؤں کے درمیان سقف دار راستہ تھا۔ راستوں کے اوپر کی سقف پر عوام کے بیٹھنے کو گیلریاں تھیں۔ چھت کے درمیانی حصے کو کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ بعض اوقات اس قسم کے ہال کی تعمیر میں ستونوں کی دوہری قطاریں بنائی جاتی تھیں جن کے ہر طرف دوہرے راستے ہوتے۔ عیسائیوں نے اس قسم کے ہال پہلے تو چرچ میں منتقل کئے اور پھر انہیں کیتھیڈرل کا درجہ دے دیا۔

آگسٹس کے بعد روما میں ٹائبیریئس (۱۴ ق م - ۳۷ ء) کیلی گولا [1] (۳۷ - ۴۱ ء) کلوڈیئس [2] (۴۱ - ۵۴ ء) اور نیرو [3] (۵۴ - ۶۸ ء) وغیرہ کو حکمرانی کا

---

[1]: ایک جنونی حکمران جس کی سفاکی نے اس مزاح کو جنم دیا۔
" کاش تمام رومیوں کی ایک گردن ہوتی؛ تاکہ اس کے مخالفوں میں سے کسی ایک کی شمشیر ایک ہی ضرب میں کاٹ ڈالتی۔

[2]: جنوبی برطانیہ اس کے عہد میں فتح ہوا۔

[3]: شیر کی مانند بدکار اس کے دور میں چھ دن کی آتش زنی میں آدھا روم جل گیا تھا۔

اعزاز ملا۔ پھر طالع آزماؤں کا دور آیا جو دو صدیوں تک قائم رہا۔ آگسٹی دور کے اہم شعراء اور ادباء درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہوریس (۶۵ ۔ ۸ ق م)
ایک آزاد کردہ غلام کا بیٹا تھا۔ اپولیا میں وینوشیا کے مقام پر پیدا ہوا۔ اس کی نظمیں مزاحیہ عنصر اور ضمنی قصوں کی امین تھیں۔

۲۔ ورجل (۷۰ ۔ ۱۹ ق م)
مینچوا کے قریب انیڈیز نامی گاؤں میں اس کا جنم ہوا۔ ورجل اپنی رزمیہ نظم "اینیڈ" کے سبب بیحد مقبول ہے۔ ازمنہ وسطیٰ میں اسے روما کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا گیا۔ ڈانٹے بھی اس کی عظمت کا قائل ہے۔

۳۔ اووِڈ (۴۳ ق م ۔ ۱۸ ع)
رومی نائٹ تھا۔ ۸ ع میں آگسٹس نے اسے ملک بدر کر دیا تھا۔ اس کے آخری سال بحیرہ اسود کے کنارے گزرے جہاں بیٹھ کر اس نے انتہائی دردناک شعر کہے۔ اووڈ اپنی صنمیاتی نظم کے سبب مشہور اور ازمنہ وسطیٰ کا بہت معروف شاعر ہے۔

۴۔ لیوی
گال قبیلے سے تھا۔ اس نے اس دور کی رومی تاریخ لکھی۔

۵۔ ڈائی اینی سس
سسلی کا یونانی۔ دنیا کی اوّلین تاریخ لکھی۔

۶۔ ڈیوڈورس
ایشیائی یونانی تھا اس نے بھی اسی دور کی تاریخ قلم بند کی۔

۷۔ سٹرالو
ایشیائے کوچک کا باشندہ جس نے رومی دنیا کا نقشہ پیش کیا۔

مؤخر الذکر تین ہستیوں نے یونانی زبان میں لکھا۔ ان شخصیتوں کے علاوہ پہلی[1] صدی عیسوی میں اور بھی کئی شعراء اور فلسفی گذرے ہیں جو رتبہ میں کم ہیں دوسری صدی عیسوی میں بھی روما میں فلسفی، شعرا اور تاریخ دان ہوئے ہیں۔

تیسری صدی ق م کے وسط تک رومیوں میں کوئی ادیب نہ تھا۔ میگناگریشیا کے قبضہ کے بعد (یونانیوں کے زیر اثر) انہیں اس کمی کا احساس ہوا۔ ٹرنیٹم کے ایک یونانی غلام لیویئس انڈرونیکس نے روما میں سب سے پہلے ڈرامے کو روشناس کرایا۔ اس کے اور اس کے شاگرد نیویئس کے ڈرامے قدیم یونانی ادیبوں کی نگارشات کا چربہ تھے۔ میگناگریشیا کے اینئس نے بھی دوسری پیونک وار کے بعد رومیوں کو ہنسنے ہنسانے کے لئے ڈرامے ترجمہ کئے۔ لیکن اس کا بڑا شاہکار روایتی رومی تاریخ پر مبنی رزمیہ نظم ہے۔ روما میں طربیہ کا سہرا پلاؤٹس اور ٹیرنس کے سر ہے آگسٹس کے دور سے قبل روما کا مایۂ ناز خطیب اور لاطینی نثر کا بادشاہ سسرو تھا۔ اس کے بعد مختصر تاریخ نویسی بھی رواج پانے لگی۔

رومتہ الکبریٰ کی ذی شان سلطنت میں اگرچہ عیسائیت جوڑیا سے آگے نہ بڑھ سکی۔ لیکن پھر بھی حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار ہر بڑے شہر میں موجود تھے۔ تبلیغ کی ان میں ہمت نہ تھی۔ بعض اوقات اُنہیں کسی بہانے موت تک کی سزا دی جاتی بہرحال عیسائیت دھیرے دھیرے ادنیٰ طبقوں کو متاثر کر رہی تھی

تیسری صدی عیسوی میں عرب قبائل افریقہ میں آگے بڑھ رہے تھے۔ پارتھینز فرات کے لئے خطرہ بنے تھے اور تاتار سلاؤ، ہیئن اور جرمن دریائے ڈینیوب کے آس پاس ہجوم در ہجوم منڈلا رہے تھے رومیوں کی یہ صدی مدافعتی جنگوں میں گذری۔

---

[1]: عیسائیت چوتھی صدی عیسوی میں رنگ لائی اس وقت عیسائی رومی سلطنت کی آبادی کا دسواں حصہ تھے۔ طاقتور اور بہت جوشیلے

چوتھی صدی عیسوی کی ابتدا میں شہنشاہ قسطنطینؒ نے عیسائیت کو اپنا پسندیدہ مذہب قرار دیکر بازنطیم کے مقام پر قسطنطنیہ کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا قسطنطین کی موت پر اس کے تینوں بیٹوں نے مشرقی انداز میں اپنے عزیز و اقارب کو کاٹ کر پھینک دیا اور پھر خود دست و گریباں ہو گئے۔ بھائیوں کے مقابلے میں کانسٹنٹیس فتح یاب ہوا اور سلطنت ایک بار پھر متحد ہو گئی۔ پھر پنتالیس سال بعد یعنی تھیوڈوسیئس کے ۳۹۲ ع میں وفات پا جانے کے بعد یہ سلطنت اس کے دو بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔

روما الکبریٰ کے در و دالان صدیوں عروسِ کامرانی کے جمال کی تابش سے روشن اور تاباں رہے۔ اور جرب و ضرب کی ذی جلال و جمال دیویاں ان کے حضور کنیزوں اور باندیوں کی صورت دست بستہ کھڑی رہیں۔ سالہا سال روما کے نہاں خانہ دل میں یکتائی و یک رنگی کی طرب بار اور بہجت خیز شہنائیاں بجتی اور گونجتی رہیں۔ اور پھر اس جادو کی تان اور سحر آفریں الاپ کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ عظیم روما اپنی تمام تر شاہانہ عظمتوں اور دیرینہ رفعتوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے دولخت اور دوپارہ ہو گیا۔ رومی شہنشاہیت کے دو نیم ہو جانے پر روما کی وسیع و عریض مملکت بھی تھیوڈوسیئس کے دونوں سپوتوں یعنی آرکیڈیئس اور ہونوریئس کے مابین دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

یہ تقسیم مشرق سے مغرب کی جدائی تھی جس کے نتیجے میں رومیوں کی دو سلطنتیں

لہ: سول وار کے دنوں میں کانسٹنٹائن (قسطنطین) نے مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ چرچ کو بھی کچھ مراعات دیدی تھیں۔ لیکن اس نے عیسائیت قبول نہیں کی تھی۔ مذہبی آزادی کے نتیجہ میں رومی اپنے پرانے مذہب کو چھوڑ کر دھڑا دھڑ عیسائی بننے لگے پھر تھیوڈوسیئس نے کافرانہ رسوم پر پابندی عائد کر دی۔ بت اور بت خانے منہدم کرا دئے۔ یہاں تک کہ دیوی دیوتاؤں کی پرستش پر موت تک کی سزائیں دی جانے لگیں حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ ایک بے دین ریاست عیسائی بن گئی تھی لیکن عیسائی چرچ کسی حد تک مذہب سے بیگانہ ہو کر شاہانہ ہو گیا تھا۔

وجود میں آئیں۔ مشرق کی عظیم رومی حکومت جس کا پایہ سلطنت قسطنطنیہ تھا۔ تقریباً ایک ہزار سال قائم رہی[1] اور مغربی سلطنت اپنے دارالحکومت روم کے ساتھ ایک صدی کے اندر اوڈوایکر[2] وحشیوں کے ہاتھوں زوال پذیر ہوئی۔

رومۃ الکبریٰ کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی تھی۔

مشرقی رومی حکومت

اس میں مصر ایشیائے کوچک، پونٹس، تھریس، مقدونیہ، یونان اور ڈیکیا شامل تھے۔

مغربی رومی سلطنت

اطالیہ افریقہ، الائیریا، سپین گال اور برطانیہ پر مشتمل تھی۔ تقسیم سے قبل رومی سلطنت میں ۱۳۲ صوبے شامل تھے۔

دریائے رائن اور دریائے ڈینیوب نے رومی مملکت کو جرمنوں کی وحشی دنیا سے الگ تھلگ کر رکھا تھا۔ لیکن پانچویں صدی عیسوی میں تہذیب و تمدن سے عاری ان وحشیوں نے ان دریاؤں کو عبور کر کے رومیوں کی مغربی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ ادھر اُدھر بھٹکنے والے یہ قبائل کسی ایک نام سے مشہور نہیں۔ البتہ رومی انہیں جرمن کہتے تھے۔ پانچویں صدی عیسوی میں گوتھ، برگن ڈین، وینڈل، الیمنی، سوئی وی، لومبرڈ، فرینک اور سیکسن ان کے مشہور گروہ تھے۔ نارمن ان کے بعد آئے۔

پانچویں صدی ق م میں یہاں آباد ہونے والے قبائل عیسائی بن گئے۔ ۸۰۰ء میں شارلیمان (۷۶۸ - ۸۱۴ء) فرینکوں (فرینکس) کے بادشاہ پپن کے بعد اس کا بیٹا چارلس تخت نشین ہوا۔ جو تاریخ میں چارلس اعظم (کارلس میگنس

---

[1] عثمانی ترکوں کے سلطان محمد فاتح کی یلغار کے سامنے ۱۴۵۳ء میں سرنگوں ہوئی۔

[2] Odoacer

شارلیمان) کے نام سے مشہور ہے. چارلس شاہ فرانس نہیں، شاہ فرینکس تھا اور جرمن نژاد تھا۔ ۸۰۰ء میں جب وُہ رُوم میں تھا تو پوپ کو اطالوی دشمنوں کے ہاتھوں بچانے کی اس سے استدعا کی گئی. کرسمس کے ایام میں وُہ پوپ لیو سوم کے حضور جھکا تو پوپ نے اس کے سر پر افسر شاہی سجاتے ہوئے اسے چارلس آگسٹس یعنی شہنشاہ روما کہا اور سلام کیا۔ اس صورت میں اہل روما نے بھی اسے اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا۔ شارلیمان کی تاجپوشی روم میں ضرور ہوئی۔ لیکن اس کا مرکز اطالوی ٹائیبر نہیں جرمنی رائن تھا۔ اس کی شہنشاہی میں پوپ برابر کا حصہ دار تھا۔ بعد میں یہ اتحاد "مقدس سلطنت روما" کے نام سے مشہور ہوا۔
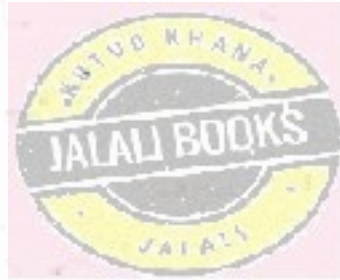
اہلِ روما اور دیوی دیوتاؤں کا تصور

اہلِ روما کے نزدیک بھی دیوی دیوتاؤں کا وہی تصور تھا جو یونانیوں کے یہاں تھا۔ یونانیوں کے خدا ان کے خدا تھے۔ صدہا خدا، گام گام، قریہ قریہ دیار دیار، شہر شہر اصنام پرستی کے صنم خانے کھلے تھے۔ یہاں بھی یونان کی مثال دیوی دیوتاؤں کی ریل پیل اور گہما گہمی تھی اور پھر روما تو ایک ایسا چوراہا تھا جہاں مشرق و مغرب کے قاہر و جابر، خوبرو پری جمال دیوی دیوتا کارواں در کارواں آن ملے تھے۔

رومۃ الکبریٰ حقیقتاً خوش اندام اور پری وش دیویوں اور صاحب جمال و جلال دیوتاؤں کا ایک ایسا صنمستان تھا۔ جہاں بھانت بھانت اور رنگ رنگ کے خالقان اور معبودان، پتھروں، سِلوں اور قیمتی دھاتوں میں جذب و مستور ہو کر اپنی گوناگونی اور بوقلمونی کے ساتھ آن براجے تھے۔ ان دیوی دیوتاؤں میں سے کچھ مقامی قبائل سے تھے۔ کچھ ایشیائی اور کچھ یونانی تھے۔ البتہ یونانی ارباب کا پلہ بھاری تھا۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اولمپسی خداؤں کا پرے کا پرا یونانی آسمانوں میں سے اُٹھ کر اطالوی افلاک میں آن بسا تھا۔ جیسے اولمپس فرسودہ اور کہنہ ہو گیا تھا اور وہ اس خزاں زدہ اور بے آب و رنگ ماحول سے اکتا کر نئی بہاروں اور نئے جہانوں کی کھوج میں یہاں آ نکلے تھے۔

رومی معابد اور خانقاہیں دیوی دیوتاؤں کے گنگا جمنی جھرمٹ اور جھلا جھل نگار خانے تھے۔ جس طرح یونانی سورما پس از مرگ ولی بن جاتے تھے۔ بعینہٖ اطالوی ہیرو اور حکمران مرنے پر پاکیزہ ہستیوں میں شامل ہو جاتے تھے۔ جب کوئی اطالوی شاہ مرتا تو اس کے بے جان قالب کو چتا پر رکھ کر اُس کی روح کو آسمانوں میں لے جانے کے لئے ایک شہباز چھوڑا جاتا۔ اور یوں وہ امبر میں پہنچ کر خدا بن جاتا۔ بہت سے حکمرانوں اور تاجداروں کو فرمان سینیٹ کے ذریعے خداؤں کی فہرست

میں داخل کیا جاتا
قربانی اور مذبحہ کے ضمن میں بھی داستانِ رُوما کافی دلکش اور دلآویز ہے۔
ادوارِ قدیم کے باسیوں کی صُورت رومیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ عظیم دیوی دیوتاؤں کو معمولی نذرانوں سے نہیں رُجھایا جا سکتا۔ خوبصورت ایمان کے حسین پارچے اور نوخیز بچھیا کے لہو کی رنگیں برکھا ہی باراں اور شکار میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ جمیل و جلیل دیوی دیوتاؤں کے حضور کسی مجرم یا جنگی قیدی کی جان کی بھینٹ ہی سے "شاہ بیمار" کی جان بچائی جا سکتی ہے۔ ملک و قوم پر منڈلاتی افتاد و ادبار کی گھنگھور گھٹاؤں کو دانشوران اور جنگجو ہستیوں کے خون کے چھالے سے منتشر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح روٹھے دیوی دیوتا منانے کو خوش رو شہزادوں اور خوش رنگ شہزادیوں یا شاہانِ وقت کی جانوں کا بلیدان درکار ہے۔
چنانچہ ۳۲۰ ق م کی لاطینی جنگ میں سب سے پہلے ایک اعلیٰ جرنیل نے دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی اور حصول کامرانی کی خاطر اپنی جانِ شیریں کی بھینٹ دی اسی طرح بیٹے پوتوں کی قربانیوں کی امثال سرزمینِ روما میں مل جاتی ہیں۔
دیوی دیوتاؤں کی دلجوئی اور اعانت گیری کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ رومی بعد از فتح مندی و کامرانی غنیم کے سپہ سالار یا دوسرے اعلیٰ فوجی سرداروں کو قربان کر دیتے دیوتاؤں کی خاطر یوں فناہ کے گھاٹ اُتارنا یا اُترنا باعث تحریم و تعظیم تھا۔ وہ دیوی دیوتا جو قویٰ کے اضمحلال کے سبب مرجاتے یا انسانی گناہوں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لیتے اُنہیں مذبحہ اور قربانی کے ذریعے حیات نو بہم پہنچائی جاتی۔
لاطینی زبان میں قربانی کا جو لفظ مروج تھا اس کے معانی تھے مقدس بنانا۔ قربانی۔ سے قوتِ منترہ جنم لیتی اور تطہیر کا باعث بنتی۔ لاطینی میں بڑے جانوروں کو وکٹیما کہتے ہیں۔
یونان کی طرح اطالیہ میں بھی قربانی کی مرکزی حیثیت تھی۔ ایوان معاشرہ کے در و دالان اور فرش و بام قربانی کے رنگین لہو اور گرم و تازہ خون سے لالہ رنگ اور بہاریں رہتے۔ قربانی کے ساتھ سجدہ عبودیت بجا لایا جاتا۔ کبھی کبھار کفارہ ادا کرنے کو جان کے پھول چڑھائے جاتے اس صورت میں انسان یا جانور (جو خدا کا روپ ہوتا)

کا بلیدان دیا جاتا۔

قربانی سے قبل اطالوی جانور کے سر پر بادۂ آتش رنگ اُنڈیلتے، نانِ مقدس کے چند پارے اس پر رکھتے اور پھر کاہن یا پروہت کے تعاون سے گلوئے ذی جان پر دشنہ چلاتے۔ جرم و تقصیر کے کفارہ کی صورت میں سوختنی قربانی پیش کی جاتی۔ اور ذبیحہ کو کلی طور پر نذرِ آتش کیا جاتا۔ عموماً قربانی کی صورت میں کچھ حصہ جلاتے۔ اور کچھ مہنتوں اور پجاریوں کو کھلاتے۔ عمومی ضیافت کے تناظر میں یہ عقیدہ کارفرما رہتا کہ اس سے خالق و تخلیق اور صانع اور صنعت میں ایک روحانی اشتراک جنم لیتا ہے۔

یونانی برہنہ سر اور رومی سر ڈھانپ کر قربانی دیتے۔ اُدھر قربانی انجام پاتی اُدھر بین کی رسیلی آواز کانوں میں رس گھولنے لگتی۔ اور اس طرح بین کی مدھر آوازوں میں بد شگون آوازیں نہ اُبھر پاتیں۔

اطالیہ میں قربان گاہیں بنی تھیں۔ معبد اور خانقاہوں میں تو یہ رسم ادا ہوتی ہی تھی۔ اس کے علاوہ پوتر اور متبرک شجر گاہ یا کسی پاکیزہ پیڑ کے نیچے یا پھر کسی کھیت میں قربانی دی جاسکتی تھی۔ عاشقان جو پیڑ اور جوار رقص و نغمہ و آوازوں کی ہا ہو میں اپنے دیوی دیوتاؤں کے حضور نذرانے پیش کرتے۔ کہیں تازہ لہو اچھالا جاتا کہیں نیا خون چلو میں لے کر کوئی پیتا اور کسی جگہ گرم خون کی زمین پر خون پاشی کی جاتی۔

قربانی دیوی دیوتاؤں کو تقویت، قوت نمو اور بالیدگی بھی عطا کرتی۔ موسم بہار میں یہاں بھی جوشِ جنوں اور جذبہ دروں اپنے عروج پر ہوتا۔ جب رنگ و خوشبو کے غیر مرئی مرغولے اور حباب ہوا میں اُڑتے لہراتے، عزائی رسوم، کھیل تماشوں اور تمثیلی قصوں کا دھارا پھوٹ بہتا، سوانگ بھرے جاتے، راس رسائی جاتی اور پھر راس دھاریوں کی ہاہا کار کا تموج اور مرثیہ خوانوں کی آوازوں اور لہجوں کا تلاطم موسیقی کی باڑھ میں یک رنگ و یک جان ہو کر ماحول پر ایک عجیب سا تقدس اور ایک عجیب سا روحانی ارتعاش پیدا کر دیتا ہے۔ جوش و خروش کا یہ عالم ہوتا تھا کہ فرطِ جنون اور سودائے فنون میں ڈرامائی سٹیج پر کرداروں کو سچ مچ ہلاک کر دیا جاتا۔ اور کبھی کبھی تو ان تمثیلوں کے ہولناک حربی مناظر میں سینکڑوں ہی اپنی

جان سے گذر جاتے۔

یونان و اطالیہ میں ایک ہی جذبہ کارفرما تھا۔ ہر دو جگہ کھیل تماشوں کی صورت خالق اور صانع کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ اس کے عوض ان پر وُہ اپنی رحمتیں اور نعمتیں نچھاور کرتا۔

جہنم اور فردوس کا تصور ہمیشہ سے انسان کا دامن گیر رہا ہے۔ یونانی اور اطالوی بھی اس تصور سے بیگانہ نہ تھے۔ ارواح کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ یہ واپس آکر باعثِ آزار بنتی ہیں۔ اور زندہ انسانوں کو کرب و بلا امراض اور گوناں گوں مصائب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ نیک ارواح اچھی جگہ اور بد بُری جگہ جاتی ہیں۔

قدما کے دوزخ اور فردوس مختلف جگہوں پر تھے۔ فردوس میں سے چند ایک زیرِ زمین اور چند ایک برسرِ فلک تھے۔ یہی حال دوزخ کا تھا۔ ان میں سے کچھ زیرِ آب اور کچھ برکلاہ کوہسار تھے۔ فردوس اور آفتاب کا گہرا تعلق تھا۔ نیک ارواح نیگوں کرۂ خور میں قیام کرتیں۔ سورج کے قریب یا اس پار۔ یا پھر فردوس ان گمنام جگہوں اور وسیع گہرائیوں میں تھے جہاں آفتاب شب کی تنہائیوں اور تیرگیوں میں بعد از غروب پہنچتا۔ جب دن میں مہر تابدار زمین پر آتا تو ارواح منجمد اندھیروں میں ٹھٹھر جاتیں اور جب وُہ مراجعت کرتا تو تبسم کناں دھوپ میں نہانے لگتیں۔ وسطی افریقہ میں میں بہشت جاوداں گھرے بنوں کے نیچے واقع تھے۔ یا پھر اونچے اونچے پربتوں کی رفعتوں پر۔ امریکی ریڈ انڈینز کے نزدیک (عیسائیت سے قبل) فردوس یا ارم آسمانی حاشیے سے پرے تھا۔ ایک ایسے خطِ زمین میں جہاں ہر لوں اور بھینسوں کے ان گنت گروہ اور بہترین شکار گاہیں تھیں۔ بعض جگہ یہ تصور بھی تھا کہ دن کے اُجالوں میں ارواح غاروں میں چھپ جاتیں اور شب کی ظلمتوں اور تنہائیوں میں باہر نکل آتی ہیں۔ اور مخصوص درخت کا پھل کھاتی ہیں۔ بہت سوں کے یہاں جہنم اور فردوس کا تصور مبہم تھا۔ یا پھر مفقود۔ قصہ مختصر ارواح کے لئے کوئی بین الاقوامی دوزخ یا بہشت نہیں تھا۔ بلکہ ہر قوم و ملت کا جدا گانہ بہشت اور الگ تھلگ جہنم تھا۔

یونانی اثرات سے قبل اہلِ روما کا بھی یہی حال تھا۔ بلکہ یونانی اثر پذیری کے

بعد تک بھی مرنے والوں کی روحیں مقبروں میں ٹکی رہا کرتیں۔ جو مے نیز[1] کہلاتیں جس کا مطلب ہے نیک انسان۔ زمین پر آوارہ گردی سے اُنہیں روکنے اور ان کے آزار سے زندہ انسانوں کو بچانے کے لئے اُنہیں دودھ، انڈے، شہد، شراب اور پھول پیش کئے جاتے۔ جب یہ ارواح کینہ جو اور عناد پرست بن جاتیں تو لارو ے[2] کہلاتیں۔ جس کے پیچھے پڑ جاتیں اس شخص کو لاروٹیس[3] یعنی لاروے زدہ کہتے۔

ہر سال لیموریا[4] نامی تہوار منایا جاتا۔ اس وقت سربراہ خانوادہ ایک مخصوص رسم ادا کرتا جس میں سیاہ پھلیوں کے بیج اس کے شانوں پر پھینکے جاتے۔ اسی طرح فریلیا[5] نام کے تہوار پر رومیوں کی تمام آبادی مرنے والوں کی ارواح کے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرتی۔

یونانیوں سے ذہنی طور پر مرعوب و متاثر ہونے کے بعد رومیوں نے یہ تو جان لیا کہ زندہ اور مردہ انسانوں کے بیچ دریائے اکیرن یا دریائے سٹائکس حائل ہے لیکن ارواح کے بارے میں ان کا یہی خیال رہا کہ ان کا مسکن ان سے زیادہ دور نہیں۔

مرنے والے کی صحیح تدفین نہ کی جاتی تو اس کی روح کرۂ ارض پر اِدھر اُدھر بھٹکتی پھرتی۔ فصلوں کو پت روگ[6] لگا دیتی یا گائے وغیرہ کا دودھ خشک کر دیتی۔ اس کے علاوہ اندھیری راتوں میں اس قسم کی روحیں نیک انسانوں کو ڈرایا کرتیں۔ رومیوں کے نزدیک دوزخ تاریک گہرائیوں میں تھا۔ القصہ اہل روما یونانیوں کے نقشِ قدم پر چل رہے تھے۔ ان کے عظیم دیوی دیوتا سرزمین یونان سے آئے تھے۔ اس لیے یونانی طور طریقوں سے اُنہیں رجھا رہے تھے۔ وہ پہلے یونانیوں کے خالق و صانع تھے۔ اور اب ان رومیوں کے مجود و مسجود۔

1: Manes
2: Larvae
3: Larvatus
4: Lemuria
5: Feralia
6: ایک بیماری جس میں پودوں کے پتے مرجھا جاتے ہیں۔

رُومی دیوی دیوتا

یونانی فن و ادب سے اہل رُوما اس قدر مرعوب و متاثر ہوئے کہ وہ اپنے قدیم معبودوں اور خداؤں کو تج کر یونانیوں کے انسان نما اور خوش اندام دیوی دیوتاؤں کے گرویدہ ہو گئے۔ ادھر ربّ الارباب زیئس، اس کے رفقاء اور ہمنواؤں نے بھی کوئی باک اور کوئی جھجک محسوس نہ کی۔ اور وہ اولمپس کی دیرینہ رفعتیں بخوشی تیاگ کر رومیوں پر کرم فرمائیاں کرنے اور اپنا شفقتوں بھرا سایہ ڈالنے۔ دریائے ٹائیبر کی گذرگاہوں کے آس پاس اطالیہ میں چلے آئے۔

اہل رومانے ان نو واردان یونانی دیوی دیوتاؤں کی خندہ پیشانی سے پذیرائی کی۔ بیشتر کو نئے ناموں سے نوازا اور بعض کو ان کے قدیم ناموں ہی سے پکارنے اور پیار کرنے لگے۔

یونان کے عظیم دیوتا اطالیہ میں ان ناموں سے موسوم ہوئے۔

جوپیٹر (زیئس) — جونو (ہیرا)
نیپچون (پوسیڈن) — پلوٹو (ہیڈیز)
ولیسٹا (ہیسٹیا) — کیرس (ڈیمیٹر)
منروا (اتھینا) — ڈائنا (ارٹیمس)
اپالو (اپالو) — وینس (افروڈائٹی)
مرکری (ہرمیز) — ولکن (ہیفیسٹس)

اپالو اور پلوٹو کے یونانی نام برقرار رہے۔ لیکن انہوں نے پلوٹو کو ہیڈیز کبھی نہیں کہا۔ یونانی دیوی دیوتاؤں کی آمد سے قبل اہل روما کے ہاں مجسم دیوی دیوتا نہیں تھے۔ ان کے اذہان میں دیوی دیوتاؤں کا جو بھی تصور تھا وہ مبہم اور غیر واضح

تھا۔ یوں بھی وہ ارادہ اور قوت ارادی ایسے نام کی چیزوں کے پجاری تھے۔

رومی گہرے اور شدید مذہبی جذبات تو ضرور رکھتے تھے لیکن رفعت افکار اور بلندی تخیل سے ناآشنا تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اولمپی خداؤں ایسے عظیم فہیم مجسم اور امتیازی خدا تجسیم و تخلیق نہ کر سکے۔

یونانی مخلوق تھے لیکن انہوں نے اپنے شعور و تدبر سے اپنے خالق اپنے ہاتھوں سے تراش لئے تھے۔ اس کے برعکس اہل روما مخلوق ہوتے ہوئے بھی اپنے خدا کی تجسیم نہ کر سکے تھے۔ انہوں نے تو محض ترشے ترشائے گھڑے گھڑائے اور بنے بنائے معبود اپنا لئے تھے۔ یونانی فن و شعر جب تک اطالیہ میں داخل نہیں ہوا تھا۔ وہ ذوق جمال اور احساس حسن کے شوق و تجسس سے قطعاً عاری تھے۔ انہوں نے خوش اندام خوش پیکر اور شاعرانہ دیوی دیوتاؤں کی کبھی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ وہ باعمل تھے۔ کوشش پیہم کے قائل، انہیں رعنائیوں، نزاکتوں، لطافتوں اور سحر آفرینیوں کی احتیاج نہ تھی۔ انہوں نے شعر و نغمہ کی ارواح (میوزز) اور ہفت تار زرّیں بربط سے نغموں کے حسین و دلکش پھول برسانے والے بربط نواز اپالو کے بارے میں کبھی تدبر نہ کیا تھا۔

رومی فیض رساں اور مفید دیوی دیوتاؤں کے قائل تھے۔ اور ایسی قوت کے خواہاں تھے جو چنگوڑے کا تحفظ کرے اور بچوں کی خوراک کے ضامن بنے۔ ہیلاس (یونان) کے نیلگوں اور رنگین ماحول میں تو جلیل و جمیل دیوی دیوتاؤں کے دلپذیر اور دلچسپ قصے کہانیوں کی پربہار و پرنکھار سبز ریاں ہر سو محو رقص و پرواز تھیں لیکن یہاں نیومائنا[1] سے متعلق کسی ہونٹ سے کبھی ایک کہانی تک نہیں پھوٹی تھی۔ اور نہ ہی تذکیر و تانیث سے انہیں [illegible] [illegible] آگاہی تھی۔ وہ تو [illegible] [illegible] الجھے تھے۔

اہل یونان کے افکار و خیال کے قبول اثر سے قبل اطالویوں کے [illegible]

---

1. Numina نیومینا یا نیومائنا کا مطلب ہے قوت ارادہ یا قوت ارادی۔

2. Numen

شکی اور غیر مرئی قوتوں (جنہیں وہ دیوی دیوتا سمجھتے) کا تصور ان قوتوں کا محتاج تھا۔

لیریز اور پی نے ٹیز[1]

ان قوتوں میں سب سے اہم، مؤثر اور مشہور لے ریز اور پینیٹیز تھے جو خانگی امور کے کمتر اور ادنیٰ دیوتا تھے۔ ہر رومی خانوادہ کا ایک لیئر ہوتا جو جدِ اعلیٰ میں سے کسی ایک کی روح ہوتی۔ لاطینی ادب میں ان کا تعلق عموماً "پی نے ٹیز" سے ہے۔ دونوں میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔

یہ چولہے کے دیوتا اور مال خانے کے نگہبان تھے خاندان کا حقیقتاً ایک اہم جزو، گھر بار کے محافظ اور مدافعت کنندہ تھے۔ ان کا رشتہ محض ایک خاندان سے ہوتا۔ اور وہ اسی خاندان کے ذاتی دیوتا تھے۔ معابد یا منادر کی بجائے گھر میں ان کی پوجا کی جاتی۔ اور ہر کھانے سے کچھ نہ کچھ ان کی نذر کیا جاتا۔

لیریز یا پینیٹیز کی مثالی اجتماعی اور عوامی لیریز اور پی نے ٹیز بھی تھے جو لیریز کمپائی ٹیلیز[2] کہلاتے تھے۔ یہ قریے اور شہر کے لئے وہ کچھ کرتے جو نجی لاریز گھر یا خاندان کی خاطر کرتے۔ اس کے علاوہ بہت سے نیومائنا بھی تھے۔ ان کا تعلق بھی گھریلو زندگی سے تھا۔ مثلاً ٹرمی نس[3] وغیرہ۔ ٹرمی نس حد بندی، حدود اور سیماؤں کا رکھوالا تھا۔ لے ریز اور پی نے ٹیز امورِ مہمانی اور دعوتوں کی نگرانی بھی کرتے۔ گھر کے چولہے یا الاؤ کو ان کی قربان گاہ سمجھا جاتا۔ مئی کے مہینے میں اس قربان گاہ کو سجایا جاتا اور رنگ برنگی خوشبوئیں روشن کی جاتیں۔

1: Lares and Penates

2: Lares Compitales ۳

پرائی اے پس

یہ زرخیزی و شادابی کا باعث تھا۔ بیکس اور وینس کا بیٹا اتنا بدصورت کہ دیوی عفریت نما اس بچے کی پیدائش پر سخت نادم ہوئی اور اسے فوراً اپنی نظروں سے دور کر دیا۔ گڈریوں نے اس کی پرورش کی۔ رومیوں نے تخلیہً اسے اپنا لیا تھا وہ اسے باغوں اور قبرستان کا اوباش دیوتا سمجھتے۔

پیلز

دیہی زندگی کی اطالوی دیوی، چوپان اور اس کے ریوڑ کی نگہبان، مویشیوں کو قوت دینے والی۔

سلوانس

کسان اور لکڑ ہاروں کا معاون اور نگہبان تھا۔ اہل روما کی زندگی کا ہر انگ اسی قسم کی کسی نہ کسی قوت سے مربوط تھا جن کی کوئی مانوس شکل و شباہت نہ تھی۔

ان کے علاوہ چند اور دیوی دیوتا بھی تھے جن میں سراپا مجسّم تھے۔ یونانی دیوی دیوتاؤں کا جم غفیر اور جھگمٹ یہاں پہنچا تو یہ اس انبوہ میں کھو گئے۔ اطالوی دیوی دیوتاؤں کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

سیٹرن

یہ حقیقتاً نیومانا میں سے ایک تھا۔ صادق اور اس کے بچوں کا نگہبان، شادابی اور زرخیزی کی دیوی اوپس اس کی شریکِ حیات اور فصلوں کی مربیہ تھی۔ آمدہ ایام میں اس سے کرونس زیس کا باپ، کا تصور وابستہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سیٹرن ایک شخصی روپ میں ڈھل گیا جس سے بہت سی کہانیاں جنم لینے لگیں۔ مدا برنٹ۔

۱؎ Priapus ۲؎ Pales ۳؎ salvanns ۴؎ Saturn ۵؎ Op.

اور گیا کا بیٹا تھا جس سے جوپیٹر نے حکومت چھین لی تھی۔ جانس[1] شاہ اطالیہ نے اسے اپنی بادشاہت میں شریک کر لیا تھا۔

اس نے لوگوں کو تہذیب اور کھیتی باڑی کے فن سے آگاہ کیا۔ اس کا عہد اطالیہ میں زریں دور کہلایا۔ اس کی یاد میں ہر سال سیٹرن ایلیا کے عنوان سے ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا جاتا۔ جس میں غلام تک اپنے آقاؤں کے ساتھ ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ اس دن پھانسی ملتوی ہو جاتی۔ یہ تحفے تحائف کا موسم تھا۔

جے نس

نیومینا میں سے اچھی ابتدا کا ایک اور قدیم دیوتا۔ اس اچھی ابتدا کا جس کا نتیجہ بھی اچھائی پر منتج ہوتا۔ دروازہ کا یہ دیوتا گھر اور شہر کے دروازوں کا نگران اور نگہبان اور مال کا سرپرست تھا۔ سالِ نو کا اولین مہینہ (جنوری) اس کا خاص مہینہ تھا۔ ایام جنگ میں یہ ملک کا تحفظ کرتا۔ اس حیثیت میں اس کی بہت زیادہ تشہیر ہوئی۔ روما میں اس کا مندر شرقاً غرباً ہوتا جہاں دن طلوع ہوتا اور ڈوبتا ہے۔ اس کے مندر کے دو دروازے ہوتے جن کے درمیان اس کا دو رُخا مجسمہ کھڑا ہوتا۔

ایام امن میں اس مندر کے دروازے بند رہتے۔ اور دورانِ جنگ انہیں کھلا چھوڑ دیا جاتا۔ کہتے ہیں کہ شہری زندگی کے اولین ہفت صد سالوں میں صرف تین بار یہ دروازے بند ہوئے۔ ایک تو نیک سیرت بادشاہ نیوما کے دور میں۔ دوسری بار ۲۴۱ ق م میں شکست قرطاجنہ کے بعد اور تیسری بار آگسٹس[2] کے زمانے میں جب کوئی جنگ نہیں لڑی گئی تھی۔

اس اطالوی مجسمے کے چہرے مخالف سمتوں میں گھورتے رہتے۔ ان دونوں چہروں میں سے ایک جوان اور ایک بوڑھا ہوتا۔ بعض اوقات مجسمہ کے چاروں طرف چار چہرے

---

[1]: عموماً اس کے مجسمہ کے دو چہرے بنائے جاتے شاید اس لئے کہ زیس و پیش یعنی دونوں جانب کڑی نگاہ رکھتا۔

[2]: جولیس سیزر کے بھتیجے نے ۲۷ ق م میں روما پر قبضہ کر لیا تھا۔ سینٹ اور عوام نے اسے آگسٹس کا خطاب عطا کیا۔ بعد میں ہر رومی شہنشاہ اس خطاب کو اپناتا رہا۔ شارلیمان نے بھی یہ خطاب اپنایا۔

بھی بنائے جاتے۔ تاکہ وہ چاروں سمتوں میں کڑی نگاہ رکھے۔

فونس[1]

فطرت کا قدیم اطالوی دیوتا۔ سیٹرن کا پوتا۔ پین دیوتا سے ملتا جلتا۔ پھولوں کے محافظ اور دیہاتی مشاغل کے نگران کی حیثیت میں اس کی پوجا کی جاتی۔ گنوار دیوتا اور پیامبر بھی تھا۔ خواب میں انسان سے ہم کلام ہوتا۔ بعد میں اس قبیل کے کئی دیوتا پیدا ہو گئے اور اسے یونانی سیطیر[2] میں مدغم کر دیا گیا۔

قویری نس[3]

قویری نال، کوہستانی اس کی پرستش کرتے۔ بعد میں مارز کے بیٹے اور روم کے تاجدار رومیولس کو یہ خطاب دیا گیا۔ قویری نل سے مارز کی صفات وابستہ تھیں۔

مے نیز[5]

یہ لوگوں کی ارواح تھیں اور پاتال میں رہتیں پھر انہیں دیوتاؤں کی حیثیت دے دی گئی اور پرستش کی جانے لگی۔

لیموریز یا لاروے[4]

شریر مردوں کی ارواح کو رومیوں نے یہ نام دیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ خیال تھا کہ شب

۱: Faunus

۲: سیطر Satyr بن دیوی۔ اوپر کا دھڑ انسان کا اور باقیماندہ بکری کا۔

۳: Quirinus

۵: Manes

۴: Lemures

میں گھومتی پھرتی ہیں۔ گھروں میں گھس کر اہلِ خانہ کو ڈراتی ہیں۔ لیموریلیا نامی تہوار انہیں خوش کرنے کو منایا جاتا۔

کے می نے[1]

ابتداً یہ دیویاں کنوؤں کی چشموں کی نگران، معالج اور مستقبل کی پیشین گو تھیں لیکن جب یونانی دیوی دیوتا اطالیہ میں وارد ہوئے تو انہوں نے شعر و فن کی محافظ میوز کا کردار اپنا لیا۔

ایجی ریا[2] انہی میں سے ایک تھی رومی کہانیوں کے مطابق یہ رومیولیس کے جانشین نوما کی مشیر اور رفیقۂ حیات تھی۔ خیال ہے کہ نوما کو اسی نے زیورِ علم سے آراستہ کیا۔ اووڈ کے بقول نوما کی وفات پر وہ اشک بن کر ڈھلک گئی۔ جسے ڈائی اینا نے چشمے میں تبدیل کر دیا۔

لوسائنا
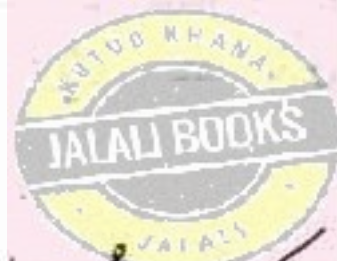
رومیوں کی ولادت کی دیوی۔ وہ اُسے الیتھیا کی صورت میں بھی جانتے تھے انہوں نے عموماً ڈائی اینا یا جونو بھی مراد لی جاتی۔

پومونا[3]

بطور نیوماٹنا اس کا آغاز ہوا۔ باغات اور ثمر دار پیڑوں کی اطالوی دیوی ورٹمنس جس کا عاشق تھا۔ پومونا توانا اور جمیل تھی۔ ثمر دار اشجار کی کلیوں سے سجی رہتی۔ ہاتھ میں ٹہنی جس میں سیب آویزاں ہوتے۔

---

[1]: Camenae [2]: Egeria [3]: Pomona

ورٹمنس Vertamnus

اس دیوتا کی بھی لبطور نیوما ئنا ابتدا ہوئی۔ یہ اطالوی دیوتا تبدیل کنندہ سال تھا۔ پھلوں سے بھی نوازتا۔ پوموناکا عاشق جسے اِس نے ایک خوبصورت نوجوان بن کر جیت لیا تھا۔

پرچونس Partunus

پرچونس حقیقتاً بابِ شہر کا دیوتا تھا۔ اہل رُوما کی بدیسی تجارت کو فروغ ملا تو بندرگاہوں کا دیوتا بھی یہی کہلایا۔
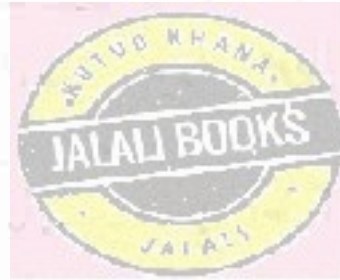
یونان سے اخذ کردہ دیوی دیوتا

جوپیٹر

جوپیٹر رومیوں کا سب سے عظیم دیوتا تھا۔ سیٹرن اور رہیا کا بیٹا جوپیٹر کا مطلب ہے روشنیوں کا باپ۔ اطالیہ میں طوفان، باراں، رعد[1] اور برق دیوتا کے طور پر اس کی پرستش کی جاتی [illegible] اور پلوویئس ٹونینیز[2] فل جوریٹر[3] اور فل مینیٹر کے نام سے اسے پکارا جاتا۔ سب دیوی دیوتاؤں پر تفوق کے سبب بہتر اور عظیم کہلاتا جوپیٹر عظیم ترین تھا۔ اسے روما کا نگہبان اور محافظ سمجھا جاتا۔ فاتح ذی حشم اور ظفر منداس کے خطابات تھے۔

جب مشیر دفتر میں داخل ہوتے تو بڑی متانت اور احترام سے اس کا نام لیتے۔ جنگ میں حصول ظفر مندی پر سالار افواج، جوپیٹر کے حضور سجدۂ شکرانہ بجالاتا۔ جوپیٹر نے جوپیٹر کیپی ٹولی نس[4] کے طور پر روما کے عظیم کھیلوں کی نگہداشت کی۔ لے ٹی آرز[5] کے نام سے لاطینی تہواروں کا یہ نگران تھا۔ شگون اور گوناگوں حالات کے ذریعے اہم

---

۱ : ۲ Tonanes ۳ Fulgulator
ان اسماء کے تحت باران، طوفان، گھن گرج اور برق کے دیوتا کے طور پر اس کی پرستش ہوتی تھی۔

۴ : Jupiter Capitolinus ۵ Latiors

واقعات کی ظہور پذیری کے احکام بھی جوپیٹر جاری کرتا۔ یہ دیوتا پیش گوئی بھی کرتا عظیم ترین منصف کی صورت میں عہد شکنوں کو کڑی سزائیں دیتا اور انہیں ٹے پین[1] چٹان سے نیچے پھینک دیا جاتا۔
یونانی جوپیٹر کو زیئس کہتے تھے۔

جونو[2]

اہل روما کی سب سے عظیم دیوی اور ملکہ افلاک وہ جوپیٹر کی ہمزاد تھی خواتین کی خاص مربیہ اور نگہبان۔ بہت سے القابات کے تحت، روما میں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ ورجنالس[3] کے نام سے وہ دوروشیزاؤں میٹرونے لس[4] کی حیثیت میں بیاہتا خواتین اور نٹالس[5] کے طور پر یوم پیدائش کی دیوی تھی۔ خواتین اپنی سالگرہ کے دن جونو کے حضور نذر و نیاز پیش کرتیں اور چڑھاوے چڑھاتیں۔
پرونیوبا[6] اور جگا یا جگا[7] لس کے نام سے شادی بیاہ کی نگران اور لوسینک کے عنوان سے پیدائش کی دیوی تھی۔ اوپی جینا[8] یا سسپیٹا[9] کی حیثیت میں وہ اعانت اور سلامتی دہندہ تھی۔ ریاستی سرمائے اور خزانے کی نگہداشت بھی اسی کے فرائض میں تھی۔ روما میں جونو مونیٹا[10] نامی ایک بہت بڑا معبد تھا۔ جس کے پہلو میں ایک ٹکسال تھی۔
یونانی اسے ہیرا کہتے تھے۔

---

[1]: Tarpien قلعہ روم کے گورنر کی بیٹی تھی جس نے بازوبند کے لالچ میں سابئنی نسل کے لوگوں کے لئے قلعے کا دروازہ کھول دیا تھا سابئینوں نے قلعہ میں داخل ہوتے ہی ٹی پیا پر نہ صرف بازوبند بلکہ اپنی ڈھالیں بھی پھینکنی شروع کر دی تھیں جس سے ٹے پیا مرگئی جس جگہ ٹے پیا نے جان دی وہاں ایک چٹان تھی جو اس حادثہ کی وجہ سے ٹے پیئن کہلائی۔ عہد شکن اور دوسرے مجرموں کو اس چٹان پر سے نیچے پھینک دیا جاتا تھا۔

[2]: Juno [3]: Virginalis [4]: Matronalis

[5]: Natalis [6]: Pronuba [7]: Juga

[8]: Opigena [9]: Sospita [10]: Moneta

پلوٹو[a]

رومیوں کا پاتال کا دیوتا اور مردوں کی مملکت کا حکمران جوپیٹر اس کا بھائی اور پرسیفونی ملکہ تھی۔ پرسیفونی کو رومی پروسرپین کہتے۔ پلوٹو پروسرپین کو وادیٔ اِتنا سے اُٹھا لایا تھا۔ اس پر اس کی ماں نے زمینی پھلوں کی پیداوار کا عمل روک دیا تھا۔ آخر جوپیٹر (زیوس) کی مداخلت پر یہ طے ہوا کہ پروسرپین چھ ماہ خاوند کے پاس پاتال میں اور چھ ماہ اپنی ماں سیریز (ڈیمیٹر) کے پاس زمین پر رہے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ ماں کے پاس رہنے کی مدت آٹھ ماہ تھی۔ یہ قصہ حقیقتاً غلہ اور نباتات کی روئیدگی و بالیدگی کی ترجمانی کرتا ہے۔ یعنی بیج پہلے زیرِ زمین رہتے ہیں اور پھر پودے بن کر باہر آجاتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پلوٹو نے پہلے توانا اور خوش پیکر پروسرپین کے حسن و جمال کو کریٹ، بیوشیا، اٹیکا اور کئی دوسری جگہوں پر زبردستی پامال کیا اور پھر باضابطہ اپنی بیوی بنایا۔

پلوٹو کی معاونت کو پاتال میں تین منصفین کے علاوہ اور بھی بہت سی ہستیاں موجود تھیں جنہیں مختلف کام تفویض ہوئے تھے۔

پلوٹو سخت جان پتھر دل اور ناقابلِ رسائی تھا۔ نہ دعاؤں کا اس پر اثر اور نہ خوشامد سے اس کا دل موم ہوتا۔ قربانی کا وہ قائل نہ تھا اور وہ اکثر الگ تھلگ رہتا۔

یونانی اسے ہیڈیز اور پلوٹو بھی کہا کرتے

ویسٹا

رومی صنمیات میں چولھے یا الاؤ کی دیوی گھریلو زندگی کے طور پر اس کا معبد انصاف گاہ یعنی لین دین کی جگہ پر تعمیر ہوتا جس میں پوترا گنی کی حفاظت کی جاتی آگ کے بارے میں اہلِ روما کا عقیدہ تھا کہ اسے اینی ئس ٹرائے سے لایا تھا۔

---

[a]: ٹراجن شہزادہ اور اہلِ روما کا جدی ہیرو۔

کنواریاں اس آتش مقدسہ کی دیکھ بھال کرتیں جنہیں ویسٹل ورجنز (پاک ولفنس کنواریاں) کا خطاب ملا تھا۔ مقدس آگ کی محافظ کنواریوں کی تعداد پہلے چار تھی بعد میں دو اور کنواریوں کا ان میں اضافہ کر دیا گیا۔ مستقبل میں یہ تعداد برقرار رہی۔ چھ اور دس سال کی درمیانی عمر کی لڑکیاں ویسٹا کی خدمت (آگ کی حفاظت) پر مامور ہوتیں۔ انہیں مجرّد رہ کر تیس سال کی عمر تک یہ خدمات سرانجام دینا پڑتیں یہ کنواریاں پاکدامن رہنے کی قسم کھاتیں۔ اور اس عرصہ میں انہیں معصوم اور پاکیزہ رہنا پڑتا۔ قسم توڑنے کی پاداش میں انہیں زندہ دفن کر دیا جاتا۔ عرصہ خدمت کے بعد یہ کنواریاں ہر بندھن سے آزاد ہو کر اپنی دنیا میں پہنچ جاتیں۔ اور شادیاں کر لیتیں۔ اگر کسی معبد کی آگ اتفاقاً ٹھنڈی پڑ جاتی تو عام آگ سے اسے نہیں جلایا جاتا۔ بلکہ سورج کی کرنوں یا لکڑی کے دو ٹکڑوں کو باہم رگڑ کر آگ حاصل کی جاتی۔ اور پھر آتش رفتہ روشن کی جاتی۔

عیسائیت سے قبل کا فرانہ عبادت کی یہ آخری صورت تھی۔ ۳۹۲ء میں شہنشاہ

لہ vestal Virgins — ان کنواریوں کا تعلق عالی نسب رومی طبقہ امراء سے ہوتا۔ تعظیم کے علاوہ انہیں حق مفاد بھی حاصل تھا۔ کھیلوں اور تہواروں پر انہیں بہترین نشست گاہ ملتی کسی اہم اور بڑے فیصلے میں ثالث بنتیں۔ پھانسی کے سزا یافتہ کو اگر ان میں سے کوئی اتفاقاً راہ متقل میں مل جاتی تو وہ اسے معاف بھی کر سکتی تھی۔

ویسٹا کا معبد بادشاہ کا آتش دان یا قصر متصور ہوتا اور آگ کی خدمت پر مامور کنواریاں اس کی بیٹیاں۔

ے بیشتر ممالک میں آگ کو مقدس سمجھا جاتا رہا ہے۔ آگ کے آریائی پجاری اپنے مردوں کو آگ میں جلاتے تاکہ وہ مردے کی آتما کو سورگ میں لے جائے۔ زرتشتیوں کے ہاں تو باقاعدہ اس کی پرستش کی جاتی۔ بابل میں بھی آگ کو مقدس خیال کیا جاتا۔ لیکن ہندوستانی اگنی پر یہ سبقت نہ لے جا سکی۔

تھیوڈوسیس[1] نے یہ معبد بند کرادیا تھا۔ یونانی اس دیوی کو ہیسٹیا کہتے ہیں۔

سیریز

رومی دیومالا میں پیداوار اور غذائی پودوں کی دیوی تنہا یا سیرس[2] دیوتا کی معیت میں اطالیہ کے بہت سے حصوں میں اس کی پوجا کی جاتی۔ ابتداً اس کے پرستشی عقائد پر ڈیمیٹر کا تسلط تھا۔ جس کی پوجا سسلی اور مہایونان[3] میں کی جاتی۔
مذہبی کتب کے مطابق 'سیریز لائبر' اور لائبرا کی پرستش ۴۹۶ ق م میں خشک سالی سے نجات پانے کے لئے روما میں متعارف کرائی گئی۔ ۴۹۳ ق م میں اسے ون ٹائن نامی پہاڑی پر اس کا مندر تعمیر ہوا۔ جو سیاسی مذہبی اور پلی بئین[4] سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔
سیریز کو اناج کی تجارت کا نگران بھی خیال کیا جاتا۔ ۲۱۷ ق م سے پیشتر خواتین

---

[1]: تھیوڈوسس (۳۹۵-۳۴۶) رومی مملکت شرقی پر تقریباً بتیس سال حکمران رہے اس نے گوتھوں پر فتح حاصل کی۔ عیسائیت قبول کرنے اور سینٹ ایمبررس کی طرف سے کفارہ ادا کرنے کے سبب کلیسیائی تاریخ میں اس کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔

[2]: Cerus

[3]: جنوبی اطالیہ میں یونانی نوآبادکاروں کی بستیاں جو اپنے آپ کو مہایونان کہلواتی تھیں

[4]: قدیم روما میں ادنیٰ طبقہ کا فرد

اس کا سالانہ تہوار مناتیں اور انتہائی راز داری سے کام لیتیں۔ ۱۹۱ ق م کے بعد ہر پانچ سال میں ایک روزہ رکھا جاتا۔ لیکن بعد میں ہر سال ۱۴ اپریل کو یہ روزہ رکھا جانے لگا۔ یہ سب کچھ یونانیوں کی تقلید میں تھا۔ سیریز کو یونانی ڈیمیٹر کہتے ہیں۔

ڈائی اینا[1]

رومی اساطیری ادب میں شکار، چاند اور بچے کی ولادت کی دیوی، خواتین کے جنسی جذبات کی مربیہ بھی تھی۔ اری سیا میں نیمی جھیل کے شمالی کنارے پر جہاں اب نیمی نام کی بستی ہے ڈائی آنا کی مشہور خانقاہ تھی۔ نیمس نامی یہ خانقاہ نیمی جھیل پر ایک گہرے اور گھنیرے جھنڈ میں تھی۔ جہاں ایک غیر معروف اور گمنام دیوتا، وربیس کے ساتھ اس کی پوجا ہوتی تھی اس خانقاہ کا پروہت ایک مفرور غلام تھا۔ جو اپنے پیش رو کو ہلاک کر کے اس کی گدی پر قابض ہوا تھا۔ اور اب اسے بھی اپنے رقیب کے ہاتھوں قتل ہونا تھا۔

اس خانقاہ کا یہ عجیب دستور تھا نیا امیدوار پرانے پروہت کو قتل کر کے خانقاہ پر قبضہ جماتا تھا۔ پرانے پروہت کے قتل کے بعد نئے پروہت کو بھی ہر وقت جان کا خطرہ رہتا۔ غروب آفتاب پر وہ شمشیر ہاتھ میں لے کر خانقاہ کے مقدس پیڑ پر چڑھ جاتا۔ اور شب بھر اپنی پاسبانی کرتا۔ ساری رات اس کے دل میں ہول اٹھتے اور وہ پرخوف نگاہوں سے آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا رہتا۔

اس خانقاہ کے پروہت کی ہلاکت کا طریقہ بھی حیرت انگیز اور عجیب تھا۔ عبادت گاہ میں ایستادہ شجر مقدس کی شاخ توڑنے کی کسی کو اجازت نہ تھی صرف مفرور غلام ہی ٹہنی توڑنے کا مجاز تھا۔ اگر مفرور غلام ٹہنی کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا تو وہ خانقاہ

---

[1] یہ خانقاہ ایون ٹائن کی پہاڑی پر واقع تھی جو مفرور غلاموں اور ادنیٰ طبقوں کے لوگوں کے لئے مقدس تھی۔ تہواروں کے دن غلاموں کو چھٹی ملتی ویسے بھی یہ تہوار فی الاصل اس کے بانی کے 'غلام ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کے پروہت سے دو دو ہاتھ کرنے کا مجاز ہوتا۔ اگر وہ پروہت کو قتل کر دیتا تو اس کی جگہ لے لیتا۔ ورنہ خود مارا جاتا۔

دستورِ خانقاہ کے مطابق پروہت کو ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی بھگوڑے غلام کے ہاتھوں قتل ہونا پڑتا۔ ایک روایت کی رُو سے یہ رسم جال سپارٹی یونانی سپہ سالار ایگا میمنن (شاہ ارگس) کے بیٹے اورسٹیز سے وابستہ تھی۔ جب اورسٹیز بچہ تھا تو اس کی ماں کلائٹم نسٹرا نے اپنے عاشق ایجس تھس کے ساتھ مل کر اپنے خاوند ایگا میمنن کو قتل کر دیا تھا۔ اورسٹیز نے جوان ہونے پر اپنی ماں اور اُس کے آشنا کو موت کے گھاٹ اُتار کر اپنے باپ کا بدلہ لے لیا اور اپنی بہن الیکٹرا[2] کے ہمراہ اطالیہ بھاگ گیا۔ ڈیلفی کے ہاتف[3] کی ہدایت پر وُہ اپنے ساتھ ارٹیمس کی مورتی بھی چھپا لایا۔ خانقاہ کے پروہت کا قاتل بھی مفرور ہو جاتا۔ اس کا فرار اورسٹیز کے فرار کی عکاسی کرتا۔

البا لونگا کی تباہی کے بعد یہ خانقاہ ایک عرصہ تک لاطینی جماعت کا متحدہ حرم رہی۔ وسطِ اگست (۱۳ تاریخ) میں جب گرمیوں کا چاند پورا ہوتا دیوی کا تہوار منایا جاتا۔ شعلوں اور قندیلوں کی آب و تاب۔ اور چکاچوند میں محبوب دیوی کی پرستش کی جاتی۔

---

[1]: باپ کا بدلہ لینے کے بعد اورسٹیز کسی طرح بچ گیا۔ اس کے بعد اس کے چچا نے اس کی پرورش کی اور تعلیم دلائی اس دوران اس کی اپنے چچازاد پیلے ڈیز کے ساتھ گہری دوستی ہو گئی تھی۔

[2]: بعض جگہ اس کی دوسری بہن الیفی جینیا کا حوالہ دیا گیا ہے۔

[3]: اورسٹیز کے ہاتھ اپنی ماں اور اس کے عاشق کے خون میں رنگے تھے۔ چنانچہ اس گناہ کے کفارہ کو اسے ڈیلفی کے ہاتف نے ارٹیمس کی مورتی لانے کو کہا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے چچازاد پیلے ڈیز کے ہمراہ مورتی چرانے گیا تو پکڑا گیا۔ ملکی رواج کے مطابق ان دونوں کی قربانی کے احکام صادر ہوئے۔ ان دنوں الیفی جینیا ارٹیمس کے مندر کی کاہنہ تھی جسے ان دونوں کی قربانی کا فریضہ سونپا گیا۔ یہ پتہ چلنے پر کہ اورسٹیز اس کا بھائی ہے وہ دیوی ارٹیمس کا مجسمہ چرا کر اپنے بھائی اور پیلے ڈیز کے ساتھ اطالیہ فرار ہو گئی۔

خواتین دردِ زہ سے بچنے کے لئے اس کی محتاج ہوتیں۔ ڈائی اینا کا ایک اور معروف حرم کیپوا[1] کے نزدیک کوہ ٹیفیٹا[2] کی ڈھلانوں پر واقع تھا۔ جہاں تی ٹیینا کے نام سے اُس کی اپاچی جاتی۔ بعد میں ڈائی اینا کو یونانی دیوی ارٹیمس کا کردار (چاند دیوی) سونپ دیا گیا۔

ایفی سس[3] میں چھٹی صدی ق م میں ڈائی اینا کا تعمیر ہونے والا مشہور و مقبول مندر دنیا کے سات عجائبات میں سے تھا۔ یہ مندر فطرت کی ایک ایشیائی دیوی کے معبد کی جگہ بنایا گیا تھا۔ جو ارٹیمس اور ڈائنا کی بیشتر خصوصیات رکھتی تھی۔ اس مندر کا بنیادی رقبہ چار سو فٹ تھا۔ اور سو ستونوں پر ایستادہ تھا۔ ۲۶۲ء میں گرتھوں نے جلا کر اسے خاکستر کر دیا تھا۔ اور اس کا قیمتی ساز و سامان لوٹ کر لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اس کے کچھ حصوں کی مرمت کر کے انہیں بحال کر دیا گیا تھا۔

ایفی سس میں ڈائی اینا کا ایک مجسمہ بھی تھا۔ جس کے بارے میں خیال تھا کہ یہ آسمان سے گرا ہے۔ اس کی بہت سی چھاتیاں تھیں۔ جو فطرت کی قوتوں کی احیاء کی علامت تھیں۔ ایفی سس میں ڈائی اینا کا عظیم مندر ہیلینی فنِ تعمیر کا خزینہ تھا۔ ستون ساٹھ فٹ بلند تھے۔ جب ڈائی اینا کے معبد کے قریب پہاڑی پر سینٹ جان (کلیسیا) کی تعمیر ہوئی تو اس میں اسی مندر کے پتھر استعمال ہوئے۔

یونانی اسے ارٹیمس کہتے۔

اپالو

رُوما آ کر بھی اپالو، اپالو ہی رہا۔

ساز سنگیت اور پیش گوئی کا دیوتا۔ بربط نواز اور شعرا اور شعراء کا سرپرست و مربی۔ آفتاب کی حیات و ممات کی قوتیں اس سے وابستہ تھیں۔ روما میں جب وبائی امراض پھیلے تو ۴۳۰ ق م میں اپالو کا پہلا مندر تعمیر ہوا۔ رومی صنمیات میں اپالو دیوتا سب سے

---

[1]: Capua — ایک اطالوی قصبہ

[2]: Tifatina

[3]: Ephesus

پہلے اندمال کا دیوتا کی حیثیت میں نمودار ہوا۔ بھیڑیا بطخ پہاڑی کوا، باز اور مرغ اس سے منسوب کئے جاتے۔ اور اس کے مقدس جانور تھے۔

آگسٹس (شہنشاہ روما) اپنے تئیں اپالو کی محافظت میں سمجھتا۔ اور اس کا بیٹا کہلاتا۔ اس کے عہدِ حکومت میں اپالو کی عبادت اپنے اوج پر تھی۔ ان دنوں اپالو رومیوں کے عظیم دیوتاؤں میں شمار ہوتا۔ جنگ اکٹیم کے بعد آگسٹس نے اس کے مندر میں توسیع کرائی اور مالِ غنیما کا ایک حصہ اس کی نذر کیا۔ اس کی تعظیم میں کھیلوں کا اہتمام بھی ہوتا۔ اگسٹس نے کوہ پیلے ٹائن پر اپالو کا معبدِ نو تعمیر کرایا۔ جہاں کھیلوں کے ذریعے اس کی عظمت و حرمت کا اظہار کیا جاتا۔

فن قدیم میں دوسرے دیوی دیوتاؤں کی نسبت اپالو کو زیادہ پیش کیا جاتا۔ اپالو اجوئی اُس کو[1] ایک مخروطی ستون کی صورت میں ظاہر کیا جاتا۔ ایمک لے[2] کا اپالو کانسی کا ایک ستون تھا۔ جس کے سر پر فولادی مغفر سجا تھا۔ بازو پھیلے ہوئے ایک ہاتھ میں نیزہ، دوسرے میں کمان۔ اپالو کے چوبی مجسمے بھی تھے جن سے انسانی شباہت بمشکل عیاں تھی۔ یہ مجسمے بہت بھونڈے تھے۔ چھٹی صدی ق م میں اس کے بت عریاں تھے اور ان سے تندی مترشح تھی۔ ان مجسموں کے شانے چوکور، اعضا مضبوط اور چوڑے، کمر پہ لہراتے بال، فنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ مجسموں کی تراش خراش میں بھی لطافت اور ملائمت آتی گئی۔ اور اب اپالو کے مجسمے انسانی صورت اور ابدی شباب میں ڈوبے تھے۔

"اپالو بلوے ڈیری[3]" نامی مجسمہ اس کے مجسموں میں نفیس اور خوبصورت ترین ہے۔ یہ مجسمہ دریائے ٹائبر کے کنارے قصرِ پوپ میں موجود ہے۔ سات فٹ اونچے اس مجسمے کے بارے میں خیال ہے کہ یہ اپالو کے کانسی کے اس مجسمہ کی نقل ہے۔ جو تیسری صدی ق م میں ڈیلفی میں تھا۔

---

[1] : Apollo Aguieus

[2] : Amyclae

[3] : Belvedere

وینس

رومی اور لاطینی دیوی ہے۔ موسم بہار' نباتات' باغات اور اثمار کی دیوی رومی باغات میں یہ بہت زیادہ دلچسپی لیتی۔ جہاں اہل رُوما اسے اپنے عملی شعُور سے اس کے فطری رُوپ میں دیکھا کرتے۔ تاریخی ادوار میں اس سے یونانی دیوی افرودائٹی مراد لی جانے لگی۔ اور یوں یہ روپ و سروپ اور عشق و جنون کی دیوی بن گئی۔ چونکہ یہ روما کے برائے نام دیوتا مارز کی بیوی اور اینیئس کی ماں تھی۔ اس لئے "وینس جینی ٹرائکس[1]" یعنی مادرِ نسل کی حیثیت میں اس کی رُوما میں پوُجا ہونے لگی۔

ہسیاڈ کے بقول وینس اورے نس کے زخمی ہونے پر سمندری جھاگوں سے پیدا ہوئی۔ ابتدائی رومی جولے جو پیٹر اور ڈائی اینی کی بیٹی تبلاتے۔ اسے اکثر اس کے بیٹوں ایروز گر لیسنر جورے اور مرمنر کے ساتھ دکھایا جاتا۔

روما کے مشہور جرنیل پومپئی[2] نے وینس وائٹرکس کے نام سے اس کا ذی شان مندر تعمیر کرایا۔ اہل روما بعض جگہ وینس کا تہوار بڑی شان سے مناتے۔ وینس فن سنگ تراشی کا محبوب اور مرغوب موضوع رہی ہے یہ صنم تراشوں کی جان تھی وینس ڈی ملو[3] اور وینس ڈی میڈیسی[4] اس کے مشہور مجسمے ہیں۔

یونانیوں کے ہاں یہ افرودائٹی ہے

---

[1]: Venus Genetrix

[2]: پومپئی (۱۰۶۔ ۴۸ ق م) جس کا لقب اعظم تھا جولیس سیزر کا داماد تھا۔ بیوی کا نام جولیا تھا جس کی وفات پر اس کا رشتہ جولیس سیزر سے منقطع ہوگیا۔

[3] Venus de Milo وینس ڈی ملو نامی مجسمہ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اور لاورے (فرانس) کے گنج گراں مایہ میں سے ہے۔ قدیم فن سنگتراشی کا یہ عظیم شاہکار ایک دہقان نے ۱۸۲۰ء میں جزیرہ میلس کے ایک غار میں سے برآمد کیا۔ ترکی میں متعین فرانسیسی سفیر مارکوئیس ڈی ریوانی ری نے

مرکری

تجارتی اشیا اور تجار کا اطالوی دیوتا، نو آبادیوں سے قبل روما میں اناج کی قلت تھی۔ اس وقت دیوی دیوتاؤں کی خوشی کے لئے چند مذہبی رسوم اختراع کی گئیں۔ تو اس دیوتا کی ضرورت بھی محسوس ہوئی۔ چنانچہ ۴۹۵ ق م میں یونانی دیوتا ہرمیز مرکری کے نام سے اطالیہ میں متعارف ہوا۔ اور اسی سال اس کا مندر تعمیر ہوا۔ الوین ٹائن پہاڑی پر واقع اس کا مندر غلہ کی تجارت کے ساتھ ساتھ تجار کا صدر مقام بن گیا جنہوں نے جلد ہی اس کی پرستش شروع کر دی۔

۱۵ مئی کو یہ مندر اس کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ اس لئے پندرہ تاریخ اہم بن گئی اور اس تاریخ کو ہر سال اس کا تہوار منایا جانے لگا۔

ہرمیز کی ماں کی ہمنام میئیا[1] ہرمیز کی ماں سے مشابہت رکھتی تھی۔ اس لئے مرکری کے ساتھ میئیا کی بھی پوجا ہونے لگی۔ تجارت گاہوں پر ہرمیز کے مجسمے نصب تھے۔ پورٹا کیپنا[2] کے قریب اس کا مقدس چشمہ تھا۔ پندرہ مئی کو تحفل نشاط کے موقع پر تجار اس چشمے کا پانی استعمال کرتے۔ رومی فن میں مرکری کے پاس عصائے اقتدار اور تھیلا ہوتا۔ ہیلینی دور میں یہ اشیاء شاذ ہی ملتی ہیں۔

گذشتہ صفحہ سے:
یہ مجسمہ خرید کر لوئس کی خدمت میں روانہ کر دیا جس نے اسے لاورے بھیج دیا۔ وینس کا یہ حسین مجسمہ عریاں ہے۔ اور دونوں بازو غائب ہیں۔

[4] : Venus de Medici یہ مجسمہ فلورنس میں ہے۔
سولہویں صدی عیسوی میں برآمد ہوا۔ دلآویز چہرے اور پرکشش بدن میں اسے عریاں دکھایا گیا ہے۔

[1] : Maia ۔ ایک اطالوی دیوی جسے بونا ڈیا Bona Dia بھی کہتے تھے۔
[2] : Porta Capena
[3] : Caduceus عصائے اقتدار کو کیڈوسیس کہتے تھے۔

ولکن

آگ کا رومی دیوتا، بھڑکتے شعلوں کا خصوصاً۔ یہ کہنا کہ وہ ہیفیسٹس کی طرح آہن گر ولی کا مربی تھا مشکوک ہے۔ اس کا لقب ملسی بر اس بات کی علامت ہے کہ وہ آگ پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اہلِ روما ۲۳ راگست کو ولکینیا کے نام سے اس کا تہوار مناتے۔ آگ کا ایک الاؤ تیار کیا جاتا جس میں رومی خاندانوں کے سربراہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پھینکتے۔ دریائے ٹائبر کا مچھیرا عین وقت پر ان مچھلیوں کو اس جگہ فروخت کرتا۔

ولکن کے بارے میں قدیم عقائد کی وضاحت کوئی آسان کام نہیں۔ عہدِ تاریخ میں عظیم آتش کے ساتھ اس دیوتا کا ارتباط بہت نمایاں ہے۔ آگسٹس کے دور میں آگ کے دائمی خطرات سے بچنے کو ضلعی افسران تنظیم اس کی پوجا کرتے۔ ۲۲ اگست کو احتراماً اسے قربانی دی جاتی جو اس امر کی شاہد تھی کہ شعلوں سے بچاؤ کے لئے پانی کس قدر ضروری ہے۔[1]

اوسٹیا کے مقام پر جہاں رومی آبادی کا بہت ساغلہ جمع کیا جاتا دیوتا سے متعلق یہ عقیدہ مشہور ہوگیا۔ ولکن کی پرستش رومیولس کے عہد میں شروع ہوگئی تھی۔

منروا

منروا کا مطلب ہے ذہن۔ روما کی قدیم دیوی فرزانگی، شعور، تجارت، دستکاری اور فنون کی دیوی تھی۔ ایک اور نظریے کے مطابق فنِ حرب کی ماہر ہونے کے باعث وہ جنگ کی دیوی تھی۔ اسے اکثر ہتھیار بند دکھایا جاتا۔ اور مالِ غنیمت نذر کیا جاتا۔

مصور، اساتذہ، اطباء اور دستکار سب اس کے نام کی سمرن جپتے۔ میدانِ رزم میں یہ ہمیشہ دلیروں اور سورماؤں کی نگرانی کرتی۔ مذہبی رسوم میں لازماً استعمال ہونے والے ترم (سنکھ) کی ایجاد کا سہرا اسی کے سر تھا۔ اہلِ روما اس کی پرستش سے نام ۲۰ تم

---

[1]: شعلوں کو بجھانے کے لئے پانی ناگزیر ہے۔

میں روشناس ہوئے۔

روما میں اس کے قدیم ترین معابد کیپی ٹولین اور ایون ٹائن[1] کی پہاڑیوں پر تھے ہر سال مارچ کے مہینے میں منروا کے اعزاز میں ایک تہوار بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا۔ ۱۹ ار سے ۲۳ تاریخ تک یعنی پورے پانچ دن کھیل تماشوں، تمثیلی قصوں اور رنگا رنگ موسیقی کے ذریعے دیوی کی عظمت و رفعت کا اظہار کیا جاتا۔ ان تقاریب کے موقع پر بچوں کو چھٹی ہوتی۔

منروا کا ایک اور مندر ''کے ای لین'' پہاڑی پر تھا جس میں کیپٹا (بمعنی غلام) کے نام سے اس کی عبادت کی جاتی۔ اس مندر میں ۱۳ اور ۱۴ جون کو ایک تقریب منعقد ہوتی جس میں شہنا نواز اپنے فن کا مظاہرہ کرتے اور ماحول کو جاں نواز اور شہد آگین آوازوں سے بھر دیتے۔

یونانیوں کے ہاں یہ اتھینا کہلاتی۔

کیوپڈ

محبت کے یونانی دیوتا ایرس کا لاطینی نام۔ وینس اور مرکری کا بیٹا کیوپڈ[2] (کیوپڈو سے مشتق بمعنی آرزو) محبت کے دیوتا کی حیثیت میں شعر و نظم میں عہد سکندری کے شعرا اور صاحبان فن کے ذریعے داخل ہوا۔ کیوپڈ کو اکثر تیر کمان اور تیروں بھرے ترکش کے ساتھ ایک بچے کے روپ میں دکھایا جاتا۔ وہ اپنے تیروں سے عاشقانِ صادق کے دلوں کو گھائل کرتا۔ اور عشق و جنون کے عمل کو ہوا دیتا۔ اس معاملہ میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتا اسی لئے نٹ کھٹ اور شریر ہے۔ نشاۃ ثانیہ کے چترکاروں نے اس روپ میں اسے خوب سنوارا ہے

---

[1]: اس مندر میں اہل حرفہ کی مجالس جمتیں جن میں شعرا اور اداکار بھی شریک ہوتے۔

[2]: کیوپڈ کو بچے کے روپ میں دکھایا جاتا جو تیر سے دلوں کو زخمی کر دیتا۔ اس کے برعکس چینی جاپانی قصوں میں ووکنگ نامی معمر ترین انسان عاشقوں کے پاؤں سرخ رنگ کی غیر مرئی ریشمیں ڈورے باندھتا ہے۔ کیوپڈ اور سائیکی کا قصہ اساطیری کہانیوں میں ... ہے۔

ارورا[1]

صبح کی رومی دیوی، ہسیاڈ کے خیال میں وہ ٹائی ٹن، اسٹری اس اور تھیا کی بیٹی تھی۔ ہیلیس اور سیلینی کی بہن، بقول ہومر وہ ہر صبح تھتونس[2] کے بستر پر سے اٹھتی اور طلوع آفتاب سے قبل مشرق سے اپنے گلابی رتھ[3] میں نمودار ہوتی۔ زمین پر خنک اور شفاف شبنم چھڑکتی۔ اور یوں پھولوں کو ایک نئی بالیدگی اور نمو بخشتی۔ دیوتاؤں اور انسانوں کے لئے وہ روشنی لے کر مشرق سے ظاہر ہوتی۔

گلابی تیروں کے سبب جو صبح کے نقیب ہوتے ہیں۔ ہومر اسے گلابی انگلیوں والی کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ صبح کی دیوی کا تصور ابتدائی دور کے مذاہب میں عام تھا اور ویدک علم الاصنام میں خصوصاً جہاں اوسا (اوشا) یونانی اور رومی دیوی کی ہم پلہ تھی۔ ارورا کو اورائن[4] ان سے بھی عشق تھا۔ جو ستاروں کے جھرمٹ کا نمائندہ ہے اور صبح کی اوّلین کرن کے نمودار ہونے سے پیشتر غائب ہو جاتا ہے اس کے علاوہ ارورا نوجوان

---

[1]: Aurora

[2]: ٹرائے کے حکمران لاؤمیڈن کا حسین بیٹا جس پر ارورا عاشق تھی اس کی درخواست پر ارورا نے اسے ابدی زندگی عطا کی تھی۔ لیکن وہ دائمی جوانی مانگنا بھول گیا بڑھاپے اور خستہ حالی کے سبب جب زندگی اجیرن ہو گئی تو اس نے دیوی (ارورا) سے موت کی التجا کی اس پر ارورا نے اسے ٹڈا بنا دیا۔ بعض جگہ تھتونس کو ارورا کا خاوند بھی کہا گیا ہے۔

[3]: اس رتھ کو لیمپس اور پاتھن نامی گھوڑے کھینچتے تھے۔

[4]: بیوشیا کا ایک عفریت اور شکاری، بہت سی کہانیوں کا موضوع جس کے مطابق ڈائی اینی سس نے اسے اندھا اور ارٹیمس نے ہلاک کیا۔ اس کی ہلاکت کی ایک وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ دنیا کو جنگلی درندوں سے پاک کر دے گا۔ چنانچہ وہ ایک بچھو پر بیٹھ گیا اور مر گیا۔ بعد از مرگ اسے ستاروں میں

شکاری سیفے لسؒ سے بھی پیار کرتی تھی۔ اور اسی کے ذریعے وہ پائیتھن کی ماں بنی۔

فنی تخلیق میں وُہ ایک نوجوان خاتون کے روپ میں ظاہر ہوئی۔ مکمل لباس ہاتھوں میں جوانی تھامے ہوئے کبھی پیادہ پا کبھی تیز تیز قدم اُٹھاتی۔ کبھی رتھ میں جسے دو پر دار گھوڑے کھینچتے۔ بعض اوقات وہ سمندر کے پانیوں میں سے نمودار ہوتی کئی بار دو گھڑے اُٹھائے شبنم بانٹنے والی دیوی کی صورت میں سامنے آئی۔

لاطینی تحریروں میں لفظ ارورا مشرق کے معانی میں آتا ہے۔ یونانی اسے ایئس کہتے ہیں۔

مارز

رومی دیومالا میں جنگ کا دیوتا، رومیولس کا مشہور و مقبول باپ اور اس صورت میں تمام رومیوں کا باپ۔ صنعت اور زراعت کے نگہبان کے طور پر اسے سلیے لس کہتے ہیں۔ کوریٹی نل نامی پہاڑی کے مکیں کویری نس کے نام سے اس کی پرستش کرتے جو اہل شہر کی زندگیوں کا محافظ تھا۔ جنگی دیوتا ہونے کے سبب اسے "گرے ڈی وس" کا خطاب ملا تھا۔

یونانی ایریز کا اتنا احترام نہیں کرتے جتنا رومی مارز کا کرتے تھے۔ سرزمین روما میں مارز کی بہت تعظیم کی جاتی۔ اس کے مجسمے عام تھے۔ ہر دلعزیز اتنا کہ جنگ پر جانے سے

گذشتہ صفحہ سے:

شامل کر دیا گیا ستاروں کا یہ جھرمٹ نومبر میں نمودار ہوتا اور اس کا تعلق طوفان باد و باراں سے تھا۔

لہ: ارک تھئیس کی بیٹی پروکرس کا خاوند جس کے عشق میں ایئس (ارورا) پاگل ہو گئی تھی اسی سبب میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہوا۔ ارٹیمس نے طوفان نامی ایک کتا اور صحیح ہدف پر لگنے والا نیزہ پروکرس کو دیا۔ جس نے یہ دونوں چیزیں اپنے خاوند کو دے دیں اور ان میں صلح ہو گئی۔ صلح کے باوجود بیوی کو میاں پر شک تھا ایک دن وہ شکار کھیل رہا تھا کہ پروکرس ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گئی خاوند

قبل ہر سپہ سالار ہتھیار سجا کر اس کے حضور پیش ہوتا اور اس کی ڈھال اور نیزہ چھو کر کہتا۔

"اے دیوتا! میرا نگہبان بن۔"

جوانان روما کی ورزش گاہ کیمپس مرٹیئس[1] کہلاتی۔ یہ میدان مارز کی عبادت گاہ کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اہل روما اس میدان میں از منہ قدیم ہی سے جنگی مشقیں کیا کرتے۔ مارز کو جنگی قیدیوں کی بھینٹ دی جاتی۔ تین جانور دیوتا کے لئے مخصوص تھے یعنی خونخواری کو بھیڑیا تسکارے کے تعاقب کو کتا اور دیوتا کی بیداری کے لئے مرغ اور ایک ایسا کتا بھی جو مقتولین کی لاشوں کو بھنبھوڑتا۔

یونانی اسے ایریز کہتے۔

بیکس[2]

تاکستانوں اور بادہ گل رنگ کا رومی دیوتا۔ اس نے دوبار جنم لیا۔ ایک بار اپنی ماں کی کوکھ سے اور دوسری بار جوپیٹر کی ران میں سے۔

اطالیہ میں بیکس کے پراسرار اور وحشیانہ تہواروں کو لاطینی زبان میں بیکے نیلیا کہتے۔ یہ وحشیانہ اور غیر مہذبانہ رسوم اٹروریا[3] کے راستے پہلے زیریں اطالیہ اور پھر روما پہنچیں۔

گذشتہ صفحہ سے:

سمجھا کوئی درندہ ہے چنانچہ اس نے نیزہ پھینکا اور پریو کرس مر گئی۔

لہ: اس پہاڑی پر بسنے والے سبائنی تھے۔ اوران کے قصبہ کا نام کوریس تھا اور اسی لئے وہ اسے کویری نس کہتے۔

[1]: مرٹیئس دراصل میمرز کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اُسکانی (اطالیہ کا ایک حصہ) زبان میں ماورز یا میورز (مارز جس کا مخفف ہے) کو میمرز کہتے تھے۔ گویا مارز کے نام ہی پر اس میدان کا نام رکھا گیا۔

[2]: Bacchus

[3]: ایک چھوٹا سا گاؤں جو مٹی کے ظروف سازوں کے لئے بسایا گیا تھا۔

بیکس کے اعزاز و احترام میں منعقدہ رسوم میں نہایت زیادہ رازداری سے کام لیا جاتا فقط خواتین ان میں حصہ لیتیں۔ کچھ عرصہ بعد مردوں کو بھی اجازت مل گئی تھی۔ یہ تقاریب مہینے میں پانچ بار ہوتیں۔ جن میں بے تحاشہ شراب اڑتی۔ جام پر جام، خم پر خم لنڈھائے جاتے۔ یہاں تک کہ روح بھی بادہ آتشیں میں ڈوب کر گنگنا رہ جاتی۔ ان دنوں جرائم اور سیاسی سازشیں زوروں پر ہوتیں۔ جب ان تقاریب کے اس گھناؤنے پہلو کی تشہیر دور دور تک ہونے لگی تو سینیٹ نے ۱۸۶ ق م میں اطالیہ میں ایک فرمان کے ذریعے اجباراً انہیں معطل کر دیا۔ اور آئندہ کے لئے بھی اس پر پابندی لگا دی۔

کانسی کی تختی پر مرتسم یہ فرمان ۱۶۴۰ء میں کیلب ریا کے مقام پر برآمد ہوا۔ اور اس وقت موجود ہے طرفہ تماشہ یہ کہ سخت ترین عقوبتوں کے باوجود یہ رسوم اپنی جگہ برقرار رہیں۔ اور جنوبی اطالیہ میں کافی عرصے ان کا رواج رہا۔ اہلِ یونان ڈائی اینی سس کے نام سے اس کی پرستش کرتے تھے۔
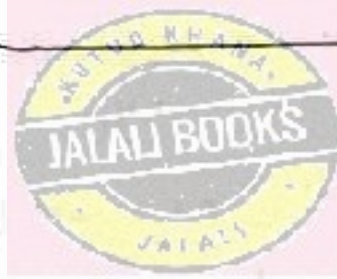
رومی طرزِ تعمیر اور معابد

اطالیہ کی ارضیاتی تشکیل یونان سے مختلف ہے۔ یونان میں اہم عمارتی سازوسامان سنگِ مرمر ہے۔ جبکہ رومیوں نے اپنی عمارات میں نہ صرف سنگِ مرمر بلکہ آتش زدہ سرخی مائل مٹی، اینٹ اور پتھر کا استعمال بھی کیا۔ رومی اپنی عمارات کے گنبدوں، قوسی چھتوں اور دیواروں میں کنکریٹ استعمال کرتے۔ اور پھر ان پر سنگِ مرمر، سنگ جراحت اور دیگر قسم کے پتھر اور خشت جڑ دیتے۔ سنگِ مرمر اور دیگر پتھر غلاموں اور سپاہیوں کے ذریعے پتھروں کی ان گنت کانوں سے کاٹ کاٹ کر منگوائے جاتے۔ غلاموں اور مجرموں کی بہت سی ٹولیاں رومی مملکت کے تمام حصوں سے قسم قسم کے پتھر اور سنگین سلیں لا کر پہلے گودیوں میں اُتارتی اور پھر جائے تعمیر پر لے جاتیں۔ رومیوں کا یہ طرزِ تعمیر جو جانی پہچانی دنیا میں مقبول ہو رہا تھا۔ مختلف علاقوں کے تعمیراتی سازوسامان سے متاثر ہوا۔ ان ایام میں خشت اور پتھر کے ساتھ کنکریٹ کا استعمال عام تھا جس کے باعث سلطنت روما میں رومی طرزِ تعمیر خوب پروان چڑھی اور مقامی فنِ تعمیر میں کمی آ گئی۔ تاہم شام اور مصر میں جہاں پتھروں کی لاتعداد کانیں موجود تھیں رومی طرزِ تعمیر مقبول نہ ہوا۔

قدیم روما کا مذہب (دیوی دیوتاؤں کی پرستش) ریاستی دستور اور پالیسی کا ایک حصہ تھا۔ لاطینی ناموں کے تحت یونانیوں سے اخذ کردہ یہ دیوی دیوتا رومیوں کی مذہبی ضروریات کے عین مطابق تھے۔ شہنشاہ روما کی ایک دیوتا کی طرح تعظیم و تکریم کی جاتی۔ اور اسے رُومی سلطنت کے مختلف صوبوں کی الوہیت کے پیشتین (دیوی دیوتاؤں کا مشترکہ مندر) کا سربراہ سمجھا جاتا۔ یونانیوں کی طرح رومیوں پر مذہب کے اثرات زیادہ نہ تھے۔ اور نہ ہی رومی عوام اس رنگ میں رنگے تھے۔ جو یونانی عوام کا خاصہ تھا۔ رومی شہنشاہ کا منصب مذہب کی بجائے سلطنتی شان کا مظہر تھا۔ یہاں تک کہ مندروں کی تعمیر تک پر سلطنت کی چھاپ لگی تھی۔

قدیم روما میں یونانیوں کی طرح اہم عمارات صرف منادر اور خانقاہیں ہی نہ تھیں
بلکہ عوامی عمارتیں بھی سینہ ارض پر جگہ جگہ اپنی اپنی بہار دکھا رہی تھیں۔ محلات اور منادر
کے ساتھ ساتھ سرزمین روما میں فورم[2]، تھرمے[3]، تھیٹر[4]، ایمفی تھیٹر[5]، سرکس[6]

---

[1]: رومی سلطنت اطالیہ تک ہی محدود نہ تھی اس میں بعض یورپی خطے شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا بھی شامل تھا۔ مغربی ایشیا میں بابل، آشوریہ اور فارس کی حکومت رہی تھی۔ یہ علاقہ دجلہ اور فرات کے درمیان واقع تھا۔

بابلی دور (۴۰۰۰ - ۱۲۷۵ ق م) اولین سومیری بادشاہ اتانم نے بابلی شہروں کو یکجا کیا۔ کئی صدیوں بعد ان شہروں میں باہمی رقابت پیدا ہو گئی۔ ازاں بعد ۲۲۵ ق م میں شاہ حمورابی نے مملکت بابل کی داغ بیل ڈالی۔ اور ملکی قوانین بنائے۔ ۱۷۰۰ ق م میں بابلی دارالحکومت کا دارالسلطنت بابل تھا۔ بابل (باب ایلی) یعنی دیوتا کا دروازہ بقول ہیرودوٹس یہ شہر دو سو مربع میل میں پھیلا ہوا تھا۔ اس میں مبالغہ بھی ہو سکتا ہے۔ بابل میں ایک سو پچاس ٹاور اور دیوی دیوتاؤں کے ان گنت معابد تھے جن میں سب سے بڑا مردوخ (بابل شہر کا دیوتا) کا مندر تھا۔

آشوری عہد (۱۲۷۵ - ۵۳۸ ق م) آشوریہ قریباً ۶۰۶ ق م یعنی دارالحکومت نینوا کی تباہی تک مغربی ایشیا کی عظیم قوت رہا۔ نینوا کی تباہی کے بعد (۶۰۶ ق م) آشوری سلطنت کی تقسیم ہو گئی۔ نئی بابلی حکومت فقط ستر سال رہی۔ پھر اہل فارس نے قبضہ کر لیا۔ نینوا بابل سے ۲۵۰ میل شمال میں واقع تھا۔

فارسی عہد: (۵۳۸ - ۳۳۳ ق م) بابل اور آشوریہ کے مشرق میں ایران تھا۔ جس کی سرحدیں ایرانی سطح مرتفع پر دریائے دجلہ سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ قریباً دو سو سال مغربی ایشیا پر فارس کی حکومت رہی۔ ۳۳۳ ق م میں سکندر اعظم نے مغربی ایشیا فتح کر لیا تھا۔ سو سال تک مصر فارسی حکومت کا ایک صوبہ رہا تھا۔

[2]: فورم، شہر کے مرکز میں کھلی جگہ جلسہ گاہ مارکیٹ بھی یہی تھی اور سیاسی فیصلے بھی یہیں ہوتے تھے

دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

۳ؔ: تھرمے: شاہی روما کے شاندار حمام۔ ان کا تصور یونانی جمنیزیا سے لیا گیا تھا۔ اطالیہ میں روم اور پومپئی کے مقام پر ان کے کھنڈرات ملتے ہیں۔ یہ آرام دہ غسل خانے بھی تھے اور یہاں لوگ خوش فعلیوں اور خوش گپیوں میں مگن رہا کرتے۔ گویا یہ آج کے جدید کلب کا کام دیتے تھے۔ چار دیواری میں اونچے پلیٹ فارم پر انہیں تعمیر کیا جاتا۔ ان کے نیچے بھٹیاں اور ادارہ کے افراد کے لئے کمرے ہوتے۔

۴ؔ: اکثر یونانی تھیٹروں کو رومی ڈراموں کے مزاج کے مطابق ڈھال لیا گیا تھا۔ اس کے لئے نصف قوس نما آڈیٹوریم ضرور بنایا جاتا جس میں نشست دار قطاریں یکے بعد دیگرے اوپر اٹھتی چلی جاتیں۔ زمینی سطح جتنی اونچی مرکزی جگہ (جہاں یونانی تھیٹروں میں سازندوں کی ٹولی بیٹھا کرتی) آڈیٹوریم کا انگ بن گئی تھی۔ اور اب رومی سینیٹرز اور عمائدین وہاں بیٹھنے لگے تھے۔ یونانی اپنے تھیٹر پہاڑی ڈھلانوں کو کھود کھلا کر کے بناتے تھے۔ جبکہ رومی تھیٹر کنکریٹ سے تیار کردہ محرابی چھتوں کے سلسلہ بنائے گئے تھے۔ ان تھیٹروں میں ہنگامی حالات میں تماشائیوں کے نکلنے کے لئے غلام گردشیں ہوتی تھیں۔

۵ؔ: ایمفی تھیٹر۔ قدیم رومی مدور تماشا گاہ۔ یونانی اس سے نا آشنا تھے۔ یہ قطعاً رومی عمارات تھیں۔ ایمفی تھیٹر ہر اہم رومی نو آبادی میں تھا۔ جہاں سٹیج کے سوانگ کی کمی کو پورا کرنے اور جنگجو قوم کو تربیت دینے کے لئے مقابلے ہوتے۔ بھینسوں کی لڑائی کے موجودہ سپینی میدان رومیوں کی مدور تماشہ گاہ سے قدرے مماثل ہیں۔

۶ؔ: سرکس۔ رومی سرکس میں گھوڑوں اور رتھوں کی دوڑیں ہوتیں۔ آگسٹس کے دور میں ۳۵۰۰ جنگلی درندے ایک سرکس میں ہلاک کئے گئے۔ بعض سرکس تو اتنے بڑے ہوتے کہ ان میں بیک وقت ڈھائی لاکھ تماشائی بیٹھ سکتے۔ آگسٹس نے جو سرکس بنایا وہ ۶۵۰ x ۲۰۰۰ فٹ تھا۔

۷ؔ: محراب ظفر مندی۔ یہ محرابیں جن کے ایک یا تین تین در ہوتے بادشاہوں اور جرنیلوں کی یاد میں بنائی جاتیں۔ مجسموں سے ان کی تزئین کی جاتی۔ ۷۰ء میں یروشلم کی فتح کی یاد میں ٹائی ٹس نے اسی قسم کی ایک محراب بنائی تھی۔

شان و شکوہ اور جنگجوئی کی علامت تھے۔ عوامی عمارات، رومی سطوت اور شاہی قوت کی مادی مظہر تھیں۔ رومی مذہب میں کاہن پرستی کو کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا مصر برصغیر اور جزائر برطانیہ وغیرہ میں کاہنوں اور پجاریوں کی جماعت ایک برتر اور طاقتور جماعت تھی۔ لیکن سلطنت روما میں وہ محض پجاری تھے۔ جو قربانی کی رسوم میں لوگوں کی اعانت کرتے اور مختلف شگون سے دیوی دیوتاؤں کی رضا کا پتہ لگاتے ہر رومی گھر، ولا اور محل میں، لاریز (خاندانی دیوتا) کی قربان گاہ ہوتی۔ جد و اب کی عبادت بھی مذہبی رسوم کا ایک حصہ تھی۔ اسی لئے چولھے کی دیوی ویسٹا رومی پینتھین میں ایک ممتاز درجہ رکھتی تھی۔ اور ویسٹا کے مندر کی پاکدامن کنواریوں کی تعظیم، قربانی کا اہتمام کرنے والے پجاریوں سے زیادہ کی جاتی۔

رومی معابد یونانی اور اٹرسکن فن تعمیر کا آمیزہ تھے۔ رومیوں نے ستونوں کی تعمیر کا انداز یونانیوں سے سیکھا اور پھر اس میں اٹرسکن سٹائل کی محرابوں محرابی چھتوں اور گنبدوں کا اضافہ کر کے ایک ملی جلی طرز کو فروغ بخشا۔ اہل یونان ڈوریائی ایونیائی اور کورنتھی طرز تعمیر استعمال کرتے۔ رومیوں نے اس میں ٹسکن اور دوسرے طرز تعمیر کو شامل کر کے پانچ قسم کے فن تعمیر کو ہم آہنگ اور یکجا کر دیا۔

رومی فن تعمیر کی مثالیں اطالیہ کے ساتھ ساتھ رومی عملداری میں بھی ملتی ہیں۔ نیمیز، آرلس (فرانس) ٹراگونا اور سیگوویا (سپین) ٹری وس اور اے ایکس لا چیلے (جرمنی) پٹس میگنا، قسطنطنیہ، تمگڑ (شمالی افریقہ) پامیرا، بعلبک (شام) سلچسٹر ڈورور اور باتھ (انگلینڈ) کے مقام پر اس فن تعمیر کے نمونے ملتے ہیں۔

یونانی عمارات میں سب سے افضل کثیر منزلہ مندر تھے۔ رومیوں کی پیچیدہ تر گوناگوں ضروریات نے انہیں کئی کئی منزلہ منادر اور معابد تعمیر کرنے پر مجبور کیا۔ ان کی تعمیر و تشکیل میں اکثر غلام اور بعض اوقات رومی سپاہی حصہ لیتے۔ وہ پہلے کنکریٹ اور پتھروں سے دیواریں اٹھاتے اور پھر آہنی یا کانسی پتریوں کی مدد سے ان پر (عموماً) قیمتی

۸: ستون کامرانی - یہ رومی یا ڈوریائی ستون ہوتا جس کی بلندی سو فٹ سے زیادہ ہوتی کسی فتح کی یاد میں تعمیر کیا جاتا۔

۹: محرابدار نالے - محراب دار نالوں کے ذریعے دارالحکومت کو روزانہ ۲۵ کروڑ گیلن پانی مہیا کیا جاتا۔

سنگ مرمر لوسنگِ جراحت جڑ دیتے تھے۔ دیواروں، قوسی چھتوں اور فرشوں کی تزئین میں پچی کاری سے کام لیتے۔ ستونوں کے زیریں و بالائی حصے اور زاویئے سنگین نقش و نگار اور بیل بوٹوں سے پُرکشش اور جاذب نظر بنائے جاتے۔ معابد کی سقفوں پر آبدار چاندی چڑھانے کا استعمال عام تھا۔ رومی اپنے منادر کے لئے دیوی دیوتاؤں اور دیگر قسم کے بہت سے مجسمے یونان سے لائے تھے۔

یونانی مندر عموماً عرض سے دوگنا طویل ہوتے۔ لیکن رومیوں کے مندر تناسب میں چھوٹے تھے۔ صنم کدہ بذاتِ خود غزلنے اور یونانی مجسموں کے لئے عجائب خانہ کے طور پر استعمال ہوتا۔ یونانی عبادت گاہیں ہر جہت سے دکھائی دیتیں لیکن رومی منادر فورم سے نظر آتے۔ جو ان کے سامنے بنائے جاتے۔ مزید برآں مندر کے بڑے دروازہ سے پہلے غلام گردش اور سیڑھیاں بنانے پر زور دیا جاتا۔

قدیم روما میں مستطیل اور مدور، دونوں قسم کی عبادت گاہیں ملتی ہیں۔

مستطیل مندر

مارز الٹر کا مندر (۱۴-۲ ق م) روم میں آگسٹس کے فورم میں تعمیر کیا گیا۔ جسے آگسٹس نے سیزر کی موت کا بدلہ لینے کی قسم پوری کرنے کو ، بدلہ لینے والے مارز کی نذر کیا تھا۔ یہ عظیم منادر میں سے ایک تھا۔ جس کے کورنتھی ستون اٹھاون فٹ بلند تھے۔ ان میں سے صرف تین ستون بچے ہیں۔ یہ مندر قوائری نل نام کی پہاڑی کے سامنے سو فٹ اونچی دیواروں میں گھرا تھا جن میں بتوں کے طاق بنے تھے۔

کاسٹر اور پولکس کا مندر

۷ ع میں روم میں بنایا گیا۔ یہ مندر ۴۸۲ ق م میں اظہارِ تشکر کے طور پر ان توام دیوتاؤں کی بھینٹ کیا گیا تھا جنہوں نے جھیل ریجی لس کی جنگ (۴۹۲ ق م) میں رومیوں کی اعانت کی تھی۔ اس سے قبل یہ مندر جوپیٹر سٹیٹر سے منسوب تھا۔ اس مندر کے موجودہ تین مرمریں کورنتھی ستون جن کے منقش بالائی حصے انتہائی دلپذیر

اور نظر نواز ہیں۔ ۴۸ فٹ ۵ انچ اونچے ہیں۔ اس مندر کا ایک کمرہ جیش قیمت اور بیش بہا اشیاء کے لئے خزانہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اوزان وغیرہ کی جانچ پڑتال بھی یہیں کی جاتی۔ یہ مندر ستونوں میں گھرا تھا۔ چھت کے حاشیہ پر آرائشی کنگرہ اور انداز مشرقی تھا۔

وینس کا مندر

روم میں (۱۳۵ - ۱۲۳ ق م) تعمیر ہوا اور کچھ باقی نہ بچا۔ اس کا ڈیزائن ایک دمشقی شخص اپالوڈورس نے شہنشاہ ہیڈریان کی فرمائش پر تیار کیا تھا۔ ۳۴۰ فٹ عریض اور ۵۴۰ فٹ طویل چبوترے پر ایستادہ تھا۔ مصری گرینیٹ اور پروفائری پتھروں سے تیار کردہ دو سو ستونوں میں گھرا تھا۔ صنم خانے کی دلواروں کے مقابل ستونوں کے طاقوں میں مجسمے سجے تھے۔ اس کی چھت پر کانسی کی سنہری پلیٹوں والی ٹائلیں جڑی تھیں۔

سیٹرن کا مندر

۲۴۸ ع میں روم میں سوا بارہ فٹ اونچے چبوترے پر تعمیر ہوا۔ اس کی پیشانی قریباً چالیس فٹ بلند گرینیٹ ستونوں والی غلام گردش سے مزین تھی۔ اس عبادت گاہ کے آٹھ ستون (جن کے بالائی سرے ایونیائی طرز کے ہیں) زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ گئے ہیں۔

عظیم مندر (۱۶۱ - ۱۳۱ ق م)

انٹونیئس پائی آس کے زمانے میں لبنانی پہاڑیوں کی تلہٹی میں ایک اونچے میدان میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ مندر شام میں رومی اقتدار کے ثبوت اور رومی مذہب کے پرچار کو بنایا گیا تھا۔ یہ مندر اصل میں شاندار مقدس معبدوں کا ایک جھرمٹ تھا۔ جن تک سیڑھیوں کے ذریعے رسائی ہوتی۔ ۶۰ فٹ اونچے اور ۷ فٹ قطر کے کورنتھی ستونوں میں سے فقط چھ ستون بچے ہیں۔ اس عبادت گاہ کو تھیوڈوسیئس دی گریٹ (۳۹۵ - ۳۷۹ ع) اور پھر عربوں اور ترکوں کے ہاتھوں بہت نقصان پہنچا۔

جوپیٹر کا مندر (۲۷۳ ع)

یہ مندر عظیم معبد کے پہلو میں ایستادہ تھا۔ جس کی ہر سمت میں پندرہ ستون تھے۔ مشرقی جانب دروازہ تھا۔ جس تک سیڑھیوں کے ذریعے رسائی ہوتی۔

سورج کا عظیم معبد

پلمیرا کے مقام پر تعمیر ہوا۔ اونچا پلیٹ فارم اور کورنتھی طرز کے عظیم ستون تھے شہر کی جانب سے ستونوں کی طویل گلی میں سے داخلہ ہوتا۔

مدور اور پہلو دار منادر

رومی عموماً مدور اور پہلو دار معابد تعمیر کرتے تھے۔ انہوں نے یہ انداز غالباً اٹرسکن سے اخذ کیا تھا۔

ویسٹا کا مندر (۲۰۵ ق م)

شہر شاہی (روم) میں رومانم فورم کے درمیان الاؤ کی دیوی کا یہ بے حد مقدس مندر تھا۔ جہاں ویسٹل ورجنز (پاکدامن کنواریاں) کی زیرنگرانی مقدس اگنی ہمیشہ فروزاں رہتی یہ مقدس آگ رومی قوت واقتدار اور رومی زندگی کی علامت تھی۔ یہ معبد پہلے پہل ۱۵۰ ق م میں تعمیر ہوا۔ جسے اس کی اپنی مقدس آگ کھا گئی۔ دوبارہ ۲۰۵ ع میں بنا۔ حالیہ کھدائی کے بموجب دس فٹ اونچے چبوترے پر تعمیر ہونے والے اس صنم خانے کا قطر ۳۰ فٹ تھا۔ اور ۳۵½ فٹ اونچے کورنتھی ستونوں میں گھرا تھا۔ موجودہ کھدائی میں ان ستونوں کے سنگار پٹی دار ٹکڑے ملتے ہیں۔

سبل کا مندر (۲۷-۱۴ ق م)

یہ مندر ٹیوولی میں ایک خوبصورت چبوترے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ مدور صنم خانہ کا قطر چوبیس فٹ تھا۔ جس کے گرد ساڑھے تیئس فٹ اونچے کورنتھی ستون تھے۔ لوپنے دس فٹ قطر کے ان ستونوں کے بالائی حصے سنگین برگ وگل کی بہاروں سے مہک رہے تھے۔ ستونوں کے یہ منقش بالائی حصے کافی اونچے تھے۔

یہ معبد اپنے دیو ہیکل ستونوں کے ساتھ ایک نمایاں اور مضبوط چٹان پر کھڑا تھا جس کے باعث اسے ایک بلند قدرتی کرسی میسر آگئی تھی۔

میٹر میٹوٹا کا مندر

روم میں واقع یہ مندر پہلے الاؤ کی دیوی ولیسٹا سے منسوب تھا۔ آگسٹس کے دور میں تعمیر ہوا۔ اس کے سینتیس فٹ سات انچ اونچے کورنتھی ستونوں کی تعداد بیس ہے چوبی حاشیہ دار سقف پر کانسی کی ٹائلیں سجی ہیں۔ یہ مندر اس وقت چرچ کی صورت میں موجود ہے۔

پینتھیئن

روم کی قدیم عمارات میں سب سے زیادہ تحفظ اسے ملا۔ اس کا بہت کچھ لے جایا گیا۔ بہت کچھ سجال ہوا۔ دلکش اور شاندار ستونوں پر سجی غلام گردش والی اس عظیم عبادت گاہ کی دیواریں اور محرابدار چھتیں ابھی تک قائم ہیں۔ تین حجروں والا اٹرسکن طرز کا یہ مندر آگسٹس کے عہد میں اگرپا نے تعمیر کیا تھا۔ اگرپا کا تعمیر کردہ یہ مندر تباہ ہوا تو اس کی جگہ از سر نو ایک اونچی جگہ پر تعمیر ہوا۔ کارنتھیئی طرز کی اس کی غلام گردش ۱۱۰ فٹ طویل اور ۶۰ فٹ عریض ہے۔ مدور مندروں میں سب سے بڑے اس مندر کا دروازہ بھی ایسی غلام گردش میں ہے۔ اس کے چھیالیس فٹ پانچ انچ بلند و بالا ستون سنگ سپید اور مصری گرینیٹ (خاکستری رنگ کا پتھر) سے تراشے گئے تھے۔ ان ستونوں کا زیریں قطر قریباً پانچ فٹ ہے۔ اور بالائی حصہ کا قطر قریباً سوا چار فٹ ہے۔ اس کے سامنے کے آٹھ ستون دوسرے ستونوں کے ساتھ مل کر اٹرسکن مندروں کی طرز پر ستونوں کی تہری قطار بناتے ہیں۔ یعنی اس کے سامنے کے حصہ میں ستونوں کی تین قطاریں ہیں۔ غلام گردش کی پشت پر طاقوں میں آگسٹس اور اگرپا کے بڑے بڑے مجسمے رکھے ہیں ان طاقوں کی عقبی دیواروں کی موٹائی میں سے عمارت کے بالائی حصوں میں سیڑھیاں جاتی ہیں۔ زریں پتریوں والے کانسی کے قدیم دروازے اب بھی موجود ہیں۔

مندر کی مدور عمارت کا اندرونی قطر ½۱۴۲ فٹ ہے۔ اتنی ہی اس کی اونچائی ہے۔ اس کا گنبد نصف کرہ نما ہے۔ روشنی کے لئے گنبد کے عین وسط میں (شیشوں کے بغیر) ۲۷ فٹ قطر کی کھلی جگہ رکھی گئی ہے۔ روشنی کا یہ انداز انتہائی مؤثر رہا ہے۔

دیوتاؤں کے اس مشترکہ مندر میں کئی صدیوں تک ان کی پرستش کی جاتی رہی اور اب عیسائیت کے گن گائے جاتے ہیں۔

جوپیٹر کا مندر (۲۸۴ ع)

یہ مندر سپالٹو کے مقام پر کوتاہ قد کارنتھی ستونوں کے بیچ ایستادہ ہے اس کا صنم خانہ بھی دائرہ نما ہے جس کا قطر ۴۳ فٹ ۸ انچ ہے

وینس کا مندر

۳۲ فٹ ۸ انچ بلند کارنتھینی ستونوں کے بیچ بعلبک کے مقام پر تعمیر شدہ اس مندر کے صنم خانے کا قطر ۳۲ فٹ ہے ۱۲ ر کے بت خانے کے طاقچوں میں بھی بت سجے ہیں۔

جوپیٹر کیپی ٹو لی نس (۵۰۹ ق م)

روما میں عظیم کھیلوں کے نگران جوپیٹر کیپی ٹولی نس کا مربع شکل کا یہ مندر تین حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ میں مہا دیوتا جوپیٹر دوسرے میں فنون اور جنگ کی دیوی منروا اور تیسرے میں ملکہ افلاک یعنی جوپیٹر کی شریک حیات جونو کا مجسمہ رکھا تھا۔ چوبی ستونوں پر ایستادہ اس مندر کو آگ چاٹ گئی تھی۔ بعد میں سلّا نے ایتھنز سے کورنتھی سنگ مرمر کے ستون منگوا کر اسے دوبارہ سجال کیا۔ یہ مندر بھی روم میں تھا۔

جونو سوپیپٹا کا مندر (پانچویں صدی ق م)

لینو ویئم کے مقام پر تعمیر ہوا۔ امانت، سلامتی، ریاستی سرلٹے اور خزانے کی نگران دیوی کے اس مندر میں بھی تین دیوتاؤں کے الگ الگ تین کمرے بنے تھے۔ سامنے کے حصے میں چار چار ستونوں پر مشتمل دوہری غلام گردش تھی۔

جوپیٹر اور جونو کے یہ دونوں مندر اٹرسکن طرز کے تھے

آرزو چودھری
۱۴۳۔ گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ٹ:

Bibliography

1. The American People's Encyclopaedia.

2. Ancient History by Willis Mason West.

3. The Ancient Myths by Norma Lorre Goodrick.

4. Bulfinch Mythology by Thomas Bulfinch.

5. A classical Dictionary of Hindu Mythology and Religion by John Dowson, Rupa Co., Bombay, New Delhi. Bombay, New Delhi.

6. Celtic Myth and Legend by Charles Squire.

7. Celtic Myth and Legend Poetry and Romance by Donald A. Mackenzie. Paul A Cantor

8. Creature and Creator Cambridge University Press, Cambridge.

9. A Dictionary of Ancient Greek Civilization. Methuin and Co. Ltd. London.

10. Everyman's English Promouncing Dictionary Compiled by Daniel Jones (London)

11. East and West. by Guenon.

12. Egyptian Myth and Legend by Donald A. Mackenzie.

13. Encyclopaedia Britannica Volumes, I, II, IV, V, VI, VII and VIII

14. The Greek Myths by Robert Graves.

15. A Hand Book of Greek Mythology by H. J. Rose (London)

16. Hindu Mythology by W. J. Wilkins

17. Hindu Mythology and Religion
by John Dowson, Rupa & Co.

18. A History of Architecture
by Banister Fletcher.

19. The Hero with Thousand Faces
by Joseph Cempbell (New Joursey U.S.

20. How the Great Religions Begain
by Joseph Gaer.

21. Infishment Myths.

22. Mythology by Edith Hamilton.

23. Myth of Babylonia and Assyria
by Donald A. Mackenzie.

24. Myths of China and Japan
by Donald A. Mackenzie.

25. Myths of Crete and Pre-Hellenic Europe
by Donald A. Mackenzie.

26. Myths and Legends of India by J. M. Macfic, M.A

27. Myths of Pre-Columbian America
by Donald A. Mackenzie.

28. The Oxford Companion to English Literature
compiled by Sir Paul Harvey.

2! Pear's Cyclopaedia.

3(The Readers Digest July, 1976.

31. The Religion and Philosophy of India
by Deussen.

32. The Religion of Rigreda by Gris World

33. The Teutonic-Myth and Legend.
by Donald A. Mackenzie.

34. Treatise on the Gods by H.L. Mencken.

35 gods and heroes by H.J. Rose

36 Men and gods by Warner

37 Myths of the Greek and Romans by Great Mickeal (London)

38 Men and gods (Romans) by Warner, Rex

39 Mythology of the Hindus hy Coleman

40. Mythology of Argan Nations by Coy
41. Vedic Mythology By Macdonell
42. Myths and Legends of Indians by Macfie
43. Indian Myths and Legends by Mackenzie
44. A Hand book of Hindu Mythology by Taylar
45. Mythology of Ancient Bsitain
46. and Iseland by Squire
47. Roman Mythology by Stewart Perowore Newness Books
48. Egyptian Mythology by Veronica Lons Newness Books
49. Indian Mythology by Ions Veronica Newness Books
50. The World Great Religions chil Editor Henry R. Luce (ule)
51. Ne Larousse Encyclopedia of Mythology
by Robert Graves Hamlyn Publishing Mid[illegible] England)
52. Reader's Digest July, 1976

53 کتاب مقدس — پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور
54 یونانی دیو مالا — خواجہ حسن نظامی
55 جادو — رحمان مذنب
56 تخلیق کائنات — ابن حنیف — گودنور پبلیکیشنز لاہور
57 دنیا کی پہلی داستان
58 ہزاروں سال پہلے — مکتبہ کاروان۔ لاہور
59 دنیا کا قدیم ترین ادب — کاروانِ ادب ملتان
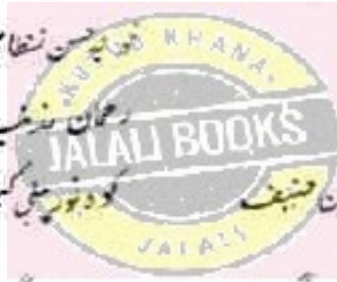
"داستان کی داستان" سے متعلق چند آراء

داستان میں کچھ ایسی خوبی موجود ہے کہ مرزا غالب نے بھی اس کے مطالعے میں خاصی دلچسپی لی ہے اور اسے منجملہ فنون سخن قرار دیا ہے چنانچہ بہ قول ان سے منسوب ہے کہ "داستان طرازی منجملہ فنون سخن ہے سچ ہے کہ دل بہلانے کے لئے اچھا فن ہے"۔

اردو میں داستانوی ادب پر بہت کم کام ہوا ہے مگر جتنا بھی ہوا ہے اس کی جامعیت سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں جس کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے وہ پروفیسر کلیم الدین احمد کی تصنیف "اردو ادب اور فن داستان گوئی" ہے۔

پروفیسر کلیم الدین احمد جیسا کہ ہم جانتے ہیں اردو ادب کے بڑے نکتہ چیں۔ غزل کو وہ نیم وحشی صنف سخن کہتے ہیں اور تنقید کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ یہ محبوب کی کمر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور محبوب کی کمر کا شاعری کی دنیا میں کوئی تصور نہیں ہے مگر حقیقت یہ کہ ابھی پروفیسر کلیم الدین احمد نے اردو داستان گوئی کے فن پہ گہری نظر ڈالی ہے اور اس کی تمام خوبیوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ پروفیسر کلیم الدین احمد کے علاوہ اردو داستان گوئی پر بھی اہل قلم نے قابل ذکر اور قابل قدر کام کیا ہے ان میں ڈاکٹر سہیل احمد خان، ڈاکٹر آغا سہیل اور ڈاکٹر سہیل بخاری کے نام سرفہرست نظر آتے ہیں اور حال ہی

یہ ایک کتاب منظر عام پر آئی ہے جس کا نام ہے "داستان کی داستان" اسے پروفیسر آرزو چودھری نے تحریر کیا ہے۔

پروفیسر آرزو چودھری نے اردو ادب کے بعض اہم موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے کئی ناول بھی دیئے ہیں۔ دیو مالائی ادب سے انہیں بڑی دلچسپی ہے اور وہ اس موضوع سے متعلق ایک ضخیم کتاب کی تحریر و ترتیب میں مصروف ہیں۔ اس وقت مجھے ان کے تازہ ترین کارنامے "داستان کی داستان" پر کچھ عرض کرنا ہے۔

یہ ایک ضخیم کتاب ہے کم و بیش چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ پروفیسر آرزو چودھری نے صرف اردو داستان تک اپنی نظر محدود نہیں رکھی ان کا موضوع بڑا وسیع ہے جیسا کہ ان کی کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ موضوع ہے "داستان کی داستان" یعنی انہوں نے دنیا کی قدیم سے قدیم داستان سے آغاز کار کیا ہے اور موجودہ دور تک آئے ہیں۔ اپنے اس بڑے طویل اور کٹھن سفر میں انہوں نے جہاں جہاں بھی اور جس جس انداز میں بھی داستان کا سراغ ملا ہے اس کا باقاعدہ تجزیہ کیا ہے اور تجزیہ کر کے ہی آگے بڑھے ہیں۔

پروفیسر آرزو چودھری اس خیال کے حامی ہیں کہ دنیا کے قدیم ترین ادب نے عراق میں جنم لیا تھا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جہاں تک تاریخ روشنی ڈالتی ہے مصر دنیا کا سب سے پہلا ملک تھا جہاں تہذیب کی کرن پھوٹی تھی مگر آرزو چودھری کی رائے یہ ہے کہ عراق میں سمیری تہذیب کا آغاز پانچ ہزار قبل از مسیح ہوگا جب کہ مصری تہذیب کے آثار ۳۴۰۰ قبل از مسیح نہیں ملتے۔ ان کے خیال کے مطابق دنیا کی قدیم ترین داستانیں سمیریوں نے لکھی تھیں۔ اس معاملے میں "دنیا کا قدیم ترین ادب" کے مصنف ابن حنیف بھی ان کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

داستان کی اپنی اہمیت کیا ہے آرزو چودھری نے فصل اول میں موجودہ دور کے نامور ترین تاریخ دان آرنلڈ ٹائن بی کا یہ اقتباس درج صفحہ کیا ہے۔

"تاریخ علم الاصنام سے پھوٹی ہے جب ہم داستان میں تاریخ ڈھونڈتے ہیں تو اس میں ہمیں قصہ کی دیوی طلسم کناں دکھائی

دیتی ہے اور جب ہم قصہ گوئی کے حسن و جمال میں کھو جانا چاہتے ہیں تو نادر بیگ سامنے آ جاتی ہے۔"

پروفیسر ارزہ چودھری نے کتاب کو دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر فصل اس قابل ہے کہ اس کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ سچی بات یہ ہے کہ مصنف نے داستان گوئی کا کوئی بھی قابلِ ذکر پہلو اپنی طرف سے نظرانداز نہیں کیا۔ جہاں تک تلاش و تفحص کا واسطہ ہے تجزیے اور تفصیل نگاری کا تعلق ہے انہوں نے محنت شاقہ، جاں پتہ ماری اور گہری بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔ ایسی کتابیں جیسی کہ یہ کتاب ہے سالہا سال تک مصنفوں کے دلوں کا چین اور راتوں کی نیند چھین لیتی ہیں جب کہیں جا کر مکمل ہو کر دنیا کے سامنے آتی ہیں۔ ممکن ہے اس کتاب میں بھی کہیں نہ کہیں کوئی کوتاہی ہو لیکن یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ مصنف نے آغاز سے اختتام تک کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس کتاب کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اردو کے داستانوی ادب کی ان تحریروں کی طرف بھی توجہ کی ہے جو عام طور پر [illegible] یا سہواً چھوڑ دی گئی تھیں۔ اس سے کتاب کی جامعیت میں خاصا اضافہ ہو جاتا ہے۔

جو لوگ داستانوی ادب پر مزید کام کرنا چاہیں گے ان کے لیے یہ کتاب ایک اہم حوالے کی ضرورت پوری کرے گی اور یہ اس کی ایک بہت بڑی اہمیت ہو گی۔

ہبرنا ادیب ماہنامہ کتاب اکتوبر ۸۰ء

داستانوی ادب انسان کی بعض فطری جبلتوں کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ دنیا کے ہر حصے میں داستانیں بڑے ذوق وشوق سے لکھی، پڑھی اور سنی جاتی رہی ہیں۔ بیسویں صدی میں مختلف اسباب کے سبب سے داستانوی ادب کی اہمیت اور افادیت کم کرنے کے لئے طرح طرح کے اعلانات کئے جاتے رہے ہیں۔ کہیں سے یہ صدا لگائی گئی کہ داستان دراصل جاگیردارانہ ذہن کی پیداوار ہے، لہٰذا اس کا مطالعہ ترقی یافتہ اذہان کے لئے نقصان دہ ہے.... کہیں سے یہ آواز سنائی دی کہ اب جب کہ ناول اور افسانے جیسی اصناف، جو کہ داستانوں کا جوہر اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں، معرضِ وجود میں آ چکی ہیں، تو داستان کے پڑھنے کا مقصد فقط وقت کا ضیاع ہے.... ایک حلقہ کی جانب سے یہ سوال بھی اُٹھایا گیا کہ اس مشینی اور مادی دَور میں داستان کی تخیلی اور مابعدالطبیعاتی فضا کی تدریس کا کیا جواز بنتا ہے۔ یہ اعتراضات کس حد تک درست ہیں اور کہاں تک ان میں استقام موجود ہیں۔ یہ ایک بحث طلب مسئلہ ہے۔

عصرِ حاضر میں داستانوی ادب کی معنویت اور اس کے نئے نئے پہلوؤں کے بارے میں جو انکشافات ہوئے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ داستانوں کے اندر بعض ایسے معاملات اور اسرار و رموز مزور پوشیدہ ہیں، جن سے موجودہ عہد کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر موجودہ زمانے میں داستانوں کے رمزی اور علامتی مطالعے کی طرف جس خصوصیت سے توجہ دی گئی ہے، وہ لائقِ صد تحسین ہے۔ ان رمزی اور علامتی مطالعوں نے نہ صرف یہ کہ داستانوی ادب کا جواز پیدا کیا ہے بلکہ موجودہ عہد کی دانش و بینش کو قدیم زمانہ کی ذکاوت سے مربوط کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ ان پیش کردہ نکات کا خلاصہ یہ ہے کہ داستانیں محض اپنے عہد کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار نہیں ہوتیں، بلکہ ان میں ہر عہد کے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے وہ اصحاب بھی لائقِ تحسین ہیں، جو ہمارے کلاسیکی ادب کو نہایت محنت اور جانکاہی سے اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق منظرِ عام پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر پروفیسر آرزو چودھری صاحب کی تازہ ترین تصنیف "داستان کی داستان" ہے، جس میں انہوں نے عالمی کلاسیکی کہانیوں کے پس منظر میں اردو داستانوں کا تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس تصنیف کو فاضل مصنف نے

دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ فصل اوّل میں انہوں نے
"قِصّہ کا قصّہ" کے عنوان سے دنیا کے قدیم ترین ادب
میں سے بعض داستانوں کے بارے میں مفید اور بکار آمد
باتیں بیان کی ہیں۔

فصل دوم میں "شعر و نغمہ" کے عنوان سے
جنوبی ہند، شمالی ہند اور لکھنؤ وغیرہ میں لکھی جانے والی
اہم نثری و شعری داستانوں کا مطالعہ دقّتِ نظری سے
کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں نثری — داستانوں کو موضوعِ بحث
بنایا گیا ہے۔

فصل چہارم میں مصنّف نے فارسی الاصل داستانوں
کا تجزیہ کیا ہے۔ فصل پنجم میں ان داستانوں کو موضوعِ بحث
بنایا گیا ہے، جو سنسکرت الاصل کہانیوں سے معرضِ وجود
میں آئی ہیں۔

فصل ششم میں طبع زاد داستانوں کے علاوہ
ان داستانوں کو اہمیت دی گئی ہے۔ جو مشکل اردو سے
آسان اردو میں منتقل ہوئی ہیں۔

فصل ہفتم میں داستان کی اہمیت، معنویت اور
افادیت کے حوالے سے بعض فکر انگیز باتیں بیان
کی گئی ہیں۔ فصل ہشتم میں داستان کے عروج و زوال
کی داستان بیان کی گئی ہے۔

فصل نہم اس اعتبار سے بے حد اہم ہے کہ اس
میں "آج اور داستان" کے عنوان سے عصرِ حاضر

میں داستان کا جواز پیش کیا گیا ہے۔

فصل دہم میں داستانوں سے مسلمانوں کے تعلق کی وضاحت کی گئی ہے اور اس حوالے سے بعض نئے نکات اور فکر انگیز گوشے قائم کئے گئے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ دسوں فصلیں داستانوں کے ارتقائی سفر کی بھی وضاحت کرتی ہیں، اور قارئین کو داستانوی ادب کے بارے میں سیر حاصل مواد بھی فراہم کرتی ہیں۔

پروفیسر آرزو چودھری صاحب معلمی کے پیشہ سے وابستہ ہیں اور کلاسیکی ادب کے باذوق قاری ہونے کی وجہ سے عالمی ادبیات اور داستانوی ادب پر ان کی گہری نگاہ ہے۔ ان کی کئی تصانیف ارباب علم و ادب سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ آرزو صاحب کی بیشتر کتابیں دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رومانوی اسلوب کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اس تحقیقی و تنقیدی کتاب میں بھی وہ اس مخصوص اسلوب سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکے ہیں۔ اس کا یہ فائدہ تو ہوا ہے کہ انہوں نے عام قارئین کے لئے اس کتاب کو زیادہ دقیق اور خشک نہیں ہونے دیا، لیکن اس کا نقصان یہ ہوا ہے کہ اہم علمی اور ادبی حلقوں میں اس اسلوب نے کوئی زیادہ اچھا اثر مرتب نہیں کیا ہے۔ اس طرح سے اس کتاب میں پیش کردہ حواشی بھی موجودہ تحقیق و تدوین کے اصولوں

کے مطابق نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر پروفیسر آرزو چودھری صاحب داستان کی رمزی اور علامتی سطحوں کی طرف بھی توجہ دیتے تو یہ کتاب داستانوی ادب پر ایک مکمل دستاویز بن جاتی۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پروفیسر آرزو چودھری صاحب کی تصنیف "داستان کی داستان" اردو داستان کے حوالے سے لکھی گئی بعض اہم کتابوں میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ادب کے طلباء اور عام قارئین اس کتاب سے بیش از بیش فائدہ ضرور اٹھا سکیں گے۔

پروفیسر شبیر الحسن (ماہنامہ شام و سحر لاہور اپریل ۱۹۸۹ء)

آرزو چوہدری کو شعریت اور سحر انگیزی پر بڑا ... ہے جو ایک ... کیفیت میں قاری سے ہم کلام ہوتے ہیں وہ نثر میں شاعری کرتے کرتے ہیں لفظیات کو ایک ایسا طلسم کدہ تعمیر کرتے ہیں جس میں داخل ہونے کے بعد قاری لفظوں کے حسن سحر خیز سے پامال ہوا جاتا ہے آرزو چوہدری پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ لفظوں کی دریافت اور ان کی سجاوٹ میں حد سے زیادہ فیاضی کا مظاہرہ کرتا ہے اور خوبصورت لفظوں کا یہ انبوہ کثیر اصل خیال کو کہیں پرے دھکیل دیتا ہے اور قاری کی آنکھیں لفظوں کی چکاچوند سے چندھیا کے رہ گئی بھی ہو سکتی ہے یہ اعتراض درست ہو لیکن لیکن آرزو چوہدری کے ہاں لفظ اتنے بھی بے وقعت اور حقیر نہیں ہیں کہ راہ ادب پر ان کا کوئی خریدار نہ ملے اس کے ہاں لفظ برتنے کا ایک خاص انداز اور سلیقہ ہے وہ لفظوں کو پوروں سے چھوتا ہے اور بڑی محبت اور اپنائیت سے اپنے ہونٹوں کے قریب لاتا ہے اور ان کا ماتھا چوم کر اسی محبت اور اپنائیت سے جملے کے بیچ چھوڑ دیتا ہے لفظ جہاں ایک بار بیٹھ جاتا ہے۔ سو بیٹھ جاتا ہے اسے آگے پیچھے کرنا یا دائیں بائیں کھسکانا مشکل ہوتا ہے۔

آرزو بنیادی طور پر رومان پسند نثر نگار ہے اور اپنی اس رومان پسندی کو بڑی نفاست سے لفظوں میں منتقل کر کے انہیں محبت کی زبان دی ہے۔ اس کی رومان پرور نثر نگاری کے اولین شاہکار وہ ناول ہیں جنہیں پڑھتے ہوئے قاری خوشبوؤں میں سانس لینے لگتا ہے۔ کم و بیش اٹھائیس برس قبل شائع ہونے والے ناول "پیلے پھول" "بھیگے پربت" "چاند کے جزیرے" "شبنم اور آنچل" "ویرانے میں بہار آئی" "اور آوارہ نغمے" آج بھی دامن دل کھینچتے ہیں۔ آرزو چوہدری کے یہ ناول سراسر رومانی ناول ہیں۔ بنیادی طور پر اس کے تمام ناول ایک ہی منطقے میں واقع ایک خاص کیفیت کے مظہر ہیں تقریباً ہر ناول کا مرکزی کردار ... بنتے ... پھولوں کے ... ہے اور ان کا لہجہ میں گفتگو کرتا ہے

شباب لاہور غنیکاف خالد

یوں لگتا ہے کہ اردو ادب سے ایک بہت
بکھرے ہوئے اور نظر انداز کئے ہوئے موضوع کی
طرف اہل نظر کی دل چسپی میں اضافہ ہوا ہے جولائی
کے اوائل میں جب ڈاکٹر سہیل احمد کی کتاب "داستان
در داستان" کو متعارف کرایا گیا اس وقت داستان ہی کے
موضوع پر کتاب آرزو چودھری کی تصنیف "داستان کی
داستان" ہمارے پیش نظر ہے جو حال ہی میں
شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے

پروفیسر آرزو چودھری سے پہلا تعارف بطور
ایک ناول نگار کے تو بہت دیر سے ہے لیکن وہ
بحر تحقیق کے بھی غواص ہیں اس کا ہمیں پتہ نہیں تھا
"داستان کی داستان" کو دیکھ کر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ
نہ صرف وہ تحقیق سے گہری دل چسپی رکھتے ہیں بلکہ
دنیا بھر کے مختلف ملکوں اور خطوں کی دیو مالا لوک
کہانیوں اور داستانوں سے بھی انہیں گہرا شغف اور
لگاؤ ہے اور دلچسپی اور شغف نے ان سے داستانوں
کی داستان تحریر کروائی ہے جو اردو میں اپنی طرز
کی واحد اور انوکھی کتاب ہے۔

اردو میں اس سے پہلے علم الاصنام اور دیو
مالا، خاص طور پر عراق اور شام کی اساطیر اور تاریخ
کے حوالے سے ابن حنیف بہت عمدہ کام کر چکے
ہیں لیکن عالمی داستانی لٹریچر پر ایک معلوماتی اور تعارفی
کتاب لکھنے کا اعزاز آرزو چودھری کو حاصل ہوا ہے
کتاب کے آغاز میں مصنف نے آرنلڈ ٹائن بی
کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔

"تاریخ، علم الاصنام سے جڑی ہے۔
جب ہم داستان میں تاریخ ڈھونڈتے ہیں تو اس
میں ہمیں قصہ کی دیوی مسکراتی دکھائی دیتی ہے
اور جب ہم قصہ گوئی کے حسن میں کھو جاتے
ہیں تو تاریخ سامنے آجاتی ہے"

ٹائن بی کے اس قول سے داستان کی اہمیت
کا اندازہ ہوتا ہے کہ داستان اور تاریخ کا رشتہ کتنا
گہرا، مضبوط، اٹوٹ اور با معنی ہے۔ ہمارا خیال ہے
کہ آرزو چودھری جو خود بھی قصہ کہانی کے آدمی تھے
انہیں اساطیر نے اسی لئے اپنی طرف راغب کیا لوک
کہانیوں اور قدیم داستانوں نے ان کے دامن دل کو
کھینچا اور انہوں نے دنیا کے مختلف علاقوں اور ملکوں
کی داستانوں کو کھنگال کر یہ [illegible] اردو کے
قارئین کے لئے تیار کی ہے۔

پروفیسر آرزو چودھری کی پانچ سو نوے صفحات
کی یہ ضخیم کتاب فنی ترتیب کے نقطۂ نظر سے
اپنی ابتدا کرتی ہے اور دنیا بھر کے داستانی اور اساطیری
لٹریچر کا احاطہ کرتی ہوئی اردو کے داستانی ادب تک آتی
[illegible]
[illegible] یہ ایک بہت ہی وسیع اور بڑا
موضوع ہے اور وسعت کے اعتبار سے کئی جلدوں
کا متقاضی ہے لیکن مصنف نے اختصار کے ساتھ اپنے
مطالعے اور تجربے کا حاصل پیش کرنے کو ترجیح دی ہے
اور بڑی حد تک اس میں کامیاب رہے ہیں

روزنامہ ۔ امروز ۔ ذوالفقار احمد تابش

interpretation and relevance for the present time. The folk material is basically a source of cultural re-awakening. But without absorbing it into a creative act, its presence continues as an archeological find and [illegible] spirit fails to have the chance of a happy diologue with our time.

"دی نیشن" **Gilani Kamran**

ical man. We are not unfamiliar with the latter type, but we have still to know and understand the *Man* who belongs to the folklore. In Muslim culture, the *hero* of the folklore has a distinctive character. In the earliest romances of pre-Modern times, the folklore *man* is modelled on the Adam-image who looks upon *life* and its mysteriousness with the freshness of the *first* sight. Thus, in the form of various *princesses* of old romances, the image of the *Eve* is made manifest and she, herself is portrayed as a *newcomer* in a dangerous and difficult world. The symbolism of the old romances is, by itself, a projection of the folklore man's undiluted imagination which gives *forms* to the formless and converts sensations into creatures of untold description.

These views about the folklore, in fact, became more apparent when I read Arzoo Chaudhry's book: *Dastan Ki Dastan* (The story of the Folk-tale). The book has the quality of a research work and it offers a detailed view of the pre-historic imaginative world preserved in the folklore. As a matter of fact, the mythology and the folklore have been a lifelong passion with the author of the book, and in *Dastan Ki Dastan* he has provided a standard reference work for those who would love to discover *meaning* behind the unfamiliar landscape of the folk-tale. What, however, gives a significant feature to Arzoo Chaudhry's work is its historical approach to the whole material. The author has also taken care to point out the origin of various folk tales and has, in the course of their transference from culture to culture, discussed the changes in their forms. As an academic reference work, this book helps in discovering the symbolism of our folklore.

Nevertheless, this trend, especially among the teachers of Urdu literature: to approach the folklore and its symbolism, which is only a recent phenomenon, does not attempt to give an in-depth study of the material. Dr. Sohail Ahmed Khan has also shown interest in this area of study and though he has the required training and methodology to unlock the hidden meaning of the folk-material, he has simply suggested in his writings the possibilities and has hardly attempted to move within the world of folklore. This has been amply compensated by Arzoo Chaudhry in his work. And despite the fact, that Arzoo Chaudhry has soft corner for the folk-material drawn from other cultures, such as the Sumerian and the Japanese, his work has mainly emphasised the use of the folklore in Urdu literature of pre-Modern times.

But, in spite of the sincerity of intentions, Arzoo Chaudhry remains on the periphery of the folk-tale. His treatment of *King Arthur* is fairly informative, and though he (Arzoo Chaudhry) refers to King Arthur's celebrated Sword: *Excalibur*, he does not give any clue to this word's etymology. There are unconfirmed suggestions that the Word: *Excalibur* has some phonal identity with another sword called: *al-Zulfiqar*. In the same manner, the author has not given a detailed account of *the Translation* of *Arthur over the Lake*. He has also omitted the *Three Maidens* who had miraculously appeared in a *boat* on the lake to escort Arthur to the other world after when the *Excalibur* had been thrown into the water of the lake. It is, therefore, not a naive expectation to ask for the meaning of symbolism used in the folk-tale. There are numerous spots of similar nature in Arzoo Chaudhry's work where the symbolic structure of a folk-tale is almost overlooked and only a passing description of the tale has been inserted to cover the required span of time in the story of folklore. Nevertheless, as this work stands, it has a value of its own: it leads a curious mind to the world of the folklore. Thus, it opens new areas of investigation into the imaginative world of the Age of folklore. Probably what we need at present is the *heritage* as well as an interpretation of that material. It is always the *interpretation* which can release the creativity of an individual. We need a record of the past as well as its

Discovering folklore

A few years ago, a middle-aged American Professor, whom I met in Islamabad, was puzzled to see that the folk matter found on the Coastline of East Africa was similar to that found on the Western Coast of the subcontinent. How could the folk material travel across the Arabian sea when navigation was extremely poor before the Age of Steam? He was upset by some other questions as well. How has the same folk matter appeared in widely different ethnic groups? And then, does the folk matter have anything to do with the psychology of a human individual? And, is there any interaction between the two? These and many other interesting questions on folklore were left, of course, unanswered, but the exchange of views on the topic was really refreshing. It was probably owing to the American Professor that interest in folk-heritage had its origin in Islamabad, and serious students of history had taken to folklore as a new and fresh area of study.

In the evolution of the consciousness of a culture, the interest in folk heritage has an important place: it provides content to the nationalism of the people. In Western Europe the phenomenon leads to some such conclusion. Thus the rise of nationalism in Western Europe towards the end of the Middle Ages was originally political in nature, which brought about the emergence of 'nation-states' on the amorphous map of erstwhile Christendom. The interest in folk-heritage, however, appeared in the eighteenth century which gave an indentity to various nations in the countries of Western Europe. Thus, with this event the political consciousness of the people was converted into an identifiable cultural consciousness. In England, particularly, the old ballads, the mediaeval folklore, the Ossian-poems and the Anglo-Saxon matter enriched the consciousness of the culture and helped the rise of the Romantic Age in thought and creative activity. In backview, it however seems rather strange that the folk-heritage provided *ideals* to the culture which was then being shaped by physical sciences and the industrial revolution. In this context, the folk-heritage preserved the basic humanity of its people by pointing out that human nature has a world of its own and it can be best seen and discovered in folklore.

But, apart from this specific reference to England and Western Europe, the folklore, also points out an important phase in the evolution of mankind. In a general view, the story of mankind, in its earliest phases, passed through the age of mythology which, in fact, had the 'gods' as the *hero* of a cosmic situation. In the age of mythology *the Man* was made conspicuous by his absence. In fact, *men* did not belong to the age of mythology. However, when the areas of *folklore* appeared in the story of human race, *the Man*, for the first time, emerged as the *hero* of a undefined and mysterious cosmic situation. Within this perspective, the ancient Greek plays and *Shakuntala* belong to that *point* in time when the *gods* were being replaced by *Man* in the affairs of the world. At this moment of human consciousness, Man's *free-will* was greatly handicapped by determinism. In the course of evolution, however, the folklore period was followed by *history* which has kept the record of Man's exercise of his free will in the world.

Within this background, however, *Man* appears in *two different forms*: as the folklore *man* and as the histor-

مصنف کی دیگر کتب

داستان کی داستان

عالمی کلاسیکی کہانیوں کے پس منظر میں اُردو داستانوں

کا تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

افسانوی ادب

جنگی — ناول

کانگو کے کنارے — افسانے

شمشاد — ناول

مھترا کی داسی — ناول

عقاب — ناول

پجارن — ناول

سلیمان شکوہ — ناول

پیلے پھول — ناول

آوارہ سناٹے — تاثراتی پارے

ادب کی چھاؤں میں

تنقید و تاریخ

ادبی مضامین — تنقید

اردو ادب — تنقید و تاریخ

زیر اشاعت

دِل ناداں (ناول)

ننگے پربت

سُپور بھٹے . نظم . شعر